ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے خوشبوئے حیات

باقر شریف قرشی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اول ۱۷
آغاز سخن ۲۰
مقدمہ ۲۲
ائمہ اہل بیت علیہم السلام ۳۱
حضرت علی علیہ السلام ۳۱
کعبہ میں ولادت ۳۲
القاب ۳۲
پرورش امام کے لئے نبی کی آغوش ۳۵
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ۳۶
اسلام کی راہ میں سبقت ۳۶
یوم الدار ۳۸
شعب ابی طالب ۳۹
امام کا نبی کے بستر پر آرام کرنا ۴۱
امام کی مدینہ کی طرف ہجرت ۴۲

امام قرآن کی نظر میں......۴۳

اہل بیت کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات......۴۷

امام کے حق اور مخالفین کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات......۵۲

امام روایات کی روشنی میں......۵۳

حدیث ثقلین......۶۲

حدیث سفینہ......۶۳

اہل بیت امت کے لئے امان ہیں......۶۴

امام جہاد میں نبی کے ساتھ......۶۵

امام کا عمرو سے مقابلہ......۷۱

حجۃ الوداع......۸۰

غدیر خم......۸۱

جنت کا سفر......۸۷

آنحضرت کے جنازہ کی تجہیز......۸۸

سقیفہ کا اجلاس......۹۰

عمر کی حکومت......۹۶

شوریٰ کا نظام ۹۸

عثمان کی حکومت ۹۸

عثمان کے لئے محاذ ۱۰۱

عثمان پر حملہ ۱۰۲

امامؑ کی خلافت ۱۰۳

سخت فیصلے ۱۰۶

اشعری کا انتخاب ۱۰۹

امامؑ کی شہادت ۱۱۰

حضرت امام حسن علیہ السلام ۱۱۲

بہترین فضائل و کمالات ۱۱۴

بلند اخلاق ۱۱۹

وسعت حلم ۱۲۰

سخاوت ۱۲۱

زہد ۱۲۳

علمی ہیبت ۱۲۳

عبادت ۔۔۔ ۱۲۶

وضو اور نماز ۔۔۔ ۱۲۶

حج ۔۔۔ ۱۲۷

کثرت ازواج کی تہمت ۔۔۔ ۱۲۷

خلافت ۔۔۔ ۱۲۸

حضرت امام حسین علیہ السلام ۔۔۔ ۱۳۲

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسینؑ سے محبت ۔۔۔ ۱۳۲

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا ۔۔۔ ۱۳۵

امام حسینؑ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ۔۔۔ ۱۴۰

وعظ و ارشاد ۔۔۔ ۱۵۶

اقوال زرّین ۔۔۔ ۱۵۸

حضرت امام حسینؑ اور عمر ۔۔۔ ۱۵۹

حضرت امام حسینؑ معاویہ کے ساتھ ۔۔۔ ۱۵۹

امام حسینؑ کا معاویہ کے ساتھ مذاکرہ ۔۔۔ ۱۶۰

مکہ معظمہ میں سیاسی اجلاس ۔۔۔ ۱۶۱

آپ کا یزید کی ولیعہدی کی مذمت کرنا ۱۶۱

معاویہ کی ہلاکت ۱۶۲

حضرت امام حسینؑ کا انقلاب ۱۶۲

شہادت ۱۶۴

امام کا استغاثہ ۱۶۵

شیر خوار کی شہادت ۱۶۶

امام کی ثابت قدمی ۱۶۷

آپؑ کی اہل بیتؑ سے آخری رخصت ۱۶۹

امامؑ پر حملہ ۱۷۴

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۱۷۶

آپؑ کے القاب ۱۷۷

ذاتی عناصر ۱۸۰

حلم ۱۸۱

صبر ۱۸۲

لوگوں پر احسان ۱۸۴

سخاوت ۱۸۵
عمومی طور پر کھانا کھلانا ۱۸۵
فقیروں پر رحم و کرم ۱۸۶
آپؑ کے صدقات ۱۸۷
شجاعت ۱۹۰
امامؑ مدینہ میں ۱۹۲
مستحب نمازوں کی قضا ۱۹۷
کثرت تسبیح ۱۹۸
نماز شب کے بعد آپ کی دعا ۱۹۸
آپ کی اپنے بیٹوں کو وصیت ۲۰۹
آپؑ کی اپنے بیٹوں کے لئے دعا ۲۱۱
آپؑ کی حکمتیں اور تعلیمات ۲۱۲
آپؑ کی شہادت ۲۱۳
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ۲۱۵
آپؑ کا صبر ۲۲۰

فقیروں پر مہربان.......... ۲۲۱

دلچسپ حکمتیں.......... ۲۲۳

آپؑ کی شہادت.......... ۲۲۴

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام.......... ۲۲۶

امامؑ کے علوم.......... ۲۲۶

امامؑ کی یونیورسٹی.......... ۲۳۰

طلبہ کی تعداد.......... ۲۳۱

یونیورسٹی کے شعبے.......... ۲۳۲

علوم کی تدوین.......... ۲۳۴

آپؑ کے صفات و خصوصیات.......... ۲۳۵

مختصر حکمت آمیز کلمات.......... ۲۳۹

سفر جنت.......... ۲۴۲

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام.......... ۲۴۳

علمی طاقت وقوت.......... ۲۴۳

امامؑ کے مناظرے.......... ۲۴۴

آپ کے بعض صفات......۲۵۰

صبر......۲۵۷

عفو اور اصلاح......۲۵۷

قول خیر......۲۵۸

شکر نعمت......۲۵۸

آپؑ کے زرین اقوال......۲۵۸

بصرہ کے قید خانہ میں......۲۶۰

آپؑ کا عبادت میں مشغول رہنا......۲۶۰

امامؑ کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ میں بھیجنا......۲۶۳

حضرت امام رضا علیہ السلام......۲۶۷

آپؑ کی پرورش......۲۶۷

آپ کے بلند وبالا اخلاق......۲۶۸

آپؑ کا زہد......۲۶۸

آپؑ کے علوم کی وسعت......۲۶۹

اقوال زرین......۲۷۰

عقل کی فضیلت........ ۲۷۰

محاسبۂ نفس........ ۲۷۱

کاروبار کی فضیلت........ ۲۷۲

آپؑ کی نصیحتیں........ ۲۷۲

کلمات قصار........ ۲۷۴

آپؑ کو تمام زبانوں کا علم........ ۲۷۵

واقعات و حادثات........ ۲۷۶

آپؑ کی جود و سخا........ ۲۷۷

عبادت........ ۲۷۹

آپؑ کی ولی عہدی........ ۲۷۹

مامون کے ایلچیوں کا امامؑ کی خدمت میں پہنچنا........ ۲۸۲

خانۂ خدا کی طرف........ ۲۸۳

خراسان کی طرف........ ۲۸۴

امامؑ نیشاپور میں........ ۲۸۴

مامون کا امامؑ کا استقبال کرنا........ ۲۸۵

مامون کی طرف سے امامؑ کو خلافت پیش کش ۲۸۵

ولیعہدی کی پیشکش ۲۸۶

امامؑ کو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کرنا ۲۸۶

امامؑ کی شرطیں ۲۸۷

امامؑ کی بیعت ۲۸۸

اہم قوانین ۲۸۸

مامون کا امام رضاؑ سے خوف ۲۸۹

امامؑ کو قتل کرنا ۲۹۰

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ۲۹۱

آپؑ اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں ۲۹۲

خاندان نبوت کا اعزاز و اکرام ۲۹۳

آپؑ کا زہد ۲۹۴

آپؑ کی سخاوت ۲۹۵

آپؑ کے وسیع علوم ۲۹۶

حقیقی ایمان ۲۹۷

مکارم اخلاق ۲۹۸

آداب سلوک ۲۹۹

مامون کا امامؑ سے مسئلہ کی وضاحت طلب کرنا ۳۰۰

امام کا قتل ۳۰۲

آپ کی تجہیز وتکفین ۳۰۵

امامؑ کی عمر ۳۰۵

حضرت امام علی نقی علیہ السلام ۳۰۶

ولادت باسعادت ۳۰۶

اسم گرامی ۳۰۶

آپ کی پرورش ۳۰۷

علویوں کا آپ کی تعظیم کرنا ۳۰۹

آپ کا جودوکرم ۳۱۰

آپؑ کا زہد ۳۱۲

آپ کا علم ۳۱۳

آپؑ کے اقوال زرّیں ۳۱۵

امامؑ کے امتحان کے لئے متوکل کا ابن سکیت کو بلانا..........۳۱۶

عبادت..........۳۱۸

متوکل کے ساتھ..........۳۱۹

امامؑ کی شکایت..........۳۱۹

توکل کا امامؑ کے پاس خط..........۳۲۰

امام علی نقیؑ کا سامرا پہنچنا..........۳۲۱

امامؑ خان صعالیک میں..........۳۲۳

امامؑ کی متوکل سے ملاقات..........۳۲۳

متوکل کا اچھے شاعر کے متعلق سوال کرنا..........۳۲۳

امامؑ کا متوکل کے لئے بد دعا کرنا..........۳۲۸

امامؑ کا متوکل کے ہلاک ہونے کی خبر دینا..........۳۲۸

متوکل کی ہلاکت..........۳۲۹

امام پر قاتلانہ حملہ..........۳۳۲

تجہیز و تکفین..........۳۳۳

تشییع جنازہ..........۳۳۳

ابدی آرام گاہ...۳۳۴

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام...۳۳۵

آپؑ کا نسب...۳۳۵

ولادت...۳۳۶

آپؑ کی ولادت پر شرعی رسومات...۳۳۷

آپؑ کی پرورش...۳۳۷

اللہ سے امامؑ کا خوف...۳۳۸

آپؑ کی عبادت...۳۳۹

حلم...۳۳۹

بلند اخلاق یا کریمانہ اخلاق...۳۴۱

آپؑ کے زرّین اقوال...۳۴۱

امامت کے دلائل...۳۴۲

امام حسن عسکری علیہ السلام کا علی بن الحسین فقیہ کے نام خط...۳۴۵

امامؑ حکاّمِ عصر کے ساتھ...۳۴۸

متوکل کی امام امیرالمومنینؑ سے عداوت...۳۵۱

متوکل کے ذریعہ امام حسینؑ کے مرقد مطہر کا انہدام ۳۵۱

امام علی نقیؑ کے ساتھ ۳۵۲

امام پر قاتلانہ حملہ ۳۵۷

جنت الماویٰ کی طرف ۳۵۷

تجہیز وتکفین ۳۵۸

تشییع جنازہ ۳۵۸

آخری قیام گاہ ۳۵۸

حضرت امام مہدی (عج) ۳۶۰

عظیم مولود یا ولادت باسعادت ۳۶۰

ولادت کے رسم ورواج ۳۶۲

عام دعوت ۳۶۳

شیعوں کو آپؑ کی ولادت کی خوشخبری ۳۶۳

اسم مبارک ۳۶۳

بلند اخلاق ۳۶۴

آپ کی سخاوت ۳۶۷

عبادت ۳۶۹

غیبتِ صغریٰ ۳۶۹

آپؑ کے عظیم و بزرگ سفیر ۳۷۰

فقہاء کی ولایت ۳۷۴

غیبت کبریٰ ۳۷۴

سوالات ۳۷۵

امامؑ کے ظہور کی علامتیں ۳۷۸

ظہور کا وقت ۳۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔اسلام کے مبلغ و موسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر

علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں،یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا ۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐو رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، حجۃ الاسلام باقر

شریف قرشی کی گرانقدر کتاب نفحات من سیرۃ ائمۃ اہل البیت علیہم السلام کو فاضل جلیل مولانا سید ضرغام حیدر نقوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں ،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

آغاز سخن

پروردگار عالم نے اہل بیت علیہم السلام کو اپنے اسرار کا محافظ ،اپنے علم کا مخزن ،اپنی وحی کا مفسراور صراط مستقیم کی روشن دلیل قرار دیاہے، اسی بنا پر ان کو تمام لغزشوں سے محفوظ رکھا،ان سے ہر طرح کی پلیدگی اوررجس کو دور رکھاجیسا کہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[1]) ''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جوپاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے'' قرآن کریم میں اُن کی اطاعت ،ولایت اور محبت کی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ خدا وند عالم فرماتا ہے : (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[2]) ''اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرورسول اور صاحبان امر کی اطاعت کروجو تمھیں میں سے ہیں ''۔

نیزخداوند عالم کا یہ فرمان ہے: (قُلْ لاَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى[3]) ۔ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کاکوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے اقرباء سے محبت کرو ''۔اسی طرح رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں اکید فرمائی ہے جو محدثین کی نظر میں متواتر ہے'' : اِنِّي تَارِکٌ فِيْکُمُ الثَّقَلَيْنِ مَااِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَالَنْ تَضِلُّوابَعْدِي،اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ:کِتَابُ اللّٰهِ، حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَیٰ الْاَرْضِ،وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰی يَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا کَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا''۔ ''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ،جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے ہر گز میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے ،ان دونوں میں سے ہر ایک ،ایک دوسرے سے اعظم ہے : اللہ کی کتاب جو آسمان سے لے کر زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے ،اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں ، وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس واردہوں پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا برتاؤ کروگے ''یہ سب اس لئے ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت

[1] سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔
[2] سورۂ نساء ،آیت ۵۹۔
[3] سورۂ شوریٰ، آیت ۲۲۔

ہیں،خاتم الانبیاء کے خلفاء پرچم اسلام کے علمبر دار ،آپ کے علم و نور کا خزانہ اوراسوۂ حسنہ ہیں نیز اللہ کی بندگی کیلئے اپنے قول و فعل کے اعتبار سے ہمارے لئے نمونۂ عمل ہیں ۔ان کی سیرت طیبہ بلند و بالا کر دار ،اعلیٰ نمونہ ،اسلام کے علوم و معارف کے ناشر ، ایثاروقربانی زہد،تواضع ،فقیروں اور کمزوروں کی امداد جیسے مکارم اخلاق کا مجموعہ ہے اور اس کتاب میں اسی موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ہم اس گفتگو کے آخر میں خداوند قدوس سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس کے منابع وماخذسے استدلال کرنے میں کامیاب و کامران فرمائے ۔آخر میں ہم مؤسسہ اسلامی کے نشر و اشاعت کرنے والے ادارہ اسلامی کے شکر گذار ہیں ۔

والحمد للہ رب العالمین،وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ الغرّ المیامین

مہدی باقر قرشی

۱۳ محرم ۱۴۲۴ھ

مقدمہ

بیشک ہر انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایک ایسا عقیدہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہواور وہ اس کے نامعلوم مستقبل کے بارے میں ایک پناہگاہ قرار پا سکے، خاص طور پراپنی موت کے بعدوہ قابل اطمینان ٹھکانہ حاصل کر سکے اور عین اسی وقت اس کا ضمیر یہ چاہتا ہے کہ اس ذات کی معرفت حاصل کرے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس عرصۂ حیات میں اسے وجود عطا فرمایا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کے خالق کے بارے میں موجود افکار کے درمیان زمین سے لیکر آسمان تک کا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا اچانک وجود میں نہیں آسکتی اور نہ ہی یہ عقل میں آنے والی بات ہے ۔

کائنات میں بسنے والے انسانوں میں سے بعض سورج کو اپنا خدا مان بیٹھے کیونکہ یہ گرمی بخشتا ہے ،بعض نے چاند کو اپنا خالق مان لیا کیونکہ اس کے نکلنے ،نمو کرنے اور کامل ہونے کے متعدد فائدے اور عجائبات ہیں، پھر اس کے ڈوبنے اور نکلنے کے بھی فائدے ہیں اور بعض فرقے جہالت و نا دانی کی بنا پراپنے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرنے لگے جن کو انھوں نے اللہ کے بجائے اپنا خدا قرار دیا تھا ۔خانۂکعبہ کی دیواروں پرتین سو ساٹھ بت رکھ دئے گئے تھے جن میں سے ہبل معاویہ کے باپ اور یزید کے دادا ابوسفیان کا خدا تھا اور بقیہ مکہ اور مکہ سے باہر رہنے والے قریش سے متعلق خاندانوں کے خدا تھے[۲] ۔

پروردگار عالم کے تمام انبیاء اللہ کی مخلوق،اس کے بندوں پر حجت تمام کرنے اور ان کی فکروں کو صاف و شفاف کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے ،انھوں نے ہی جہالت کے،بتوں اور باطل عقائد سے لوگوں کے اذہان کو صاف کیا ،اسی طرح انھوں نے انسان کے ارادہ ، طرز عمل اورعقائدکومکمل طور پرآزادرہنے کی دعوت دی ۔انبیاء کے مبعوث کئے جانے کا عظیم مقصد، اللہ کے بندوں کواس کی عبادت اور وحدانیت کی دعوت دینا تھا ،وہ خدا جو خالق کائنات ہے ،ایسی زندگی عطا کرنے والا ہے جوزمین پر خیر اور

---

[۱] عراق میں مقبروں کی دیواروں پر سورج ،چانداور بعض ستاروں کی تصویریں بنا ئی گئی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے ان کی عبادت کیا کرتے تھے ۔

[۲]

سلامتی کی شناخت پر مبنی ہے،اسی طرح ان کی دعوت کا اہم مقصد انسان کو اُن خرافات سے دور کرنا تھا جن کے ذریعہ انسان کا اپنے اصلی مقصد سے بہت دور چلے جاناہے ۔ مشرقی عرب میں سب سے نمایاں مصلح حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جنھوں نے زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے کیلئے جہاد کیا ،شرک کا قلع و قمع کرنے کیلئے سختی سے مقابلہ کیا ،جیسا کہ آپ نے بتوں کو پامال اور ان کو نیست و نابود کرنے کیلئے قیام کیا[1] ،جبکہ اُن کی قوم نے اُن پر سختیاں کیں ،آپ کے زمانہ کے سرکش بادشاہ نمرود نے آپؑ کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کردیں ،اور آپؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں منجیق کے ذریعہ ڈال دیا لیکن پروردگار عالم نے آگ کو جناب ابراہیم کیلئے ٹھنڈا کردیا[2] ۔اسی طرح انبیاء علیہم السلام نے زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے کیلئے جنگ و جہاد کیا ،اورانسان کی فکر اور اس کے ارادہ کو غیر خدا کی عبادت سے آزادی عطا کی ۔

اللہ کی وحدانیت کے اقرار اور انسان کو آزاد فکر کی طرف دعوت دینے میں رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شخصیت ممتاز و نمایاں ہے ،آپ ہی نور کی مشعلوں کو اٹھانے والے ہیں ،آپ نے ہی جہالت کے خوشنما دکھائی دینے والے ان عقائد کو پاش پاش کیا جو گناہ اور خرافات میں غرق تھے ،مکہ میں نور کی شعاعیں پھیلیں جو اصنام اور بتوں کا مرکز تھا ،کوئی بھی قبیلہ بتوں سے خالی نہیں تھا ہر گھر میں بت تھے ،جن کی وہ اللہ کے بجائے پرستش کیا کرتے تھے ،نبی اکرم ﷺ نے محکم عزم و ارادہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا آپ کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی ،آپ نے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ توحید کا پرچم بلند کیا ،خدا کی عبادت کا تصور پیش کیا تاریخ کارخ بدل ڈالا اور انسان کو خرافات میں غرق ہونے سے نجات دیدی ۔یہ بات بھی شایان ذکر ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر قرآن کی اکثر آیات مکہ میں نازل فرمائیں اورآنحضرت نے پروردگار عالم کے وجودپر محکم اور قاطع دلیلیں پیش کیں جن کا انکار کمزور ذہن والے انسان کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتاہے ۔نبی اکرم ﷺ مکہ سے

---

[1] ملاحظہ کیجئے سورۂ انبیاء، آیت ۵۱سے۶۷تک ،ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جہاد اوربتوں سے مقابلہ کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

[2] پروردگار عالم نے آگ کی حرارت کو ٹھنڈک میں بدل دیاجو اس کی ضدہے،یہ ایک ایسا حقیقی معجزہ ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تا ئید فرما ئی ہے ۔

یثرب ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے ،اللہ نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ،آپ کے دشمن ،سرکش قریش اور سرکردہ عربوں نے آپ کو زیر کرنا چاہا تو آپ نے ایک عظیم حکومت کی بنیاد ڈالی ،اپنی امت کے لئے بہترین اور مفید قواعد و ضوابط معین فرمائے جن سے تہذیب و تمدن کو چلایا جا سکے ،اس (حکومت)میں انصاف ور حقوق کی ادائیگی کی ضمانت لی ،اس میں زندگی کی مشکلات کا حل پیش کیا ،انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے لئے شرعی قانون نہ بنایا ہو یہاں تک کہ خراش تک کی دیت کے قوانین معین کئے ،شریعت اسلامیہ کو نافذ کیا جس میں سب کے لئے احکام مقرر کئے ، جس سے فطرت انسانی کا قافلہ رواں دواں ہوگیا ،جو انسان کی زندگی کے طریقہ سے بالکل بھی الگ نہیں ہوسکتا تھا اور پھر آنحضرت کے اوصیاء و خلفاء نے ان قوانین کو لوگوں تک پہنچایا جو ائمۂ ہدایت اور مصباح اسلام ہیں ۔

رسول اسلام ﷺ نے جس چیز کو اپنی زندگی میں زیادہ اہمیت دی وہ اپنے بعد امت کی قیادت و رہبری کا مسئلہ تھا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ آپ اپنے بعد اس امت کی قیادت و رہبری کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے کسی کو معین فرمائیں جو لوگوں تک خیر و بھلائی کو پہنچا سکے ،آپ نے اپنی سب سے پہلی دعوتِ دین کے موقع پر یہ اعلان کر دیا کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لائے گا اور آپ کی مدد کرے گا اور میری وفات کے بعد میرا خلیفہ ہو گا اس سلسلہ میںآپ نے بڑا اہتمام کیا راویوں کا اتفاق ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا حالانکہ آپ ابھی بہت کم سن تھے،پھر آنحضرت نے آپ کو اپنے بعد کے لئے اپنا وصی اور خلیفہ معین فرمایا ۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب پر نظر ڈالی تو ان میں اپنے چچا زاد بھائی اور سبطین (امام حسن و امام حسینؑ)کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی ایسا نظر نہ آیا جو آپ کے ہم پلّہ ہو سکے ،آپؑ اللہ پر خالص ایمان کی نعمت سے مالا مال تھے اور دین کی مشکلوں میں کام آنے والے تھے ،مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو علم کے خزانہ سے نوازا تھا جس کو آپ نے مستقبل میں ثابت کر دکھایا ،آپ نے ان کو اپنے بعد امت کے لئے معین فرمایا تاکہ وہ ان کی ہدایت کا فریضہ ادا کریں اور اس امت

کو گمراہی سے نجات دے سکیں ۔رسول اسلام ﷺ نے اپنے بعد حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا متعدد مقامات پر اعلان فرمایا،ایسی متعدد احادیث و روایات ہیں جن میں نبی نے حضرت علیؑ کو اپنا نفس قرار دیا ہے یا فرمایا :ان کا میرے نزدیک وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ کی نظر میں تھا ،علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے نیزوہ میرے شہر علم کا دروازہ ہیں ،غدیر خم میں مسلمانوں سے ان کی بیعت لے کر انھیں عزت بخشی ،ان کو مسلمین کا علمبر دار قرار دیا،ان کی ولایت ہر مسلمان عورت اور مرد پر واجب قرار دی،حج سے واپسی پر (تمام قافلے والوں سے جب وہ اپنے اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے تو ان سے) آپ کی خلافت و امارت کے لئے بیعت لی ،اور اپنی ازواج کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا ،دنیائے اسلام میں اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی یہاں تک کہ اس دن کو ایمان اور نعمت کبریٰ کا نام دیا گیا ۔جب ہم نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کو پیش کیا تو اس میں ہم نے ایسے بلند و بالا خصوصیات اور مُثُل اعلیٰ کا مشاہدہ کیا ،جومنابع نبوت اور شجرۂ وحی ہیں ۔

الحمد للہ میں نے چالیس سال سے ان کے بارے میں اُن کے شرف و عزت کی داستانیں تحریر کی ہیں جس میں ہم نے ان کے آثار و سیرت کو لوگوں کے درمیان شائع کیا،خدا کی قسم جب ہم نے ان میں سے کسی امام سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس کی تمام فصلوں اور سطور میں نور،ہدایت ، شرف اور کرامت کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا،ان کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور سے اقتباس کیا گیا ہے جس سے گمراہوں کو ہدایت ملتی ہے اور حیرت زدہ کو رشادت ملتی ہے ۔

سیرت ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم ،دنیا کی ہر رنگینی اوراس کی زیب و زینت سے بالاتر ہے اس میں صرف اللہ کی طرف سے کامیابی کا رخ ہے،اسی کے لئے مطلق عبودیت دکھا ئی دیتی ہے ،وہ اپنی راتیں خدا کی عبادت ،اس سے لو لگانے اور اس کی کتاب کی تلاوت کرکے بسر کرتے ہیں ،اس کے مقابلہ میں ان کے دشمن اپنی راتیں رنگین کرکے ،بدکاری ،دیوانگی اور مست ہو کر بسر کرتے ہیں ،خدا ابو فارس پر رحمت نازل فرمائے اس نے مندرجہ ذیل شعر بنی عباس اور آل نبی کے متعلق کہا ہے: تُمسی التلاوۃ فی ابیا تھم ابداًوفی بیوتکمُ الاوتارُ والنغمُ ''ان (آل نبی) کے گھر سے ہمیشہ قرآن کی تلاوت کی آواز آتی ہے اور تمہارے گھروں سے ہمیشہ گانے

بجانے کی آوازیں آتی ہیں ''۔ائمہ اہل بیت علیہم السلام تقویٰ کے ستون تھے ،ایمان کے لئے آئیڈیل تھے ،لیکن ان کے دشمن فساد اور تمام اخلاقی اور انسانی قدر و قیمت کو برباد کرنے میں آئیڈیل ہیں ۔جب سے تاریخ اسلام وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک لوگوں کا یہ یقین واعتقاد ہے کہ ائمہ دین اسلام کی حمایت و مدد کرنے والے ہیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں ،قرآن حکیم کے ہم پلہ ہیں ،شیعوں کا یہ عقیدہ کسی سے تعصب یا تقلید کے طور پر نہیں ہے ،اس مطلب پر کتاب خدا اور سنت نبویہ کی قاطع دلیلیں موجود ہیں ،جن سے کسی مسلمان کے لئے اغماض نظر کرنا اور انھیں پس پشت ڈال دینا جائز نہیں ہے یہ صاف و شفاف دلائل ہیں ،ان کا فائدہ واضح و روشن ہے ،مسلمانوں پر ان سے محبت کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں اللہ کا ارشاد ہے:

(قُلْ لاَأَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبَی[۱]) ۔ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے اقرباء سے محبت کرو ''۔

آیۂ ولایت نے عترت اطہار کی محبت واجب قرار دی ہے ۔اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا شریعت اسلام میں ان کے جد بزرگوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرا کوئی اورطریقہ نہیں ہے ،بلکہ اہل بیتؑ کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے جوآنحضرت کے طریقہ و روش سے ہی اخذ کیا گیا ہے ،تمام عبادات و معاملات ،عقود اور ایقاعات ایک ہی چمکتے ہوئے نور و حکمت کے سرچشمہ سے اخذ کئے گئے ہیں ،جن کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے،فقہ اسلامی کی عظیم الشان شخصیت حضرت امام صادقؑ نے اعلان فرمایا ہے کہ جو احکام شریعت ،بلند و برتراخلاق اور آداب وغیرہ نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہمارے آباء و اجداد کے اس خزانہ سے نقل کئے گئے ہیں جن کو انھوں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا ،ان کی احادیث (کسی مغالطہ کے بغیر)جوہرِ اسلام کی حکایت کرتی ہیں ،ان کی حقیقت رب العالمین کی طرف سے اسی طرح نازل ہوئی ہیں ،اس میں اسلامی مذاہب پر کسی طرح کا کوئی طعن و طنز نہیں کیا گیا ہے ،ان کے علمی چشمے ہیں جن کے ذریعے وہ سیراب کئے

---

[۱] سورۂ شوریٰ، آیت ۲۲۔

گئے ہیں ۔ائمہ علیہم السلام سے نقل شدہ تمام ماثوراحکام و تشریعات بالکل حق اورعدل خالص ہیں ، ان میں کوئی پیچیدگی اور اغماض نہیں ہے ،جن دلائل پر شیعوں کے بڑے بڑے فقہا نے اعتماد کیا ہے یا جن کو ستون قرار دیا ہے وہ عسر و حرج کو دور کرنے والی دلیلیں ہیں ،جب مکلف پر عسر و حرج لازم آرہا ہو تو یہ ادلۂ اولیہ پر حاکم ہوتی ہیں ،اسی طرح ضرر کو دور کرنے والی احا دیث جب مکلف پر کسی کی طرف سے کوئی ضرر عائد ہو رہا ہو تو یہ ادلۂ اولیہ پر حاکم ہوتی ہیں ۔بہر حال ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا مذہب شریعت کے تمام اطوار میں فطری طور پر ہر زمانہ میں رواں دواں ہے ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے بڑے صحابی جیسے عمار بن یاسر ،سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور اوس و خزرج کے قبیلوں کی وہ ہستیاں جنھوں نے اسلام کو اپنی کوششوں اور جہاد کے ذریعہ قائم کیا ان سب نے اہل بیت علیہم السلام کا مذہب کا اختیار کیا ،کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت کو کشتی نجات قرآن مجید کے ہم پلّہ اور باب حطّہ کے مانند قرار دیا ہے ،اور اُن (اہل بیت)کے قائد و رہبر حضرت امیر المو منین علی علیہ السلام ہیں جو حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے،ان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی مو سیٰ سے تھی اور ان ہی کے مذہب کو مذہبِ حق کانام دیا گیا ہے ۔اسی سلسلہ میں شاعر اسلام کمیت کا کہنا ہے: ومالِیَ اِلّاآلَ احمدَ شیعۃٌومالِیَ اِلّا مَذْھبَ الحقِ مَذْھَب ''میں آل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیعہ ہوں اورمذہب حق کے علاوہ میرا اور کوئی مذہب نہیں ہے''۔

اگر اموی اور عباسی سیاست نہ ہوتی تو مذہب اہل بیت علیہم السلام اسلامی معاشرہ میں واحد مذہب ہوتا،کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہے اور اُن ہی سے اخذ کیا گیا ہے ،مگر کیا کیا جائے کہ بنی امیہ اور عباسیوں نے اہل بیت کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور ان کو سزائیں دینا شروع کردیں کیونکہ یہ اہل بیتؑ ان کے ظلم و جبراوران کی حکومت کیلئے خطرہ تھے ،اسی لئے وہ تمام سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کی ضد پر اڑگئے ،جس سے شیعوں کے ائمہ نے اُن (شیعوں) پر تقیہ لازم قرار دیدیا،اور ان کو دی جانے والی سخت سزاؤں کے ڈر کی وجہ سے اپنا مذہب مخفی کرنے کی تاکید فرما دی، وہ سزائیں یہ تھیں جیسے آنکھیں پھوڑدینا

،ان کے تمام فطری حقوق کو پائمال کر دینااور عدالت و کچہری میں ان کی گواہی قبول نہ کیاجانا ۔اموی اور عباسی حکمرانوں نے شیعوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں ،ان کے سخت سے سخت امتحانات لئے ،ان پر سخت ظلم و تشدد کئے ،ان کے ہاتھ کاٹ دئے ،ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور معمولی سے وہم و گمان کی بنا پر ہی ان کو قتل کر دیاجاتا تھا ۔شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں :(مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں کوئی ایسا طائفہ و گروہ نہیں ہے جس پر اہلبیت علیہم السلام کے شیعوں کی طرح ظلم و ستم ڈھائے گئے ہوں ،اس کا سبب ان کا عقیدۂ امامت ہےاور امامؑ ان بلند و بالا خصوصیات و صفات کے مالک تھے جو ان حاکموں میں نہیں پائے جاتے تھے جو مسلمانوں پر عدالت نہیں بلکہ تلوار کے زور پر حکومت کرتے تھے ،وہ (نا انصاف حکام)اُن کو چور و ڈاکو سمجھتے تھے اسی لئے انھوں نے اُن کی حکومت کو گرانے کے لئے ہتھیاروں سے لیس ہوکر قیام کیا)۔

شیعوں نے (بڑے ہی فخر و عزت کے ساتھ)عدل سیاسی اور معاشرتی زندگی کی بنیاد ڈالی، انھوں نے حکومت سے مسلمانوں کے درمیان عدل کے ذریعہ مال تقسیم کرنے مانگ کی، حاکموں کی شہوت پرستی کے ذریعہ نہیں ،لہٰذا عباسی اور اموی تمام بادشاہوں نے ان اکشت و کشتار کرکے سختی کے ساتھ انھیں کچل دیا ۔

انھوں نے نا انصافی کرتے ہوئے شیعوں پر ایسے ایسے پست الزام لگائے جن کی کوئی سند نہیں ہے ،جو الزام لگانے والوں کی فکری اور علمی پستی پر دلالت کرتے ہیں، اُن ہی میں سے انھوں نے شیعوں پر ایک یہ تہمت لگائی کہ شیعہ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی ہے جس کے شرف کو اللہ نے زیادہ کیا ہے ،اور ہم نے یہ مطلب اپنی کتاب ''السجود علی التربۃ الحسینیۃ'' میں بیان کیا ہے جو متعدد مرتبہ طبع ہوئی ہے ،اس کا انگریزی اور دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے ،ہم نے اس میں یہ واضح طور پر بیان کیا ہے کہ شیعہ تربتِ حسینی کو مقدس سمجھتے ہیں لہٰذا اس پر سجدہ کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر بانی اسلام اور اس کو نجات دینے والے فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں ،راویوں کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ جبرئیل نے نبی اکرم ﷺ کو اس بقعۂ طاہرہ کی مٹی دیتے ہوئے یہ خبر دی کہ آپکا فرزند حسینؑ اس سر زمین پر شہید کیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے

اس مٹی کو سونگھا اور اس کو چوما ،لہٰذا شیعہ اس مٹی پر اللہ واحد قہار کا سجدہ کرتے ہیں جس کو رسولؐ نے سونگھا اور چوما ہے،اس طرح کی متعدد تہمتیں شیعوں پر لگائی گئی ہیں ،ان کے حق میں کچھ ایسے فیصلے کئے جن کی دین میں کوئی حقیقت ہی نہیں ہے اور جو دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ۔ہم ایمان اور صدق دل سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سوانح حیات سے متعلق یہ مختصر مطالب حق کی دعوت ،اخلاص، حقیقت ،امت کے استقلال اور اس میں محبت و اتحاد کی بقا و دوام کی خاطر رقم کئے ہیں ،اس لئے کہ انسان کو متحد رہنا چاہئے متفرق نہیں ،ایک ہونا چاہئے الگ الگ نہیں ،ان میں کوئی دھوکہ اور گمراہی نہیں ہے ،ہم نے بنیادی طور پر یہ مطالب قرآن کریم اور احادیث رسول سے حاصل کئے ہیں،جن میں خواہشات نفسانی کا کوئی دخل و تصرف نہیں ہے اور نہ ہی جذبات کو مد نظر رکھا گیا ہے جن سے حقائق چھپ جاتے ہیں اور تاریخی حقائق مخفی ہو کر رہ جاتے ہیں ۔

ہم صاف و شفاف اور مخلصانہ انداز میں یہ عرض کرتے ہیں :بیشک انسان تجربے کرتا ہے ،اور اس نے حکومت کے متعلق متعدد تجربے کئے ہیں لیکن یہ حکومت اور سیاست کے میدان اس مقام و منزل تک نہیں پہنچ سکا ہے جس تک شیعوں کی رسائی ہے ،کیونکہ امت کے امام میں کمال اوربلندی ذات کی شرط ہے ،حکومت اور اسے چلانے پر مکمل طور پر مسلط ہونا چاہئے ،اور امت چلانے کیلئے تمام اقتصادی تعلیمی ،امن و امان وغیرہ کوعام ہونا چاہئے جس سے شہروں کو صحیح طریقہ سے ترقی کی راہ پر چلایاجا سکے ۔ ہم پھر تاکید کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ان تمام امور سے ائمہ ہدایت علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں تھا کیونکہ یہ مادیات سے بالکل الگ تھے ،انھوں نے اخلاص حق کے لئے کام کیا ،جب امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے امت کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالی تو اِن ہی کو عملی شکل دیدی ،آپ نے مسلمان اور غیر مسلمان سب میں مساوات کا اعلان فرمایاان کو برابر برابر عطا کیا ، قرابتداروں کو دوسروں پر مقدم نہیں کیا ،آپؑ کا اپنے بھائی عقیل ،بھتیجے اور اپنے داماد عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ پیش آنے والا قصہ مشہور و معروف ہے ،آپؑ نے ان دونوں کے ساتھ عام لوگوں جیسا سلوک کیا ،اور حکومت کے اموال میں ان دونوں کا کوئی اثر نہیں ہوا ،آپ اس سلسلہ میں بہت ہی دقت سے کام لیتے تھے یہاں تک کہ اپنی ذات والا صفات کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے تھے ۔

امام نے حکومت کے تمام میدانوں میں اسلامی تعلیمات کو نشر کیا ،آپ نے اپنے دور حکومت میں والیوں اور کارکنوں کیلئے خطوط تحریر فرمائے ،آپ نے ان خطوط میں امت کیلئے تمام ضروریات دین ، سیاست، اقتصاد اور تعلیمات وغیرہ کے سلسلہ میں ضروری نکات تحریر فرمائے ۔ ان تمام دروس کا سیکھنا اور ان کو مذہب کی بنیاد پر قرار دینا واجب ہے ،امام امت کی ذمہ داریاں ہیں اور ان کا مذہب شیعہ کے مطابق آگے بڑھنا ہے ۔

مقدمہ کے اختتام سے پہلے ہم قارئین کرام کو یہ بتا دیں کہ ہم نے یہ مقدمہ مذہب اہل بیت کی تعلیم و تدریس کیلئے تحریر کیا ہے ،اس میں تربیتی اور اخلاقی مطالب تحریر کئے ہیں اور ابن خلدون[1] اور احمد امین مصری وغیرہ کی باتوں سے گریز کیا ہے جنھوں نے ائمہ اور شیعوں کے متعلق کچھ مطالب تحریر کئے ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کے متعلق تحریر نہیں کئے بلکہ متعصب قسم کے مطالب ہیں اور ان پر ایسے ایسے الزامات لگائے ہیں جن کی کوئی واقعیت اور علمی حیثیت نہیں ہے ۔

ان مطالب کے بعد ہم نے اہل بیت کی سیرت اور ان سے ماثورہ مطالب تحریر کئے ہیں یہ اس کا خاص جزء ہے ،ہم نے اس کتاب کو ایک مستقل موضوع قرار دیتے ہوئے اس کا نام ''نفحات من سیرۃ ائمۃ اہل البیت ''رکھا ہے ،اس کا مطالعہ کرنے والے اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ ہم نے ان تعلیمات کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی ائمہ ہدیٰ نے تعلیم دی ہے ۔اس مقدمہ کے آخر میں ہم عالم جلیل سید عبد اللہ سید ہاشم موسوی کے لئے دعا کرتے ہیں خدا ان کے درجات کو بلند فرمائے انھوں نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کیا جسے میں نے ائمہ ہدیٰ کی شان مبارک میں تحریر کیا ہے ،خدا ان کو اجر جزیل عطا فرمائے ،اور اس فعل پر عظیم ثواب عطا کرے وہی پروردگار ہے جو بلند ،ولی اور قادر ہے ۔

مکتبۂ امام حسن عام نجف اشرف باقر شریف قرشی ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۹۶۔۲۰۲۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام

ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے روبرو حاضر ہیں جنھوں نے معاشرہ کی اصلاح کی دعوت دی، وہ دنیائے عرب و اسلام میں شعور و فکر کے چراغ ہیں،انھوں نے انسانی فکر ،اس کے ارادے ، سلوک و روش کی بنیاد ڈالی، خالق کائنات اور زندگی دینے والے کے علاوہ کسی اورکی عبادت کرنے سے مخلوق خداکو نجات دی بیشک ائمہ اہل بیت علیہم السلام شجرۂ نبوت کے روشن چراغ ہیں یہ اس شجرۂ طیبہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم پروردگار سے پھل دیتا رہتا ہے،یہ حضرات رسول اعظم ﷺ کی حیات کا ایسا جزء ہیں جن کو کبھی بھی ان سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے وہ رسول جنھوں نے انسان کو پستی نکال کر بلندی عطا کی اوراسے نور سے منور فرمایا ۔ہم اپنی گفتگو کا آغاز اس سلسلۂ جلیلہ سید و سردار یعنی امام علیؑ کی سوانح حیات سے کرتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام آپ اپنی جود و سخا ،عدالت، زہد،جہاد اور حیرت انگیز کارناموں میں اس امت کی سب سے عظیم شخصیت ہیں دنیائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی بھی آپ کے بعض صفات کا مثل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ وہ آپ کے بعض صفات تک کا مثل ہو ۔آپ کے فضائل و کمالات اور آپ کی شخصیت کے اثرات زمین پر بسنے والے پرتمام مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے زبان زد عام ہیں، تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عرب یا غیرعرب کی تاریخ میں آپ کے بھائی اور ابن عم کے علاوہ آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے ہم ذیل میں آپؑ کے بعض صفات و خصوصیات کو قلمبند کررہے ہیں:

کعبہ میں ولادت

تمام مؤرخین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ کی ولادت با سعادت خانۂ کعبہ میں ہوئی[1]۔ آپ کے علاوہ کوئی اور خانۂ کعبہ میں نہیں پیدا ہوا ،اور یہ اللہ کے نزدیک آپ کے بلند مرتبہ اور عظیم شرف کی علامت ہے ،اسی مطلب کی طرف عبد الباقی عمری نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے: أنت العلیّ الذی فوق العُلیٰ رُفِعا ببطن مکة عند البیت اِذْوُضِعَا ''آپ وہ بلند و بالا شخصیت ہیں جو تمام بلندیوں سے بلند و بالا ہیں اس لئے کہ آپ کی ولادت مکہ میں خانہ کعبہ میں ہوئی ہے ''۔بیشک نبی کے بھائی اور ان کے باب شہر علم کی ولادت اللہ کے مقدس گھر میں ہوئی تاکہ اس کی چوکھٹ کو جلا بخشے،اس پر پرچم توحید بلند کرے ،اس کو بت پرستی اور بتوں کی پلیدی سے پاک وصاف کرے ،اس بیت عظیم میں ابوالغرباء ،اخوالفقراء ،کمزوروں اور محروموں کے ملجأ و ماویٰ پیدا ہوئے تاکہ ان کی زندگی میں امن ،فراخدلی اور سکون و اطمینان کی روح کوفروغ دیں ،ان کی زندگی سے فقر و فاقہ کا خاتمہ کریں ،آپکے پدر بزرگوار شیخ بطحاء اور مو من قریش نے آپ کا اسم گرامی علی ،رکھا جو تمام اسماء میں سب سے بہترین نام ہے ۔

اسی لئے آپ اپنی عظیم جود و سخا اور حیرت انگیز کارناموں میں سب سے بلند تھے اور خداوند عالم نے جو آپ کو روشن و منور علم و فضیلت عطا فرمائی تھی اس کے لحاظ سے آپ اس عظیم بلند مرتبہ پر فائز تھے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔امیر بیان اور عدالت اسلامیہ کے قائد و رہبرنبی کی بعثت سے بارہ سال پہلے تیرہ رجب ۳۰ عام الفیل کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے[2]

القاب

امیر حق نے آپ کو متعدد القاب سے نوازا جو آپ کے صفات حسنہ کی حکایت کرتے ہیں ،آپ کے القاب مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] مروج الذہب ،جلد ۲ صفحہ ۳،فصول مہمہ مؤلف ابن صبّاغ، صفحہ ۲۴۔مطالب السؤل، صفحہ ۲۲۔تذکرة الخواص، صفحہ ۷۔کفایة الطالب، صفحہ ۳۷۔ نور الابصار ،صفحہ ۷۶۔نزہة المجالس ،جلد۲،صفحہ ۲۰۴۔شرح الشفا ،جلد ۲،صفحہ ۲۱۵۔غایة الاختصار ،صفحہ ۹۷۔عبقریة الامام (العقاد)، صفحہ ۳۸۔مستدرک حاکم، جلد ۳،صفحہ ۴۸۳۔اور اس میں وارد ہوا ہے کہ :''متواتر احادیث میں آیا ہے کہ امیر المو منین علی بن ابی طالب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے کعبہ میں پیدا ہوئے ''۔

[2] حیاةالامام امیر المو منین ً ،جلد ۱،صفحہ ۳۲۔منقول از مناقب آل ابوطالب ،جلد۳،صفحہ۹۰۔

۱۔صدیق آپ کو اس لقب سے اس لئے نوازا گیا کہ آپ ہی نے سب سے پہلے رسول اللہ کی مدد کی اور اللہ کی طرف سے سول ر نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لائے، مولائے کائنات خود فرماتے ہیں'': اَنا الصدیق الاکبر آمنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمتُ قبل ان یسلم''۔ ''میں صدیق اکبر ہوں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا ہوں اور اس سے پہلے اسلام لایا ہوں''۔

۲۔وصی آپ کو یہ لقب اس لئے عطا کیا گیا کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور رسول خدا نے اس لقب میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اِن وَصِیّي،وَمَوْضعَ سِرّی،وَخَیْرَ مَن اَتْرُکَ بَعْدِیْ،وَیُنْجِزُ عِدَتِیْ،وَیَقْضِیْ دِیْنِیْ،عَلِیُّ بنُ اَبِیْ طَالِب[2]''۔ ''میرے وصی،میرے راز داں،میرے بعد سب سے افضل،میرا وعدہ پورا کرنے والے اور میرے دین کی تکمیل کرنے والے ہیں''۔

۳۔فاروق امامؑ کو فاروق کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کہ آپ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔یہ لقب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اخذ کیا گیا ہے،ابو ذر اور سلمان سے روایت کی گئی ہے کہ نبی نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اِن هٰذَا اَوَّلُ مَن آمَنَ بِیْ،وهٰذَا اَوَّلُ مَن یُصَافِحُنِیْ یَوْمَ القِیامَۃِ،وَهٰذَا الصِّدِّیْقُ الْأَکْبَرُ،وَهٰذَا فَارُوْقُ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ یَفْرُقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ[3]''۔ ''یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائے یہی قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے یہی صدیق اکبر ہیں یہ فاروق ہیں اور امت کے درمیان حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں''۔

۴۔یعسوب الدین لغت میں یعسوب الدین شہد کی مکھیوں کے نَر کو کہا جاتا ہے پھر یہ قوم کے صاحب شرف سردار کیلئے بولا جانے لگا،یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب میں سے ہے،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یہ لقب دیتے ہوئے فرمایا: هٰذَا (واشارالی الامام

---

[1] تاریخ خمیس ،جلد ۲،صفحہ ۲۷۵۔ ۳۔معارف ،صفحہ ۷۳۔ذخائر ،صفحہ ۵۸۔ریاض النضرہ ،جلد ۲،صفحہ ۲۵۷۔

[2] کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۱۵۴۔

[3] مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۰۲،فیض القدیر،جلد ۴، صفحہ ۳۵۸۔کنز العمال ،جلد ۶ ،صفحہ ۱۵۶۔فضائل الصحابۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶۔

)یَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِیْنَ،وَالْمَالُ یَعْسُوبُ الظَّالِمِیْنَ[1]'' یہ (امامؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا)مومنین کے یعسوب ہیں اور مال ظالموں کا یعسوب ہے''۔

۵۔امیر المومنین امیر المومنین آپ کا سب سے مشہور لقب امیر المومنین ہے یہ لقب آپ کو رسول اللہ نے عطا کیا ہے روایت ہے کہ ابو نعیم نے انس سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: ''یاانس، ''اُسْکُبْ لِیْ وَضُوءاً ''اے انس میرے وضو کرنے کے لئے پانی لاؤ''پھر آپ نے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: ''اے انس اس دروازے سے جو بھی تمہارے پاس سب سے پہلے آئے وہ امیر المومنین ہے، مسلمانوں کا سردار ہے ،قیامت کے دن چمکتے ہوئے چہرے والوں کا قائد اور خاتم الوصیین ہے''،انس کا کہنا ہے :میں یہ فکر کررہا تھا کہ وہ آنے والا شخص انصار میں سے ہو جس کو میں مخفی رکھوں،اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے تو رسول اللہ نے سوال کیا کہ اے انس کون آیا ؟میں (انس) نے عرض کیا : علیؑ ۔آپ نے مسکراتے ہوئے کھڑے ہوکر علیؑ سے معانقہ کیا ،پھر ان کے چہرے کا پسینہ اپنے چہرے کے پسینہ سے ملایااور علیؑ کے چہرے پر آئے ہوئے پسینہ کو اپنے چہرے پر ملا اس وقت علیؑ نے فرمایا: ''یارسول اللہ میں نے آپ کو اس سے پہلے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا؟آنحضرت نے فرمایا: ''میں ایسا کیوں نہ کروں جب تم میرے امور کے ذمہ دار،میری آواز دوسروں تک پہنچانے والے اور میرے بعد پیش آنے والے اختلافات میں صحیح رہنمائی کرنے والے ہو[2]''۔

۶حجۃ اللہ آپ کا ایک عظیم لقب حجۃ اللہ ہے،آپ خدا کے بندوں پر اللہ کی حجت تھے اور ان کومضبوط و محکم راستہ کی ہدایت دیتے تھے ،یہ لقب آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا ،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور علیؑ اللہ کے بندوں پر اس کی حجت ہیں[3]''۔یہ آپؑ کے بعض القاب تھے ان کے علاوہ ہم نے آپؑ کے دوسرے چھ القاب امام امیر المومنین کی سوانح حیات کے

---

[1] مجمع الزوائد، جلد ۹،صفحہ ۱۰۲۔
[2] حلیۃ الاولیاء، جلد ۱،صفحہ ۶۳۔
[3] کنوز الحقائق ''المناوی''،صفحہ ۴۳۔

پہلے حصہ میں بیان کئے ہیں جیسا کہ ہم نے آپؑ کی کنیت اور صفات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔آپ کی پرورش حضرت امیر المومنینؑ نے بچپن میں اپنے والد بزرگوار شیخ البطحاء اورمومنِ قریش حضرت ابوطالب کے زیر سایہ پرورش پائی جو ہر فضیلت ،شرف اور کرامت میں عدیم المثال تھے،اور آپ کی تربیت جناب فاطمہ بنت اسد نے کی جو عفت،طہارت اور اخلاق میں اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں انھوں نے آپ کو بلند و بالا اخلاق،اچھی عادتیں اور آداب کریمہ سے آراستہ و پیراستہ کیا ۔

پرورش امام کے لئے نبی کی آغوش

امامؑ کے عہد طفولیت میں نبی نے آپ کی پرورش کرنے کی ذمہ داری اس وقت لے لی تھی جب آپ بالکل بچپن کے دور سے گذر رہے تھے،جس کا ماجرا یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت کے چچا ابوطالبؑ کے اقصادی حالات کچھ بہتر نہیں تھے تو نبی اکرم ﷺ اپنے چچا عباس اور حمزہ کے پاس گفتگو کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور ان سے اپنے چچا ابوطالبؑ کے اقصادی حالات کے سلسلہ میں گفتگو کی اور ان کا ہاتھ بٹانے کا مشورہ دیا تو انھوں نے آپ کی اس فرمائش کو قبول کرلیا ،چنانچہ جناب عباس نے طالب، حمزہ نے جعفر اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کی پرورش کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی، لہٰذا اس وقت سے آپؑ (علیؑ) رسول اللہ ﷺ کی آغوش تربیت میں آگئے اور آنحضرت ہی کے زیر سایہ اورانھیں کے دامن محبت و عطوفت میں پروان چڑھے ،اسی لئے آپ کی رگ و پے اور آپ کی روح کی گہرائی میں پیغمبر اکرم ﷺ کے کردار اور اخلاق اور تمام صفات کریمہ اسی وقت سے سرایت کر چکے تھے اسی لئے آپ نے زندگی کے آغاز سے ہی ایمان کو سینہ سے لگائے رکھا ،اسلام کو بخوبی سمجھا اور آپ ہی پیغمبر کے سب سے زیادہ نزدیک تھے ،ان کے مزاج و اخلاق نیز آنحضرت کی رسالت کو سب سے بہتر انداز میں سمجھتے تھے ۔مولائے کائناتؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی پرورش کے انداز اور آپ سے اپنی گہری قرابت داری کے بارے میں ارشاد فرمایا : ”تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا ؟میں بچہ ہی تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے گود میں لے لیا تھا،آنحضرت مجھے اپنے سینہ سے چمٹائے رکھتے تھے،بستر

میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے تھے، پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منھ میں دیتے تھے، انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی ۔۔۔ میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے رہتا ہے، آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے‘‘۔

آپ نے نبی اور امامؑ کے مابین بھروسہ اور قابل اعتماد رابطہ کا مشاہدہ کیا اور ملاحظہ کیا کہ کس طرح نبی اکرم حضرت علیؑ کی مہربانی اور محبت کے ساتھ تربیت فرماتے اور آپ کو بلند اخلاق سے آراستہ کرتے تھے ؟اور نبی نے کیسے حضرت علیؑ کی لطف و مہربانی اور بلند اخلاق کے ذریعہ تربیت پائی ؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت

جب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عظیم انقلاب کا آغاز فرمایا جس سے جاہلیت کے افکار، اور رسم و رواج متزلزل ہوگئے، تو قریش آپ کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، انھوں نے جان بوجھ کر تحریک کو خاموش کرنے کیلئے بھرپور کوشش کی اور اس کیلئے ہر ممکنہ طریقۂ کار اختیار کیا، اپنے بچوں کو نبی پر پتھروں کی بارش کرنے کے لئے بھڑکایا، اس وقت امامؑ ہی ایک ایسے بچے تھے جو نبی کی حمایت کر رہے تھے اور ان بچوں کو ڈانٹتے اور مارتے تھے جب وہ اپنی طرف اس بچہ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو ڈر کر اپنے گھروں کی طرف بھاگ جاتے تھے۔

اسلام کی راہ میں سبقت

تمام مورخین اور راوی اس بات پر متفق ہیں کہ امام ہی سب سے پہلے نبی پر ایمان لائے، آپ ہی نے نبی کی دعوت پر لبیک کہا، اور آپ ہی نے اپنے اس قول کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کرنے والا میں ہوں

:"لَقَدْ عَبَدْتُ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَبْلَ اَنْ یَعْبُدَہُ اَحَدٌ مِن ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ"۔ "میں نے ہی اس امت میں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے[1]"۔

اس بات پر تمام راوی متفق ہیں کہ امیر المومنین،دور جاہلیت کے بتوں کی گندگی سے پاک و پاکیزہ رہے ہیں ،اور اس کی تاریکیوں کا لباس آپ کو ڈھانک نہیں سکا،آپ ہرگز دوسروں کی طرح بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوئے ۔مقریزی کا کہنا ہے :(علی بن ابی طالب،ہاشمی نے ہرگز شرک نہیں کیا،اللہ نے آپ سے خیر کا ارادہ کیا تو آپ کو اپنے چچازاد بھائی سید المرسلین کی کفالت میں قرار دیدیا[2])۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ سیدہ ام المومنین خدیجہ آپ کے ساتھ ایمان لائیں، حضرت علیؑ اپنے اور خدیجہ کے اسلام پر ایمان لانے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :"وَلَمْ یَجْمَعْ بَیْتٌ یَوْمَءِذٍ واحدٌ فی الاسلام غیرَ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَخَدِیْجَۃَ وَاَنَا ثالثُھُمَا[3]"۔ "اس دن رسول اللہ خدیجہ اور میرے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا تھا"۔ابن اسحاق کا کہنا ہے :اللہ اور محمد رسول اللہ پر سب سے پہلے علی ایمان لائے[4]"۔ حضرت علیؑ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر سات سال یا دوسرے قول کے مطابق نو سال تھی[5]۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے،جو آپ کیلئے بڑے ہی شرف اور فخر کی بات ہے ۔ آپ کی نبی سے محبت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ اخلاص سے پیش آتے تھے ایک شخص نے امام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے فرمایا :"کَانَ وَاللّٰہِ احبَّ الینا من مالنا واولادِنا وَاُمَّھَاتِنَا ومن الماءِ البارِدِ علیٰ الظَّمَأ[6]۔ "خدا کی قسم وہ مجھے میرے مال ،اولاد ،ماں اور پیا س کے وقت ٹھنڈے گوارا پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے"۔

حضرت علیؑ کی نبی سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک باغ آپ کے حوالہ کیا گیا ،باغ کے مالک نے آپ سے کہا :کیا آپ میرے باغ کی سینچا ئی کردیں گے میں آپ کو ہر ڈول کے عوض ایک مٹھی خرما دوں گا؟آپ نے جلدی سے اس باغ کی سینچا ئی کر دی تو باغ

---

[1] صفوۃ الصفوہ، جلد ۱،صفحہ ۱۶۲۔
[2] امتاع الاسماء، جلد ۱،صفحہ ۱۶۔
[3] حیاۃالامام امیر المومنینؑ ،جلد ۱،صفحہ ۵۴۔
[4] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ،جلد ۴،صفحہ ۱۱۶۔
[5] صحیح ترمذی، جلد ۲،صفحہ ۳۰۱۔طبقات ابن سعد ،جلد ۳،صفحہ ۲۱۔کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۴۰۰۔تاریخ طبری ،جلد ۲، صفحہ۵۵۔
[6] خزانۃ الادب، جلد ۳،صفحہ ۲۱۳۔

کے مالک نے آپ کو خرمے دئے یہاں تک کہ آپ کی مٹھی بھر گئی آپ فوراً ان کو نبی کے پاس لیکر آئے اور انھیں کھلادئے ۔نبی سے آپ کی محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ خود ان کی خدمت کرتے ،ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے اور ہم اس سلسلہ کے چند نمونے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام امیر المومنینؑ ''میں ذکر کر چکے ہیں[1] ۔

یوم الدار

حضرت علیؑ کی بھر پور جوانی تھی جب سے آپ نے رسول اسلام ﷺ کے قدم بہ قدم چلنا شروع کیا،یہ وہ دور تھا جب آنحضرت نے اپنی اسلامی دعوت کا اعلان کیا تھا کیونکہ جب خداوند عالم نے آپ کو اپنے خاندان میں تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو رسول نے علی کو بلاکر ان کی دعوت کرنے کو کہا جس میںآپ کے چچا :ابوطالب،حمزہ ،عباس اور ابو لہب شامل تھے ،جب وہ حاضر ہوئے تو امامؑ نے ان کے سامنے دستر خوان بچھایا،ان سب کے کھانا کھانے کے بعد بھی کھانا اسی طرح باقی رہااور اس میں کوئی کمی نہ آئی ۔ جب سب کھانا کھا چکے تو نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر ان کو اسلام کی دعوت دی اور بتوں کی پوجا کرنے سے منع فرمایا ،ابو لہب نے آپ کا خطبہ منقطع کر دیا اور قوم سے کہنے لگا :تم نے ان کا جادو دیکھا ،

اور یہ نشست کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہو گئی ،دوسرے دن پھر رسول اللہ ﷺ نے سب کو بلایا، جب سب جمع ہوگئے سب کو کھانا کھلایا اور جب سب کھانا کھا چکے تو آپؐ نے یوں خطبہ دیا : ''اے بنی عبد المطلب! خدا کی قسم میں نے قوم عرب میں کسی ایسے جوان کا مشاہدہ نہیں کیا جو قوم میں مجھ سے بہتر چیزیں لیکر آیا ہو ،میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلا ئی لیکر آیا ہوں ،خدا وند عالم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی دعوت دوں، تو تم میں سے جو بھی میری اس کام میں مدد کرے گا وہ میرا بھائی ،وصی اور خلیفہ ہوگا ؟'' ۔پوری قوم پر سناٹا چھاگیا گو یاکہ ان کے سروں پر، پرندے بیٹھے ہوں ،اس وقت امامؑ کی نوجوا نی تھی لہٰذا آپؑ نے بڑے اطمینان اور جوش کے ساتھ کہا : ''اے نبی اللہ!میں اس کام میں، آپؐ کی مدد کروں گا '' ۔نبی اکرم ﷺ نے آپؑ کے

[1] تاریخ طبری ،جلد ۲،صفحہ ۶۳۔تاریخ ابن اثیر، جلد ،صفحہ ۲۴۔مسند احمد بن حنبل، صفحہ ۲۶۳۔

کندھے پر ہاتھ رکھ کر قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''بیشک یہ میرے بھائی،وصی اور تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو ''۔یہ سن کر مضحکہ خیز آوازیں بلند ہونے لگیں اور انھوں نے مذاق اڑاتے ہوئے ابوطالبؑ سے کہا : ''تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو[1] ''۔علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر امیر المومنینؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہے ،آپؑ ہی نبی کے وصی ،وزیر اور خلیفہ ہیں ،اور ہم نے یہ حدیث اپنی کتاب ''حیاۃ الامام امیرالمومنینؑ ''کے پہلے حصہ میں مفصل طور پر بیان کی ہے ۔

شعب ابی طالب

قریش کے سر کردہ لیڈروں نے یہ طے کیا کہ نبی کو شعب ابو طالب میں قید کردیا جائے،اور آپؐ کو وہاں رہنے پر مجبور کیا جائے تاکہ آپ کا لوگوں سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور ان کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکے،اور وہ آپ کے اذہان کو جاہلیت کے چنگل سے نہ چھڑا سکیں،لہٰذا انھوں نے بنی ہاشم کے خلاف مندرجہ ذیل معاہدے پر دستخط کئے: ۱۔وہ ہاشمیوں سے شادی بیاہ نہیں کریں گے ۔

۲۔ان میں سے کوئی ایک بھی ہاشمی عورت سے شادی نہیں کرے گا ۔

۳۔وہ ہاشمیوں سے خرید و فروخت نہیں کریں گے ۔انھوں نے یہ سب لکھ کر اور اس پر مہر لگا کر کعبہ کے اندر لٹکا دیا ۔پیغمبر کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والے ہاشمی جن میں سر فہرست حضرت علیؑ تھے سب نے اس شعب میں قیام کیا ،اور وہ مسلسل وہیں رہے اور اس سے باہر نہیں نکلے وہ بد ترین حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے اور ام المومنین خدیجہ نے ان کی تمام ضروریات کو پورا کیا یہاں تک کہ اسی راستہ میں ان کی عظیم دولت کام آگئی ،نبی اکرم ﷺ شعب میں اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ دو یا دو سال سے زیادہ رہے ،یہاں تک کہ خدا نے دیمک کو قریش کے معاہدہ پر مسلط کیا جس سے وہ اس کو کھا گئیں ،اُدھر رسول اکرمؐ نے جناب ابوطالب کے ذریعہ یہ خبر پہنچائی کہ عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا ہے وہ جلدی سے عہد نامہ کے پاس آئے تو انھوں نے اس کو

[1] تاریخ طبری ،جلد ۲، صفحہ ۶۳۔تاریخ ابن اثیر، جلد ۲ ،صفحہ ۲۴۔مسند احمد، صفحہ ۲۶۳۔

ویسا ہی پایا جیسا کہ نبی اکرمؐ نے اس کی خبر دی تھی تو ان کے ہوش اڑ گئے، قریش کی ایک جماعت نے ان کے خلاف آواز اٹھائی اور ان سے نبی کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا جس سے انھوں نے نبی کو چھوڑ دیا نبیؐ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ قید سے نکلے جبکہ ان پر قید کی سختیوں کے آثار نمایاں تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعب سے باہر نکل کر قریش کی دھمکیوں کی پروا نہیں کی اور پھر سے دعوت توحید کا اعلان کیا ،ان کا مقابلہ کرنے میں آپ کے چچا ابو طالب، حضرت علیؑ اور بقیہ دوسرے افراد نے بڑی مدد کی،یہی لوگ آپؐ کی مضبوط و محکم قوت بن گئے ،اور ابو طالب رسالت کا حق ادا کرنے کے متعلق یہ کہہ کر آپؐ کی ہمت افزائی کر رہے تھے: اذهب بنيّ فاعليک غضاضةٌ اذهب وقرّ بذاک منک عيونا والله لن يصلوا اليک بجمعهم حتى أوسد في التراب دفينا ودعوتني وعلمتُ انکَ ناصحي ولقد صدقتَ وکنتَ قبلُ امينا ولقد علمتُ باَنَ دين محمدٍ من خيرِ اَديانِ البرية دِينا فاصدعْ باَمرِکَ ماعَلَيکَ غضاضةٌ وَابْشِرْ بذاکَ وَقرّ عيُونا[1] ''بیٹے جاؤ تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہے ،جاؤ اور اس طرح اپنی آنکھیں روشن کرو۔خدا کی قسم وہ اپنی جماعت کے ساتھ اس وقت تک تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میں دنیا سے نہ اٹھ جاؤں ۔تم نے مجھے دعوت دی اور مجھے یقین ہو گیا کہ تم میرے خیر خواہ ہو،تم نے سچ کہا اور پہلے بھی تم امانتدار تھے ۔مجھے یقین ہو گیا ہے محمدؐ کا دین دنیا کا سب سے بہترین دین ہے۔

لہٰذا اپنی دعوت کا اعلان کرو اور تمھیں ذرہ برابر ملال نہ ہو،تم خوش رہواپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو ''۔یہ اشعار ابوطالب کے صاحب ایمان ،اسلام کے حامی اور مسلمانوں میں پہلے مجاہد ہونے پر دلالت کرتے ہیں ،اور ان کے ہاتھ ٹوٹ جائیں جو ابو طالب کو صاحب ایمان نہیں سمجھتے ،اس طرح کی فکر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے،حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ ابوطالب کا بیٹا جنت و جہنم کی تقسیم کرنے والا ہے ۔بیشک ابو طالب اسلامی عقائد کے ایک رکن ہیں ،اگر آپؑ ابتدا میں پیغمبر کے موافق نہ ہوتے تو اسلام کا نام اور دستور و قواعد کچھ بھی باقی نہ رہتے اور قریش ابتدا ہی میں اس کا کام تمام کر دیتے۔

[1] حیاةالامام امیر المو منینؑ ،جلد ۱، صفحہ ۱۳۷۔

امام کا نبی کے بستر پر آرام کرنا

(شب ہجرت) یہ امام کی ایسی خوبی ہے جس کا شمار آپ کے نمایاں فضائل میں ہوتا ہے یعنی آپ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر نبی کی حفاظت کی ہے اور نبی کی محبت میں موت کا بخوشی استقبال کیا ہے اسی لئے عالم اسلام میں آپ سب سے پہلے فدائی تھے۔ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے آپ کے بیت الشرف کا اپنی ننگی تلواروں سے محاصرہ کیا تو آپ نے حضرت علی کو بلا بھیجا اور ان کو قوم کے ارادہ سے آگاہ کیا ،ان کو اپنے بستر پر سبز چادر اوڑھ کر سونے کا حکم دیا تاکہ کفار آپ کو نبی سمجھتے رہیں ،امام نے نبی کے حکم کا خنداں پیشانی کے ساتھ استقبال کیا گویا آپ کو ایسی قابل رشک چیز مل گئی جس کا کبھی خواب تک نہیں دیکھا تھا، نبی اُن کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی اور آپ نے اُن کے منحوس چہروں کی طرف ایک مٹھی خاک یہ کہتے ہوئے پھینکی: ''شاھت الوجوہ ذُلاّ''، ''رسوائی کی بنا پر چہرے بگڑ جائیں''،اس کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: (وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدّاً وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدّاً فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لاَيُبْصِرُوْن[1])۔ ''اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنا دی ہے پھر انھیں عذاب سے ڈھانک دیا ہے کہ وہ کچھ دیکھنے کے قابل نہیں رہ گئے ہیں''۔

حضرت علی کا نبی کے بستر پر رات گذارنا آپ کے جہاد کی درخشاں تصویر اور ایسی بے مثال منقبت ہے جس کا جواب نہیں لایا جا سکتا اور خداوند عالم نے آپ کی شان میںیہ آیت نازل فرمائی: (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْرِي نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ[2])۔ ''لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفس کو بیچ کر مرضی الٰہی خرید لیتے ہیں''۔اس عزت و شرف کی اسلامی پیغام میں بڑی اہمیت ہے جس تک کوئی بھی مسلمان نہیں پہنچ سکا ، شاعر کبیر شیخ ہاشم کعبی امام کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں: وَمَوَاقِفُ لَکَ دُوْنَ اَحْمَدَ جَاوَزَتْ بِمَقَامِکَ التَّعْرِيْفَ وَالتَّحْدِيْدَا فَعَلَیٰ الْفِرَاشِ مَبِيْتُ لَيْلِکَ وَالْعِدیٰ تُھْدِیْ اِلَيْکَ بَوَارِقاً وَرُعُوْداً رَقَدَتْ مَثْلُوْجَ الْفُؤَادِ کَاَنَّمَا يُھْدِي الْقِرَاعُ لِسَمْعِکَ

[1] سورۂ یس، آیت ۹۔
[2] سورۂ بقرہ ،آیت ۲۰۷۔

التَّغرِیداَ فَلَقَیْتَ لَیْلَتہٖ وَقُمتَ مُعارِضاجَبَلاً اَشَمَّ وَفَارِساَ صِندِیداَرَصَدُوا الصَبَاحَ لِیُنْفِقُوا کَنزَالھُدیٰ أوَمَا دَرَوْا کَنزَالھُدیٰ مَرْصُوداَ؟'' (اے علیؑ) حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر آپ کے درجات اور مقامات تعریف وثنا کی حد سے بالا ہیں ۔چنانچہ آپ شب ہجرت اس عالم میں بستر رسول پر سوئے کہ دشمن شمشیروں کے ذریعہ آپؑ کو گھیرے ہوئے تھے ۔پھر بھی آپؑ نہایت سکون کے ساتھ سوئے گویا آپؑ کے گوش مبارک میں نغمۂ معنویت گونج رہا تھا ۔

آپؑ نے اس شب رسولؐ کی حفاظت کی اور صبح کے وقت مضبوط پہاڑ اور بے مثال شہسوار کی مانند بیدار ہوئے ۔انھوں نے مخزن ہدایت کو خرچ کرنے کے لئے صبح کا انتظار کیا جبکہ انھیں نہیں معلوم تھا کہ خود خزانۂ ہدایت ان کے انتظار میں تھا '' ۔امامؑ نے پوری رات خدا سے اس دعا میں گذاردی کہ خدا ان کی اس محنت و مشقت کے ذریعہ ان کے بھا ئی کو بچائے اور ان کو دشمنوں کے شر سے دور رکھے ۔جب صبح نمودار ہو ئی تو سرکشوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ نبی کے بستر پر دھاوا بول دیا تو حضرت علیؑ ان کی طرف اپنی ننگی تلوار لئے ہوئے شیر کی مانند بڑھے جب انھوں نے علیؑ کو دیکھا تو ان کے ہوش اُڑ گئے وہ سب ڈر کر اما مؑ سے کہنے لگے : محمد کہا ں ہیں ؟امامؑ نے ان کے جواب میں فرمایا : ''جَعَلْتُمُوْنِی حَارِساَ عَلَیْہِ؟'' ''کیا تم نے مجھے نبی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا ؟'' ۔وہ بہت ہی مایوسی ا ور ناراضگی کی حالت میں الٹے پیر پھر گئے، چونکہ رسولؐ ان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے وہ نبی جو ان کو آزادی دلانے اور اُن کے لئے عزم و ہمت کا محل تعمیر کرنے کیلئے آئے تھے ،قریش جل بھُن گئے اور آپ کو بہت ہی تیز نگاہوں سے دیکھنے لگے لیکن امام نے کوئی پروا نہیں کی اور صبح وشام ان کا مذاق اڑاتے ہوئے رفت و آمد کرنے لگے ۔

امام کی مدینہ کی طرف ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو علیؑ نے نبی کے پاس مو جودہ امانتوں کو صاحبان امانت کے حوالہ کیا، نبی جن کے مقروض تھے ان کا قرض ادا کیا ،چونکہ آپؑ ان کے متعلق نبی سے وعدہ کر چکے تھے، آپؑ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر اپنے چچازاد بھا ئی

سے ملحق ہونے کیلئے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، آپ ؑ کے ساتھ عورتیں اور بچے تھے، راستہ میں سات سرکشوں نے آپ ؑ کا راستہ روکنا چاہا، لیکن آپ ؑ نے بڑے عزم و ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ایک کو قتل کیا اور اس کے باقی ساتھی بھاگ نکلے ۔امام بغیر کسی چیز کے مقام بیداء پر پہنچے ،آپ ؑ صرف رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتے تھے لہٰذا آپ مدینہ پہنچ گئے ،ایک قول یہ ہے :آپ ؑ نے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے مسجد قبا میں آنحضرت ؐ سے ملاقات کی ،نبی ؐ آپ ؑ کی آمد سے بہت خوش ہوئے کیونکہ آپ ؑ کی ہر مشکل میں کام آنے والے مددگار آپ ؐ کے پاس پہنچ گئے تھے ۔

امام ؑ قرآن کی نظر میں

حضرت علی ؑ کے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں، قرآن نے رسول اسلام ؐ کے بعد آپ ؑ کو اسلام کی سب سے بڑی شخصیت کے عنوان سے پیش کیا ہے ،اللہ کی نگاہ میں آپ ؑ کی بڑی فضیلت اور بہت اہمیت ہے ۔متعدد منابع و مصادر کے مطابق آپ ؑ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں[1] جو آپ ؑ کے فضل و ایمان کی محکم دلیل ہے۔ یہ بات شایان ذکر ہے کہ کسی بھی اسلامی شخصیت کے سلسلہ میں اتنی آیات نازل نہیں ہوئیںآپ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں: ۱۔وہ آیات جو خاص طور سے آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ۔

۲۔وہ آیات جو آپ ؑ اور آپ ؑ کے اہل بیت ؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ۔

۳۔وہ آیات جو آپ ؑ اور نیک صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ۔

۴۔وہ آیات جو آپ ؑ کی شان اور آپ ؑ کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ۔ہم ذیل میں ان میں سے کچھ آیات نقل کر رہے ہیں :آپ ؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات آپ ؑ کی فضیلت اور عظیم الشان منزلت کے بارے میں جوآیات نازل ہوئی ہیں ہم ان

[1] تاریخ بغداد، جلد ۶،صفحہ ۲۲۱۔صواعق محرقہ ،صفحہ ۲۷۶۔نورالابصار ،صفحہ ۷۶،وغیرہ ۔

میں سے ذیل میں بعض آیات پیش کرتے ہیں: ۱۔اللہ کا ارشاد ہے : ''انما انت منذر ولکل قوم ھاد''[1]۔ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف ڈرانے والا ہوں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور رہبر ہے ''۔ طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ پر رکھ کر فرمایا : ''انا المنذر ولکل قوم ھاد ''،اور آپ نے علی کے کندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا : ''انت الھادي بک یھتدي المھتدون بعدي''[2]۔ ''آپ ہادی ہیں اور میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے ''۔

۲۔خداوند عالم کا فرمان ہے : ''وتعیھا اذن واعیة[3]''۔ ''تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور محفوظ رکھنے والے کان سُن لیں''۔امیر المومنین حضرت علی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اسلام نے فرمایا '':سألتُ رَبِّيْ اَن یَجْعَلَھَا اذُنَکَ یا عليُّ،فما سمعتُ مِن رسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ شَیْئاً فنسِیْتُہُ[4] ''۔ ''میں نے پروردگار عالم سے دعا کی کہ وہ کان تمہارا ہے لہٰذا میں نے رسول سے جو کچھ سنا ہے اسے کبھی نہیں بھولا ''۔

۳۔خداوند عالم کا فرمان ہے :(اَلَّذِیْنَ یُنفِقُوْنَ أَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً تفسیر کشاف، جلد ۴، صفحہ ٦٠۔در منثور ،جلد ۸،صفحہ ۲٦۷۔ فَلَھُمْ أَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ[5])۔ ''جو لوگ اپنے اموال کو راہ خدا میں رات میں،دن میں خاموشی سے اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں اُن کے لئے پیش پروردگار اجر بھی ہے اور انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن و ملال ''۔ امام کے پاس چار درہم تھے جن میں سے آپ نے ایک درہم رات میں خرچ کیا ،ایک درہم دن میں ،ایک درہم مخفی طور پر اور

---

[1] سورۂ رعد، آیت ۷۔
[2] تفسیر طبری ،جلد ۱۳،صفحہ ۷۲۔اور تفسیر رازی میں بھی تقریباً یہی مطلب درج ہے ۔کنز العمال ،جلد ۶،صفحہ ۱۵۷ ۔ تفسیر حقائق، صفحہ ۴۲۔مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۲۹۔
[3] سورۂ حاقہ، آیت ۱۲۔
[4] کنزالعمال ،جلد ۶،صفحہ ۱۰۸۔اسباب النزولِ واحدی، صفحہ ۳۲۹۔تفسیر طبری، جلد ۲۹،صفحہ ۳۵۔
[5] سورۂ بقرہ ،آیت ۲۷۴۔

ایک درہم علی الاعلان خرچ کیا ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ سے فرمایا : آپ نے ایسا کیوں کیا ہے ؟مولائے کائنات نے جواب دیا :میں وعدۂ پروردگار کا مستحق بننا چاہتا ہوں اسی لئے میں نے ایسا کیا ''اس وقت یہ آیت نازل ہوئی[1]۔

۴۔خدا وند عالم کا ارشاد ہے : (إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ[2])۔ ''اور بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انھوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں ''۔ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے : ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی وہاں پر تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہِ اِنَّ ھٰذَا وَشِیْعَتَہُ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''۔ ''خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ اور ان کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں ''۔اسی موقع پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ،اس کے بعد سے جب بھی مولائے کائنات اصحاب کے پاس آتے تھے تو نبی کے یہ اصحاب کہا کرتے تھے :خیر البریہ آئے ہیں[3]۔

۵۔خداوند عالم کا فرمان ہے : (فَاسْأَلُوا أَہْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنْتُمْ لاَتَعْلَمُونَ[4])۔ ''اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو''۔ طبری نے جابر جعفی سے نقل کیا ہے :جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت علی نے فرمایا : ''ہم اہل ذکر ہیں[5]''۔

٦۔خداوند عالم کا فرمان ہے : (یَاأَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لاَیَہْدِي الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ[6])۔ ''اے پیغمبر!آپ اس حکم کو پہنچا دیں جوآپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بیشک اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے ''۔

---

[1] اسد الغابہ، جلد ۴،صفحہ ۲۵ ،صواعق المحرقہ، صفحہ ۷۸۔اسباب النزول مؤلف واحدی، صفحہ ۶۴۔
[2] سورۂ بینہ، آیت ۷۔
[3] در المنثور ''اسی آیت کی تفسیر میں ''جلد ۸ ،صفحہ ۳۸۹۔تفسیر طبری، جلد ۳۰،صفحہ ۱۷۔صواعق المحرقہ ،صفحہ ۹۶۔
[4] سورۂ نحل، آیت ۴۳۔
[5] تفسیر طبری ،جلد ۸ ،صفحہ ۱۴۵۔ ۲۔سورۂ مائدہ ،آیت ۶۷۔
[6] ا سباب النزول، صفحہ ۱۵۰۔تاریخ بغداد، جلد ۸،صفحہ ۲۹۰۔تفسیر رازی، جلد ۴،صفحہ ۴۰۱۔در منثور، جلد ۶،صفحہ ۱۱۷۔

جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو غدیر خم کے میدان میں یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ کو اپنے بعد حضرت علیؑ کواپنا جانشین معین کرنے کا حکم دیا گیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد اس امت کا خلیفہ و جانشین معین فرمایااور آپؐ نے اپنا مشہور قول ارشاد فرمایا : ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،اللّھم وال من والاہ،وعادِ مَن عاداہ، وانصر مَن نصرہ،واخذُل مَن خَذَلَہ۔ ''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں خدایا جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اسے دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر جو اسے چھوڑ دے اسے ذلیل و رسوا کر '' ۔عمر نے کھڑے ہو کر کہا :مبارک ہو اے علی بن ابی طالب آپؑ آج میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے ہیں[1]

۷۔خداوند عالم کا ارشاد ہے :(الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِي وَرَضِیتُ لَکُمْ الْإِسْلاَمَ دِینًا) ۔ ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیاہے اوراپنی نعمتوں کو تمام کر دیاہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے'' ۔یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کیلئے حضرت علیؑ کو خلیفہ معین فرمایااور آنحضرت نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا : ''اللّٰہ اکبر علیٰ اِکمالِ الدِین،وَاِتمامِ النِعمۃِ،ورضیٰ الرَبِّ بِرِسالَتِي وَالوِلایۃِ لِعَلِیِّ بنِ اَبِیْ طَالِب[2]'' ۔ ''اللہ سب سے بڑا ہے دین کامل ہوگیا ، نعمتیں تمام ہوگئیں،اور پروردگار میری رسالت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت سے راضی ہوگیا.

۸۔جلیل القدر صحابی جناب ابوذر سے روایت ہے :میں رسولؐ خدا کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر پڑھ رہا تھا تو ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال کیا لیکن کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا تو سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا :خدایا گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسول میں آکر سوال کیا لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا ، حضرت علیؑ نے رکوع کی حالت میں اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی سے انگوٹھی اتارنے کا اشارہ کیاسائل نے آگے بڑھ کر نبیؐ کے سامنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال لی،اس وقت رسولؐ اسلام نے فرمایا :خدایا !میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے یوں سوال کیا : (رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۔ وَیَسِّرْلِي أَمْرِي۔وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِنْ لِسَانِي۔یَفْقَھُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِي وَزِیرًامِنْ أَہْلِي ہَارُون

[1] سورۂ مائدہ ،آیت ۳
[2] دلائل الصدق ،جلد ۲،صفحہ ۱۵۲۔

أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي۔ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي[1])۔ ''خدایا ! میرے سینہ کو کشادہ کردے ،میرے کام کو آسان کردے ،اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ یہ لوگ میری بات سمجھ سکیں ،اور میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دے ،ہارون کو جو میرا بھائی بھی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط کردے اسے میرے کام میں شریک کردے ''،تونے قرآن ناطق میں نازل کیا :(سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا[2])۔ ''ہم تمہارے بازؤوں کو تمہارے بھائی سے مضبوط کر دیں گے ،اور تمہارے لئے ایسا غلبہ قرار دیں گے کہ یہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ''۔ ''خدایا میں تیرا نبی محمد اور تیرا منتخب کردہ ہوں میرے سینہ کو کشادہ کردے ،میرے کام کو آسان کردے ،میرے اہل میں سے علیؑ کو میرا وزیر قرار دے اور ان کے ذریعہ میری پشت کو مضبوط کردے ''۔

جناب ابوذر کا کہنا ہے :خدا کی قسم یہ کلمات ابھی ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ جبرئیل خدا کا یہ پیغام لیکر نازل ہوئے ،اے رسول پڑھیے :(إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ[3]۔)اس روایت نے عام ولایت کو اللہ ،رسول اسلام اور امیر المومنینؑ میں محصور کر دیا ہے ،آیت میں صیغۂ جمع تعظیم و تکریم کے لئے آیا ہے ،جو جملۂ اسمیہ کی طرف مضاف ہوا ہے اور اس کو لفظ اِنَّمَا کے ذریعہ محصور کر دیا ہے ،حالانکہ ان کے لئے عمومی ولایت کی تاکید کی گئی ہے اور حسان بن ثابت نے اس آیت کے امامؑ کی شان میں نازل ہونے کو یوں نظم کیا ہے: مَنْ ذَا بِخَاتَمِهِ تَصَدَّقَ رَاكِعاً وَأَسَرَّهَا فِي نَفْسِهِ إِسْرَاراً[4]۔ ''علیؑ اس ذات کا نام ہے جس نے حالت رکوع میں زکات دی اور یہ صدقہ آپؑ نے نہایت مخفیانہ انداز میں دیا ''۔

اہل بیتؑ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات

قرآن کریم میں اہل بیتؑ کی شان میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں جن میں ان کے سید و آقا امیر المومنینؑ بھی شامل ہیں اُن میں سے بعض آیات یہ ہیں: ۱۔خداوند عالم کا ارشاد ہے :(ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

---

[1] سورۂ طہ، آیت ۲۵۔۳۲۔
[2] سورۂ قصص، آیت ۳۵۔
[3] تفسیر رازی ،جلد ۱۲ ،صفحہ ۲۶ ،نورالابصار ،صفحہ ۱۷۰۔تفسیر طبری، جلد ۶ ،صفحہ ۱۸۶۔
[4] در منثور، جلد ۳ ،صفحہ ۱۰۶۔کشاف، جلد ۱ ،صفحہ ۶۹۲۔ذخائر العقبیٰ ،صفحہ ۱۰۲۔مجمع الزوائد ،جلد ۷ ،صفحہ ۱۷۔کنز العمال، جلد ۷صفحہ ۳۰۵۔

أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ[1]) ۔ ''یہی وہ فضل عظیم ہے جس کی بشارت پروردگار اپنے بندوں کو دیتا ہے جنھوں نے ایمان اختیار کیا ہے اور نیک اعمال کئے ہیں،تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے کہ بیشک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدر داں ہے ''۔

تمام مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں پر جن اہل بیت کی محبت واجب کی ہے ان سے مراد علی،فاطمہ ،حسن اور حسین علیہم السلام ہیں،اور آیت میں اقتراف الحسنہ سے مراد اِن ہی کی محبت اور ولایت ہے اور اس سلسلہ میں یہاں پر دوسری روایات بھی بیان کریں گے جنھوں نے اس محبت و مؤدت کی وجہ بیان کی ہے: ابن عباس سے مروی ہے :جب یہ آیت نازل ہوئی تو سوال کیا گیا :یارسول اللہ آپ کے وہ قرابتدارکون ہیں جن کی آپ نے محبت ہم پر واجب قرار دی ہے؟آنحضرت نے فرمایا : ''علی،فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے[2] ''۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے :ایک اعرابی نے نبی کی خدمت میں آکر عرض کیا :مجھے مسلمان بنا دیجئے تو آپ نے فرمایا : ''تَشْهَدُ اَن لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰه وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ،وَاَن مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ'' ''تم خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دو میں قرابتداروں کی محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا ''۔

اعرابی نے عرض کیا :مجھ سے اس کی اجرت طلب کرلیجئے ؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : ''إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى''۔اعرابی نے کہا :میرے قرابتدار یا آپ کے قرابتدار ؟فرمایا : ''میرے قرابتدار ''۔اعرابی نے کہا : میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہوں پس جو آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے ۔نبی نے فوراً فرمایا : ''آمین[3] ''۔

---

[1] سورۂ شوریٰ آیت ۲۳۔
[2] مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۱۰۳۔ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۲۵۔نور الابصار ،صفحہ ۱۰۱۔در المنثور، جلد ۷،صفحہ ۳۴۸۔
[3] حلیۃ الاولیاء، جلد ۳،صفحہ ۱۰۲۔

۲۔ خداوند عالم کا فرمان ہے : (فَمَن حَاجَّکَ فِیہِ مِن بَعدِ مَا جَاءَکَ مِنَ العِلمِ فَقُل تَعَالَوا نَدعُ أَبنَاءَنَا وَأَبنَاءَکُم وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُم وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَکُم ثُمَّ نَبتَہِل فَنَجعَل لَعنَةَ اللہِ عَلَی الکَاذِبِینَ[1]) ۔ ''پیغمبر علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند،اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں

مفسرین قرآن اور راویان حدیث کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیۂ کریمہ اہل بیتِ نبی کی شان میں نازل ہوئی ہے،آیت میں ابناء

(بیٹوں) سے مراد امام حسن اور امام حسین ؑ ہیں جوسبط رحمت اور امام ہدایت ہیں ،نساء ''عورتوں '' سے مراد فاطمہ زہرا

دختر رسول سیدۂ نساء العالمین ہیں اور انفسنا سے مراد سید عترت امام امیر المومنین ؑ ہیں[2] ۔

۳۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے : (ھَل اَتَیٰ عَلَی الاِنسَانِ ۔) کامل سورہ ۔ مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورہ اہل بیتِ نبوت کی شان میں نازل ہوا ہے[3] ۔

۴۔ خداوند عالم کا فرمان ہے : (إِنَّمَا یُرِیدُ اللہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَہلَ البَیتِ وَیُطَہِّرَکُم تَطہِیرًا[4]) ۔ ''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے '' ۔ مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت پانچوں اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے[5] ان میں سرکار دو عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ،ان کے جا نشین امام امیر المومنین ؑ ،جگر گوشۂ رسول سیدۂ نساء العالمین جن کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے اور جن کے غضب کرنے

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۶۱۔

[2] تفسیر رازی، جلد ۲،صفحہ ۶۹۹۔تفسیر بیضاوی ،صفحہ ۷۶۔تفسیر کشّاف، جلد ۱،صفحہ۴۹۔تفسیر روح البیان، جلد ۱،صفحہ ۴۵۷۔تفسیر جلالین، جلد ۱،صفحہ ۳۵۔صحیح مسلم، جلد ۲،صفحہ ۴۷۔صحیح ترمذی ،جلد ۲،صفحہ ۱۶۶۔سنن بیہقی ،جلد ۷،صفحہ ۶۳۔مسند احمد بن حنبل، جلد۱،صفحہ ۱۸۵۔مصابیح السنّۃ، بغوی، جلد ۲،صفحہ ۲۰۱۔سیر اعلام النبلاء، جلد ۳،صفحہ ۱۹۳۔

[3] تفسیر رازی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۳۔اسباب النزول ، واحدی صفحہ۱۳۳۔ روح البیان ،جلد ۶،صفحہ ۵۴۶۔ینابیع المؤدۃ ،جلد ۱،صفحہ ۹۳۔ریاض النضرہ ،جلد ۲،صفحہ ۲۲۷۔امتاع الاسماع ،صفحہ ۵۰۲۔

[4] سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

[5] تفسیررازی، جلد ۶، صفحہ ۷۸۳۔صحیح مسلم، جلد ۲،صفحہ ۳۳۱۔الخصائص الکبریٰ ،جلد ۲،صفحہ ۲۶۴۔ریاض النضرہ ،جلد ۲،صفحہ ۱۸۸۔تفسیر ابن جریر، جلد ۲۲،صفحہ ۵۔مسند احمد بن حنبل، جلد ۴،صفحہ ۱۰۷۔سنن بیہقی ،جلد ۲،صفحہ ۱۵۰۔مشکل الآثار ،جلد ۱،صفحہ ۳۳۴۔خصائص النسائی صفحہ ۳۳۔
یہ بات شایان ذکر ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں۱۵،روایات میں مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہو ئی ہے ۔

سے خدا غضب کرتا ہے ، ان کے دونوں پھول حسن و حسین ۲۲۸جوانان جنت کے سردار ہیں ،اور اس فضیلت میں نہ نبی اکرم ﷺ کے خاندان میں سے اور نہ ہی بڑے بڑے اصحاب کے خاندان میں سے ان کا کوئی شریک ہے۔ اس بات کی صحاح کی کچھ روایات بھی تائید کرتی ہیں جن میں سے کچھ روایات مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں :یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ اس میں فاطمہ ،حسن، حسین اور علی علیہم السلام موجود تھے ،آنحضرت ﷺ نے اُن پر کساء یمانی اڑھاکر فرمایا :اَللّٰھُمَّ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا ‘‘ ’’خدایا !یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک رکھ جو پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ‘‘آپ نے اس جملہ کی اپنی زبان مبارک سے کئی مرتبہ تکرار فرمائی ام سلمہ سنتی اور دیکھتی رہیں،ام سلمہ نے عرض کیا :یارسول اللہ ﷺ کیا میں بھی آپ کے ساتھ چادر میں آسکتی ہوں ؟اور آپ نے چادر میں داخل ہونے کیلئے چادر اٹھائی تو رسول نے چادر کھینچ لی اور فرمایا : ’’اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ ‘‘ ’’تم خیر پر ہو‘‘[1]۔

۲۔ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سات مہینے تک ہر نماز کے وقت پانچ مرتبہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کے دروازے پر آکر یہ فرماتے سنا ہے : ’’اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہُ اَھْلَ الْبَیْتِ:(اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا)،اَلصَّلَاۃُ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ ‘‘۔ ’’اے اہل بیتؑ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو !’’بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے‘‘،نماز کا وقت ہے اللہ تم پر رحم کرے ‘‘آپؐ ہر روز پانچ مرتبہ یہی فرماتے[2]۔

۳۔ابو برزہ سے روایت ہے :میں نے سات مہینے تک رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی ہے جب بھی آپ بیت الشرف سے باہر تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر جاتے اور فرماتے : ’’اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ :(اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ

[1] مستدرک حاکم، جلد ۲،صفحہ ۴۱۶۔اسدالغابہ، جلد ۵،صفحہ ۵۲۱۔
[2] در منثور ،جلد ۵،صفحہ ۱۱۹۔

لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا[۱])۔ ’’تم پر سلام ہو: ’’بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے‘‘ بیشک رسول اللہ کے اس فرمان کا مطلب امت کی ہدایت اور اُن اہل بیتؑ کے اتباع کوواجب قرار دینا ہے جو امت کو ان کی دنیوی اور اُخروی زندگی میں اُن کے راستہ میں نفع پہنچانے کیلئے ان کی ہدایت کرتے ہیں۔امام اور نیک اصحاب کے بارے میں نازل ہونے والی آیات قرآن کریم کی کچھ آیات امامؑ اور اسلام کے کچھ بزرگ افراد اور نیک و صالح اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں،جن میں سے بعض آیات یہ ہیں:

۱۔خداوند عالم کا ارشاد ہے :(۔وَعَلَی الْأَعْرَافِ رِجَالٌ یَعْرِفُونَ کُلًّا بِسِیمَاہُمْ [۲]۔) ’’اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے‘‘۔ابن عباس سے روایت ہے :اعراف صراط کی وہ بلند جگہ ہے جس پر عباس،حمزہ ،علی بن ابی طالبؑ اور جعفر طیار ذوالجناحین کھڑے ہوں گے جو اپنے محبوں کو ان کے چہروں کی نورانیت اور اپنے دشمنوں کو اُن کے چہروں کی تاریکی کی بنا پر پہچان لیں گ[۳]ے ۔

۲۔خداوند عالم کا فرمان ہے :(مِنَ الْمُؤْمِنِینَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْہُمْ مَنْ قَضَی نَحْبَہُ وَمِنْہُمْ مَنْ یَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِیلًا[۴])۔ ’’مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے‘‘۔اس آیت کے متعلق امیر المومنینؑ سے اس وقت سوال کیا گیا جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے تو آپؑ نے فرمایا: ’’خدایا ! بخش دے یہ آیت میرے ، میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے،عبیدہ جنگ بدر کے دن شہید ہوئے،حمزہ

[۱] ذخائر عقبیٰ ،صفحہ ۲۴۔
[۲] سورۂ اعراف، آیت ۴۶۔
[۳] صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۱۔
[۴] سورۂ احزاب ،آیت ۲۳۔

احد کے معرکہ میں شہید کر دئے گئے لیکن میں اس شقی کے انتظار میں ہوں جو میری اس ''ڈاڑھی اور سر مبارک کو خون سے رنگین کر دے گا[۱]''۔

امام کے حق اور مخالفین کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات

قرآن کریم کی کچھ آیات آپ کے حق اور اُن مخالفین کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں جنھوں نے آپ کے سلسلہ میں مروی روایات اور فضائل سے چشم پوشی کی ہے:

۱۔خداوند عالم کا فرمان ہے :(أَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ[۲]۔) ''کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اورآخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے ہر گز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے ''۔

یہ آیت امیر المومنین کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب عباس اور طلحہ بن شیبہ بڑے فخر کے ساتھ یہ بیان کر رہے تھے ۔

طلحہ نے کہا :میں بیت اللہ الحرام کا مالک ہوں ،میرے ہی پاس اس کی کنجی ہے اور میرے ہی پاس اس کے کپڑے ہیں ۔عباس نے کہا :میں اس کا سقہ اور اس کے امور کے سلسلہ میں قیام کرنے والا ہوں ۔امام نے فرمایا : ''ماادری ماتقولون ؟لقد صلّیتُ الیٰ القِبْلَۃِ سِتَّۃَ اَشْھُرٍ قَبْلَ النَّاسِ،وانا صاحب الجہاد ''۔ ''مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو ؟میں نے لوگوں سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں ''اس وقت یہ آیت نازل ہوئی[۳]۔

---

[۱] صواعق محرقہ ،صفحہ ۸۰۔نورالابصار، صفحہ ۸۰۔
[۲] سورۂ برائت ،آیت ۱۹۔
[۳] تفسیر طبری ،جلد ۱۰،صفحہ ۶۸،تفسیر رازی، جلد ۱۶،صفحہ ۱۱۔در منثور،جلد ۴،صفحہ ۱۴۶۔اسباب النزول، مؤلف واحدی ،صفحہ ۱۸۲۔

۲۔خدا وند عالم کا فرمان ہے :(أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ[1]) ۔ ''کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے ہر گز نہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے ''۔یہ آیت امیر المومنینؑ اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب وہ اس نے امامؑ پر فخر و مباہات کرتے ہوئے کہا :میں آپؑ سے زیادہ خوش بیان ہوں ،بہترین جنگجو ہوں،اور آپ سے بہتر دشمنوں کو پسپا کرنے والا ہوں ''اس وقت امامؑ نے اس سے فرمایا : ''اسکُتْ فَاِنَّکَ فَاسِق '' ''خاموش رہ بیشک تو فاسق ہے ''،اس وقت دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی[2] ۔

امامؑ روایات کی روشنی میں

صحاح اور سنن جیسے مصادر امام کے متعلق نبی سے مروی روایات سے پُر ہیں جو اسلامی عدالت کے قائد و رہبر امام کے فضائل کا قصیدہ پڑھتی ہیں اور اسلامی معاشرہ میں ان کے مقام کو بلند کرتی ہیں ۔

احادیث کی کثرت اور راویوں کے درمیان اُن کی شہرت میں غور کرنے والا پیغمبر اسلامؐ کے اس بلند مقصد سے آگاہ ہو سکتا ہے جو امامؑ کی مرکزیت اور ان کے خلیفہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ نبوت ہمیشہ کے لئے باقی رہے اور وہ امت کی مشکلات حل کر سکے ،اُن کے امور کی اصلاح کر سکے اور اُن کو ایسے راستہ پر چلائے جس میں کسی طرح کی گمراہی کا امکان نہ ہو نیز امت مسلمہ پوری دنیا کے لئے نمونۂ عمل بن سکے ۔بہر حال جب ہم امام کی فضیلت کے سلسلہ میں روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روایات کا ایک گروہ آپ کی ذات سے مخصوص ہے ،روایات کا دوسرا طائفہ اہل بیتؑ کے فضائل پر مشتمل ہے جس میں لازمی طور آپ بھی شامل ہیں چونکہ آپؑ عترت کے سید و آقا ہیں اور ان کے علم کے منارے ہیں ہم اس سلسلہ میں ذیل میں چند روایات پیش کرتے ہیں: پہلا دستہ یہ روایات تعظیم و تکریم کی متعدد صورتوں پر مشتمل ہیں اور امام فضائل کا قصیدہ پڑھتی ہوئی نظر آتی

---

[1] سورۂ سجدہ، آیت ۱۸۔

[2] تفسیر طبری ،جلد ۲۱، صفحہ ۶۸۔اسباب نزول واحدی ،صفحہ ۲۶۳۔تاریخ بغداد، جلد ۱۳،صفحہ ۳۲۱۔ریاض النضرہ ،جلد ۲، صفحہ ۲۰۶۔

ہیں،ملاحظہ کیجئے:نبی کے نزدیک آپ کا مقام و مرتبہ امام لوگوں میں سب سے زیادہ رسول ﷺ کے نزدیک تھے ،ان میں سب سے زیادہ رسول سے قربت رکھتے تھے ،آپ ابو سبطین ،رسول ﷺ کے شہر علم کا دروازہ ،آپ رسول سے سب سے زیادہ اخلاص رکھتے تھے ،احادیث کی ایک بڑی تعداد رسول اسلام ﷺ سے نقل کی گئی ہے جو آپ کی محبت و مودت کی گہرائی پر دلالت کرتی ہے اس میں سے کچھ احادیث مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔امام نفس نبی ﷺ آیۂ مباہلہ میں صاف طور پر یہ بات واضح ہے کہ بیشک امام نفس نبی ہیں ،ہم گذشتہ بحثوں میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خود یہ اعلان فرمادیا تھا کہ امام ان کے نفس ہیں منجملہ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ کیجئے:

عثمان کے سوتیلے بھائی ولید بن عقبہ نے نبی اکرم ﷺ کو خبر دی کہ بنی ولیعہ اسلام سے مرتد ہو گیا ہے ،تو نبی اکرم ﷺ نے غضبناک ہو کر فرمایا : ''لَیَنْتَهِیَنَّ بَنُو وَلِیعَةَ اَوْلَاَبْعَثَنَّ اِلَیْهِمْ رَجُلاً کَنَفْسِی یَقْتُلُ مَقَاتِلَهُمْ وَیَسْبِی ذَرَارِیْهِمْ وَهُوَ هٰذَا ''، ''بنو ولیعہ میرے پاس آتے یا میں ان کی طرف اپنے جیسا ایک شخص بھیجوں جو ان کے جنگجوؤں کو قتل کرے اور ان کے اسراء کو لے کر آئے اور وہ یہ ہے''،اس کے بعد امام کے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھا [1]۔ عمرو بن عاص سے روایت ہے :جب میں غزوۂ ذات سلاسل سے واپس آیا تو میں یہ گمان کرتا تھا کہ رسول مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں ،میں نے عرض کیا :یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے ؟آپ نے چند لوگوں کا تذکرہ کیا ۔میں نے عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ علی کہاں ہیں ؟تو رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''اِنَّ هٰذَا یَسْأَلُنِیْ عَنِ النَّفْسِ[2]''، ''بیشک یہ میرے نفس کے بارے میں سوال کر رہے ہیں''۔

---

[1] مجمع الزوائد، جلد ۷،صفحہ ۱۱۰،ولید اپنی بات کے ذریعہ بنی ولیعہ کی تردید کر رہا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہو ئی :(یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَنْ تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ۔)سورۂ حجرات، آیت ۶۔''ایمان والو اگر کو ئی فاسق کو ئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک نا واقفیت میں پہنچ جاؤ ۔

[2] کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۴۰۰۔

۲۔امام،نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھا ئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے سامنے اعلان فرمایا کہ امام علیؑ آپ کے بھا ئی ہیں ،اس سلسلہ میں متعدد روایات نقل ہوئی ہیں ہم ان میں سے ذیل میں چند روایات پیش کر تے ہیں: ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے :رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے ما بین صیغۂ اخوت پڑھا ،تو علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؑ نے عرض کیا :یارسول اللہ آپؐ نے اصحاب کے درمیان صیغۂ اخوت پڑھاہے لیکن میرے اور کسی اور شخص کے درمیان صیغۂ اخوت نہیں پڑھا ہے؟تورسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا :اَنْتَ اَخِيْ فِيْ الدُّنْیَاوَالآخِرَةِ[1] ''۔ ''آپؑ میرے دنیا اور آخرت میں بھا ئی ہیں ''۔امامؑ کے لئے نبی کا صرف اس دنیا میں بھائی ہونا کا فی نہیں ہے ،بلکہ اس کا تسلسل تو آخرت تک ہے جس کی کو ئی حد نہیں ہے ۔

انس بن مالک سے روایت ہے : رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے کے بعد ارشاد فرمایا : ''علی بن ابی طالبؑ کہاں ہیں ؟''،تو فوراً علیؑ یوں گویا ہوئے :میں یہاں ہویارسول اللہؐ، رسول اللہ نے علیؑ کو اپنے سینہ سے لگایا اور آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ کا بوسہ لیا اور بلند آواز میں فرمایا : ''اے مسلمانو!یہ میرے بھا ئی ،چچا زاد بھائی اور میرے داماد ہیں ،یہ میرا گوشت اور خون ہیں ،یہ ابو سبطین حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں[2]''ابن عمر سے روایت ہے :میں نے حجة الوداع میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: جب آپ ناقہ پر سوار تھے ،تو آپؐ نے علیؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا : ''خدایا گواہ رہنا ۔ خدایا میں نے پہنچا دیا کہ یہ میرے بھا ئی ،چچا زاد بھا ئی ،میرے داماد اور میرے دونوں فرزندوں کے باپ ہیں۔خدایا !جو ان سے دشمنی کرے اس کواوندھے منھ جہنم میں ڈال دے[3]''۔

نبی اور علیؑ ایک شجرۂ طیبہ سے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک شجرہ سے ہیں، اس سلسلہ میں متعدد احادیث بیان ہوئی ہیں ہم ذیل میں بعض احادیث پیش کرتے ہیں: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے :میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

[1] صحیح ترمذی، جلد ۲،صفحہ ۲۹۹۔مستدرک حاکم، جلد ۳،صفحہ ۱۴۔
[2] ذخائر العقبیٰ ،صفحہ ۹۲۔
[3] کنز العمال ،جلد ۳،صفحہ ۶۱۔

علیؑ سے یہ فرماتے سنا ہے : ''اے علی لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور تم ایک ہی شجرہ سے ہیں اس کے بعد رسول اللہؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی : (وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ[1]) ۔ ''اور انگور کے باغات ہیں اور زراعت ہے اور کھجوریں ہیں جن میں بعض دو شاخ کی ہیں اور بعض ایک شاخ کی ہیں اور سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں''۔

رسول اللہؐ کا فرمان ہے : ''میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ سے ہیں اور لوگ مختلف شجروں سے ہیں[2] ''۔ یہ شجرہ کتنا بلند و بالا ہے اس درخت کا کیا کہنا جس سے سرور کائنات انسانی تہذیب کے قائد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے شہر علم کا دروازہ امام امیر المومنینؑ وجود میں آئے یہ وہ مبارک شجرہ ہے جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے یہ وہ درخت ہے جس کی ہر نسل نے ہر دور میں لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔

۴۔امام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ امام میرے وزیر ہیں ۔ اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے :خدایا ! میں وہی کہہ رہا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کہا تھا : ''خدایا ! میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دے ،علیؑ کو جو میرا بھائی بھی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط کردے اسے میرے کام میں شریک کردے تاکہ ہم تیری بہت زیادہ تسبیح کرسکیں ،تیرا بہت زیادہ ذکر کرسکیں ،یقیناً تو ہمارے حالات سے بہتر باخبر[3] ہے''۔

۵۔امامؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے آغاز ہی میں یہ اعلان فرمادیا تھا کہ میرے بعد حضرت علیؑ میرے خلیفہ ہیں ،یہ اعلان اس وقت کیا تھا جب قریش کے خاندان اسلام سے سختی سے پیش آرہے تھے ،اور آپؐ نے اپنی دعوت

---

[1] سورۂ رعد ،آیت ۴۔
[2] کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۱۵۴۔
[3] الریاض النضرہ ،جلد ۲،صفحہ ۱۶۳۔

کے اختتام میں قریش سے فرمایا: ''اب یہ (یعنی علیؑ) تمہارے درمیان میرے بھائی،وصی اور خلیفہ ہیں،ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو[1]''۔ رسولؐ اللہ نے اپنے بعد امامؑ کی خلافت کو اسلام کی دعوت سے متصل فرمایا ،اس کے بعد بت پرستی اور شرک کے بارے میں پر روشنی ڈالی ،مزید یہ کہ اس مطلب کے سلسلہ میں متعدد اخبار و روایات ہیں جن میں نبی اکرمؐ نے اپنے بعد امام کی خلافت کا اعلان فرمایاان میں سے ہم کچھ احادیث ذیل میں پیش کررہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے : ''اے علیؑ!تم میرے بعد اس امت کے خلیفہ ہو[2]''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے : ''علی بن ابی طالب تم میں سب سے پہلے اسلام لائے،تم میں سب سے زیادہ عالم ہیں اور میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں[3]''۔

۶۔ امامؑ کی نبیؐ سے نسبت،ہارون کی موسیٰ سے نسبت کے مانند ہےنبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہی مضمون اور ایک ہی نتیجہ کی متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں کہ آپؐ نے علیؑ سے فرمایا : ''تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی ۔''اس سلسلہ میں کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں: آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا ہے : ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا[4]''۔سعید بن مسیب نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے انھوں نے اپنے والد سعد سے نقل کیا ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کیلئے فرمایا ہے : ''تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے نسبت تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ''،سعید کا کہنا ہے :میں نے بذات خود یہ حدیث بیان کرنا چاہی اور میں نے ان سے ملاقات کی اور وہ حدیث بیان کی جو مجھ سے عامر نے بیان کی تھی اس نے کہا :میں نے سنا ہے ۔ میں

[1] تاریخ طبری، جلد ۲،صفحہ ۱۲۷۔تاریخ ابن اثیر، جلد ۲،صفحہ ۲۲۔تاریخ ابو الفدا،جلد ۱،صفحہ ۱۱۶۔مسند احمد، جلد ۱،صفحہ ۳۳۱۔ کنزالعمال، جلد ۶،صفحہ ۳۹۹۔
[2] مراجعات، صفحہ ۲۰۸۔
[3] مراجعات، صفحہ۲۰۹۔
[4] مسند ابو داؤد، جلد ۱ ،صفحہ ۲۹۔حلیۃ الاولیاء، جلد ۷،صفحہ ۱۹۵۔مشکل الآثار، جلد ۲،صفحہ ۳۰۹۔مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲۔تاریخ بغداد، جلد ۱۱،صفحہ ۴۳۲۔خصائص النسائی ،صفحہ ۱۶۔

نے پوچھا :کیا تم نے سنا ہے ؟!اس نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دے کر کہا :ہاں ،اگر میں نے یہ بات نہ سنی ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں "[1]۔

۷۔امام شہر علم نبی ﷺ کا دروازہ نبی اکرم ؐنے امام کی عظمت و منزلت کا قصیدہ پڑھتے ہوئے ان کو اپنے شہر علم کا دروازہ قرار دیا ،یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہو ئی ہے ،قطعی السند ہے اور نبی اکرم ﷺ سے متعدد مو قعوں پر نقل کی گئی ہے: جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے :میں نے حضرت رسول خدا ﷺ کو حدیبیہ کے دن علی کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے : ''یہ نیک و صالح افراد کے امیر ، فاسق و فاجر کو قتل کرنے والے ہیں ،جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کرنے والے ،جو ان کو رسوا کرے اس کو ذلیل کرنے والے ہیں " آپ ؐنے آواز کھینچ کر فرمایا : ''میں شہر علم ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں جو گھر میں آنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ دروازے سے آئے[2] ''۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : '' میں شہر علم ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں جو شہر میں آنا چاہے اس کو چا ہئے کہ وہ دروازے سے آئے[3] ''۔رسول اللہ ﷺ کا ،فرمان ہے : ''علی میرے علم کا دروازہ ہیں ،میں جو کچھ امت کیلئے لیکر آیا ہوں اس کو میرے بعد امت تک پہنچانے والے ہیں ،اُن کی محبت ایمان ہے ،ان سے بغض رکھنا نفاق ہے اور اُن کے چہرے پر نظر کرنا رافت ''مہربانی '' ہے "[4]۔بیشک امام شہر علم نبیؐ کا دروازہ ہیں ،امام سے جو دینی باتیں ،احکام شریعت ،محاسن اخلاق اور آداب حسنہ نقل ہوئے ہیں ان کو امام نے نبیؐ سے اکرم ﷺ سے حاصل کیا ہے ۔نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد علم کے ایسے سرچشمے چھوڑے ہیں جن کے ذریعہ زندگی حکمت اور رونق کے ساتھ آگے بڑھتی ہے ،پیغمبر نے ان کو امام کے سپرد فرمایا تاکہ آپ کی امت اُن سے سیراب ہو تی رہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ قریش کے امام سے بغض و کینہ رکھنے

---

[1] اسد الغابہ ،جلد ۴،صفحہ ۲۶،خصائص النسائی ،صفحہ ۱۵۔ صحیح مسلم ،کتاب فضائل الاصحاب، جلد ۷صفحہ ۱۲۰۔ سکّکَ(دونوں کاف پر فتحہ) الصمم واستکّت مسامعہ :اذا صمّ۔

[2] تاریخ بغداد، جلد ۲ ،صفحہ ۳۷۷۔

[3] کنز العمال ،جلد ۶ ،صفحہ ۴۰۱۔

[4] کنز العمال ،جلد ۶ ،صفحہ ۱۵۶۔صواعق المحرقہ، صفحہ ۷۳۔

والوں نے اِن نور کے دروازوں کو بند کر دیا ،امت کو ان سے فیضیاب ہونے سے محروم کردیا اور زندگی کی گم گشتہ راہوں میں تنہا چھوڑدیا ۔

۸ ۔امامؑ،انبیاء کے مشابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے معاشرہ میں فرمایا : ''اگر تم آدم کو ان کے علم ،نوح کو ان کے ہم و غم ،ابراہیم کو اُن کے خُلق ،موسیٰ کو اُن کی مناجات ،عیسیٰ کو ان کی سنت اور محمدؐ کو ان کے اعتدال اور حلم میں دیکھنا چاہو تو اِن کو دیکھو ''،جب لوگوں نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا تو وہ امیر المومنینؑ تھے ۔شاعر کبیر ابو عبد اللہ مفجع نے اپنے قصیدہ میں امامؑ کے ماثورہ مناقب کو یوں نظم کیا ہے: ایّھا اللاّ ئمی لِحُبّی علیّاًقُم ذَمیماً الیٰ الجَحِیم خَزِیّاًأ بِخَیرِ الاَنام عَرّضْتَ لازِلتَ مَذُوداً عَنِ الھدیٰ و غَوِیّا أشبہِ الانبیاء طِفلاً وزولاً[1] وَفطیماًوَراضِعاً وَغذِیّاً کَانَ فِیْ علمِہِ کآدَمَ اِذْ عُلّمَ شَرحَ الاسْماءِ والمکنیّا وَکَنُوح نَجّامِن الھُلکِ یَوماً فِیْ مَسِیرٍاذِ اعتلاّ الجودیّا [2] ''حُبّ علیؑ کی خاطر میری ملامت کرنے والے جا ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ میں جل جا ۔کیا تونے اپنے عمل کے ذریعہ بہترین انسان یعنی علیؑ پر تشنیع کرنا چاہی ہے ،خدا کرے کہ تو ہمیشہ ہدایت سے دور رہے ۔ علیؑ بچپن ،جوانی ،شیر خوارگی غرض ہر حال میں انبیاء سے مشابہ تھے ۔ علیؑ علم میں آدمؑ کے مانند تھے چنانچہ آپؑ نے اسماء نیز مخفی امورکی تعلیم دی ۔آپؑ نوحؑ کی طرح تھے جو کوہ جودی پر پہنچنے سے غرق ہونے سے محفوظ رہے ''۔

۹ ۔ علیؑ کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علیؑ کی محبت ایمان اور تقویٰ ہے اوراُن سے بغض رکھنا نفاق اور معصیت ہے،اس سلسلہ میں بعض ماثورہ اقوال درج ذیل ہیں: حضرت علیؑ سے روایت ہے : ''اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا میرے سلسلہ میں نبی امی نے یہ عہد لیا ہے کہ مجھ سے مومن کے علاوہ اور کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے علاوہ اور کوئی بغض نہیں رکھے گا[3] ''۔مساور حمیری نے اپنی ماں سے روایت کی ہے :وہ

---

[1] الزول :یعنی جوان۔
[2] معجم الادباء، جلد ۱۷،صفحہ ۲۰۰۔
[3] صحیح ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۱۔صحیح ابن ماجہ ، صفحہ ۱۲۔تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۲۵۵۔حلیۃ الاولیاء ، جلد ۴، صفحہ ۱۸۵۔

ام سلمہ کے پاس گئی تو اُن کو یہ کہتے سنا : رسول اللہ ﷺ کا ، فرمان ہے : علیؑ سے منافق محبت نہیں کرے گا اور مومن بغض نہیں رکھے گا[1] ''۔ ابن عباس سے روایت ہے : رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کے چہرہ کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا : مومن کے علاوہ تجھ سے کوئی محبت نہیں کرے گا ،اور منافق کے علاوہ اور کوئی بغض نہیں کرے گا ، جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ،جس نے تجھ سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض کیا ،میرا دوست اللہ کا دوست ہے ،میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور اس پر وائے ہو جو تجھے میرے بعد غضبناک کرے[2] ''۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا :آپؑ کی محبت ایمان ہے ،آپؑ سے بغض رکھنا نفاق ہے ،جنت میں سب سے پہلے آپؑ سے محبت کرنے والا داخل ہوگا اور دوزخ میں سب سے پہلے آپ سے بغض رکھنے والا داخل ہو گا[3] ''۔یہ حدیث اصحاب میں مشہور ہو گئی ،اور وہ اسی حدیث کے معیار پر جو علیؑ سے محبت کرتا تھا اس کو مومن اور جو علیؑ سے بغض رکھتا تھا اسے منافق کہتے تھے ،جلیل القدر صحابی ابوذر غفاری کہتے ہیں : ہم منافقین کواللہ اوراس کے رسول کی تکذیب ،نماز سے رو گردانی اور علی بن ابی طالبؑ سے بغض و نفاق رکھنے سے پہچان لیا کرتے تھے[4] ''۔ صحابی کبیر جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے :ہم منافقین کو علیؑ سے بغض رکھنے کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں پہچانتے تھے[5] ۔

دوسرے دستہ کی روایات

ہم بعض وہ روایات نقل کرتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے حضرت علیؑ کی شان میں منقول ہوئی ہیں جن کوآپؑ کے لئے کرامت شمار کیا جاتا ہے ۔دار آخرت میں امامؑ کا مقام نبی اکرمؐ سے کچھ وہ روایات نقل ہوئی ہیں جن کو اللہ نے دار آخرت میں علیؑ کیلئے کرامت شمار کیا ہے ان میں سے بعض روایات درج ذیل ہیں: ۱۔امامؑ لواء حمد کو اٹھانے والے صحاح میں نبی اکرم ﷺ سے

---

[1] صحیح ترمذی ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۹۔
[2] مجمع الزوائد ، جلد ۹، صفحہ ۱۳۳۔
[3] نور الابصار شبلنجی ، صفحہ ۷۲۔
[4] مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۲۹۔
[5] استیعاب، جلد ۲، صفحہ ۴۶۴۔

متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں کہ خداوند عالم قیامت کے دن علیؑ کو لوائے حمد اٹھانے کا شرف عطا کرے گا ،یہ ایسا بلند مرتبہ ہے جو آپؑ کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کیا گیا ۔ ہم ان میں سے بعض روایات ذیل میں نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا : ''تم قیامت کے دن میرے امام ہو،مجھے پرچم دیا جائے گا ، میں اسے تمہارے حوالہ کر دوں گا ،اور تم ہی لوگوں کو میرے حوض کے پاس سے دور کروگے ''۔

۲۔ امامؑ صاحب حوض نبیؐ نبی اکرمؐ سے متواتر احادیث نقل ہوئی ہیں کہ امامؑ نبی کے اس حوض کے مالک ہوں گے جو اپنے گوارا میٹھے اور خوبصورت نظاروں کی وجہ سے جنت کی تمام نہروں سے عظیم ہوگی،اس کا پانی صرف امامؑ کے غلاموں اور چاہنے والوں کو ہی نصیب ہوگا ،ہم ذیل میں اس کے متعلق بعض روایات نقل کررہے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :علی بن ابی طالب قیامت کے دن میرے حوض کے مالک ہوں گے ،اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے مانند ستارے ہیں اور وہ جابیہ اور صنعاء(پہاڑیوں) کے درمیان کی دوری کی طرح وسیع ہوگی[1] ''۔امام جنت و جہنم کو تقسیم کرنے والے سب سے بڑی شرافت و بزرگی جس کا تاج رسول اسلام ﷺ نے باب مدینۃ العلم کے سرپر رکھا وہ یہ ہے کہ امام جنت و جہنم کی تقسیم کرنے والے ہیں ۔

ابن حجر سے روایت ہے کہ آپ نے شوریٰ کے جن افراد کا انتخاب کیا تھا ان سے فرمایا : ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے رسول اسلام ﷺ نے فرمایا ہو : ''اے علیؑ قیامت کے دن آپ میرے علاوہ جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو؟۔انھوں نے کہا : خدا کی قسم ،ایسا کوئی نہیں ہے ''۔ابن حجر نے اس حدیث پر جو حاشیہ لگایا اس کا مطلب امام رضا علیہ السلام سے مروی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ کے لئے فرمایا ہے :تم قیامت میں جنت و جہنم کی تقسیم کرنے والے ہودوزخ خود کہے گی یہ میرے لئے اور یہ آپؑ کے لئے ہ[2]ے ''۔

[1] مجمع الزوائد، جلد ، ۱صفحہ ۳۶۷۔
[2] صواعق محرقہ، صفحہ ۷۵۔

یہ مطلب بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے اولیاء میں سے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہ مرتبہ علیؑ کے علاوہ کسی کو نہیں ملا،اس کرامت کی کوئی حد نہیں ہے ،اللہ نے ان کو یہ کرامت اس لئے عطا کی ہے کہ علیؑ نے اسلام کی راہ میں بہت زیادہ جد وجہد کی اور خود کو حق کی خدمت کیلئے فنا کر دیا ہے ۔عترت اطہار کی فضیلت کے بارے میں نبیؐ کی احادیث عترت اطہار کی فضیلت،ان سے محبت اور متمسک ہونے کے سلسلہ میں نبی سے متواتر احادیث نقل ہوئی ہیں جن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

حدیث ثقلین

حدیث ثقلین پیغمبر اسلام ﷺ کی دلچسپ اور سند کے اعتبار سے سب سے زیادہ صحیح اور مشہور حدیث ہے ،مسلمانوں کے درمیان سب سے زیادہ شائع و مشہور ہوئی ہے ،اس کو صحاح اور سنن میں تحریر کیا گیا ہے ،علماء نے قبول کیا ہے اور یہاں پر یہ ذکر کردینا بھی مناسب ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے: زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے : ''اِنّي تارِکٌ فیکُم الثَّقلَین ما اِن تمسَّکتُم بِھما لَن تَضِلُّوا بَعدِي ،اَحدُھما اَعظَمُ مِن الآخَر:کِتاب اللہِ، حَبلٌ مَمدُودٌ مِن السَّماءِ اِلَی الاَرضِ،وَعترَتِي اَہلُ بَیتِي،وَلَن یَفتَرِقَا حتّیٰ یَرِدَا عَلَيَّ الحَوضَ، فَانظُرُوا کَیفَ تَخلُفُونِي فِیھِما''۔ ''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ،ان میں ایک دوسرے سے اعظم ہے :اللہ کی کتاب آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے ،میری عترت میرے اہل بیت ہیں اور وہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا برتاؤ کروگے''[۱]۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حدیث حج کے موقع پر عرفہ کے دن بیان فرمائی ،جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے : میں نے حج کے موقع پر عرفہ کے دن رسول اللہ کوان کے ناقہ قصواپر سوار دیکھا آپ یہ خطبہ دے رہے تھے :اے لوگو !میں نے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اوراپنے اہل بیت کو چھوڑ دیا ہے،اگر تم ان سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے[۲]''۔نبی بستر

---

[۱] صحیح ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۸۔

[۲] صحیح ترمذی ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۸۔کنز العمال، جلد ۱، صفحہ ۸۴۔

مرگ پر تھے، لہٰذا آپؐ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا : ''اَیُّھا النَّاس یُوشکُ اَن اُقبَض قَبضاً سَرِیعاً فَینطَلق بِيْ،وَقد قدّ مْتُ اِلیَکُمُ القَولَ مَعذِرَۃً اِلیَکُمْ آلاَ اِنِّيْ مُخَلِّف فِیْکُم کِتَاب رَبِّيْ عَزَّوجَلّ ،وَعِتْرَتِيْ اَھْلَ بَیْتِيْ ''۔ ''اے لوگو!مجھے عنقریب قبض روح کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں جانا ہے میں اس سے پہلے تمہارے لئے بیان کرچکا ہوںآگاہ ہوجاؤ کہ میں تمہارے درمیان اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت اپنے اہل بیتؑ کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ''۔اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا : ''یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ،یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے[1] ''۔

حدیث سفینہ

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے :بیشک ۔ تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کے مانندہے ،جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے رو گردانی کی وہ ہلاک ہوگیا ،بیشک تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطہ کے مانند ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا[2] ''۔

اس حدیث شریف میں اس بات کی حکایت کی گئی ہے کہ عترتِ طاہرہ سے متمسک رہنا واجب ہے اسی میں امت کے لئے زندگی کے نشیب و فراز میں نجات اور غرق ہونے سے محفوظ رہنا ہے پس اہل بیتؑ نجات کی کشتیاں اور بندوں کا ملجأ و ماویٰ ہیں ۔ امام شرف الدین (خدا ان کے درجات بلند کرے ،)کا کہنا ہے : ''اہل بیتؑ کے کشتیٔ نوح کے مانند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا و آخرت میں اِن کو اپنا ملجأ و ماویٰ قرار دیا ،اوراپنے فروع و اصول ائمہ معصومینؑ سے حاصل کئے وہ دوزخ کے عذاب سے نجات پا گیا ،اور جس نے اُن سے روگردانی کی وہ اس کے مانند ہے جس نے طوفان کے دن اللہ کے امر سے بچنے کیلئے پہاڑ کی

---

[1] صواعق محرقہ ، صفحہ ۷۵۔
[2] مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۶۸۔مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۴۳۔تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۲۰۔حلیۃ ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۶۔ذخائر ، صفحہ ۲۰۔

چوٹی پر پناہ لی اور غرق ہوگیا ،اس کی منزل آبِ حمیم ہے جو بہت ہی گرم پانی ہے اور جس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۔ائمہؑ کو باب حطہ سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ باب حطہ خدا کے جلال کے سامنے تواضع کا مظہر تھا جو بخشش کا سبب ہے ۔یہ وجہ شبہ ہے ،اور ابن حجر نے اِس اور اِس جیسی دوسری احادیث کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے:

ائمہؑ کے کشتیٔ نوح سے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس نے ان سے محبت کی اور ان کے شرف کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کیلئے ان کی تعظیم کی اور ان کے علماء سے ہدایت حاصل کی،اُس نے تاریکیوں سے نجات پائی اور جس نے مخالفت کی وہ کفرانِ نعمت کے سمندر میں غرق ہو گیا اور سرکشی کے امڈتے ہوئے سیلاب میں ہلاک ہو گیا ۔یہاں تک کہ فرمایا :(باب حطہ) یعنی ائمہ کی باب حطہ سے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی اس باب ''دروازہ ''یعنی اریحا یا بیت المقدس میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخل ہوگا خدا اس کو بخش دے گا ،اسی طرح اہل بیتؑ سے مودت و محبت کو اس امت کی مغفرت کا سبب قرار دیا[1]) ۔

اہل بیتؑ امت کے لئے امان ہیں

نبی اکرم ﷺ نے اس امت کیلئے اہل بیت کی محبت کو واجب قرار دیا اور ان سے متمسک رہنے کو امت کیلئے ہلاک ہونے سے امان قرار دیتے ہوئے فرمایا : ''ستارے زمین والوں کیلئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت میں اختلاف نہ ہونے کیلئے امان ہیں جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرے تو اُن میں اختلاف ہو جائیگا اور وہ ابلیس کے گروہ میں ہوجائیں گے[2]''۔

---

[1] مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۴۹۔کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۱۶۔فیض قدیر اور مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۷۴میں آیا ہے : ستارے اہل زمین کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت کے لئے امان ہیں ''۔

[2] ریاض النضرہ ، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲۔تقریباً یہی روایت صحیح ترمذی جلد ۲، صفحہ ۳۱۹ میں آئی ہے ۔سنن ابن ماجہ ، جلد ۱، صفحہ ۵۲۔

امامؑ، جہاد میں نبیؐ کے ساتھ

نبی اکرم ﷺ نے مثبت انداز میں صلح کی دعوت اختیار کی اس دعوت میں آپ نے اعلان کیا کہ میرا پیغام دین تم کو جنگوں کے عذاب سے نجات دلائے گا، آپ کی یہ دعوت مکہ میں پھیل گئی وہ مکہ جو جاہلیت کی طاقتوں کا مرکز تھا وہ طاقتیں جو قرشیوں کی شکل میں مجسم ہوئی تھیں ان قرشیوں کے نظریات جہالت، خود غرضی اور انانیت پر مشتمل تھے نبی کے پیغام کی بنا پر ان کے غرور کا بھرم ٹوٹ گیا اور ان کا جادو باطل ہوگیا، انھوں نے نبی سے مقابلہ کی ٹھان لی اور نبی پر ایمان لانے والے کو ستانے کا فیصلہ کیا ان کو اذیت دینے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے ماننے والے کو قرشیوں کی سختیوں اور ان کے قتل و غارت سے بچنے کیلئے مجبور ہو کر حبشہ ہجرت کر نا پڑی، لیکن رسول ﷺ اپنے چچا شیخ البطحاء اوران کے فرزند ارجمند امام امیر المومنینؑ کی حمایت میں تھے اپنے چچا ابو طالبؑ کی وفات کے بعد نبی کو کوئی پناہ دینے والا نہ رہا اسی لئے قریش نے جمع ہوکر آپؐ کو قتل کرنا چاہا (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) تو آپؐ یثرب ہجرت فرما گئے، آپؐ نے اہل یثرب کو اپنے دین کی حمایت کرنے والا اور اپنا مددگار پایا تو آپ نے قرشیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے قیام کیا اور ان کے سامنے بڑی سختی کے ساتھ ڈٹ گئے، تو کفار قریش نے آپؐ کے خلاف میدان جنگ گرم کرنے اور اقصادی ناکہ بندی کرنے کا فیصلہ کیا۔ امام امیر امومنینؑ، رسول اللہ کی جانب سے ایک محکم و مضبوط طاقت بن کر سامنے آئے آپؑ نے قریش کی طرف سے رسولؐ پر تھوپی جانے والی تمام جنگیں لڑیں اور رسول اسلام عام طور پر آپؑ ہی کو جنگ کی قیادت سونپتے تھے، ہم ذیل میں امامؑ کی طرف سے لڑی جانے والی بعض جنگوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ جنگ بدر

واقعۂ بدر اسلام کی مدد، مسلمانوں کی کھلم کھلا کامیابی اور شرک کی شکست فاش کے طور پر تاریخ میں درج ہے، جس میں اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو عزت بخشی، آپؐ کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کیا، اس معرکہ کو بہادری کے ساتھ لڑکر سر کرنے والے علیؑ ہی تھے

،آپ، کی تلوار موت کا پیغام تھی جس نے مشرکوں اور ملحدوں کے سروں کو کاٹ پھینکا ،آپ، نے اتنی ثبات قدمی اور استقامت کے ساتھ جنگیں لڑیں کہ جبرئیل کو بھی آواز دیناپڑی : ''لاسیف الّاذوالفقار،وَلَافتیٰ اَلّاَعلیٰ ''[1]۔ہم اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ ''حیاتالامام امیر المومنین، ''کے دوسرے حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔

۲۔جنگ احد

قریش جنگ بدر میں اپنی شکست فاش اور بہت زیادہ نقصان ہونے کی وجہ سے بڑے ہی رنج و الم میں تپیدہ تھے ،معاویہ کی ماں ہند بہت زیادہ آہ و فریاد کر رہی تھی،اس نے قریش کے مردوں اور عورتوں پر جنگ بدر میں قتل ہوجانے والوں پر رونا حرام قرار دیدیا تھاتاکہ حزن و اندوہ اُن کے دلوں میں چھپا رہے اوراپنے مقتولین کا انتقام لئے بغیر ختم نہ ہو،جنگ احد میں قریش کا سردار ابوسفیان تھا، جس کو پہلی مرتبہ اس جنگ میں سرداری ملی تھی،وہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے ابھار رہا تھا ،جنگ کے لئے مال و دولت جمع کرکے اس سے اسلحہ خرید رہا تھا ،قریش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے اس کی دعوت پر لبیک کہہ رہے تھے ،قریش نے ابوسفیان کے بھڑکانے کی بنا پرنبی کے افراد سے مقابلہ کا فیصلہ کیااور پوری تیاری کے ساتھ اپنی عورتوں کے ساتھ نکلے تا کہ جنگ میں کھرے اُتریں اُن کی قیادت ہند کر رہی تھی عورتیں دف بجا کر یہ شعر پڑھ رہی تھیں: وَیْھاً بَنِیْ عَبْدِ الدّارْ وَیْھاً حُماۃَ الْاَدْیارْ ضَرْباً بِکُلِّ بَتَّارْ ''اے آل عبد الدار آگے بڑھو !اے وطن کے ساتھیوں آگے بڑھو پوری طاقت کے ساتھ حملہ کرو''۔

اس کے علاوہ ہندہ کا مخصوص ترانہ یہ تھا اور وہ کفارقریش سے بلند آواز سے خطاب کر کے کہہ رہی تھی: اِن تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ وَنَفْرِشِ النَّمارِقْاَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَیْرِ وَامِقْ ''اگر تم آگے بڑھوگے تو ہم تم کو گلے لگا لیں گے اور تمہارے لئے بہترین بستر بچھا ئیں گےاور اگر پیچھے ہٹوگے تو ہمیشہ کے لئے تم سے جدا ہوجا ئیں گے''۔مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمانوں کے لشکر میں صرف سات سو آدمی تھے، مشرکین کے لشکر کی قیادت طلحہ بن ابی طلحہ کررہاتھا جس کے ہاتھوں میں پرچم تھا اور وہ یہ نعرہ

[1] كنز العمال ، جلد٣،صفحہ ١٥٤ ،وغيره

لگا رہا تھا : اے محمد کے اصحاب تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد جہنم میں بھیج دے گا ،اور تمھیں ہماری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد جنت میں بھیج دے گا ،اب تم میں مجھ سے کون لڑے گا ؟

اسلام کے بہادر امامؑ نے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے پہل کی اور ایسی تلوار ماری کہ اس کے دونوں پیر کٹ گئے جس سے وہ زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا ۔امامؑ نے اُسے اسی کی حالت پر چھوڑدیا،اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کئے یہاں تک کہ وہ کچھ دیر بعد خون نکل جانے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ،مسلمان اُس کے مرنے سے اتنے ہی خوش ہوئے جتنے مشرکین اُس کے مرنے سے محزون ہوئے اور سست پڑگئے ،اس کے پرچم کو قریش کے دوسرے افراد نے سنبھالا ،امامؑ نے ان کا مقابلہ کیا ،اپنی تلوار سے اُن کے سروں کو کاٹ ڈالا ،معاویہ کی ماں ہند قریش کے جذبات ابھارکران کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکارہی تھی اور جب ان میں سے کوئی پیچھے ہٹ جاتا تھا تو اس کو سرمہ اور سلائی دیکر کہتی تھی: تو عورت ہے اور سرمہ لگالے[1]۔

در حقیقت یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ مسلمان شرمناک شکست اور عظیم نقصانات سے روبرو ہوئے جن کی وجہ سے اسلام کا فاتحہ پڑھا جانا قریب تھا،اس کی وجہ یہ تھی کہ لشکر اسلام کی ایک جماعت نے نبی کی جنگی ہدایات پر عمل نہیں کیا،رسول اسلام ﷺ نے تیر اندازوں کی ایک جماعت کو عبداللہ بن جبیر[2] کی قیادت میں ایک پہاڑ پر تعینات کردیا تھا تاکہ وہ پیچھے سے مسلمانوں کی حمایت کرتے رہیں اور ان کو تاکید فرما دی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا ،ان کے تیر اندازوں نے اپنے تیروں سے قریش کے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا جس سے قریش اپنا مال اور اسلحہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے جب تیر اندازوں نے یہ حالت دیکھی کہ مسلمان مال غنیمت اٹھارہے ہیں تو ان سے نہ رہا گیا اور اُن میں سے بعض افراد اپنی جگہ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت اٹھانے میں مصروف ہوگئے انھوں نے نبی کے مقرر کردہ قانون کی مخالفت کی اور اپنی جگہ چھوڑ بیٹھے ،جب خالد بن ولید نے یہ دیکھا تو اُس نے پہاڑ پر باقی بیٹھے ہوئے تیر اندازوں کو قتل کرکے پیچھے سے نبی کے اصحاب پر حملہ کردیا اور

---

[1] میزان ،جلد ۴،صفحہ ۱۲۔
[2] سیرۂ نبویہ ،جلد ۲،صفحہ۶۸۔

ان کے کچھ افراد کو قتل کر ڈالا اور مسلمانوں کے لشکر کے بڑے بڑے سرداروں کوپیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا ۔امامؑ کا نبی کی حمایت کرنا مسلمانوں پر شکست کے بادل منڈلانے لگے وہ حیران و پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ، ان پر خوف طاری ہو گیا ،انھوں نے نبی کو اللہ کی دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ دیا ،آپؐ کو کئی کاری زخم لگ گئے اورآپؐ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر کی سازش سے اسی مقصد کے لئے تیار کرکے مخفی کر دیا گیا تھاتاکہ مسلمان نا دانستہ طور پراس میں گر جائیں ،امامؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف تھے ،آپؑ نے رسول کا دست مبارک پکڑا اور طلحہ بن عبداللہ نے آپؐ کو اٹھایایہاں تک کہ آپ کھڑے ہوگئے[1]نبی اکرمؐ نے امامؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا :یاعلیؑ مافعل الناس ؟''اے علیؑ لوگوں نے کیا کیا ؟''

۔آپؑ نے بڑی رنجیدگی کے ساتھ جواب دیا : ''انھوں نے عہد توڑ دیا اور پیٹھ پھرا کر بھاگ کھڑے ہوئے ''۔ قریش کے کچھ افراد نے نبیؐ پر حملہ کیا جس کی بناپر نبیؐ کا دل تنگ ہو گیا آپؐ نے علی سے فرمایا : ''اَکْفِنِیْ ھٰؤُلَاءِ ''،امامؑ نے اُن پر حملہ کیا ،سفیان بن عوف کے چار بیٹوں اور اس کے گروہ کے چھ آدمیوں کو قتل کیا ،اور بہت جد و جہد کے ساتھ دشمن کی اس ٹولی کو نبی سے دور کیا،ہشام بن امیہ کے دستہ نے نبی پر حملہ کیا تو امامؑ نے اس کو قتل کرڈالا اور اس کا گروہ بھاگ کھڑا ہوا ، ایک اور گروہ نے بشر بن مالک کی قیادت میں نبی پر حملہ کیاامامؑ نے اس کو قتل کرڈالا تو اس کا دستہ بھی بھاگ کھڑا ہوا ،اس وقت جبرئیل نے امامؑ کے جہاد اور آپؑ کے محکم ہونے کے متعلق فرمایا : ''علیؑ کے اس جذبہ ایثار وقربانی اور مواسات سے ملائکہ حیرت زدہ ہیں ''نبیؐ نے جبرئیل سے فرمایا : ''علیؑ کو کوئی چیز نہیں روک سکتی کیونکہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں ''،اس وقت جبرئیل نے کہا :میں تم دونوں سے ہوں [2]''۔امامؑ بڑی طاقت و قدرت کے ساتھ نبیؐ کا دفاع کر تے رہے ،آپ کو سولہ ضربیں لگیں اور ہر ضرب زمیں بوس کر دینے والی تھی ،جبرئیل [3]کے علاوہ آپؑ کو کوئی سہارا دینے والا نہیں تھا ، مولائے کائنات نے راہ اسلام میں جن مصائب کا سامنا کیاان کا علم صرف خدا کو ہے ''۔اس جنگ میں اسلام کے بہادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب حمزہ شہید ہوگئے ،جب ہند کو یہ

---

[1] سیرۂ نبویہ ،جلد۲،صفحہ ۷۴۔
[2] حیاۃالامام امیر المو منین ؑ ،جلد ۲،صفحہ ۲۰۔
[3] اسدالغابہ، جلد ۴،صفحہ ۹۳۔

خبر ملی تو وہ خوش ہو کر آپ کے لاشہ کی تلاش میں نکلی جب اس کی نظر لاش پر پڑی تو وہ کتے کی طرح لاش پر جھپٹ پڑی اور اس نے آپ کی لاش کو بری طرح مثلہ کر دیا، جناب حمزہ کا جگر نکالا اور دانتوں سے چبا کر پھینک دیا ،آپ کا ناک اور کان کاٹ کر ان کا ہار بنا کر پہن لیا ۔یہ بات اس کے کینہ درندگی اور وحشی پن پر دلالت کرتی ہے،اس کا شوہر جلدی سے جناب حمزہ کی لاش پر آیا اور بغض و کینہ سے بھرے دل سے بلند آواز میں کہنے لگا : ''یااباعمارۃ دارالدھروحال الامر،واشتفت منکم نفسي ۔

پھر اس نے اپنا نیزہ بلند کیا اور جناب حمزہ کے لاشہ میں چبھو کر اس جملہ کو اپنی زبان پر دُہرایا : ذق عنق،ذق عنق اس کے بعد وہ اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے پلٹ گیا،روایت میں آیا ہے کہ اس کا دل جناب حمزہ شہید سے بغض، کینہ ،کفر و شرک اور رذائل سے ملو تھا ۔لیکن جب نبی کریم اپنے چچا کی لاش پر آئے جس کو ہند نے مثلہ کر دیا تھا تو آپ بہت زیادہ محزون و رنجیدہ ہوئے آپ نے اپنے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''میرے اوپر آپ کے جیسی مصیبت کبھی نہیں پڑی اور میں ایسے حالات سے کبھی دو چار نہیں ہوا مجھے اس واقعہ سے غیظ آگیا ہے اگر صفیہ کے حزن و ملال اور میرے بعد سنت بن جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو اسی طرح چھوڑ دیتا یہاں تک کہ وہ درندوں اور پرندوں کی غذا بن جاتا ،اور اگر خدا مجھے کبھی قریش پر غلبہ دیتا تو میں اُن میں سے کم سے کم تیس آدمیوں کو مثلہ کر دیتا ''۔[1]

جب مسلمان اس مقدس اور مثلہ لاش پر آئے تو کہنے لگے :اگر خدا نے ہمیں کسی دن اُن پر فتح عنایت کی تو ہم ان کو اسی طرح مثلہ کریں گے کہ کسی عرب نے ایسا نہیں کیا ہوگا ۔اس وقت جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے :(وَإِن عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِہِ وَلَءِن صَبَرْتُمْ لَہُوَخَیْرٌ لِلصَّابِرِین ۔ وَاصْبِرْوَمَا صَبْرُکَ إِلَّابِاللّٰہِ وَلَاتَحْزَن عَلَیْہِمْ وَلَاتَکُ فِي ضَیْقٍ مِمَّا یَمْکُرُون[2]) ۔ ''اور اگر تم ان کے ساتھ سختی بھی کرو تو اسی قدر جتنی انھوں نے تمہارے ساتھ سختی کی ہے اور اگر صبر کرو تو صبر بہر حال صبر کرنے والوں کیلئے بہترین ہے اور آپ صبر ہی کریں کہ آپ کا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہوگا اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور ان کی مکاریوں کی وجہ سے تنگدلی کا

---

[1] امام علی بن ابی طالب، جلد۱،صفحہ ۸۲۔
[2] سورۂ نحل، آیت ۱۲۶۔۱۲۷۔

بھی شکار نہ ہوں ''۔رسول اللہ نے بخش دیا ،صبر کیا ،اور ان کو مثلہ کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا : ''اِنَ المُثلَۃَ حَرامُ وَلَو بِالکَلْبِ الْعَقُوْرِ[1]''''مثلہ کرنا حرام ہے اگر چہ وہ کاٹ کھانے والا کتا ہی کیوں نہ ہو ''۔

صرف جنگ احد ہی ایسی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو شکست فاش ہو ئی ۔ابن اسحاق کا کہنا ہے :یوم احد بلا و مصیبت کا دن تھا جس میں اللہ نے مومن اور منافق کا امتحان لیا اور منافق واضح طور پر سامنے آگئے ،منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اظہار کرے اور اس کے دل میں کفر ہو ،وہ ایسا دن تھا جس دن اللہ نے ان افراد کو شہادت کی کرامت عطا کی جنھوں نے شہادت کی کرامت طلب کی ہے ۔ اس معرکہ کے بعد رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو خبردار کیا کہ مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو کبھی بھی اس طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا اور خداوند عالم مسلمانوں کو فتح و کامیابی سے ہمکنار کرے گا[2]۔

۳۔جنگ خندق

جنگ خندق کو'' واقعہ احزاب''کہا جاتا ہے اس کو احزاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کئی قبیلوں نے مل کر رسول اللہ سے جنگ کی تھی ،جس سے مسلمان تنگ آگئے تھے اور ان پر رُعب و خوف طاری ہو گیا تھا جو مشرکین کے لشکر کی طاقت کا سبب بنا اور ان سے یہودی آکر مل گئے جن کی تعداد دس ہزار تھی ،اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اس معرکہ میں مسلمانوں پر جو رعب طاری ہو گیا تھا اس کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے :(إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ[3])۔ ''اس وقت جب کفار تمہارے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت سے آگئے اور دہشت سے نگاہیں خیرہ کرنے لگیں اور کلیجے منھ کو آنے لگے ''۔اللہ نے اسلام کی فتح و کامیابی امام المتقین امیر المومنین حضرت علیؑ کے ہاتھوں لکھ دی تھی ،علیؑ ہی وہ تھے جنھوں نے مشرکین پر فتح مبین پائی اور ان کے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ۔

---

[1] سیرة النبویہ، جلد ۲،صفحہ ۱۰۵۔

[2] تاریخ ابن کثیر،جلد ۴،صفحہ ۴۷۔اس طرح معرکۂ احد تمام ہوا ،ہم نے اس معرکہ سے متعلق بعض چیزوں کو(حیاة الامام امیر المومنین ؑ کے دوسرے حصہ میں بیان کیا ہے)۔

[3] سورۂ احزاب، آیت ۱۰۔

خندق کھودنا جب نبیؐ کو قریش اور غطفان کے قبیلوں کے جنگ کرنے کی غرض سے نکلنے کی خبر ملی تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کرکے اس بات کی خبر دی اور اُن سے دشمن کو روکنے کے لئے مشورہ طلب کیا آپؐ کے جلیل القدر صحابی سلمان فارسی نے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا مشورہ دیا ۔نبیؐ نے اس مشورہ کو درست ٹھہرایا اور آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کھودنے کیلئے کھڑے ہوگئے یہ مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے اچھی حکمت تھی، قریش وہاں پر آکر ٹھہر گئے، اور اس سے آگے بڑھنے کیلئے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا اور وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے ان کے پاس نہیں پہنچ سکتے تھے ،اس جنگ میں بڑے بڑے افراد نے خدمت کی ،اور فریقین کے درمیان تیر اندازی کرنے کے علاوہ عام طریقہ سے جنگ کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا ۔

امامؑ کا عمرو سے مقابلہ

قریش کے قبیلوں کو ایک ساتھ مل کر حملہ کر کے کامیابی کا امکان نہیں تھا لہٰذا انھوں نے خندق کے پاس کی ایک تنگ جگہ تلاش کی اور اس میں گھوڑوں کو ڈال کر خندق پار کر گئے، ان میں عمرو بن عبد ود بھی تھا جو جاہلیت میں قریش اور کنانہ کا شہسوار شمار ہوتا تھا ،جو ہتھیاروں سے اس طرح لیس تھا گویا ایک قلعہ ہو وہ اپنی طاقت کی وجہ سے جھوم رہا تھا ،جب مسلمانوں نے اس کو دیکھا تو اُن پر خوف طاری ہوگیااور عمرو ان کے سامنے ٹہلنے لگا ،اُس نے مسلمانوں کو تحقیر سے بلند آواز میں کہا :اے محمدؐ کے ساتھیو!کیا تم میں کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے ؟مسلمانوں کے دل دہل گئے ،اُن پر خوف طاری ہوگیا ،اس نے دوبارہ مبارز طلب کیا !کیا تم میں کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے ؟کسی نے کوئی جواب نہیں دیا،لیکن اسلام کے بہادر امام امیر المومنینؑ نے عرض کیا '' : اَنالَہُ یارَسُوْلَ اللّٰہ '' ۔ ''یارسول اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا '' ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کے سلسلہ میں کچھ خوف کھاتے ہوئے فرمایا : ''اِنَّہُ عَمْرو!'' ''یہ عمرو ہے '' ۔امامؑ پیغمبر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹھ گئے ،عمرو نے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے پھر اس طرح مبارز طلب کیا : اے محمدؐ کے اصحاب ،تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے متعلق تم یہ گمان کرتے ہو کہ قتل

ہونے کے بعد اس میں جاؤ گے ؟کیا تم میں سے کوئی اس میں جانا چاہتا ہے ؟مسلمانوں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی ،امامؑ نبی سے اجازت لینے پر مصر تھے ،نبیؐ کے پاس بھی اذن دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا ،آنحضرتؐ نے امامؑ کو شرف و عظمت کا عظیم الشان تمغہ دیااور فرمایا : ''بَرَزَالْاِیْمَانُ کُلُّہُ اِلیٰ الشِرْکِ کُلِّہِ ''کل ایمان، کل شرک کا مقابلہ کرنے کے لئے جا رہا ہے '' ۔یہ خورشید کی مانند روشن و منور تمغہ ہے آنحضرتؐ نے حسینؑ کے پدر بزرگوار کو کل اسلام کی شکل میں مجسم کیا اور عمرو کو کل شرک میں مجسم فرمایا ،اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کرکے گڑگڑا کریوں اپنے چچا زاد بھائی کی حفاظت کے لئے دعا فرمائی : ''خدایا تو نے مجھ سے حمزہ کو احد میں لے لیا ،بدر میں عبیدہ کو ،آج کے دن علیؑ کی حفاظت فرما ۔پروردگار ! مجھے اکیلا نہ چھوڑدینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے '' ۔

امامؑ عمرو بن عبد ود سے بغیر کوئی خوف کھائے ہوئے اس سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے آپؑ نے بے نظیر عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا اور عمرو ،اُس جوان سے بہت ہی متعجب ہوا جس کو اُس (عمرو)کی کوئی پروا ہی نہیں تھی ۔عمرو نے کہا :تم کون ہو ؟ امامؑ نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا : ''میں علی بن ابی طالب ہوں '' ۔عمرو نے امامؑ سے شفقت و مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا : ''تمہارا باپ میرادوست تھا ۔ امام کو اس کی صداقت کا یقین نہ ہوا اور اس سے فرمایا :اے عمرو !تونے اپنی قوم سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر قریش کا کوئی شخص تجھ سے تین شرطیں کرے گا تو،تو ان میں سے ایک شرط کو قبول کرلے گا ؟۔ عمرو بن عبد ود :ہاں یہ میرا عہد ہے ۔امامؑ :میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ۔عمرو ہنسا اور اس نے امامؑ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا :کیا میں اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑدوں ؟ان باتوں کو چھوڑئے ۔امامؑ :میں تجھ سے ہاتھ اٹھائے لیتا ہوں ،تجھ کو قتل نہیں کرتا ،تو پلٹ جا ؟۔عمرو نے اس جوان کی اس جرأت و ہمت پر غضبناک ہو کر کہا :اب آپؑ مجھ سے بھاگ جانے کی بات کر رہے ہیں !امامؑ نے اس کے اپنے نفس سے کئے ہوئے عہد کی تیسری بات بیان کرتے ہوئے فرمایا : اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آ؟''

عمرو اس جوان کی اس ہمت و جرأت اور اپنی شخصیت کیلئے اس چیلنج اور اپنی اہانت پر بہت زیادہ حیرت زدہ ہوا،وہ اپنی سواری سے نیچے اتر آیااور اس نے اپنی تلوار سے امام کے سر پر وار کیا امامؑ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا تو وہ ڈھال کو کاٹ کر آپ کے سر تک پہنچی جس سے آپ کا سر شگافتہ ہو گیا ،مسلمانوں کو امام کے اپنے رب حقیقی کی بارگاہ میں جانے کا یقین ہو گیا ،لیکن اللہ نے امامؑ کی نصرت و مدد کی آپؑ نے عمرو کو ایسی ضرب لگا ئی کہ قریش کا یہ بہادر تلملا کے رہ گیااور کفرو شرک کا یہ نمائندہ اپنے ہی خون میں ذبح کئے ہوئے حیوان کی طرح لوٹنے لگا ۔امام اور مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ،شرک کی کمر ٹوٹ گئی،اس کی طاقتیں سست ہو گئیں،اسلام کو امام المتقین کے ہاتھوں یقینی کا میابی ملی،نبی نے تاریخ میں ہمیشہ کی خاطر امامؑ کیلئے یہ جملہ ارشاد فرمایا : ''خندق کے دن علی بن ابی طالب کی ضربت میری امت کے قیامت کے دن تک کے اعمال سے افضل ہے[۲]''۔

جلیل القدر صحابی حذیفہ بن یمان کا کہنا ہے :جنگ خندق میں مولائے کا ئنات کے ہاتھوں عمرو کی ہلاکت اگر تمام مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے توسب کے شامل حال ہوگی[۳] ۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی :(وَکَفَیٰ اللّٰہُ المؤمنینَ القِتالَ[۴]) ۔ ''اور اللہ نے مومنین کو جنگ کی دشواری سے محفوظ رکھا'' ۔ابن عباس اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں : ''اللہ نے مومنین کوجنگ سے علیؑ کے جہاد کے ذریعہ بچالیا[۵]''۔امامؑ نے قریش کے دوسرے بہادر نوفل بن عبد اللہ کو قتل کیا جس سے قریش کو شکست فاش ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''الآن نغزوھم ولایغزوننا'' ۔ ''اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور انھیں ہم سے جہاد کی اجازت نہ ہوگی[۶]'' ۔قریش گھاٹا اٹھاکر پلٹ گئے ،ان کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کا اس جنگ میں کوئی نقصان نہیں ہوا ۔

---

[۱] مستدرک حاکم، جلد ۳،صفحہ ۳۲۔
[۲] تاریخ بغداد ،جلد ۱۳ ،صفحہ ۱۹۔مستدرک حاکم، جلد ۳،صفحہ ۳۲۔
[۳] رسائل الجاحظ، صفحہ ۶۰۔
[۴] سورہ احزاب، آیت ۲۵۔
[۵] حیاۃ الامام امیر المومنین ؑ، جلد ۲،صفحہ ۲۷۔
[۶] اعیان الشیعہ، جلد ۳،صفحہ ۱۱۳۔

۴۔فتح خیبر

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عزت بخشی اور قریش ذلیل و رسوا ہوئے تو نبیؐ نے یہ مشاہدہ فرمایا کہ مسلمانوں کے امور اس وقت تک درست نہیں ہوں گے اور نہ ہی حکومت برقرار ہوگی جب تک یہودیوں کا نظام موجود ہے جو ہمیشہ سے اسلام کے سخت دشمن تھے اور ان (یہودیوں)کی پوری طاقت وقوت خیبر کے قلعہ میں محصور تھی جو اس زمانہ کے رائج اسلحوں کا کارخانہ تھا ، منجملہ وہاں ایسے ایسے ٹینک نماتوپ خانے تھے جو گرم پانی اور آگ میں تپا ہوا سیسہ پھینکتے تھے اور یہودی اسلام دشمن طاقتوں کو ہر طرح کی مسلح فوجی مدد پہنچاتے تھے ۔ نبی نے قلعہ خیبر پر حملہ کرنے کیلئے لشکر بھیجا اور لشکر کا سردار ابوبکر کو بنایا ،جب وہ قلعہ خیبر کے پاس پہنچے تو وہ شکست کھا کر اور مرعوب ہو کر واپس پلٹ آئے ،دوسرے دن عمر کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ بھی پہلے سردار کی طرح واپس آگئے اور کچھ نہ کر سکے اور قلعہ کا دروازہ یوں ہی بند رہا اور کوئی بھی اس تک نہ پہنچ سکا ۔جب لشکر قلعہ کا دروازہ نہ کھول سکا اور دونوں سرداروں کی سرداری کچھ کام نہ آسکی تو نبی نے اعلان فرمایاکہ اب میں اس کو سردار بناؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت فرمائے گا چناچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں کل علم اس کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہوں گے اور وہ اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نہ دیدے[1] ۔

لشکر انتہائی بے چینی کے عالم میں ایسے سردار کو علم دئے جانے سے آگاہ ہوا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت کرے،اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عہدہ پرامامؑ فائز ہوں گے،اس لئے کہ آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے،جب صبح نمودار ہوئی تو نبیؐ نے علیؑ کو بلایا جب آپ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی آنکھوں میں آشوب تھا آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں اور آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: ''خُذْ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکَ ۔ ''یہ علم لیجئے یہاں تک کہ خدا آپ کو فتح عنایت کرے گا ۔شاعر موہوب یزدی نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے: وَلَہُ یَوْمَ خَیْبَرَ فَتَکَاتُ کَبُرَتْ مَنْظَراً عَلیٰ مَنْ رَآھَایَوْمَ قَالَ

[1] حلیۃ الاولیاء، جلد ۱،صفحہ ۶۲،صفوۃ الصفوۃ ،جلد ۱،صفحہ ۱۶۳،مسند احمد،حدیث نمبر ۷۷۸۔

النَّبِیُ اِنِّیْ لَاُعطِ یرَایَتِیْ لَیْثَهَاوَحَامِي حِمَاهَافَتَطَالَتُ اَعْنَاقُ کُلِّ فَرِیْقٍ لِیرَوْا اَیَّ مَاجِدٍیُعْطَاهَا فَدَعَا اَیْنَ وَارِثُ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ مُجِیْرُ الْاَیَّامِ مِن بَأسَاهَا؟اَیْنَ ذُوْالنَّجدَةِ الَّذِيْ لَوْ دَعَتْهُ فِيْ الثُّرَیَّامَرُوْعَةٌ لَبَّاهَافَأَتَاهُ الْوَصِيُّ اَرْمَدَ عَیْنٍ فَسَقَاهُ مِن رِیْقِهٖ فَشَفَاهَاوَمَضیٰ یَطْلُبُ الصُّفُوْفَ فَوَلَّتْ عَنْهُ عِلْماً بِأَنَّهُ أَمْضَاهَا[1]''خیبر میں آپؑ نے ایسے حملے کئے جو ششدر کرنے والے تھے ۔

جس دن نبیؐ نے فرمایاکہ میں پرچم بہادر اور محافظ شخص کو دوں گا ۔اسی لئے ہر فریق یہ دیکھنے کا منتظر تھا کہ پرچم کس کو ملے گا ۔اُن ہی لمحات میں نبیؐ نے آواز دی کہ علم و حلم کا وارث اور ایام کی قسمت پھیرنے والا کہاں ہے ؟وہ مدد گار کہاں ہے جس کو اگر کوئی ثریا میں مدد کے لئے پکارے تو وہ لبیک کہہ دے گا ۔اس وقت علیؑ آپؐ کے پاس اس عالم میںآئے کہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپؐ نے اپنے لعاب دہن کے ذریعہ اُن کو شفا بخشی ۔اس وقت علیؑ نے کفار کی صفوں پر حملہ کیایہ دیکھ کر کفار پیٹھ پھرا کر بھاگ گئے چونکہ وہ جانتے تھے کہ علیؑ انھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے ''۔

اسلام کے بہادر نے بڑی طاقت عزم و ہمت و ثبات قد می کے ساتھ علم لیااور رسول ؐاللہ سے عرض کیا : ''اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوامِثْلَنَا؟''کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں ''رسول ؐاللہ نے فرمایا: ''اُنفُذْ عَلیٰ رَسْلِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ،ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلیٰ الْاِسْلَامِ ،وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ اِلَیْهِمْ مِن حَقِّ اللّٰهِ ،فَوَاللّٰهِ لَاَن یَهْدِيَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاًوَاحِداً خَیْرٌ لَکَ مِن أَن یَکُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ[2]''۔ ''اپنا پیغام لے کر جاؤیہاں تک کہ ان کے علاقہ میں پہنچ جاؤ،ان کو اسلام کی دعوت دو اوران کو خدا کے اس حق سے آگاہ کرو جو اُن کے ذمہ واجب ہے ،کیونکہ خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعہ خدا ایک انسان کی ہدایت کر دے وہ تمہارے لئے سُرخ چو پایوں سے بہتر ہے ''۔آج لشکر کا سردار بڑے ہی اطمینان کے ساتھ بغیر کسی رعب و خوف کے تیزی سے چلا ،جبکہ اس کے ہاتھوں میں فتح کا پرچم لہرا رہا تھااُس نے باب خیبر فتح کیااور اس کو اپنی ڈھال بنالیا جس کے ذریعہ اس نے

[1] شرح الارزیۃ، صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲۔
[2] صفوۃ الصفوۃ ،جلد ۱،صفحہ ۱۶۴۔صحیح البخاری ،جلد ۷،صفحہ ۱۲۱۔

یہودیوں سے اپنا بچاؤ کیا[1]۔ خوف کی وجہ سے یہودیوں کے کلیجے منہ کو آگئے وہ بہت زیادہ سہم گئے،کہ یہ کون بہادر ہے جس نے قلعہ کے اس دروازہ کو کھول کر اپنی ڈھال بنالیا ہے جسے چالیس آدمی کھولتے تھے[2] یہ بڑے تعجب کی بات ہے ۔امام کا مرحب سے مقابلہ یہودیوں کے بہادر مرحب نے اپنا مبارز طلب کیا جس کے سر پر یمنی خود تھا جس میں ایک پتھر نے سوراخ کردیا تھا اور اُس نے یہ خود اپنے سر پر رکھ لیا تھااوریہ رجز پڑھ رہا تھا: قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ أَنِي مَرْحَبُ شَاکِی السّلاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌاِذَا اللّیُثُ أَقْبَلَتْ تَلَھَّبُ'' خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے لیس ہوں بہادر ہوں تجربہ کار رہوں میرے سامنے اچھے اچھے بہادر کانپتے ہیں''۔

اسلام کے حامی علیؑ نے اس کا استقبال کیا،حالانکہ آپ سرخ جبۃ زیب تن کئے ہوئے تھے اور آپؑ نے یوں رجز پڑھا '':انا الذی سَمَّتْنِ اُمّیْ حَیْدَرَہْ ضِرْغَامُ آجَامٍ وَلَیْثُ قَسْوَرَہْ[3]عَبْلُ الذِّرَاعَیْنِ شَدِیدُ قَسْوَرَہْ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ المَنْظَرِہْاَضْرِبُ بِالسَّیْفِ رِقَابَ الْکَفَرَہ أَکِیْلُھُمْ بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَہ[4]'' ''میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں شیر بیشہ ہوں اور اچانک حملہ کرنے والا ہوں ۔طاقتور ہوں،شیرِ جنگل کی مانند ہوں جو دیکھنے میں بُرے معلوم ہوتے ہیں ۔میں ذوالفقار کے ذریعہ کفار کو تہہ تیغ کرتا ہوں میں کفار میں سخت خونریزی پھیلاتا ہوں'' راویوں کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ شعر امامؑ[5] کا ہے اور یہ شعر امامؑ کی کفار اور مارقین کے مقابلہ میں شجاعت اور ثبات قدمی کی ترجمانی کر رہا ہے ۔امامؑ نے آگے بڑھ کر شجاعت و بہادری کے ساتھ مرحب پر حملہ کیا اور ایسی تلوار لگائی جو اس کا خود کاٹ کر اس کے سر میں در آئی اور وہ زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا ،پھر آپؑ نے اس کے جسم کو

---

[1] حیاۃ الامام امیر المومنینؑ ، جلد۲،صفحہ ۳۰۔
[2] تاریخ بغداد ،جلد ۱،صفحہ ۳۲۴۔میزان الاعتدال، جلد ۲،صفحہ ۲۱۸۔کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۳۶۸۔اورریاض النضرہ ،جلد ۲ ،صفحہ ۱۸۸میں آیا ہے کہ دروازہ کو ستر آدمیوں نے بڑی ہمت سے اس کی اصلی جگہ پر پہنچا یا۔
[3] آجام اجمّہ کی جمع ہے اور ان گھنی پتوں اور شاخوں دارجھاڑیوں کو کہا جا تا ہے جن کے پیچھے شیر بیٹھ کر اپنے شکار کی تلاش میں رہتا ہے ، یہاں پر امامؑ کی طاقت و قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آپ نے اجمہ واحد کی ہی حمایت نہیں کی بلکہ آجام کی مدد کی ہے ۔ قسورہ رات کے پہلے حصہ کو کہا جاتا ہے اور یہ شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ، قسورہ قسر سے مشتق ہے کیونکہ شیر اپنا شکار بہت زبر دست طریقہ سے حاصل کرتا ہے ۔
[4] کہا گیا ہے کہ یہ ایک پیمانہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ بہت وسیع طریقہ سے جنگ کرونگااور اس کے علاوہ معنی بیان کئے گئے ہیں ۔
[5] خزانۃ الادب، جلد ۶،صفحہ ۵۶۔

وحشی و جنگلی جانوروں اور پرندوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیا ،اس طرح خداوند عالم نے اسلام کی قاطعانہ مدد کی، خیبر کا قلعہ فتح ہوگیا ،اللہ نے یہودیوں کو ذلیل و رسوا کیا ،اور امامؑ نے ان کو ایسا درس دیا جس کو وہ رہتی دنیا تک یاد رکھیں گے[1] ۔

۵۔فتح مکہ

اللہ نے اپنے بندے اور رسولؐ کو فتح مبین عطا کی ،اور دشمن طاقتوں کو ذلیل کیا ،اور رسول اسلامؐ کی مخالف طاقتوں کو گھاٹا اٹھانا پڑا ،جزیرۃ العرب کے اکثر علاقوں میں اسلامی حکومت پھیل گئی ،توحید کا پرچم بلند ہوا ،نبی نے یہ مشاہدہ کیا کہ جب تک مکہ فتح نہ ہوآپ کو مکمل فتح نصیب نہ ہوگی، مکہ جو شرک و الحاد کا گڑھ تھااور جب نبیؐ مکہ میں تھے تو مکہ والوں نے آپؐ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تھااور نبی اکرم ﷺ دس ہزار یا اس سے زیادہ ہتھیاروں سے لیس سپاہیوں کے ساتھ راہیٔ مکہ ہوئے جبکہ آپؐ کی روانگی کا علم کسی کو نہیں تھا ،اس وقت آپ کے لشکر والوں کو اس بات کا خوف نہیں تھا کہ قریش آپؐ کے خلاف مقابلہ کے لئے آمادہ ہوجا ئیں گے جس کے نتیجہ میں محترم شہر میں خون بہے گا ،آپؐ نے اپنی آمادگی کو چھپائے رکھاتاکہ مکہ والوں کو یکایک اپنی عسکری طاقت سے مرعوب کریں ۔

اسلام کا لشکر بہت تیزی کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ان کو شہر مکہ نظر آنے لگا اور مکہ والوں کو اس کی خبر بھی نہیں تھی، نبیؐ نے اپنے لشکر کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کیں ،جب گُھپ اندھیرا ہوگیا تو لکڑیوں میں آگ لگانے کا حکم دیا ،آگ کے شعلے اتنے بلند تھے جو مکہ سے دکھا ئی دے رہے تھے ابو سفیان نالہ و فریاد کرنے لگا اور اس نے خوف کے مارے اپنے ایک طرف بیٹھے ہوئے بدیل بن ورقاء سے کہا :میں نے رات کے وقت کبھی ایسی آگ نہیں دیکھی ۔بدیل نے کہا :خدا کی قسم یہ قبیلۂ خزاعہ ہے جوجنگ کی آگ بھڑکارہا ہے ۔ابو سفیان نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا :قبیلہ خزاعہ میں اتنے لشکر اور نیزے نہ ہوتے ابوسفیان پر خوف طاری ہوگیا ،عباس اس کے پاس آئے گویا ان کو مکہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آنے والے اسلامی

---

[1] حیاۃ الامام امیر المومنین ؑ، جلد ۲،صفحہ ۳۰۔

لشکروں کا علم تھا ،عباس نے ابوسفیان سے رات کی تاریکی میں کہا :اے ابو حنظلہ ۔ابو سفیان نے ان کو پہچان لیا اور کہا :کیا یہ ابو الفضل ہے ؟ہاں ۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ۔اے ابو سفیان تجھ پر وائے ہو ،یہ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درخشندہ ستارے ہیں ۔ابو سفیان کا خون جم گیا وہ اپنے اور اپنی قوم کے متعلق خوف کھانے لگا ،اس نے حیران و پریشان ہوتے ہوئے کہا :میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں اب کیا تدبیر کروں ؟

جناب عباس نے یہ کہتے ہوئے اس کی ایسے راستہ کی طرف ہدایت کی جس سے اس کا خون محفوظ رہے :خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ تجھ پر فتح پا گئے تو وہ تیری گردن اڑادیں گے ،لہٰذا تم اس گدھے پر سوار ہو کر رسولؐ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی پناہ مانگو ۔ وہ بہت ہی مضطرب و پریشان تھا اس نے پوری رات جاگ کر بسر کی ،وہ نہیں جانتا تھا کہ عنقریب اس پر کیا گذرنے والی ہے ،اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت مظالم ڈھائے تھے ۔جب وہ نبی کے سامنے پہنچا تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا : ’’کیا ابھی اس بات کا وقت نہیں آیاکہ تجھ کو معلوم ہوجائے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے ؟‘‘ ۔پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی طرف سے ڈھائی جانے والی طرح طرح کی مشکلات کی طرف توجہ نہیں کی اور اُن کی پردہ پوشی کی تاکہ اسلام کی اصلی روح کی نشر و اشاعت کر سکیں جس میں دشمنوں سے انتقام کی بات نہیں ہوتی ہے ۔ابو سفیان نبیؐ کے سامنے گڑگڑانے لگا اور آپؐ سے یوں معافی مانگنے لگا : ’’میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپؐ کتنے بردبار ،کریم اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں خدا کی قسم میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اگر کوئی اور خدا ہوتاتو میں اس سے بے نیاز ہوتا ‘‘ ۔

نبی اسلام ﷺ نے مہربانی سے یوں فرمایا : اے ابو سفیان تجھ پر وائے ہو ،کیا میں نے تیرے لئے یہ بیان نہیں کیا کہ تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟‘‘ ۔ابوسفیان اپنے دل میں مخفی کفر و شرک و الحاد کو نہ چھپا سکا اور اس نے کہا :میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں ،آپ کتنے حلیم ،کریم اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں میرے دل میں اب بھی شرک کا شائبہ موجود ہے ۔جناب عباس نے ایمان نہ لانے کی صورت میں اس کو درپیش خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے :تجھ پر وائے ہو مسلمان ہوجا !اس سے

پہلے کہ تیری گردن اڑا ئی جائے کہہ دے: اشہد ان لا الٰہ الاّاللہ واَن محمداًرسول اللہ ۔ خبیث کبھی بھی پلیدگی و گندگی سے پاک نہیں ہوسکتا ،لہٰذا اس نے بڑی کراہت کے ساتھ زبان سے اسلام کا اعلان کیا لیکن اس کے دل میں کفر و نفاق اسی طرح موجیں مارتا رہا ۔ نبیؐ نے اپنے چچا عباس سے ابو سفیان کو ایک تنگ وادی میں قید کرنے کے لئے کہا تاکہ اس کے پاس سے لشکر اسلام گذرے جس کو دیکھ کر قریش ڈرجائیں جناب عباس اس کو لیکر ایک تنگ وادی میں گئے اور اس کے پاس سے ہتھیاروں سے لیس لشکراسلام گذراتو جناب عباس نے اس سے سوال کیا :یہ کون ہے ؟

سلیم ۔ میرے اور سلیم کے مابین کیا ہے ؟اس کے پاس سے لشکر کی دوسری ٹکڑی گذری تو اس نے عباس سے کہا :یہ کون ہے ؟ مزینہ ۔ میرے اور مزینہ کے ما بین کیا ہے ؟اس کے بعد اس کے پاس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاہرے جھنڈوں والا گروہ گذرا جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے بڑے اصحاب اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے،ابو سفیان مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس نے سوال کیا کہ :یہ کس کا گروہ ہے ؟یہ مہاجرین اور انصار کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔آپؐ کے بھتیجے کا ملک بڑا ہو گیا اور ان کی حکومت وسیع ہو گئی ۔جناب عباس نے کہا :اے ابو سفیان ،یہ نبوت ہے ۔ابو سفیان نے اپنا سر اٹھاتے ہوئے مذاقیہ لہجہ میں کہا :ہاں تبھی تو ۔یہ جاہل شخص ایمان لانے والا نہیں تھا،وہ اس کو بادشاہت و سلطنت سمجھ رہا تھا ،پھر عباس نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ جلدی سے مکہ واپس پلٹ گیا اور اس نے یہ کہا :اے معشر قریش یہ جو کچھ تمہارے پاس لیکر آئیں اس کو قبول نہ کرنا ،اور جو بھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں رہے گا ۔

قریش نے اس سے کہا :ہمیں تمہارے دروازے کی ضرورت نہیں ہے ۔جو اس کا ذروازہ بند کرے گا وہ امان میں ہے اور جو مسجد میں داخل ہوگا وہ بھی امان میں رہے گا ۔قریش کو کچھ سکون ہوا تو انھوں نے جلدی سے ابو سفیان کے گھر اور مسجد کا گھیرا ڈال دیا ۔ہند ابوسفیان کے پاس بڑے رنج و غم سے بھرے دل کے ساتھ گئی وہ چیخ چیخ کر ابو سفیان کے خلاف قوم کو ابھار رہی تھی کہ اس خبیث و پلید کو قتل کردو ۔ابو سفیان اُن کو ایسی غلطی کرنے سے روک رہا تھا اور ان سے تسلیم ہونے کو کہہ رہاتھا ،نبیؐ اپنے اسلامی

لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے جس کے ذریعہ اللہ نے قریش کو ذلیل کیا ،کمزور مسلمانوں کو خوشبخت کیا ،نبیؐ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے ،آپؐ نے ان بتوں کا صفایا کیا جن کی قریش پرستش کیا کرتے تھے ،نبیؐ نے ھُبل کی آنکھ پر کمان مارتے ہوئے فرمایا : ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا '' ''حق آیا باطل مٹ گیا بیشک باطل کو تو مٹنا ہی تھا ''اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے کندھوں پر چڑھ کر بتوں کو توڑدیں ،اور بیت اللہ الحرام کو پاک کریں آپؑ اُن بتوں کو اٹھا اٹھا کر نیچے پھینکتے جا رہے تھے ،یہاں تک کہ آپؑ نے سب کا صفایا کر دیا ،یوں اسلام کے بہادر کے ہاتھوں بتوں کا صفایا ہوا ،جس طرح آپؐ کے جد خلیل نے بتوں کو تہس نہس کیا تھا ۔

حجۃالوداع

جب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضیرۃ القدس ''جنت '' میں منتقل ہونے کا یقین ہو گیا توآپؐ نے بیت اللہ الحرام کا حج اور امت کے لئے ایک سیدھے راستہ کا معین کرنا لازم سمجھا ،آپؐ ۱۰ھ میں آخری حج کرنے کی غرض سے نکلے اور آپؐ نے امت کے لئے اپنے اس دنیا سے آخرت کی طرف عنقریب کوچ کرنے کے سلسلہ میں یوں اعلان فرمایا : ''إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لاأَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا بِهٰذَا الْمَوْقِفِ أَبَداً ۔ '' ''مجھے نہیں معلوم کہ میں اس سال کے بعد اس جگہ تمھیں دیکھ سکوں گا '' ۔حجاج خوف و گھبراہٹ کے ساتھ چل پڑے وہ بڑے ہی رنجیدہ تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں ،نبیؐ نے ان کے لئے ہدایت کا ایسا راستہ معین فرمادیا تھا جس سے وہ فتنوں سے دور رہیں اور یہ فرماکر ان کی اچھی زندگی گذرنے کی ضمانت لے رہے تھے : ''ایها النَّاسُ، إِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ، كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ ۔ ''اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ،کتاب خدا اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ہیں ۔ کتاب اللہ سے متمسک رہنا ،اس میں بیان شدہ احکام پر عمل کرنا اور اہل بیت نبوت سے محبت دوستی کرنا کہ اسی میں امت کی گمراہی سے نجات ہے حج کے اعمال تمام کرنے کے بعد نبیؐ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میںآپؐ نے اسلامی تعلیمات اوراس کے احکام بیان فرمائے اورآخرمیں فرمایا : ''لاترجعوا بعدی کفاراً مُضَلِّلِيْنَ

يَمْلِکُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اِنِي خَلَفْتُ فِيْكُمْ مَا اِن تَمَسَّكْتُمْ بِہ لَن تَضِلُّوا: كِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ أَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟''۔ ''میرے بعد کافر نہ ہو جانا ،لوگوں کو گمراہ نہ کرنا ،ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا ،میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اُن سے متمسک رہوگے تو ہر گز گمراہ نہ ہوگے :اللہ کی کتاب اور میری عترت ،میرے اہل بیتؑ ہیں ،آگاہ ہو جاؤ کیا میں نے (احکام الٰہی) پہنچا دیا؟''سب نے ایک ساتھ مل کر بلند آواز میں کہا : ہاں ۔آنحضرتؐ نے فرمایا : ''اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ۔اِنَّکُمْ مَسْؤُلُوْنَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ[1]''۔ ''خدایا !گواہ رہنا ۔۔تم حاضرین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس پیغام کو غائبین تک پہنچا دیں ''۔ہم اس خطبہ کا کچھ حصہ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ میں ذکر چکے ہیں ۔

غدیر خم

حج کے ارکان بجالانے کے بعد نبیؐ اور آپؐ کے ساتھ حج کے قافلے مدینہ کی طرف واپس آرہے تھے ،جب غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو جبرئیل اللہ کے حکم سے نازل ہوئے کہ آپؐ اپنے قافلہ کو اسی مقام پر روک کر حضرت علیؑ کو اپنے بعد اس امت کا خلیفہ اور امام بنا دیجئے اور اس کے انجام دینے میں بالکل تاخیر نہ فرمائیں چنانچہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :(يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[2]۔)''اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچا دیں جوآپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے،اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کےپیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کو بہت اہمیت دی اور پختہ ارادہ کے ساتھ اُس پر عمل کا فیصلہ کیا آنحضرتؐ نے اپنے قافلہ کو اسی گرمی کی شدت سے مرجھائے ہوئے درختوں کے نیچے روک دیا اور دوسرے قافلوں کو بھی وہاں ٹھہر کر اپنے خطبہ سننے کی تلقین فرمائی،آپؐ نے نماز ادا کرنے کے بعد اونٹوں کی کجاووں سے منبر بنانے کا حکم دیا جب منبر بن کر تیار ہوگیا توآپؐ نے منبر پر جا کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اعلان فرمایا کہ جس نے اسلام کی راہ میں مشکلیں برداشت کیں اور اس راستہ میں ان کے گمراہ ہونے کا

---

[1] حیاۃ الامام الحسینؑ جلد ۱،صفحہ ۱۹۵۔منقول از تاریخ یعقوبی، جلد ۲،صفحہ ۹۰۔
[2] سورۂ مائدہ ،آیت۶۷۔

خطرہ تھا میں نے ان کو اس خطرے سے نجات دلائی ،پھر اُن سے یہ فرمایا : میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیسا برتاؤ کروگے ؟'' ۔ قوم میں سے ایک شخص نے پوچھا :یا رسول اللہ ﷺ ثقلین کیا ہے ؟ ''ثقل اکبر :اللہ کی کتاب ہے جس کا ایک سرا اللہ عز و جل کے قبضۂ قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اس سے متمسک رہنا تو گمراہ نہیں ہوگے اور دوسری چیز ثقل اصغر :میری عترت ہے ،اور لطیف و خبیر خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں ،میں نے اپنے پروردگار سے اس سلسلہ میں دعا کی ہے اور ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ہی اُن کے بارے میں کوتاہی کرنا کہ اس کا نتیجہ بھی ہلاکت ہے ۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے وصی اور اپنے شہر علم کے دروازے امام امیر المومنینؑ کی مسلمانوں پر ولایت واجب قرار دی ،اُن کو اس امت کی ہدایت کے لئے معین کرتے ہوئے فرمایا : اے لوگو! مومنین کے نفسوں پر تصرف کے سلسلہ میں خود اُن سے اولیٰ کون ہے ؟سب نے ایک ساتھ کہا :اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :بیشک اللہ میرا مولا ہے ،میں مومنین کا مولا ہوں ،میں اُن کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ و بہتر ہوں پس جس جس کا میں مولا ہو یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں ۔آپؐ نے اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی ،پھر مزید فرمایا '' :اللّٰھم وَال من والاہ،وعادمن عاداہ،واحبَّ مَن احبّہ،وابغض من ابغضہ،وَانصر من نصرہ، واخذُلْ مَن خذلہ واذُرِا لحقّ مَعَہُ حیثُ دارَ،ألا فلیبلغِ الشاھدُ الغَاءِب۔ ''اے خدا!جو اسے دوست رکھے تو سے دوست رکھ ،جو اس سے دشمنی رکھے تو اسے دشمن رکھ ،جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر ،جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ ،جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر ، جو اس کو رسوا کرے تو اس کو رسوا و ذلیل کر ،پالنے والے !حق کو اس طرف موڑدے جدھر یہ جائیں آگاہ ہوجاؤ حاضرین غائبین تک یہ پیغام پہنچا دیں '' ۔خطبہ کا اختتام اس امت کے لئے عام مرجعیت اور اپنے بعد مسلمانوں کے امور انجام دینے کے لئے رہبر و رہنما معین فرمانے پر ہوا ۔تمام مسلمانوں نے قبول کیا ،امامؑ کی بیعت کی

اورتمام مسلمانوں نے مبارکباد پیش کی،نبیؐ نے امہات المومنین کو بھی بیعت کرنے کا حکم دیا[1]۔عمر بن خطاب نے آگے بڑھ کر امامؑ کو مبارکباد دی، مصافحہ کیا اور اپنا یہ مشہور مقولہ کہا :مبارک ہو اے علی بن ابی طالبؑ آج آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے ہیں[2]۔حسان بن ثابت نے یہ اشعار پڑھے ''یُنادِیھِمُ یَومَ الغدیرِ نَبِیُّھُمُ بِخُمٍّ وَاَسْمِعْ بالرَّسُولِ مُنادِیاًفقال فَمَن مَولاکُمُ و نَبِیُّکُمُ فقالُوا وَلَمْ یُبْدُوا ھُناکَ التَعامِیاَاِلٰھُکَ مَوْ لانا وَأَنْتَ نَبِیُّنَاوَلَمْ تَلْقَ مِنَّا فِی الْوِلاَیَۃِ عاصِیافقال لہ قُم یا عليّ فاِنَّنِي رَضِیْتُکَ مِن بَعْدِيْ اِماماً وھادیا فَمَن کُنْتُ مَولاہُ فَھٰذا ولیُہٗ فکونوا لہٗ أَتْبَاعَ صِدْقٍ مَوالیاھُناکَ دعا اللّٰھمَّ وال ولیَہٗ وکُن للذي عادَي علیّاً مُعا دیا[3]''غدیر کے دن اُن کو اُن کا نبی میدان خم میں پکار رہا تھا ۔

نبیؐ نے فرمایا اے لوگو!تمہارا مو لا و نبی کون ہے ؟لوگوں نے بیساختہ کہا ۔آپؐ کا خدا ہمارا مو لا ہے اور آپؐ ہمارے نبی ہیں ،اور آپؐ ہم سے کسی مخالفت کا مشاہدہ نہیں کریں گے۔اس وقت حضور نے مو لائے کا ئنات سے فرمایا :اے علیؑ کھڑے ہوجاؤ یونکہ میں نے تم کو اپنے بعد کے لئے امام اور ہادی منتخب کر لیا ہے۔ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مو لا ہیں تو اُس کے سچے پیرو کار اوردوست دارہوجاؤ۔اُس وقت آپؐ نے دعا فرما ئی: خدا یا علیؑ کے دوستدار کو دوست رکھ اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ ''علامہ علا ئلی کے بقول بیشک غدیر خم میں امام کی بیعت کرنا رسالتِ اسلام کا جزءہے جس نے اس کا انکار کیااس نے اسلام کا انکار کیا ۔ابدی غم جب نبی اپنے پروردگار کی رسالت اور امیر المو منینؑ کو اس امت کا رہبر و مرجع معین فرما چکے تو روز بروز آپ کمزور ہوتے گئے ،آپؐ کو شدید بخار ہوگیا،آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے جب آپؐ کی ازواج نے اپنے ہاتھ سے نبیؐ کے ہاتھ کو دیکھااسوقت بخار کی حرارت کااحساس ہوا[4]،جب مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی عیادت کی توآپؐ نے ان کو اپنی موت کی خبر دی،اور ان کویوں دائمی وصیت فرما ئی : ''ایھا النا س یوشک أن اقبض قبضاً سریعاً فینطلق بي وقدمت الیکم القول مَعْذِرَۃً اِلَیْکُمْ،اَلااِنِّيْ

---

[1] الغدیر، جلد ۲،صفحہ ۳۴۔
[2] مسند احمد، جلد ۴،صفحہ ۲۸۱۔
[3] الغدیر، جلد ۱،صفحہ ۲۷۱۔
[4] البدایہ والنہایہ، جلد ۵،صفحہ ۲۶۔

مُخَلِّفٌ فِيكُم كِتابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ ۔ ''اے لوگو ! عنقریب میں داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہوں ۔آگاہ ہوجاؤ میں تمہارے درمیان اللہ عز و جلّ کی کتاب اور اپنی عترت اپنے اہل بیت کو چھوڑے جا رہا ہوں '' ۔موت آپ سے قریب ہو تی جا رہی تھی،آپ کو واضح طور پر یہ معلوم تھا کہ آپؐ کے اصحاب کا ایک گروہ آپؐ کے اہل بیتؑ سے خلافت چھیننے کے سلسلہ میں جد و جہد کر رہا ہے، آپؐ نے ان سے شہر مدینہ کو خالی کرانے میں بہتری سمجھی،ان کو غزوۂ روم کیلئے بھیجنا چا ہا ،لشکر تیار کیا گیا ،جس کی ذمہ داری نوجوان اسامہ بن زید کو سونپی گئی ،بڑے اصحاب اس میں شامل ہونے سے کترانے لگے ،انھوں نے اپنے مشورہ کے تحت لشکر تیار کیا کیونکہ ان کا اُس لشکر سے ملحق ہونا دشوار تھا ،اس وقت رسول اللہ منبر پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا : ''نَفِذُوا جَيْشَ اُسامَۃَ ۔ ''، ''لَعَنَ اللّٰهُ مَن تَخَلَّفَ عَن جَيْشِ اُسامَۃَ '' ۔ ''اسامہ کے لشکر سے جا کر ملحق ہو جاؤ ''، ''جس نے اسامہ کے لشکر سے تخلف کیا اس پر خدا کی لعنت ہے '' ۔

نبیؐ کی اس طرح سخت انداز میں کی گئی ان نصیحتوں کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا ،اور انھوں نے نبی کے فرمان پر کان نہیں دھرے ، اس سلسلہ میں اہم بحثوں کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام الحسن '' میں بیان کر دیا ہے ۔

جمعرات، مصیبت کا دن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصی اور باب مدینۃ العلم کے لئے غدیر کے دن کی بیعت اور شوریٰ کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے یہ بہتر سمجھا اورآپؐ نے فرمایا : ''اِئْتُونِيْ بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ لَاَكْتُبَ لَكُمْ كِتَابًا لَن تَضِلُّوا بَعْدَهُ اَبَدًا ۔ '''' مجھے کاغذ اور قلم لا کر دو تاکہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ تحریر کردوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو '' ۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی نعمت تھی ،سرور کائنات اس طرح اپنی امت کو گمراہی سے بچنے کی ضمانت دے رہے تھے تاکہ امت ایک ہی راستہ پر چلے جس میں کسی طرح کا کوئی بھی موڑ نہ ہو، امت اسلامیہ کی ہدایت اور اصلاح کے لئے اس نوشتہ سے بہتر کو نسا نوشتہ ہو سکتا ہے ؟یہ نوشتہ علیؑ کے بارے میں آپ کی

وصیت اور اپنے بعد امت کے لئے ان کے امام ہونے کے سلسلہ میں تھا ۔بعض اصحاب نبیؐ کے مقصد سے با خبر تھے کہ نبی اس نوشتہ کے ذریعہ اپنے بعد علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا نا چا ہتے ہیں ،لہٰذا اس بات کی یہ کہکر تردید کر دی: ''حسبنا کتاب اللّٰہ ۔ ''ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ ''اس قول کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے والے اس کے کہنے والے کی انتہا تک پہنچ جا ئیں گے کیونکہ اس کو مکمل یقین ہو گیا کہ نبی اس نوشتہ کے ذریعہ اپنے بعد علیؑ کو خلیفہ بنانا چا ہتے ہیں اور اگر اس کو یہ احتمال بھی ہوتا کہ نبی سرحدوں یا کسی دینی شعائر کی حفاظت کے بارے میں وصیت کر نا چا ہتے ہیں تو اس میں یہ کہنے کی ہمت نہ ہو تی ۔

بہر حال حاضرین میں بحث و جدال ہونے لگا ایک گروہ کہہ رہا تھا کہ نبیؐ کے حکم کی تعمیل کی جا ئے اور دوسرا گروہ نبی اکرمؐ او رنوشتہ کے درمیان حائل ہونا چاہتا تھا ،کچھ امہات مو منین اور بعض عورتیں نبی کے آخری وقت میں آنحضرتؐ کے حکم کے سامنے اس طرح کی جرأت سے منع کر تے ہوئے کہہ رہی تھیں : کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں سن رہے ہو ؟ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو عملی جامہ نہیں پہناؤگے ؟اس جنگ و جدل کے بانی عمر نے عورتوں پر چیختے ہوئے کہا :اِنکن صویحبات یوسف اذا مرض عصرتن أعینکن،واذا صح رکبتن عنقہ ۔ ''تم یوسف کی سہیلیاں ہوجب وہ بیمار ہوجاتے ہیں تو تم رونے لگتی ہو اور جب وہ صحت مند ہوجاتے ہیں تو ان کی گردن پر سوار ہو جا تی ہو'' رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا : ''ان کو چھوڑ دو یہ تم سے بہتر ہیں '۔حاضرین کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا عنقریب تھا کہ نبی اپنے مقصد میں کا میاب ہوجائیں تو بعض حاضرین نبی کے اس فعل میں حا ئل ہو تے ہوئے کہنے لگے : ''نبیؐ کو ہذیان ہو گیا ہے[1]'' ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس سے بڑی اور کیا جرأت ہو سکتی ہے ،مرکز نبوت پر اس سے زیادہ اور کیا ظلم و ستم اور زیاد تی ہو سکتی ہے کہ نبی پر '' ہذیان ہو نے کی تہمت لگا ئی جائے ،جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے : (مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوَی ۔وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوَی ۔إِنْ ہُوَ إِلاَّ وَحْیٌ یُوحَی۔ عَلَّمَہُ شَدِیدُ

[1] یہ واقعہ تمام مو رخین نے دلیل کے ساتھ نقل کیا ہے ،بخاری نے اس واقعہ کو متعدد مر تبہ جلد ۴،صفحہ ۶۸، ۶۹۔جلد ۶ ،صفحہ ۸میں نقل کیا ہے لیکن اس کے قائل نام نہیں بیان کیا ۔نہایہ ابن اثیراور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،جلد ۳، صفحہ ۱۱۴ میں اور دوسرے راویوں نے اس واقعہ کو نقل کرنے والوں کے نام بیان کئے ہیں ۔

القُوی[1])۔ ''تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا،اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے ،اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے ،اسے نہایت طاقت والے نے تعلیم دی ہے ''۔ (معاذاللہ)نبی کو ہذیان ہوگیا ہے جن کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے : (إِنَّہُ لَقَوْلُ رَسُولٍ کَرِیمٍ ۔ ذِي قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَکِینٍ [2]) ''بیشک یہ ایک معزز فرشتے کا بیان ہے ،وہ صاحب قوت ہے اور صاحب عرش کی بارگاہ کا مکین ہے ''۔قارئین کرام! ہمیں اس واقعہ کو غور کے ساتھ دیکھنا چاہئے جذبات سے نہیں ،کیونکہ اس کا تعلق ہمارے دینی امور سے ہے ،اس سے ہمارے لئے حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اسلام کا مقابلہ کرنے والوں کے مکر پر دلیل قائم ہوتی ہے ۔

بہر حال ابن عباس امت کے نیکوکار افراد میں سے ہیں جب ان کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ ہواتو ان کا دل حزن و غم اور حسرت و یاس سے پگھل کر رہ گیا وہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر موتیوں کی طرح آنسو کے قطرے بہنے لگے اور وہ یہ کہتے جارہے تھے :جمعرات کا دن، جمعرات کے دن کیا ہوگیا ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے : ''اِئْتُونِي بِالْکَتِفِ وَالدَّوَاۃِ لَأَکْتُبَ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَہُ أَبَداً ۔ ''مجھے کاغذ اور قلم لاکر دو تاکہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ تحریر کردوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو'' مجمع نے جواب دیا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہذیان ہوگیا ہے ۔ (العیاذ باللہ[3]) سب سے زیادہ یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ اگر نبی،امام،کے حق میں کوئی نوشتہ تحریر فرمادیتے تو لکھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا،اس لئے انھوں نے نبی کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے ان پرہذیان کی تہمت لگا دی اور واضح طور پر نبی کی قداست کومجروح کر دیا ۔

---

[1] سورۂ نجم ،آیت ۲۔۵۔
[2] سورۂ تکویر ،آیت ۱۹۔۲۰۔
[3] مسند احمد، جلد ۱،صفحہ ۳۵۵۔

جنت کا سفر

اب رسول، لطف الٰہی سے آسمان کی طرف رحلت کرنے والے تھے ،جس نور سے دنیا منور تھی وہ جنت کی طرف منتقل ہونے جا رہا تھا ،ملک الموت آپؐ کی روح کو لینے کیلئے رسولؐ سے قریب ہو رہے تھے، لہٰذا آپؐ نے اپنے وصی اور اپنے شہر علم کے دروازے سے مخاطب ہو کر فرمایا '' : ضَعْ رَاسِیْ فِیْ حِجْرِکَ فَقَدْ جَاءَ اَمْرُاللّٰہِ،فَاِذَافَاضَتْ نَفْسِيْ فَتَنَاوَلْھَا،وَامْسَحْ بِھَا وَجْھَکَ،ثُمَّ وَجِّھْنِيْ اِلیٰ الْقِبْلَۃِ،وَتَوَلَّ اَمْرِيْ،وَصَلِّ عَلَیَّ اَوَّلَ النَّاسِ،وَلَاتُفَارِقْنِيْ حتی تُوَارِیَنِي فِيْ رَمْسِيْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ '' ۔ ''میرا سر اپنی آغوش میں رکھ لو ،اللہ کا امر آچکا ہے جب میری روح پرواز کر جائے تو مجھے رکھ دینا،اس سے اپنا چہرہ مس کرنا،پھر مجھے رو بقبلہ کر دینا،تم میرے ولی امر ہو ،تم مجھ پر سب سے پہلے صلوات بھیجنے والے ہو ،اور مجھے دفن کرنے تک مجھے نہ چھوڑنا اور اللہ سے مدد مانگو'' ۔امامؑ نے نبی کا سر مبارک اپنی گود میں رکھا ،آنحضرتؐ کا داہنا ہاتھ تحت الحنک سے ہٹا کر سیدھا کیا ،ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ آپ کی عظیم روح پرواز کر گئی اور امامؑ نے آنحضرتؐ کے چہرۂ اقدس پر اپنا ہاتھ پھیرا[1] ۔

زمین کانپ گئی،نو رعدالت خاموش ہوگیا ۔غم و اندوہ کی دنیا میں یہ کیسا یادگار دن تھا ایسا دن کبھی نہ آیا تھا ۔مسلمانوں کی عقلیں زائل ہوگئیں ،مدینہ کی بزرگ عورتوں نے اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رونا شروع کیا وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھیں،امہات المومنین نے اپنے سروں سے چادریں اُتار دیں،وہ اپنا سینہ پیٹ رہی تھیں اور انصار کی عورتیں چیخ چیخ کر اپنے حلق پھاڑے ڈال رہی تھیں[2] ۔سب سے زیادہ رنجیدہ و غمگین اہل بیتؑ اور آپؐ کی جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں،آپؑ اپنے پدر بزرگوار کے لاشہ پر رو رو کر یوں بین کر رہی تھیں'': وابتاہ '' !''اے پدر بزرگوار''۔ ''وانبیّ رحمتاہ ''۔ ''اے نبی رحمت ''۔ ''الآن لایاتي الوحي ''۔ ''اب جبرئیل وحی لے کر نہیں آئیں گے ''۔ ''الآن ینقطع عنّاجبرئیلُ ''۔ ''اب ہم سے جبرئیل کا رابطہ ختم ہو جا

---

[1] مناقب، جلد ۱،صفحہ ۲۹۔اس مطلب پر متعدد متواتر احا دیث دلالت کر تی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو ئی تو آپ ؐ کا سر اقدس علی ؑ کی آغوش میں تھا ملاحظہ کیجئے طبقات ابن سعدجلد ۲صفحہ ۵۱۔مجمع الزوائدجلد ۱صفحہ ۲۹۳۔کنز العمال، جلد ۴،صفحہ ۲۵۵۔ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۹۴۔ریاض النضرہ ،جلد ۲،صفحہ ۲۱۹۔

[2] انساب الاشراف ،جلد ۱،صفحہ ۵۷۴۔

ئیگا''۔ ''اَللّٰھُمَّ اَلحِقْ روحي بروحہ،وَاشفعني بالنظرالیٰ وجھہ،ولاَتحرِمْنِيْ اَجرَہُ وَشفاعتہ یَوْمَ القِیَامَۃِ[1]''۔ ''پروردگار میری روح کو میرے پدر بزرگوار سے ملحق کر دے ،اور میری میرے پدر بزرگوار کے چہرے پر نظر ڈالنے سے شفاعت کرنا ،اور مجھے قیامت کے دن اس کے اجر اور ان کی شفاعت سے محروم نہ کرنا ''۔آپ آنحضرتؐ کے جنازہ کے گرد گھوم رہی تھیں اور یوں خطاب کر رہی تھیں'':وَاَبَتَاہُ ! الیٰ جبرَءِیْلَ اَنْعَاہُ ''۔اے پدر بزرگوار ،جبرئیل نے آپؐ کی موت کی خبر دی ۔ ''وَاَبَتَاہُ ! جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاہُ ''۔اے پدر بزرگوار آپ کا ملجاء و ماوای جنت الفردوس ہے ۔ ''وَاَبَتَاہُ!أَجَابَ رَبّاً دَعَاہُ [2]''۔اے پدر بزرگوارآپؐ نے اپنے پرورگار کی آواز پر لبیک کہی۔اور حیرانی اور اس عالم میں کہ آپ مصیبت کی بنا پر حواس باختہ ہوگئی تھیں آپ کی ایسی حالت ہو گئی تھی لگتا تھا کہ آپ کے جسم سے روح مفارقت کرگئی ہو ۔

آنحضرتؐ کے جنازہ کی تجہیز

امامؑ اپنے چچا زاد بھائی کے جنازے کی تجہیز کر رہے تھے، حالانکہ آپؑ کی انکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا ،آپؑ آنحضرتؐ کے جسم اقدس کو غسل دیتے وقت کہتے جا رہے تھے: ''بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یارَسُوْلَ اللّٰہِ ،لَقَدْ اِنْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَالَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِالسَّمَاءِ خَصَّصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیاً عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَالنَّاسُ فِیْکَ سَوَاءً۔وَلَوْلاَ اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ،وَنَھَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّؤُنِ وَلَکَانَ الدَّاءُ مُمَاطِلاً،وَالْکَمَدُ مُحَالِفاً[3]'' ۔ ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں یا رسول اللہ آپ کی موت سے وہ تمام چیزیں منقطع ہوگئیں جو آپ کے علاوہ کسی نبی کی موت سے منقطع نہ ہوئیں، جیسے آسمانی خبریں،آپ اس طرح سمٹے کہ تمام لوگوں سے گو شہ نشین ہو گئے اور اس طرح پھیلے کہ لوگ آپ کی نظر میں یکساں ہو گئے،اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور نالہ و فریاد کرنے سے نہ روکا ہوتا تو روتے روتے ہماری آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ہوتے اور ہم بیمار ہوجاتے ''،غسل دینے کے بعد

---

[1] تاریخ خمیس، جلد ۲،صفحہ ۱۹۲۔
[2] سیر اعلام النبلاء، جلد ۲،صفحہ ۸۸۔سنن ابن ماجہ، جلد ۲،صفحہ ۲۸۷۔۲۸۸۔اس میں حماد بن زید سے روایت ہے کہ : میں نے راوی حدیث کی اس حدیث کو بیان کرتے وقت روتے اور اس کی حالت متغیر ہو تی دیکھی ۔
[3] نہج البلاغہ، جلد ۲،صفحہ ۲۵۵۔

آپؑ نے آنحضرتؐ کے جسم اطہر کو کفن پہنایا اور تابوت میں رکھا ۔ جسم اطہر پر نماز جنازہ سب سے پہلے اللہ نے عرش پر آنحضرتؐ کی نماز جنازہ پڑھی ،اس کے بعد جبرئیل ،پھر اسرافیل اور اس کے بعد ملائکہ نے گروہ گروہ آکر کے نماز جنازہ ادا کی ،جب مسلمان نبیؐ کے جنازہ پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے بڑھے تو امامؑ نے اُن سے فرمایا : ''لایَقُومُ عَلَیۡہِ اِمامُ مِنۡکُمۡ،ھُوَ اِمامُکُمۡ حَیّاً وَمَیِّتاً''، ''تم میں سے کوئی امامت کے لئے آگے نہ بڑھے اس لئے کہ آپ حیات اور ممات دونوں میں امام ہیں ''لہذا وہ لوگ ایک ایک گروہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے ،اور ان کا کوئی پیش امام نہیں تھا ، مخصوص طور پر مولائے کائنات حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہ لوگ صف بہ صف نماز پڑھ رہے تھے اور امام کے قول کو دُہراتے جا رہے تھے جس کی نص یہ ہے: ''اَلسَّلامُ عَلَیۡکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَشۡھَدُ اَنَّہُ قَدۡ بَلَّغَ مَااُنۡزِلَ اِلَیۡہِ،وَنَصَحَ لِاُمَّتِہِ،وَجَاھَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ حَتّیٰ اَعَزَّاللّٰہُ دِیۡنَہُ وَتَمَّتۡ کَلِمَتُہُ۔اَللّٰھُمَّ فَاجۡعَلۡنَا مِمَّنۡ یَتَّبِعُ مَااُنۡزِلَ اِلَیۡہِ،وَثَبِّتۡنَا بَعۡدَہُ،وَاجۡمَعۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَہُ''[1] ''سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبیؐ اور اس کی رحمت اور برکت ہو آپؐ پر ،۔بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا وہ آپؐ نے پہنچا دیا،امت کی خیر خواہی کی ،اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ نے آپؐ کے دین کو قوی اور مضبوط بنا دیا،اور اس کی بات مکمل ہو گئی ،اے خدا ہم کو ان لوگوں میں سے قرار دیا جن پر تو نے نازل کیا اور انھوں نے اس کی اتباع کی،ہم کو بعد میں اس پر ثابت قدم رکھ،اور ہم کو ان کو آخرت میں ایک جگہ جمع کرنا ''

نماز گذار کہہ رہے تھے :آمین[2]۔ مسلمان نبی اکرمؐ کے جنازے کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کو وداع کرتے جارہے تھے ، جو آنحضرتؐ سے قریب تھے اُن پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے کیونکہ ان کو نجات دلانے والا اور ان کا معلم دنیا سے اٹھ چکا تھا ،جس نے ان کیلئے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ منظم شہری نظام کی بنیاد رکھی،اب وہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا ۔جسم مطہر کی آخری پناہ گاہ جب مسلمان اپنے نبی کے جسم اقدس پر نماز پڑھ چکے تو امامؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قبر کھودی ،اور قبر کھودنے کے بعد جسم اطہر کو قبر میں رکھا تو اُن کی طاقت جواب دے گئی،آپؑ قبر کے اندر کھڑے ہوئے قبر کی مٹی کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے

[1] حلیۃ الاولیاء، جلد ۴، صفحہ ۷۷۔

[2] کنزالعمال، جلد۴ ،صفحہ ۵۴۔

ہوئے فرمایا :''اِنَ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّاعَنْکَ،وَاِن الْجَزَعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّاعَلَیْکَ،وَاِن الْمُصَاب بِکَ لَجَلِیْلٌ،وَاِنَّہٗ قَبْلَکَ وَبَعْدَکَ لَجَلَلٌ''[1]۔

''آپ کے علاوہ سب پر صبر کرنا جمیل ہے ،آپ کے علاوہ پر آہ و نالہ کرنا درست نہیں ہے ،آپ پر مصاب ہونا جلالت و بزرگی ہے اور بیشک اس میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد بزرگی ہے''۔اس یادگار دن میں عدالت کے پرچم لپیٹ دئے گئے ،ارکان حق کانپ گئے ،اور کائنات کو نورانی کرنے والا نور ختم ہوگیا ،وہ نور ختم ہوگیا جس نے انسانی حیات کی روش کواس تاریک واقعیت سے جس میں نور کی کوئی کرن نہیں تھی ایسی با امن حیات میں بدل دیاجو تمدن اور انصاف سے لہلہا رہی تھی اس میں مظلوموں کی آہیں اور محروموں کی کراہیں مٹ رہی تھیں ،خدا کی نیکیاں بندوں پر تقسیم ہو رہی تھیں جن نیکیوں کا کوئی شخص اپنے لئے ذخیرہ نہیں کر سکتا ۔

سقیفہ کا اجلاس

دنیائے اسلام میں مسلمانوں کا کبھی اتنا سخت امتحان نہیں لیا گیا جتنا سخت امتحان سقیفہ کے ذریعہ لیا گیا ،وہ سقیفہ جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنوں کی آگ بھڑک اٹھی ،اور ان کے درمیان قتل و غارت کا دروازہ کھل گیا ۔انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن سقیفہ بنی ساعدہ میں میٹنگ کی جس میں انھوں نے اوس اور خزرج کے قبیلوں کو شریک کرکے یہ طے کیا کہ خلافت ان کے درمیان سے نہیں جانی چاہئے ،مدینہ والوں کو مہاجرین کا اتباع کرتے ہوئے علیؑ کی بیعت نہیں کرنا چاہئے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ بنایا تھا اور غدیر خم کے میدان میں علی الاعلان ان کو خلیفہ معین فرمایا تھا ،انھوں نے ایک ہی گھر میں نبوت و خلافت کے جمع ہونے کا انکار کیا ،جیسا کہ بعض بزرگان نبی کے علیؑ کے حق میں نوشتہ لکھنے کے درمیان حائل ہوئے ،اور انھوں نے نبی کے فرمان کو نافذ کرنے کے بجائے اس کو ترک کردیا ۔بہر حال رسولؐ کے لشکر میں انصار طاقت و قوت کے اعتبار سے اصل ستون سمجھے جاتے تھے لیکن رسولؐ کی رحلت کی وجہ سے قریش کے گھروں میں رنج و غم اور ماتمی لباس عام ہو چکا تھا لہٰذا جو افراد انصار سے بیحد

[1] نہج البلاغہ، صفحہ ۴۰۹۔

بغض و کینہ رکھتے تھے ،انھوں نے انصار کے ڈر کی وجہ سے اجلاس منعقد کرنے میں بہت ہی عجلت سے کام لیا ۔ حباب بن منذر کا کہنا ہے : ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ تمہارے بعد وہ لوگ ہم سے ملحق ہوجائیں جن کی اولاد آباء و اجداد اور اُن کے بھائیوں کو ہم نے قتل کیا ہے[1]'' ۔حباب کی دی ہوئی خبر محقق ہوئی چونکہ کم مدت والے خلفاء کی حکومت ختم نہیں ہوئی تھی کہ امویوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی ،امویوں نے اُن کو بہت زیادہ ذلیل و رسوا کیا ،معاویہ نے تو ظلم و ستم کرنے میں انتہاء کر دی ،جب اس کا بیٹا یزید تخت حکومت پر بیٹھا تو اُس نے اُن پر ظلم و ستم کئے اُن کی آبرو ریزی کی ،ان کو سخت ایذا و تکلیف پہنچا ئی ،اُس نے واقعہ حَرّہ میں جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اُن کے اموال ،خون اور آبروریزی کو مباح کر دیا تھا ۔

بہر حال کچھ انصار نے سعد کو خلافت کا حقدارقرار دیااور کچھ نے قبیلۂ اوس کے سردار خُضَیر بن اُسید کو خلافت کے لئے بہتر سمجھا ،اُنھوں نے اور قبیلۂ سعد یعنی خزرج سے سخت بغض و کینہ کی وجہ سے اُس کیلئے بیعت سے انکار کیا،ان دونوں کے ما بین بہت گہرے اور پرانے تعلقات تھے، عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی انصار کے ہم پیمان کو بہت جلد سقیفہ میں رو نما ہونے والے واقعہ سے اور ابوبکر و عمرکوآگاہ کیا تو یہ دونوں جزع و فزع کرتے ہوئے جلدی سے سقیفہ پہنچے ،وہ دونوں انصار پراس طرح دھاڑے کہ جو کچھ ان کے ہاتھوں میں تھا وہ زمیں بوس ہوگیا ،سعد کا رنگ اڑ گیا ،ابوبکر و انصار کے ما بین گفتگو ہونے کے بعد ابوبکر کے گروہ نے اٹھ کر ان (ابوبکر) کی بیعت کرلی،اس بیعت کے اصل ہیرو عمر تھے،انھوں نے یہ کھیل کھیلا،لوگوں کو اپنے ہم نشین کی بیعت کے لئے اُبھارا،ابوبکر اپنے گروہ کے ساتھ سقیفہ سے نکل کر مسجدِ رسول تک تکبیر و تہلیل کے سایہ میں پہنچے،اس بیعت میں خاندانِ رسالت ،اسی طرح بڑے بڑے صحابہ جیسے عمار بن یاسر،ابوذر اور مقداد کے ووٹ باطل قرار دئے گئے ۔ابوبکر کی بیعت کے متعلق امام کا ردّ عمل تمام مورخین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امامؑ،ابوبکر کی بیعت سے سخت ناراض تھے،کیونکہ آپؑ اس کے اس سے زیادہ سزاوار اور حقدار تھے،آپؑ کی رسول ﷺ سے وہی نسبت تھی جو موسیٰؑ کی ہارون سے تھی،آپؑ کی جد وجہد اور جہاد سے

[1] حیاۃ الامام الحسین ؑ، جلد ۱،صفحہ ۲۳۵۔

اسلام مستحکم ہوا ،آپ اسلام کے سلسلہ میں بڑے بڑے امتحانات سے گذرے ،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو اپنا بھا ئی کہہ کر پکارا اور مسلمانوں سے فرمایا : ''مَن کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ ''،لیکن انھوں نے بیعت کر نے سے منع کیا ،ابو بکر اور عمر نے آپؑ سے زبر دستی بیعت لی، عمر بن خطاب نے اپنے دوستوں کے ساتھ آپؑ کے گھر کا گھیرا ڈال دیا ،وہ آپؑ کو دھمکیاں دے رہے تھے اپنے ہاتھ میں آگ لئے ہوئے تھے بیت وحی کو جلانا چا ہتے تھے ، جگر گو شۂ رسول سیدۃ نساء العالمین نے بیت الشرف سے نکل کر فرمایا :اے عمر بن خطاب تم کس لئے آئے ہو ؟''انھوں نے لا پرواہی سے جواب میں کہا : میں جو کچھ لیکر آیا ہوں وہ آپؑ کے والد بزرگوار کی لا ئی ہوئی چیز سے بہتر ہے[1]''۔بڑے افسوس کی بات ہے کہ امت مسلمہ جناب فاطمہ زہراؑ کے سامنے ایسا سلوک کرے ، وہ زہراء مرضیہ جن کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے اور جن کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ہمارے پاس ان حالات کو دیکھتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔

بہر حال امامؑ کو زبر دستی گھر سے نکال کر ان کے گلے میں لٹکی ہو ئی تلوار کے ساتھ ابو بکر کے پاس لایا گیا ،اس کے گروہ نے چیخ کر کہا :ابو بکر کی بیعت کرو ۔ابو بکر کی بیعت کرو ۔امامؑ نے اپنی مضبوط و محکم حجت اور ان کی سر کشی کی پروا نہ کرتے ہوئے یوں فرمایا :میں اس امر میں تم سے زیادہ حق دار ہوں ،میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا بلکہ تمیں میری بیعت کرنا چا ہئے ، تم نے یہ بات انصار سے لی ہے ،اور تم نے اُن پر نبی سے قرابت کے ذریعہ احتجاج پیش کیا ،اور تم نے بیعت کو ہم اہل بیتؑ سے غصب کر لیا ،کیاتمہارا یہ گمان نہیں ہے کہ تم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے اس امیر کے سلسلہ میں انصار سے اولیٰ ہو،لہٰذا وہ تمہاری قیادت قبول کریں اور تمھیں اپنا امیر تسلیم کریں لہٰذا میں بھی اس چیز کے وَقَولَۃٍ لِعَلِيٍ قَالَھَا عُمَرُ اَکْرِمْ بِسَامِعِھَا اَعْظِمْ بِمُلْقِیْھَا حَرَّقْتُ دَارَکَ لَااُبْقِيْ عَلَیْکَ بِھَا اِنْ لَمْ تُبَایِعْ وَبِنْتُ الْمُصْطَفیٰ فِیْھَا مَاکَانَ غَیْرُ أَبِيْ حَفْصٍ بِقَاءِلِھَا اَمَامَ فَارِسِ عَدْنَانٍ وَ حَامِیْھَا ''عمر نے مولائے کائنات سے کہا اے

[1] ملاحظہ کیجئے انساب الاشراف بلاذری ،اور مو رخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمر نے امامؑ کے بیت الشرف کو جلانے کی دھمکی دی تھی ۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ کیجئے :تاریخ طبری ،جلد ۳،صفحہ ۲۰۲۔تاریخ ابو الفداء، جلد ۱،صفحہ ۱۵۶۔تاریخ یعقوبی ،جلد ۲
صفحہ ۱۰۵۔مروج الذہب، جلد۱،صفحہ ۴۱۴۔الامامت و السیاسۃ، جلد ۱،صفحہ ۱۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱، صفحہ۳۴۔الاموال لابی عبیدہ صفحہ ۱۳۱۔أعلام النساء، جلد ۳،صفحہ ۲۰۵۔امام علی لعبد الفتاح مقصود، جلد ۱،صفحہ ۲۱۳۔حافظ ابراہیم نے اس مطلب کو اشعار میں یوں نظم کیا ہے

علیؑ میں تمہارے گھر میں آگ لگا دوں گا چاہے گھر میں دختر نبیؐ ہی کیوں نہ ہو مگر یہ کہ بیعت کرو ''،عمر کے علاوہ شہوار عرب کے سامنے کسی میں ایسی بات کہنے کی جرأت نہیں تھی '' ذریعہ سے تم پر احتجاج کرتا ہوں جس سے تم نے انصار پر احتجاج کیا کہ ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات اور ان کی وفات کے بعد ان سے زیادہ نزدیک ہیں لہٰذا اگر تم صاحب ایمان ہو تو انصاف کرو ،ورنہ ظلم و ستم کے ذریعہ بیعت لے لو جبکہ تم حقیقت سے واقف ہو ۔اے حجت و دلیل والو!اس دلیل کے ذریعہ قریش کے مہاجرین ،انصار پر غالب آگئے ،کیونکہ وہ نبی سے زیادہ قریب تھے ،اس لئے کہ کلمۂ قریش کے متعدد معنی ہیں وہ نبیؐ کی بزم میں جمع ہوا کرتے تھے ، حالانکہ وہ ان کے نہ چچا زاد بھائی تھے اور نہ ماموں ،لیکن نبی اور علی کے مابین متعدد طریقوں سے متعدد رشتے تھے ،آپؑ نبی کے چچا زاد بھائی ،ابو سبطین اور آپؐ کی بیٹی کے شوہر تھے جس کے علاوہ آپؐ کی کسی اور سے آپؐ کی نسل نہیں چلی ۔بہر حال عمر امامؑ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا :بیعت کرو ۔امامؑ نے فرمایا : ''اگر میں بیعت نہ کروں تو ؟'' ۔

اس خدائے وحدہ لا شریک کی قسم جس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے آپؑ کو قتل کردیا جائے گا ۔امامؑ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس قوم کی طرف دیکھا جس کو خواہش نفسانی نے گمراہ کر دیا تھا ،ملک و بادشاہت کی چاہت نے اندھا کر دیا تھا ،آپؑ کو ان میں اُن کے شر سے بچانے والا کوئی نظر نہیں آرہا تھا ،آپؑ نے بڑی ہی غمگین آواز میں فرمایا :اب تم اللہ کے بندے اور رسولؐ اللہ کے بھائی کو قتل کر دوگے ؟ابن خطاب نے کہا :اللہ کے بندے تو صحیح ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے بھائی نہیں ۔ عمر نے نبی اکرم ﷺ کے ان فرامین کو بھلا دیا جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علیؑ آنحضرتؐ کے بھائی ہیں ،اُن کے شہر علم کا دروازہ ہیں ،نبی سے ہارون اور موسیٰ کی منزل میں ہیں اور اسلام کے پہلے مجاہد ہیں ،عمر نے اُن سب کو بھلا کر ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا : ''اَلاتامرفیہ امرک ؟''کیا تم علیؑ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کروگے ؟ابو بکر نے فتنہ و فساد ہونے سے ڈرتے ہوئے کہا :میں آپؑ پر کوئی زبر دستی نہیں کرتا حالانکہ فاطمہؑ آپ کے پاس کھڑی ہوئی تھیں ۔قوم نے امامؑ کو چھوڑ دیا ،آپؑ ہرولہ کرتے ہوئے اپنے بھائی رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر پہنچے اور آپؐ سے تمام ظلم و ستم کی شکایت کی ،آپ گریہ کر رہے تھے

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے جا رہے تھے : ''یابن اُمّ اِن القَومَ استَضعَفُونِي وَکادُوا یَقتُلُونَنِي[1] ۔اے بھائی،قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنا چا ہتی ہے ۔ قوم نے آپ کو کمزور سمجھ لیا اور آپ کے سلسلہ میں نبی کی وصیتوں کا انکار کر دیا ،امام بڑے ہی رنج و الم کے ساتھ اپنے بیت الشرف پر پہنچے اور آپ پر وہ تمام چیزیں واضح و روشن ہو گئیں جن کے سلسلہ میں اللہ نے نبی کے بعد آپ کو امت کی طرف سے پہنچنے والے عذاب اور انقلاب کی خبر دی تھی ۔خداوند عالم فرماتا ہے :(وَما مُحَمَّدٌ إِلاَّرَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُسُلُ أَفَإِين مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللهَ شَيْءا[2] ۔) ''اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤگے تو جو بھی ایسا کریگا خدا کا نقصان نہیں کرے گا ''۔یہ تباہ کن تبدیلی اور شدید زلزلہ ہے جس نے قوم کے ایمان اور خوابوں کو جھنجھوڑ دیا ہے بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں ۔

بہر حال ہم ان افسوسناک واقعات سے قطع نظر کرتے ہیں کہ ابو بکر کی حکومت نے اہل بیت سے سخت دشمنی کی وجہ سے سخت قوانین نافذ کرتے ہوئے فدک چھین لیا ،خمس کو لغو قرار دیا اور اس کے علاوہ متعدد واقعات رو نما ہوئے جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ حیات الامام امیر المومنین میں تحریر کر دیاہے۔زہرا ۲۳۶ راہ آخرت میں امام امیر المومنین اس المناک مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ حضرت زہرا سلام اللہ نے شہادت پائی ، آپ مریض ہو گئیں اور سخت مصیبتوں میں گھر گئیں ،آپ عین عالم شباب میں تھیں کہ موت نے آپ کا پیچھا کیا جگر گوشۂ رسول نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کیا کیونکہ امت نبی کی نگاہ میں آپ کی منزلت کو فراموش کر چکی تھی ،اس نے آپ کے ترکہ کو غصب کر لیا،گھر پر قبضہ کر لیا آپ نے ابن عم کو وصیت کی منجملہ یہ کہ آپ کے حق کو چھیننے والے آپ کے جنازہ میں نہ آئیں ،ان کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے ،قبر کا نشان مٹا دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ امت پر کس قدر غضبناک تھیں ۔

---

[1] امامت والسیاست ،صفحہ ۲۸۔۳۱۔
[2] سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴۔

بہر حال امامؑ نے صدیقہ طاہرہ کی آخری رسومات میں آپؑ کی وصیت کو نافذ فرمایا، آپ آنکھوں سے جاری ہونے کی حالت میں قبر میں اُترے ،رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا ،اُن کو تعزیت پیش کی ، اور یوں شکوہ شکایت کیا ''؛السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ عَنِّيْ،وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِيْ جِوَارِكَ،السَّرِيْعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ ! قَلَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ،اِلَّااَنَّ فِي التَّأَسِّيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ،وَفَادِحِ مُصِيْبَتِكَ،مَوْضِعَ تَعَزٍّ،فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَصَدْرِيْ نَفْسُكَ (اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن) ۔ فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيْعَةُ،وَاُخِذَتِ الرَّهِيْنَةُ ! اَمَّا حُزْنِيْ فَسَرْمَدٌ،وَاَمَّا لَيْلِيْ فَمُسَهَّدٌ،اِلٰى اَنْ يَخْتَارَاللّٰهُ لِيْ دَارَكَ الَّتِيْ اَنْتَ بِهَا مُقِيْمٌ ۔ وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا، فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ،وَاسْتَخْبِرْهَاالْحَالَ،هٰذَاوَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ،وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ۔وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ،لَاقَالٍ وَلَاسَئِمٍ،فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ،وَاِنْ اُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْءِ ظَنٍّ بِمَاوَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ[1] ''یارسول اللہ ﷺ آپ کو میری جانب سے اور آپؐ کے جوار میں آنے والی اور آپؐ سے جلد ملحق ہونے والی آپؐ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو ۔یارسول اللہ ﷺ آپؐ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبرو شکیب جاتا رہا ۔میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا ۔لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپؐ کی رحلت کے صدمۂ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو لحد میں اُتارااور اس عالم میں آپؐ کی روح نے پرواز کی کہ آپؐ کا سر میری گردن اور سینہ کے درمیان رکھا تھا ۔اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

اب یہ امانت پلٹا لی گئی،گروی رکھی ہوئی چیز چھڑا لی گئی لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی ۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپؐ رونق افروز ہیں وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپؐ کو بتائیں کہ کس طرح آپؐ کی امت نے اُن پر ظلم ڈھانے کے لئے اتحاد کر لیا آپؐ اُن سے پورے حالات دریافت کرلیں یہ ساری مصیبتیں اُن پربیت گئیں ۔حالانکہ آپؐ کو گذرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپؐ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں ۔آپؐ

[1] نہج البلاغہ، جلد ۲ ،صفحہ ۱۸۲۔

دونوں پر میرا الوداعی سلام ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپؐ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدے سے بد ظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے[1] ''۔رسول اللہ ﷺ کی امانت کے مفقود ہونے پرامام کے یہ حزن و غم سے بھرے کلمات تھے جیسا کہ آپ کے کلمات دنیا کی طرف سے پہنچنے والے درد و الم کی حکایت کر تے ہیں ،اور امامؑ نے نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اپنے پارۂ تن سے امت کی طرف سے پہنچنے والے دردو الم کے متعلق ضرور سوال کریں تاکہ وہ بتا سکیں کہ امت نے آپؑ کو کس طرح ستایا ہے ۔بہر حال امامؑ جگر گوشۂ رسولؐ کو دفن کرکے آئے جبکہ آپؑ بہت زیادہ رنجیدہ تھا ،اس لئے کہ قوم نے اُن کو معزول کر دیا ،آپؑ نے اُمت سے منھ موڑ لیا اورآپؑ تمام سیاسی امورسے الگ تھلگ ہوگئے ۔

عمر کی حکومت

ابو بکر کی حکومت کو کچھ ہی دن گذرے تھے اور وہ اپنی حکومت کے دو سال گذرنے کے بعد بیمار پڑگئے اور جب ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے حکومت اپنے ساتھی عمر کے حوالہ کر دی ،بزرگ صحابہ کے مابین عمر کو ولی بنائے جانے پر بہت زیادہ لڑائی جھگڑا ہوامگر یہ کہ ابو بکر نے ان کی ایک نہ مانی اور اپنی اسی رائے پر مصر رہے[2] اس نے عمر کے لئے ایک عہد نامہ لکھا جس کو عثمان کے حوالہ کیا گیا اس نے اس کو لوگوں کے درمیان شائع کیا اور انھیں عمر کی بیعت کر نے کی دعوت دی ۔بہر حال عمر کو بہت ہی آسانی اور کسی مشکل کے بغیر حکومت مل گئی ،وہ لوہے سے زیادہ سختی کے ساتھ حکومت پر قابض ہوگئے ،سختی کا نام دی جانے والی سیاست کے قائد بن گئے ،یہاں تک کہ بڑے بڑے اصحاب کے ساتھ بھی سختی سے پیش آنے لگے ،مو رخین کے بقول وہ حجاج کی تلوار سے بھی زیادہ سخت تھے ،عمر کی سخت گیری تمام افراد سے زیادہ تھی ،وہ شہروں پر مکمل طور پر مسلط ہوگئے حکومتی امور کو چلانے میں وہ اپنی مخصوص سیاست میں منفرد تھے ،ہم اپنی کتاب حیاۃ الامام امیر المو منین کے دوسرے حصہ میں اُن کی داخلی

---

[1] نہج البلاغہ، جلد ۲،صفحہ ۱۸۲۔
[2] ابوبکر پر عمر کے ولی بنائے جانے پر طلحہ وغیرہ نے انتقاد کیا ،ملاحظہ کیجئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،جلد ۹،صفحہ ۳۴۳۔

،خارجی اور اقتصادی سیاست کو مفصل طور پر بیان کر چکے ہیں ۔ عمر پر حملہ ایرانیوں کے مقابلہ میں عمر کی مخصوص سیاست تھی،اسی لئے عمر ایرانیوں سے نفرت کرتا تھا اور ایرانی عمر سے نفرت کرتے تھے،ابو لؤ لؤ نے عمر کی عداوت کو چھپا رکھا تھا ،ایک دن ان کا عمر کے پاس گذر ہوا تو عمر نے ان سے مذاق کرتے ہوئے کہا :مجھے خبر ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو :لوشئت ان اصنع رحی تطحن بالریح لفعلت؟''اگر میں ہوا سے چلنے والی چکی بنا نا چا ہوں تو بنا سکتا ہوں '' ۔یہ جملہ ان کو بُرا لگااور انھوں نے غضبناک ہوکر اپنا دفاع کر تے ہوئے یوں کہا : لاصنعن لک رحي يتحدث بها الناس۔ ''میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگوں میں چرچا رہے گا '' دوسرے دن انھوں نے عمر پر حملہ کر دیا[1] اور اس کو تین نیزے مارے :ایک نیزہ اس کی ناف کینیچے لگا جس سے اس کی نیچے والی کھال پھٹ گئی،اس کے بعد ابو لؤ لؤ نے اہل مسجد پر حملہ کیا اور گیارہ آدمیوں کو نیزہ مارا ،عمر کو اٹھاکر اس کے گھر پر لیجایا گیا حالانکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا ،اس نے اپنے اطراف والوں سے کہا :مجھے کس نے تیر مارا ہے ؟ مغیرہ کے غلام نے ۔کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا :لا تجلبوا لنا من العلوج احداً فغلبتموني[2] ۔

''کسی ایرانی کافر کو میرے پاس نہ لانا لیکن تم نے میری بات نہ مانی'' عمر کے اہل و عیال طبیب کو بلا کر لائے تو طبیب نے عمر سے کہا :تم کونسی شراب زیادہ پسند کرتے ہو ؟ عمر نے کہا : نبیذ ۔عمر کو وہ شراب پلائی گئی وہ اس کی بعض آنتوں سے نکل کر باہر آگئی ،لوگوں نے کہا :پیپ نکل رہا ہے ۔اس کے بعد دودھ پلایا گیا جو اس کی کچھ آنتوں سے باہر نکل گیا ،یہ دیکھ کر طبیب نے مایوس ہو کر کہا : اب تمہارا کوئی علاج نہیں ہو سکتا[3] ۔

---

[1] مروج الذہب، جلد ۲،صفحہ ۲۱۲۔

[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ،جلد ۲،صفحہ ۱۸۵۔

[3] اصابہ، جلد ۲،صفحہ ۴۶۲۔امامت اور السیاسۃ، جلد ۱،صفحہ ۲۱۔

شوریٰ کا نظام

عمر کے مرض میں شدت آتی گئی تو وہ امت قیادت کو سو نپنے کی فکر میں پڑگئے تو اس کی پارٹی کے وہ افراد جنھوں نے خاندان نبوت سے امت کی رہبری کو باہر نکالنے میں مدد کی تھی اس نے اُن سے کف افسوس ملتے ہوئے کہا :اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ بناتا چونکہ وہ امت کا امین تھا اور اگر سالم مو لا ابو حذیفہ زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا کیونکہ وہ اللہ سے بہت زیادہ لو لگاتا تھا ۔ جب ہم تاریخ اسلام کے اوراق الٹتے ہیں تو نہ تو ہمیں ابو عبیدہ کا تاریخ میں کو ئی کارنامہ دکھائی دیتاہے اور نہ ہی اس کی عالم اسلام میں کو ئی خدمت دکھا ئی دی ۔ لیکن ہاں سالم مو لا ابو حذیفہ کی کینہ پن کر نے کی عادت تھی ،ہاں ،اسی نے تو مو لا ئے کائنات کے بیت الشرف پر حملہ کرنے کا کردار ادا کیا تھا ۔ان حوادث کا گروہی اور تقلیدی تعصبات سے ہٹ کر جائزہ لینا چاہئے تاکہ مسلمانوں کو صحیح حالات کا علم ہو جائے ۔

بہر حال عمر نے شوریٰ کے نظام کی بنیاد رکھی ،جس نظام کا مہمل ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے ،الغرض انھیں امامؑ کو خلافت سے دور رکھنا تھا لہٰذا انھوں نے قرشیوں کو خوش رکھنے کیلئے امام امیر المو منینؑ سے بغض و کینہ و عناد رکھنے والے اموی خاندان کے سردار عثمان بن عفان کو خلافت دیدی ۔بہر حال شوریٰ کے نظام کے تقاضے کے مطابق عثمان نے امت کی قیادت قبول کرلی،وہ نظام جس سے مسلمان ہمیشہ کے لئے فتنہ و فساد اور عظیم شرّ میں مبتلا ہوگئے ،ہم نے اس نظام کے متعلق اپنی کتاب ''حیاۃ الامام امیر المو منینؑ ''میں موضوع کے اعتبار سے تذکرہ کیا ہے اور اب ہم سر سری طور پر ان واقعات کو پیش کرتے ہیں ۔

عثمان کی حکومت

جمہور مسلمین نے بڑے ہی اضطراب اور ناپسندی کے ساتھ عثمان کی حکومت تسلیم کر لی، مسلمانوں کو یہ یقین تھا کہ عثمان حکومت پا کر اپنے خاندان کو ہی کامیاب و کامران کر سکتا ہے چونکہ عثمان کا خاندان مسلسل اسلام کے خلاف بر سر پیکار رہا تھا اور طرح طرح کی

سازشیں رچتا رہا تھا،اور دوزی نے یہ مشاہدہ کرہی لیا ہے کہ اموی لوگ صرف اسی جماعت یا گروہ کی مدد کرتے ہیں جن کے دل اسلام کے بغض سے لبریز ہوں[1] ۔بہر حال عثمان نے جان بوجھ کر حکومت کے تمام کام کاج امویوں کے سپرد کر دئے ،عام طور پر اقصاد کو اپنی مصلحتوں کے مد نظر قرار دیا ،بنی امیہ نے عام اقصاد کو اپنے اس نظام کی تعمیر کیلئے استعمال کیا جس کو اسلام نے فنا کر دیا تھا ۔جس سے عثمان کی شخصیت و حکومت کمزور ہو گئی ،وہ اس کو ناپسند کر نے لگے ،امام کی تعبیر کے مطابق وہ لوگ چیخنے چلانے لگے : ''یخضمون مال اللہ خضمۃ الابل نبتۃ الربیع '' ''وہ بیت المال کو اس طرح چرنے لگے جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس کو چرتا ہے ''،اس سے قبیلوں میں فقروغربت پھیل گئی جو اس کی حکومت کے خاتمہ کا سبب بنی ۔اس کی حکومت کے سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اس نے اسلامی ممالک کو بنی امیہ اور ابو معیط کی اولاد سے منسوب کردیا تھا جن کو حکومت چلانے کی کوئی خبر نہیں تھی ان میں سے بعض بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے ،اس نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنادیا جو اپنی پوری رات یہاں تک کہ صبح تک گویّوں کے ساتھ نشہ کی حالت میں گذارتا تھا ،اس نے لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی اور اس نے نماز رکوع و سجود کی حالت میں کہا : میں نے شراب پی ہے اور مجھے شراب پلائی گئی ہے،

اس کے بعد محراب میں ہی شراب کی قے کردی ،اس کے بعد سلام پھیر کر نمازیوں کی طرف رُخ کر کے کہا :کیا اور پڑھاؤں ؟!ابن مسعود نے اس کو جواب دیتے ہوئے کہا : نہیں ،خدا تمہاری نیکی میں اضافہ نہ کرے اور نہ اس شخص کی نیکی میں اضافہ کرے جس نے تمہیں ہمارے پاس بھیجا ہے ،اس نے اپنی جوتی اٹھا کر اس کے منہ پر ماری ،لوگوں نے اس پر کنکریاں برسائیں وہ قصر میں داخل ہو گیا جبکہ اس پر کنکریاں پڑ رہی تھیں وہ اپنی رسوائیوں اور دین سے دوری میں مدہوش تھا[2] ۔حطیۂ جرول عبسی کا کہنا ہے: شَھِدَ الحُطَیْءَۃُ یَومَ یَلْقیٰ رَبَّہُ أنَ الوَلِیْدَ أ حَقُّ بِالعُذرِنادیٰ وَقَد تَمَّتْ صَلاَتُھُمْ أأزِیدُ کُمْ ؟ثَمِلاً وَلاَ یُدْرِيْ لِیَزِیْدَ ھُمْ خَیْراً وَلَوْ قَبِلُوْامِنْہُ لَزَادَ ھُمْ عَلیٰ عَشْرٍ! فَأَبَوْا أبَاوَھَبٍ وَلَوْ فَعَلُوا لَقَرَنْتُ بَیْنَ الشَّفْعِ وَالوِتْرِ حَبَسُوا عَنَانَکَ اِذْجَرَیْتَ وَلَوْخَلَّوا عَنَانَکَ لَمْ تَزَلْ تَجْرِيْ ''حطیۂ روز محشر یہ گواہی دے گا کہ ولید

---

[1] تاریخ شعر عربی ،صفحہ ۲۶۔
[2] سیرہ حلبیہ، جلد ۲،صفحہ ۳۱۴۔

غداری کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ حالانکہ نماز تمام ہو چکی تھی پھر بھی اس نے کہا مزید کچھ رکعتیں پڑھاؤں؟تاکہ اُن کے ثواب میں اضافہ کرے ،اگر لوگ اس کی بات مان لیتے تو وہ دس سے بھی زیادہ رکعت نماز پڑھا دیتا ۔تو اے ابووہب لوگوں نے انکار کر دیا اگر وہ ولید کی بات مان لیتے تو آج تم نماز شفع اور وتر کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے ۔جب تم دوڑ رہے تھے تو انھوں نے تمہاری مہار کھینچ لی اگر وہ تمہاری مہار ڈھیلی چھوڑ دیتے تو تم چلتے ہی رہتے '' ۔کیا آپ نے ولید کے سلسلہ میں یہ توہین ملاحظہ کی ؟حطیئہ پھر اسی کے متعلق کہتے ہیں: تَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ وَزَادَ فِيهَا عَلَانِيَةً وَجَاهَرَ بِالنِّفَاقِ وَمَجَّ الْخَمْرَ عَنْ سَنَنِ الْمُصَلِّي وَنَادَىٰ وَالْجَمِيعُ إِلَىٰ افْتِرَاقٍ أَزِيدُكُمْ عَلَىٰ أَنْ تَحْمَدُونِي فَمَا لَكُمْ وَمَا لِيَ مِنْ خَلَاقٍ[1] ''ولید نے نماز میں کلام کیا ،علی الاعلان رکعات کا اضافہ کیا اور نفاق کا اظہار کیا ۔ شراب کی وجہ سے وہ نمازی کے آداب سے خارج ہو گیا جب سب نماز کامل کر چکے تھے ۔

اس نے بلند آواز میں کہا کیا میں مزید رکعتیں پڑھاؤں ،اس شرط پر کہ تم میری تعریف کرو کیونکہ تم میں اور مجھ میں کوئی اخلاق پسندیدہ نہیں ہے '' ۔کوفہ کے نیک لوگوں کے ایک گروہ نے یثرب پہنچ کر جلدی سے عثمان کے پاس اس کی شکایت پہنچائی اور اس کے سامنے وہ انگوٹھی بھی پیش کی جس کو اس نے مستی کی حالت میں اُتار کر پھینک دیا تھا ،ولید نے شراب پی کر جو کچھ انجام دیا تھا اس کے سلسلہ میں گفتگو کی تو عثمان نے کوئی معقول جواب نہیں دیا ،زبردستی ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگا :کیا تمھیں علم ہے کہ اس نے شراب پی تھی ؟ان لوگوں نے کہا یہ وہی شراب تو ہے جس کو ہم زمانۂ جاہلیت میں پیا کرتے تھے ۔

عثمان نے غضبناک ہو کر اُن کو اپنے پاس سے دور کر دیا ،وہ سب غیظ و غضب کی حالت میں اس کے پاس سے نکل کر تیزی کے ساتھ امامؑ کے پاس پہنچے اور آپؑ کو اپنے اور عثمان کے درمیان ہونے والی گفتگو کی خبر دی ۔امامؑ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا : ''دَفَعْتَ الشُّهُودَ وَأَبْطَلْتَ الْحُدُودَ '' ۔عثمان ان امور کے نتائج سے گھبرا گیا اور اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ :آپؑ کی کیا رائے ہے ؟ ''أَرَىٰ أَنْ تَبْعَثَ إِلَىٰ صَاحِبِكَ فَإِنْ أَقَامَا الشَّهَادَةَ فِي وَجْهِهِ وَلَمْ يُدْلِ بِحُجَّةٍ أَقَمْتَ عَلَيْهِ الْحَدَّ ''

---

[1] اغانی ،جلد ۴،صفحہ۱۷۸۔

''میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دوست کے پاس بھیجیں اگر وہ شہادت قائم کر سکے جس کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ ہو تو اس پر حد جاری کر دیجئے ''۔ عثمان نے امام کا مشورہ قبول کر لیا اور ولید کو بلا بھیجا،جب وہ آگیا تو گواہوں کو بلایا،جب انھوں نے گواہی دی تو ولید چپ ہو گیا ،اور اس کے پاس اپنے دفاع کے لئے کوئی دلیل نہیں تھی، وہ خود حد شرعی جاری ہونے کیلئے خاضع ہو گیا ، وہ عثمان کے خوف سے حد جاری ہونے کی جگہ پر حاضر ہونے سے منع نہ کر سکا امام اس پر حد جاری کرنے کے قصد سے بڑھے تو ولید نے آپ پر یوں سب و شتم کیا : اے ظلم کرنے والے، تو عقیل نے اس کے سب و شتم کا جواب دیا،امام نے کوڑا مارنے کیلئے ہاتھ بلند کیا تو عثمان غیظ و غضب کی حالت میں چیخ کر امام سے کہنے لگا :آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے ۔

امام نے شریعت کی روشنی میں اس کو یوں جواب دیا ''بَلیٰ وشَرٌّ من ھَذا اِذا فَسَقَ وَمَنَعَ حَقَّ اللہِ أن یُؤخَذَ منہُ ''۔ ''لیکن اس سے بھی برا یہ ہے کہ فسق ختیار کیا جائے اور اللہ کا حق ادا کرنے سے انکار کیا جائے ''۔یہ تمام مطالب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عثمان اللہ کی حدود جاری کرنے میں سستی سے کام لیتا تھا اور خاندان والوں کے ساتھ بہت ہی لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آتا تھا وہ خاندان والے جو اللہ کے لئے کسی احترام کے قائل نہیں تھے ۔

عثمان کے لئے محاذ

نیک اور صالح مسلمانوں نے عثمان کے خلاف قیام کیا ،اس کے والیوں نے عثمان پر دھاوا بول دیا،اُس پر علی الاعلان تنقید کی یہ بات بھی شایان ذکر ہے کہ مخالفین کا یہ محاذ دائیں بائیں ہر طرف سے تھا ، طلحہ ،زبیر ،عائشہ اور عمرو بن عاص اپنی خاص رغبت اور مصلحتوں کی بنا پر اس کا دفاع کررہے تھے ،بعض دوسری اہم اسلامی شخصیات جیسے عمار بن یاسر (طیب بن طیب)،مجاہد کبیر ابوذر غفاری،صحابی قاریٔ قرآن عبد اللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ دوسرے افراد جنھوں نے اللہ کی راہ میں مصیبتیں اٹھائی ہیں جب

انھوں نے سنت رسول کو محو اور بدعت کو زندہ ہوتے، سچوں کو جھٹلائے جانے اور بغیر حق کے اثر دیکھا تو انھوں نے عثمان کے منھ پر گرد و غبار پھینک دیا ،اس کو اس کی سیاست کی سزا دینے کی غرض سے اس سے راستہ بدلنے،اور امویوں کو حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے سے دور کرنے کا مطالبہ کیااور اُن کا اس تنقید میں اسلام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا لیکن اس کا مثبت جواب نہیں ملا ۔

عثمان پر حملہ

جب عثمان کے سامنے پیش کئے گئے تمام مسائل واضح ہوگئے اور ان کا کوئی حل نہ نکل سکا تو انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھے ،انقلابیوں نے اس کا محاصرہ کرلیااور اس سے حکومت واپس کرنے کا مطالبہ کیا تو اُس نے اُن کو کوئی جواب نہیں دیا،انھوں نے اس سے مروان اور بنی امیہ کو دور کرنے کا مطالبہ کیاتو اُس نے اُن سے منھ موڑ لیا ،اموی اس سے شکست کھا گئے اور اس کو تنہا چھوڑ دیاتو مسلمانوں نے اس پر حملہ کردیا جن میں آگے آگے محمد بن ابی بکر تھے،انھوں نے آگے بڑھ کر عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا : اے نعثل! (احمق)خدا تجھے رسوا و ذلیل کرے ۔ عثمان نے جواب دیا :میں نعثل نہیں ہوں،لیکن اللہ کا بندہ اور امیر المومنین ہوں ۔ محمد بن ابی بکر نے اُن سے کہا :کیا معاویہ کو اپنے سے دور نہیں کروگے ۔اور اس کا محاصرہ کرنے والے بنی امیہ کو گننا شروع کر دیا ۔ عثمان نے محمد سے گریہ و زاری کرتے ہوئے یوں کہا :اے بھتیجے تم میری ڈاڑھی چھوڑ دو کیا جس ڈاڑھی کو تم پکڑے ہوئے ہو تمہارا باپ اس ڈاڑھی کو پکڑتا تھا؟

محمد نے ان کو یوں جواب دیا :میں تمہارے ساتھ بد سلوکی کرنا چاہتا ہوں وہ ڈاڑھی پکڑنے سے زیادہ سخت ہے ۔ محمد نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا نیزہ اس کے پیٹ میں گھونپ دیا ،پھر اس کے جسم پر انقلابیوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں،اس کا جسم زمین پر گر پڑا،بنی امیہ اور آل ابی معیط سے لیکر نجد تک کسی نے بھی آہ و بکا نہیں کیا ،انقلابیوں نے اس کی بہت زیادہ توہین کی،اس کا جسم رسوا کن مقام پر لا کر

ڈال دیا ،انھوں نے اس کو دفن تک نہیں کیا ،یہاں تک کہ جب امام امیر المومنینؑ نے اس کے دفن کے سلسلہ میں فرمایا تو نقلابیوں نے اس کو دفن کیا اس طرح خوفناک حالات میں عثمان کی زندگی کا خاتمہ ہوا ،اس کے قتل سے مسلمانوں کا بہت سخت امتحان ہوا کہ ان کیلئے ہمیشہ کی خاطر فتنے اور مصیبتیں ان کے گلے کا ہار بن گئے ،امویوں جیسے طلحہ زبیر اور عائشہ نے اس کے قتل سے فائدہ ٹھاتے ہوئے اس کے خون کا مطالبہ کیا ۔اُن کو اپنے فائدہ کے لئے ایک بہانہ مل گیااِن ہی لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی تھی ۔

امامؑ کی خلافت

امامؑ نے بڑے ہی قلق و اضطراب کے ساتھ عثمان کے قتل کا سامنا ،آپؑ ان تمام باتوں سے باخبر تھے کہ امویوں اور طامعین جس حکومت کا قلادہ ان کی گردن میں ڈال رہے ہیں وہ عنقریب اس حکومت کے خلاف ہو کر اُس (عثمان)کے خون کا مطالبہ کریں گے ۔امامؑ اس بات سے بھی مضطرب تھے کہ آپ امت کے قائد تھے، جب حکومت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں آجائے گی تو یہ حکومت امت کیلئے صرف حق اور عدالت کی سیاست پر مبنی ہوگی،طمع کاروں اور چوروں کو حکومت سے الگ کر دیا جائے گا ،اور یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ حکمراں نظام آپ کے سیاسی خطوط کا مقابلہ کرے گااور آپ کے خلاف مسلح جد و جہد کا اعلان کردے گا ۔بہر حال امامؑ نے خلافت قبول کرنے سے منع فرمادیا،لیکن جم غفیر تھا جو آپ کی گردن میں حکومت کا قلادہ ڈالنے پر اصرار کر رہا تھا ۔امامؑ نے اُن سے فرمایا ''لَاحاجَةَ لِيْ فِيْ أَمْرِكُمْ،فَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِيْتُ بِہِ[1]''۔ ''مجھے اس حکومت کی کوئی ضرورت نہیں تم جسے منتخب کرلوگے میں راضی ہو جاؤں گا''۔مجمع آپ کے اس قول پر راضی نہ ہوا اوربار بار آپ سے یہ کہہ رہا تھا :لاامام لناغیرک ۔ ''آپ کے علاوہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے''۔انھوں نے پھر تکرار کی :ہم آپ کے علاوہ کسی اور کا انتخاب نہیں کریں گے ۔ امامؑ ان کے بالمقابل خلافت قبول نہ کرنے پر مصر تھے ،چونکہ آپؑ کو علم تھا کہ خلافت قبول کرنے کے بعد مشکلات کھڑی ہو جائیں گی ،ہتھیاروں سے لیس افراد نے امامؑ کے خلافت قبول نہ کرنے کے اصرار پر ایک میٹنگ بلائی جس میں شہریوں اور بااثر افراد کو بلاکر

[1] حیاة الامام امیر المو منین ،جلد ۲،صفحہ ۲۱۵۔

اُن کے سامنے یہ طے کیا کہ اگر مسلمانوں کا حاکم معین نہ ہوا تو وہ طلحہ اور زبیر کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے ،مدنی یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے :بیعت ۔ بیعت ۔ماتریٰ مانزل بالاسلام ،وماابتلینا بہ من ابناء القریٰ ۔ ''جب ہم مختلف مصیبتوں والے امتحان میں مبتلا ہوگئے'' امامؑ ان کو یہ جواب دے کرانکار پر مصر رہے : ''دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِيْ'' ۔ ''مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کے لئے)میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرلو'' آپؑ کی نظر میں وہ تمام واقعات تھے جن کا آپؑ کو عنقریب سامنا کرنا تھا '':ایھاالناس،انا مستقبلون امراً لہ وجوہ ولہ الوان ،لا تقومُ بہ القلوبُ ،ولا تثبتُ عَلَیہِ العقولُ ''۔ ''لوگو !ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں ،جس کی نہ دلوں میں تاب ہے اور نہ عقلیں اسے برداشت کر سکتی ہیں'' ۔انھوں نے امامؑ کی بات قبول نہیں کی اور آپؑ کا نام لے کر کہنے لگے : امیرالمومنین انت امیرالمومنین انت ۔ ''آپ امیر المومنین ہیں ،آپ امیر المومنین ہیں'' ۔امامؑ نے ان کے سامنے اس طریقہ کی وضاحت فرمائی جس پر حکومت چلنا تھی : ''وَ اعْلَمُوا أَنِّيْ إِن أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَاأَعْلَمُ،وَلَمْ أُصْغِ إِلىٰ قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ،وَإِن تَرَكْتُمُوْنِيْ فَأَنَاكَأَحَدِكُمْ،وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَن وَلَّيْتُمُوْهُ أَمْرَكُمْ،وَأَنَالَكُمْ وَزِيْراً،خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيْراً !'' ۔ ''یادرکھو کہ اگر میں نے بیعت کی دعوت کو قبول کر لیا تو تمہیں اپنے علم ہی کے راستے پر چلاؤں گا اور کسی کی کوئی بات اور سر زنش نہیں سنوں گا ۔لیکن اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمہاری ایک فرد کی طرح زندگی گذاروں گا بلکہ شائد تم سب سے زیادہ تمہارے حاکم کے احکام کا خیال رکھوں میں تمہارے لئے وزیر کی حیثیت سے امیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر رہوں گا'' ۔

امامؑ نے اس طریقہ و راستہ کی وضاحت فرمائی جس پر انھیں گامزن رہنا ہے ۔وہ راستہ حق اور عدالت کا راستہ ہے تمام لوگوں نے آپؑ کے اس فرمان پر راضی ہوتے ہوئے نعرہ بلند کیا : ہم آپؑ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک آپؑ کی بیعت نہیں کرلیں گے ۔لوگ ہر طرف سے آپؑ پر زور ڈال رہے تھے اور آپؑ سے خلافت قبول کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے ،امامؑ

[1] تاریخ ابن اثیر، جلد ۳،صفحہ ۸۰۔

نے اُن کے اصرار پر اپنی بیعت کی یوں وضاحت فرمائی :فَمَا رَاعَنِي اِلَّا وَالنَّاسُ کَعُرفِ الضَّبُعِ اِلَیَّ یَنثَالُونَ عَلَیَّ مِن کُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰی لَقَد وُطِئَ الحَسَنَانِ،وَشُقَّ عِطفَايَ مُجتَمِعِینَ حَولِي کَرَبِیضَةِ الغَنَمِ''۔ ''اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا تھا وہ یہ تھی کہ لوگ بجّو کی گردن کے ال کی طرح میرے گرد جمع ہو گئے اور ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسن و حسینؑ کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے''۔امامؑ کا خلافت قبول کرنا امام کے پاس خلافت قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا چونکہ آپؑ کو یہ خوف تھا کہیں بنی امیہ کا کوئی فاسق حاکم نہ بن جائے لہٰذا آپؑ نے فرمایا : ''وَاللّٰہِ مَا تَقَدَّمتُ عَلَیھَا (ای علی الخلافۃ) اِلَّا خَوفاً مِن أن یَنزُوَ عَلَی الاُمَّةِ تَیسٌ مِن بَنِي اُمَیَّةَ،فَیَلعَبَ بِکِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ''[2]۔ ''خدا کی قسم میں نے خلافت اس خوف سے قبول کی ہے کہ کہیں بنی امیہ کا کوئی بکرا امت کی خلاف تکو اُچک لے اور پھر کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرے ''۔ مجمع جامع اعظم کی طرف دوڑ کر آیا اور امام کا تکبیر اور تہلیل کے سایہ میں استقبال کیا، طلحہ نے اسی اپنے شل ہوئے ہاتھ سے بیعت کی جس کے ذریعہ اس نے عہد الٰہی کا نقض کیا تھا ،امامؑ نے اس کو بد شگونی تصور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : ''مَا أخلَقَہُ أن یَنکُثَ!''۔ ''بیعت توڑنا تو تمہاری پرانی عادت ہے''۔

تمام لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی بیعت تھی ،عام بیعت تمام ہوگئی جس کے مانند کوئی ایک خلیفہ بھی بیعت لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا ،جس سے مسلمانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا ،امام امیر المومنینؑ فرماتے ہیں : ''وَبَلَغَ مِن سُرُورِالنَّاسِ بِبَیعَتِھِم اِیَّايَ أن ابتَھَجَ بِھَا الصَّغِیرُ،وَھَدَجَ اِلَیھَا الکَبِیرُ،وَتَحَامَلَ نَحوَھَا العَلِیلُ،وَحَسَرَت اِلَیھَا الکِعَابُ''۔ ''تمہاری خوشی کا یہ عالم تھا کہ بچوں نے خوشیاں منائیں، بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھے ،بیمار اُٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور میری بیعت کیلئے نوجوان لڑکیاں بھی پردہ سے باہر نکل آئیں'' دنیائے اسلام میں ہمیشہ کے لئے عدالت اور حق کا پرچم لہرا دیا گیا اور اسلام کو اس کا اصلی اور حقیقی ملجأ و ماویٰ مل گیا ۔

---

[1] عرف الضبع یعنی بہت زیادہ بال جوبجّو کی گردن پر ہوتے ہیں اور یہ ضرب المثل اس وقت استعمال ہوتی ہے جہاں پر لوگوں کا ازدھام ہو۔

[2] عقد الفرید ،جلد ۲،صفحہ ۹۲۔

سخت فیصلے

امامؑ نے حاکم ہوتے ہی مندرجہ ذیل قوانین معین فرمائے: ا۔ وہ تمام زمینیں واپس لی جائیں جو عثمان نے بنی امیہ کو دی تھیں ۔

۲۔ ان اموال کو واپس کرایا جو عثمان نے بنی امیہ اور آل ابو معیط کو دئے تھے ۔

۳۔ عثمان کا تمام مال یہاں تک کہ اس کی تلوار اور زرہ کو بھی ضبط کر لیا جائے۔

۴۔ تمام والیوں کو معزول کیا چونکہ انھوں نے زمین پر ظلم و جور اور فساد پھیلا رکھا ہے ۔

۵۔ مسلمانوں اور وطن میں رہنے والے غیر مسلمانوں کے ساتھ مساوات سے کام لیااور یہ مساوات مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے

ا۔ عطا و بخشش میں مساوات ۔

۲۔ قانون کے سلسلہ میں مساوات۔

۳۔ حقوق اور واجبات کی ادائیگی میں مساوات۔

ان قوانین کے نافذ ہونے سے قریش کی ناک بھوں چڑھ گئی اوروہ گھوٹالا کئے ہوئے اپنے پاس مو جودہ مال کے سلسلہ میں خوف کھا گئے ،وہ مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اسی لئے انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور لوگوں کے ما بین معاشرتی اور سیاسی عدالت نافذ کرنے میں رکاوٹیں کھڑی کیں ۔بہر حال امامؑ کے خلاف اور ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے جنگوں کے شعلے بھڑکائے گئے ،ہم ذیل میں بہت ہی اختصار کے ساتھ اُن جنگوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اسلام میں عدالت کا پرچم اٹھانے والے ،امیر بیان اور محروموں کے صدیق کے خلاف بھڑکا ئی گئیں ۔

۱۔جنگ جمل

جنگ جمل کا واقعہ سیاست کی ہوس کا نتیجہ ہے ،معاویہ نے زبیر اور طلحہ کو دھوکہ دیا اور ان کو یہ لالچ دیا کہ وہ امامؑ کی حکومت کا تختہ پلٹ کر ان دونوں کو خلیفہ بنائے گا ،ان کے لئے بیعت لے گا ، اُدھر عائشہ جس کا سینہ امامؑ کے کینہ سے لبریز تھا لہٰذا اِن تینوں آدمیوں نے مکہ میں امامؑ کے خلاف محاذ قائم کیا ،لوگوں میں سے طمع کاروں ،دھوکہ کھا جانے والوں اور سادہ لوحوں نے ان کا ساتھ دیا ،انھوں نے لشکر تیار کیا ،امویوں نے لشکر کو جنگی ساز و سامان سے لیس کیا ،انھوں نے اُن پر عثمان کی حکومت کے دور میں جو مال والیوں کے عنوان سے بیت المال سے چُرایا تھا وہ خرچ کیا ۔

عائشہ ، طلحہ اور زبیر کی قیادت میں لشکر بصرہ پہنچا ،جب امامؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے فیصلہ کی خاطر اپنا لشکر روانہ کیا تو دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی ،طلحہ اور زبیر قتل کردئے گئے تو لشکر کی قیادت عائشہ کے ہاتھوں میں آگئی ،لشکر نے اُن کے اونٹ کو گھیر لیا،اس کے پیروں کو کاٹ دیا ،جس کے اطراف میں لاشے ہی لاشیں پڑی تھیں ،عائشہ کا اونٹ زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا،اس کا لشکر شکست کھا گیا ،اس جنگ میں بہت زیادہ نقصان ہوا ،مسلمانوں کی صفوف میں بھی نقصان ہوا،اُن کے درمیان تفرقہ اور دشمنی پھیل گئی اور بصرہ والوں کے گھر حزن و الم اور ماتمی لباس میں ڈوب گئے ۔

۲۔جنگ صفین

امامؑ جنگ جمل کے بعد کچھ آرام نہیں کر پائے تھے کہ آپؑ کو ایسے دشمن نے آزمایا جس نے پوری انسانیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا ۔جو نفاق اور مکر و فریب کے ہتھیار سے لیس تھا اور ان صفات میں ماہر تھا ،وہ معاویہ بن ابو سفیان جس کو ''کسریٰ عرب '' کے لقب سے یاد کیا جاتاہے ،جس کو لوگوں نے اس کے صحیفۂ اعمال پر نگاہ ڈالے بغیر شام کی حکومت دے رکھی تھی ،جس کا قرآن کریم نے شجرۂ ملعونہ کے نام سے تعارف کرایا ہے، کیا لوگوں کو وہ جنگیں یاد نہیں تھیں جوابو سفیان اور بنی امیہ نے نبی اکرم

ﷺ سے لڑی تھیں اور اُن کو ابھی چند سال ہی گذرے تھے ؟مسلمانوں نے کس مصلحت کی بنا پر اس جاہل بھیڑئے کو شام کی حکومت کا مالک بنا دیا تھا جو اسلام کا اہم علاقہ ہے ؟اور اس اہم منصب کے لئے خاندان نبوت کی اولاد کو منتخب کیوں نہیں کیا ،یا یہ منصب اوس اور خزرج کی اس خاص انتظامیہ کو کیوں نہیں دیا جس نے صاف طور پر اسلام کا ساتھ دیا؟ بہر حال معاویہ نے رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور باب مدینۃ العلم سے جنگ کرنے کے لئے صفین میں اپنا لشکر اتارا،اس کے لشکر نے امامؑ کے لشکر کو فرات سے پانی پینے سے روک دیا ،اس کو انھوں نے اپنی فتح میں مدد سے تعبیر کیا ،امامؑ نے بھی فیصلہ کے لئے اس نا فرمان اور جلدی فتنہ برپا کرنے والے مکار دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنا لشکر اُتارا،امامؑ کے لشکر کو اتنا اطمینان اور بصیرت تھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے جنگ کر رہے ہیں ۔

لہٰذا جب وہ صفین پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے دشمن معاویہ کی فوج نے فرات کے تمام گھاٹ اپنے قبضہ میں لے لئے ہیں اور امامؑ کے لشکر کو پانی پینے کے لئے کوئی گھاٹ نہ مل سکا اور معاویہ کا لشکر امام کے لشکر کو پانی سے محروم رکھنے پر مصر رہا تو امام کے لشکر کی ٹکڑیوں کے سرداروں نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کر کے ان کا حصار توڑنے کا پلان بنایا اور امامؑ کے لشکر نے بڑی ہمت کے ساتھ معاویہ کے لشکر پر حملہ کرکے ان کو فرات کے کنارے سے دور بھگا دیا جس سے ان کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ، امامؑ کے لشکر میں موجود کچھ فرقوں کے سرداروں نے معاویہ کی طرح اس کے لشکر کو پانی دینے سے منع کرنا چاہا تو امامؑ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا ،چونکہ اللہ کی شریعت میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے ،اور پانی سب کیلئے یہاں تک کہ کتّے اور سوَروں کے لئے بھی مباح ہے ۔

امامؑ نے خونریزی نہ ہونے کی وجہ سے معاویہ کے پاس اُس کو صلح پرآمادہ کرنے کے لئے صلح کا پیغام دے کر ایک وفد روانہ کیا،لیکن معاویہ نے صلح قبول نہیں کی،اور وہ نافرمانی کرنے پر مصر رہا ،لہٰذا دونوں فریقوں کے مابین جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور دو سال تک اسی طرح بھڑکتے رہے،ان میں سب سے سخت اور ہولناک وقت لیلۃ الہریر تھا جس میں طرفین کے تقریباً ستر ہزار سپاہی

اور قائد قتل ہوئے ،جس سے معاویہ کے لشکر کی شکست کے آثار نمایاں ہوگئے ،اس کے تمام دستور و قوانین مفلوج ہو کر رہ گئے وہ فرار کرنے ہی والا تھا کہ اس کو ابن طنابہ نے کچھ سمجھایا جس سے وہ پھر سے جم گیا ۔ قرآن کو بلند کرنے کی بیہودگی امام کے لشکر نے مالک اشتر کی قیادت میں معاویہ کے لشکر پر حملہ کیا ،لشکر فتح پانے ہی والا تھا اور مالک اشتر کے معاویہ پر مسلط ہونے میں ایک ہاتھ کا فاصلہ ہی رہ گیا تھا کہ دھوکہ باز عمرو عاص نے امام ؑکے لشکر میں کھل بلی مچانے اور ان کی حکومت کے نظام میں تغیر و تبدل کا مشورہ دیاوہ پوشیدہ طور پر اشعث بن قیس اور امام کے لشکر کے بعض سرداروں سے ملا اُن کو دھوکہ ،لالچ اور رشوت دی ،قرآن کریم کو نیزوں پر بلند کرنے اور اپنے درمیان اختلاف کو حل کرنے کے لئے اُس کو حَکَم قرار دینے کے سلسلہ میں اُن کے ساتھ متفق ہوگئے ،انھوں نے قرآن کو نیزوں پر بلند کردیا اور معاویہ کے لشکر سے یہ آواز آنے لگی کہ ہمارا حکم قرآن ہے،ہ دھوکہ امام ؑکے لشکر میں بجلی کی طرح کوند گیا ،بیس ہزار فوجیوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے قرآن کے فیصلہ کو قبول کیجئے ،امام ؑنے ان کو تحذیر کی اور ان کو نصیحت فرمائی کہ یہ دھوکہ ہے ،لیکن قوم نے آپ کی ایک نہ سنی اور وہ اس بات پر اڑ گئے ،امام ؑسے کہنے لگے کہ اگر آپ ؑنے یہ تسلیم نہ کیا تو ہم آپ ؑسے مقابلہ کریں گے ،تو امام کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا ،ان ہی خوفناک حالات میں امام ؑکی حکومت کا خاتمہ ہوا ۔

اشعری کا انتخاب

امام ؑکے ساتھ اِن واقعات کے پیش آنے کے بعد اشعری کو عراقیوں کی طرف سے منتخب کرلیا گیا ،امام ؑنے اُن کو ایسا کرنے سے منع کیا مگر انھوں نے زبردستی اشعری کو منتخب کر لیا ،اور اہل شام نے عمرو عاص کو منتخب کر لیا اس نے اشعری کو دھوکہ دیا اور اس کو امام ؑاور معاویہ کو معزول کرکے ان کے مقام پر مسلمانوں کا حاکم بنا نے کیلئے عبداللہ بن عمر کا انتخاب کیا ،اشعری اس سے بہت خوش ہوا ،اور جب دونوں حَکَم ایک مقام پر جمع ہوئے تو اشعری نے امام کو معزول کر دیا اور عمرو عاص نے معاویہ کو اسی عہدہ پر برقرار رکھا ۔

۳۔ خوارج

امامؑ کے لشکر میں فتنہ واقع ہو گیا، لشکر میں سے ایک گروہ تحکیم کے بعد جنگ کرنے پر مصر رہا، امامؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا، کیونکہ امامؑ نے دعوت تحکیم قبول کر لی تھی، لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے ہی تو تحکیم پر مجبور کیا تھا اور یہ نعرہ بلند کیا تھا کہ: ''لا حکم اِلّا اللہ''۔ لیکن جلد ہی نعرہ تلوار کی مار کاٹ میں بدل گیا، امامؑ نے اُن کو سمجھایا اور ایسا کرنے سے منع فرمایا، ان میں سے کچھ لوگوں نے آپؑ کی بات تسلیم کر لی لیکن قوم کے کچھ افراد اپنی جہالت و گمراہی پر اسی طرح اصرار کرتے رہے، وہ زمین پر فساد برپا کرنے لگے، انھوں نے ابریاء کو قتل کر دیا جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا، امامؑ اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور ہو گئے، جس سے نہروان کا واقعہ پیش آیا، ابھی یہ جنگ ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ امامؑ کے لشکر نے نافرمانی کی ایک خوفناک صورت اختیار کر لی، جب آپؑ نے ان کو معاویہ سے جنگ کرنے کی دعوت دی تو کسی قبول نہیں کی، اور سیاسی طور پر معاویہ کی طاقت ایک عظیم طاقت کے عنوان سے اُبھری، اس نے اسلامی شہروں کو اپنے تحت لینا شروع کیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ امامؑ ان کی حمایت کرنے کی طاقت و قوت نہیں رکھتے ہیں۔ امامؑ کی مقبولیت کم ہوتی جا رہی تھی، یکے بعد دیگرے آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، معاویہ کی باطل حکومت مستحکم ہوتی جا رہی ہے، اس کی تمام آرزوئیں پوری ہوتی جا رہی ہیں اور آپؑ کے پاس حق کو ثابت کرنے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لئے ضروری قوت و طاقت موجود نہیں ہے۔

امامؑ کی شہادت

امامؑ نے پروردگار عالم سے دعا کرنا شروع کیا، آپؑ نے دعا کی کہ اے خدائے عظیم مجھے اس قوم کی گمراہی سے نجات دے، اور مجھے دارِ حق کی طرف منتقل کر دے جس سے میں اپنے چچازاد بھائی کو اس امت کی طرف سے پہنچنے والے مصائب کی شکایت کر سکوں، اللہ نے آپؑ کی دعا مستجاب فرمائی، آپؑ کو ناقہ صالح کو پئے کرنے والے ایک بدبخت شخص نے شہید کر دیا، جس کا نام عبد

الرحمن بن ملجم تھا ،امامؑ اللہ کے گھر میں محراب عبادت میں مشغول تھے ،اس بد بخت نے اپنی تلور اٹھالی ،جب آپؑ نے اس کی تلوار کی ضرب کا احساس کیا تو فرمایا : ''فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ'' ''کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا '' امام متقین کامیاب ہوگئے ،آپؑ کی پوری زندگی اللہ کی راہ میں جہاد ،کلمۂ حق کو بلند کرنے میں گذر گئی ،سلام ہو اُن پر جس دن وہ کعبہ میں پیدا ہوئے ،جس دن اللہ کے گھر میں شہادت پائی ،آپؑ کی شہادت سے حق و عدالت کے پرچم لپیٹ دئے گئے ،جن ہدایت کے چراغ اور نور کی مشعلوں سے دنیائے اسلام روشن و منور ہورہی تھی وہ خاموش ہوگئے ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن علیہ السلام آپؑ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور اُن کے پھول ہیں،آپؑ حلم ،صبر،جود اور سخاوت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے ،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے خالص محبت کرتے تھے ،آپؑ کی محبت مسلمانوں کے درمیان مشہور تھی ،آنحضرتؐ نے اپنے نزدیک امام حسن علیہ السلام کی عظیم شان و منزلت کے سلسلہ میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں سے کچھ احادیث یوں ہیں: ۱۔عائشہ سے روایت ہے :آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو آغوش میں لیا اور ان کو اپنے سینہ سے چمٹاتے ہوئے فرمایا :خدایا !یہ میرا فرزند ہے،میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کرتا ہوں[1]''۔

۲۔براءبن عازب سے مروی ہے :میں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے کندھوں پر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو سوار کئے ہوئے فرما رہے ہیں :خدایا میں ان سے محبت کرتا ہوں اور تو بھی ان سے محبت کر[2]''۔

۳۔ابن عباس سے روایت ہے :سرور کائنات امام حسنؑ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لے جا رہے تھے ،ایک شخص نے کہا :اے صاحبزادے !تمہاری سواری کتنی اچھی ہے !رسول اسلامؐ نے فرمایا :''سوار کتنا اچھا ہے''[3]۔

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے :''جو جوانان جنت کے سرداروں کو دیکھنا چاہتا ہے وہ امام حسنؑ پر نظر کرے[4]''۔

۵۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :''حسن دنیا میں میرے پھول ہیں''[5]۔

---

[1] کنزالعمال، جلد ۷،صفحہ ۱۰۴۔مجمع الزوائد، جلد ۹،صفحہ ۱۷۶۔
[2] صحیح بخاری باب ،مناقب حسنؑ اور حسینؑ جلد ۳،صفحہ ۱۳۷۰،طبع دار ابن کثیر ، دمشق۔صحیح الترمذی ،جلد ۲،صفحہ ۲۰۷۔البدایہ والنہایہ ،جلد ۸،صفحہ ۳۴۔
[3] صواعق محرقہ، صفحہ ۸۲،حلیۃ الاولیاء ،جلد ۲،صفحہ ۳۵۔
[4] الاستیعاب، جلد ۲،صفحہ ۳۶۹۔
[5] البدایہ والنہایہ ،جلد ۸،صفحہ ۳۵۔فضائل اصحاب ،صفحہ ۱۶۵۔

۶۔انس بن مالک سے مروی ہے : ''امام حسنؑ نبی کی خدمت میں آئے میں نے ان کو رسول سے دور رکھنے کی کوشش کی تو رسول اسلام ﷺ نے فرمایا :اے انس وائے ہو تم پر ،میرے فرزند ارجمند اور میرے جگر کو چھوڑ دو،بیشک جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی[1] ''۔

۷۔حضرت رسول اکرم ﷺ نماز عشاء میں مشغول تھے تو آپؐ نے ایک سجدہ کو بہت طول دیا جب آپؐ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے آپؐ اس سلسلہ میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا :''یہ (حسنؑ) میرا فرزند ہے جو میری پشت پر سوار ہوگیا تھا اور میں نے اس کو اپنی پشت سے جلدی اتارنے میں کراہت محسوس کی[2] ''۔

۸۔عبداللہ بن عبد الرحمن بن زبیر سے روایت ہے :امام حسنؑ نبی کے اہل میں سب سے زیادہ زیادہ آنحضرتؐ سے مشابہ تھے ،اور وہ امام حسنؑ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے ،راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اسلام ﷺ سجدہ میں تھے تو امام حسنؑ آنحضرتؐ کی گردن یا آپؐ کی پشت پر سوار ہوگئے اور آپؐ نے امام حسنؑ کواس وقت تک اپنی پشت سے نہیں اُتارا جب تک کہ آپؑ خود آنحضرتؐ کی پشت سے نہیں اُتر گئے ،اور میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جب آپؐ رکوع کرتے تھے تو اپنے دونوں پائے مبارک کو اتنا کشادہ کرتے تھے جس سے امام حسنؑ ایک طرف سے دوسری طرف نکل سکیں[3] ۔

آنحضرتؐ کے فرزندارجمند ،ریحان اور میوۂ دل کی فضیلت کے بارے میں ان احادیث کے مانند متعدد احادیث رسول اسلام ﷺ سے نقل کی گئی ہیں ۔راویوں نے کچھ دوسری احادیث نقل کی ہیں جن میں امام حسنؑ اور ان کے برادر سید الشہداء امام حسینؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور دوسری کچھ روایات میں اہل بیتؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے امام حسنؑ اہل بیت کی ایک شمع ہیں ،اور ہم نے متعدد احادیث اپنی کتاب(حیاۃالامام الحسنؑ) کے پہلے حصہ میں بیان کر دی ہیں ۔آپؑ کی پرورش نبی ﷺ

[1] کنز العمال، جلد ۶،صفحہ ۲۲۲۔
[2] البدایہ والنہایہ ، جلد ۸،صفحہ ۳۳۔
[3] الاصابہ ،جلد ۲،صفحہ ۱۲۔

نے اپنے فرزند ارجمند سے دوستی کی رعایت کرتے ہوئے ان کو بلند اخلاق کا درس دیا ، اپنے تمام علوم ان تک پہنچا ئے ،آپؑ کی تربیت آپؑ کے والد بزرگوار امیر المومنینؑ نے کی جو دنیائے اسلام کے سب سے بلند و افضل معلم ہیں جنھوں نے آپؑ کی ذات اور نفس کو کریم اور عظیم مثال سے آراستہ کیا یہاں تک کہ آپؑ ان کی سچی تصویر بن گئے ،اسی طرح آپ کی والدہ گرامی سیدۃ نساء العالمین ،زہراءؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالص ایمان ،اللہ سے عمیق محبت اور اس سے مضبوطی سے لو لگانے سے آپ کی تربیت فرمائی ۔

امام حسنؑ نے بیت نبوت ،وحی نازل ہونے کی جگہ اور مرکز امامت میں پرورش پائی آپؑ اپنے حسن سلوک اور عظیم شخصیت میں اسلامی تربیت کے لئے بہترین مثال بن گئے ۔

بہترین فضائل و کمالات

امام حسنؑ بلند ترین صفات و کمالات کا مجسمہ تھے ،آپ اپنے جدامجد اور والد بزرگوار کے صفات وکمالات کے مکمل آئینہ دار تھے جنھوں نے زمین پر فضائل و کمالات کے چشمے جاری کئے ۔امام حسن علیہ السلام فضائل و مناقب ،اصل رائے ،بلند افکار ،ورع و پرہیزگاری ،وسیع حلم ،اخلاق حسنہ میں بلندیٔ کمالات پر فائز ہوئے یہ سب آپؑ کے اخلاق کے کچھ جواہر پارے ہیں ۔

امامت

آپؑ کے عظیم صفات میں سے امامت ہے اور امامت و بلندی کمالات اس کے شامل حال ہوتی ہے جس کو خداوند عالم اپنے بندوں میں سے منتخب کرتا ہے ،یہ امامت کا درجہ بھی خدا ہی نے آپؑ کو عطا کیا اور رسول کریمؐ نے امام حسنؑ اور ان کے بردار محترم کے سلسلہ میں یہ اعلان فرمایا : ''حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں چاہے وہ دونوں قیام کریں یا بیٹھ جائیں ''۔

ہم اس وقت اختصار کے طور پر امامت کے معنی اوراس کے متعلق کچھ مطالب بیان کرنے کیلئے مجبور ہیں جن سے امام کا مقام اور عظیم شان کاپتہ چلتا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں: ا۔امامت کا مطلب: علماء کلام نے امامت کی تعریف میں یوں کہا ہے :ایک انسانی شخصیت کا دین اور دنیا کے امور میں عام طور پر رئیس و حکمراں ہونا ۔پس اس تعریف کی بنا پر امام وہ عام زعیم و رئیس ہے جس کا لوگوں کے تمام دینی اور دنیوی امور پر سلطۂ قدرت ہو۔

۲۔امامت کی ضرورت:امامت زندگی کی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے جس سے انسان کا کسی حال میں بھی بے نیاز رہنے کا امکان نہیں ہے، اسی میں دنیا اور دین کے نظام کا قیام ہوتا ہے اسی سے عدالت کبریٰ محقق ہوتی ہے، جس کو اللہ نے زمین پر نافذ کیا ہے،لوگوں کے درمیان عام طور پر امن و سلامتی محقق ہوتی ہے ان سے ہرج و مرج دور ہوتا ہے،اور طاقت ورکو کمزوروں پر زورگوئی سے روکتا ہے ۔امام کی سب سے زیادہ اہم ضرورت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دے ،اس کے احکام اور تعلیمات کو نشر کرے ،معاشرہ کو روح ایمان اور تقویٰ کی غذا کھلائے تاکہ اس کے ذریعہ وہ انسانوں سے شر دور کرے اور اچھائیوں کی طرف متوجہ ہو اور تمام امت پر اس کی اطاعت کرنا ،اس کے امور کو قائم کرنے کے لئے اس کے اوامر کو بجالانا،اس کے ذریعہ کجی کو درست کرنا ،پراکندگی کو اکٹھا کرنا اور راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرنا ضروری ہے ۔

۳۔واجبات امام: مسلمانوں کے امام اور ان کے ولی امر میں مندرجہ ذیل چیزیں ہونا چاہئے:

ا۔دین کی حفاظت،اسلام کی حراست،اورا قدار و اخلاق کو مذاق کرنے والوں سے بچانا ۔

۲۔احکام نافذ کرنا ،جھگڑوں میں فیصلے کرنا اور مظلوم کا ظالم سے حق دلانے میں انصاف کرنا ۔

۳۔اسلامی ممالک کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرنا ،چاہے وہ حملے لشکری ہوں یا فکری ۔

۴۔انسان کی شقاوت کا باعث ہونے والے تمام جرائم میں حدیں اور فیصلے قائم کرنا ۔

۵۔ سرحدوں کی حفاظت۔

۶۔ جہاد۔

۷۔ زکات جیسے خراج ''ٹیکس''کا جمع کرنا جس کے متعلق اسلامی شرعی نص و روایت موجود ہے۔

۸۔ حکومتی امور میں امانتدار افراد سے کام لینا اور اپنے کارگزاروں کے ساتھ نا انصافی نہ کرنا۔

۹۔ بذات خود رعایا کے امور کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا ،اور اس کے لئے کسی دوسرے کی نظارت پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے[1]۔

۱۰۔ دلیری کے ساتھ فیصلے کرنا ،امت کیلئے رفاہی کام کرنا اور ان کو فقر و محرومیت سے نجات دلانا ۔امام پر ان مندرجہ بالا امور کا بجالانا اور ان کی عام طور پر مطابقت کرنا واجب ہے اور ہم نے ان جہتوں کے متعلق مکمل طور پر اپنی کتاب ''نظام الحکم اور ادارۃ الاسلام''میں بحث کی ہے۔

۴۔ امام کے صفات :امام میں مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ معاشرہ میں عدالت رائج کرنایعنی اور وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرتا ہو اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔

۲۔ امت کی تمام ضروریات کی چیزوں سے آگاہ ہو ،ان کے شان نزول اور احکام سے باخبر ہو۔

۳۔ اس کے حواس جیسے قوت سامعہ ،باصرہ اور زبان صحیح و سالم ہو تا کہ ان کے ذریعہ براہ راست چیزوں کا درک کرنا صحیح ہو ،جیسا کہ دوسرے بعض اعضاء کا ہر نقص سے پاک و منزہ ہونا ضروری ہے۔

۴۔ رعایا کی سیاست اور عام مصلحتوں کی تدبیر کے لئے نظریہ کا نفاذ۔

---

[1] سیاست شرعیہ، صفحہ ۷۔

۵۔اسلام کی حمایت اور دشمن سے جہاد کرنے کے لئے شجاعت،جواں مردی اور قدرت کا ہونا ۔

٦۔نسب یعنی امام کا قریش سے ہونا ۔یہ تمام شرطیں اور صفات ماوردی اور ابن خلدون نے بیان کی ہیں[1]۔

۷۔ عصمت، متکلمین نے عصمت کی تعریف یوں کی ہے :اللہ کا لطف جو اس کے اکمل بندوں پر جاری ہوتا ہے ،جو اس کو عمداً اور سہوا جرائم اور گناہوں کے ارتکاب سے روکتا ہے ،شیعوں کا امام میں اس صفت کے پائے جانے پر اجماع ہے ،اس مطلب پر حدیث ثقلین دلالت کرتی ہے ، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن و عترت کو مقارن قرار دیا ہے ،جس طرح ''قرآن کریم ''غلطی اور لغزش سے محفوظ ہے، اسی طرح عترت اطہار بھی غلطی اور خطا سے محفوظ ہیں ،ورنہ ان دونوں کے ما بین مقارنت اور مساوات کیسے صحیح ہوتی اور ہم اس سلسلہ میں پہلے عرض کر چکے ہیں ۔یہ تمام صفات ائمۂ اہل بیت کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے ہیں چونکہ انھوں نے ہی اسلام کی پرورش اور اس کی حمایت کی ،اللہ اور اس کی رضا اور اس کی اطاعت کے لئے دلائل پیش کئے ،اسلام کے معتقد شاعر نے ان کو اشعار میں یوں نظم کیا ہے: لِلقَرِیبِینَ مِن نَدیٰ والبَعِیدِیْنَ مِنَ الجُوْرِ فِي عُریٰ الأحکامِ والمُصِیْبِیْنَ بابَ ما أخْطَأَ النَّاسُ وَمُرْسِیْ قَوَاعِدَ الإِسلامِ والحُمَاةِ الکُفَاةِ فِي الحربِ إن لَفَّ ضِرامٌ وَقُودَہُ بِضِرَامِ والغُیوثِ الذین إن أمْحَلَ النَّاسُ فَمَأویٰ حَوَاضِنِ الأَیْتَامِ راجِحِي الوَزْنِ کامِلِي العَدْلِ فِي السِّیْرَۃِ طَبِّیْنَ بِالأُمُورِ العِظَامِ ساسَۃٌ لاکَمَن رأیٰ رَعْیَۃَ النَّاسِ سَواءٍ وَرَعْیَۃَ الأَنعامِ[2] ''یہ صفات اُن ائمہ کی ہیں جو سخاوت سے نزدیک ہیں اور ظلم و جور سے دُور ہیں ۔یہ ائمہ احکام اسلام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں جہاں لوگ خطاؤں کے مرتکب ہوتے ہیں۔وہاں ان کو راہ راست معلوم ہوتی ہے یہ اسلام کی بنیادوں کو راہ راست بخشنے والے ہیں ۔یہ ائمہ جنگ میں شدت سے حملہ کرتے ہیں ۔ یہ وہ باران کرم ہیں کہ اگر لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں تو یہ یتیموں کی پناہ گاہ ہوتے ہیں۔ اُن کی فضیلتوں کا پلّہ جھکا رہتا ہے یہ بالکل انصاف سے کام لیتے ہیں ۔یہ اہم امور کو اچھی طرح سمجھتے ہیں یہ سیاست مدار ہیں البتہ جانوروں اور انسانوں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے نہیں ہیں'' ۔بیشک اہل بیت نے اپنی عصمت پر سیرت و کردار کے ذریعہ دلیل قائم کی ہے جو اس بات کی

[1] احکام السلطانیہ ،صفحہ ۴۔مقدمہ ،صفحہ ۱۳۵۔
[2] ہاشمیات، صفحہ ۹۔

عکاسی کرتی ہے کہ تاریخ انسانیت میں ان کے مثل کوئی نہیں ہے،اسی وجہ سے ان کیلئے دین میں عظیم فضل اور تقویٰ ہے ۔وہ ہر قسم کی غلطی اور خطا سے معصوم ہیں جس پر مختلف حالات و واقعات دلالت کرتے ہیں۔

۵۔امام کی تعیین: شیعوں کے نظریہ کے مطابق امامؑ کا معین کرنا امت کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ ہی اہل حل وعقد کے ہاتھ میں ہے ،امامت کے متعلق الکشن کرانا باطل ہے ،اس میں کسی کا اختیار محال ہے، امامت بالکل نبوت کے مانند ہے ،جس طرح نبوت انسان کی ایجاد نہیں ہو سکتی اسی طرح امامت بھی کسی کی تکوین و ایجاد کے ذریعہ نہیں ہو سکتی ،کیونکہ جس عصمت کی امامت میں شرط ہے اس سے خدا کے علاوہ مخفی نفوس سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہے ،اس نے اس پر حجت آل محمد اور مہدیٔ منتظر سے اپنی حدیث میں سعد بن عبداللہ کے ساتھ استدلال کیاہے اس نے امامؑ سے سوال کیا کہ لوگوں کے اپنی خاطر امام اختیار نہ کرنے کی کیا وجہ ہے ؟تو امامؑ نے فرمایا: ''وہ اپنے لئے مصلح یا مفسد امام کو اختیار کریں گے ؟''۔ اس نے جواب دیا :بلکہ مصلح امام اختیار کریں گے ۔ ''تو کیا ان کا کسی بُرے شخص کو اختیار کرنا ممکن ہے جبکہ کسی کے دل کی اچھائی یا برا ئی سے کوئی واقف نہیں ہے ؟''۔کیوں نہیں ۔یہ وجہ میں نے تیری عقل کے نزدیک مؤثق دلیل و برہان کے ذریعہ بیان کی ہے ،مجھے ان انبیاء کی خبر دی گئی ہے جن کو اللہ نے منتخب فرمایا ،ان پر کتاب نازل فرمائی ،ان کی عصمت اور وحی کے ذریعہ تائید فرمائی کیونکہ وہ امتوں کے بزرگ ہیں ،موسیٰ اور عیسیٰ کے مانند ان کو اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے کیا ان دونوں کی زیادہ عقل اور ان کے علم کے کامل ہونے کے باوجود ان دونوں کو کسی کو منتخب کرنے کا اختیار ملتا ہے تو وہ منافق کے سلسلہ میں حیرت میں پڑجاتے ہیں اور فکر کرتے ہیں کہ یہ مومن ہے حالانکہ وہ منافق ہوتا ہے ؟ ''نہیں ۔موسیٰ کلیم اللہ نے اتنی زیادہ عقل ،اتنے کامل علم اور اپنے اوپر وحی نازل ہونے کے باوجود اپنی قوم سے اپنے پروردگار سے کئے ہوئے وعدے کے تحت ستر افراد کو منتخب کیا جن کے ایمان و اخلاص میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا جبکہ اُن میں منافقین بھی تھے؟ '' اللہ کا ارشاد ہے :(وَاخْتَارَ مُوسَیٰ قَوْمَہُ سَبْعِینَ رَجُلاً لِمِیقَاتِنَا[1])''اور موسیٰ نے ہمارے وعدے

[1] سورۂ اعراف، آیت ۱۵۵۔ ۲۔سورۂ نساء ،آیت ۱۵۳۔

کے لئے اپنی قوم کے ستر افراد کا انتخاب کیا'' یہاں تک کہ خدا نے فرمایا :(فَقَالُوا أَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ) ''جب انھوں نے کہا کہ ہمیں علی الاعلان اللہ کو دکھلا دیجئے تو ان کے ظلم کی بنا پر انھیں ایک بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا ''جب خدا کی طرف سے نبوت کیلئے منتخب کیا جانے والا شخص بھی فاسد کا انتخاب کر سکتا ہے تو اس سے ہم یہ جان لیتے ہیں کہ منتخب کرنے کا حق صرف اس ذات بابرکت کو ہے جو دلوں کے راز سے واقف ہے ۔

انسانی طاقتیں اس امت کے لئے اصلح شخص کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں ،اس کا اختیار انسان کے بس کی بات نہیں ہے ،بلکہ اس کا اختیار تو عالم الغیب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے ۔امامت کے متعلق یہ مختصر سی بحث تھی اور محقق کے لئے تفصیل کی خاطر علم کلام کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے ۔

بلند اخلاق

امام حسنؑ کو اپنے جد رسولؐ کے بلند اخلاق وراثت میں ملے جو اپنے اخلاق میں تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے تھے ،مورخین نے آپ کے اخلاق کے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں ،ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ ہے کہ ایک شامی شخص آپؑ کے پاس سے گزرا تو اس نے آپؑ کو دیکھ کر آپ پر سب و شتم کرنا شروع کیا ،امامؑ خاموش رہے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا جب وہ شخص سب و شتم کرکے چُپ ہوگیا تو امام حسنؑ نے مسکراتے ہوئے چہرے سے اس سے فرمایا :اے بزرگ میرے خیال میں تم مسافر ہو اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ہم تجھے عطا کریں ،اگر تم ہدایت چاہتے تو ہم تمہاری ہدایت کریں ،اگر سواری کی ضرورت ہو تو سواری فراہم کریں ،اگر تم بھوکے ہو تو تمھیں کھانا کھلادیں گے ،اگر تم محتاج ہو تو تمھیں بے نیاز کردیں گے اگر تمہارے پاس رہنے کی جگہ نہیں ہے تو ہم اس کا انتظام کردیں گے ''۔جب امامؑ اس سے اپنے نرم و لطیف کلام سے پیش آئے تو اس کے ہوش اڑ گئے ،وہ کوئی جواب نہ دے سکا ،وہ اس شش و پنج میں پڑ گیا کہ امام سے کیسے عذر خواہی کرے اور جو کچھ گناہ مجھ سے صادر ہوگئے ہیں ان کو کیسے مٹائے ؟اور اس

نے کہنا شروع کیا :اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے[1] ۔آپ کے عظیم اخلاق کا یہ حال تھا کہ آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے اوروہاں سے کہیں جانے کا قصد رکھتے تھے تو وہاں پر ایک فقیر آگیاآپؑ اس کے ساتھ بڑی شفقت و مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور اس سے فرمایا: ''تم اس وقت آئے جب میں وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا تو کیا تم مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیتے ہو؟ ''امامؑ کے ان بلند اخلاق سے فقیر متعجب ہوا اور امامؑ کو وہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدی[2] ۔

یہ آپؑ کا بلند اخلاق تھا کہ ایک مرتبہ آپؑ فقیروں کی ایک ایسی جماعت کے پاس سے گذرے جو زمین پربیٹھے ہوئے کھانا کھارہے تھے انھوں نے آپؑ کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تو آپؑ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا نے لگے اور فرمایا : ''خداوند عالم متکبروں کو دوست نہیں رکھتا '' پھر ان کو مہمان ہونے کی دعوت دی تو انھوں نے آپؑ کی دعوت پر لبیک کہا آپؑ نے ان کو کھانا کھلایا،کپڑا دیا اور ان کو اپنے الطاف سے نوازا[3] ۔

وسعت حلم

آپ ایسے حلیم و بردبار تھے کہ جو بھی آپ کے ساتھ بے ادبی کرتا آپ اس کے ساتھ احسان کرتے تھے مورخین نے آپؑ کے حلم کے متعلق متعدد واقعات قلمبند کئے ہیں،ایک واقعہ یہ ہے کہ آپؑ نے جب اپنی بکری کا ایک پیر ٹوٹا ہوا دیکھا تو اپنے غلام سے فرمایا : ''یہ کس نے کیا ہے ؟'' ۔غلام :میں نے ۔امامؑ: ''تونے ایسا کیوں کیا؟'' ۔غلام :تاکہ آپؑ اس کی وجہ سے ناراض ہو جا ئیں!امامؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''میں تجھے ضرور خوش کرونگا'' ۔امامؑ نے اس پر بہت زیادہ بخشش کرکے اسے آزاد کردیا[4] آپؑ کے سخت دشمن مروان بن حکم نے آپؑ کے عظیم حلم کا اعتراف کیا ہے اور جب آپؑ کا جسم اطہر حضیرۂ قدس میں لیجایا

[1] مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۲،صفحہ ۱۴۹۔الکامل مبرد ،جلد ۱،صفحہ ۱۹۰۔۲۔
[2] تاریخ الخلفا ء ،مؤلف سیوطی، صفحہ ۷۳۔
[3] اعیان الشیعہ ،جلد ۴،صفحہ ۲۴۔
[4] مقتل الحسین ''خوارزمی ''،جلد ۱،صفحہ ۱۴۷۔

گیا تو اس نے آپ کے جنازہ کو کاندھا دینے میں سبقت کی،امام حسینؑ یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور اس سے فرمایا :آج تم اس کا جنازہ اٹھانے کے لئے آگئے جس پر تم کل غیظ و غضب کا گھونٹ پیتے تھے ؟''۔

مروان نے کہا :جس کا حلم پہاڑ کے مانند ہو میں اس کے ساتھ ایسا ہی کرونگا[1]۔

امام حسنؑ اپنے حلم ،بلند آداب اور عظیم اخلاق میں ایک نمونہ تھے اور اسی صفت کی وجہ سے آپ لوگوں کے قلوب میں جگہ بنائے تھے ۔

سخاوت

امام حسنؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے ،آپ اکثر غریبوں پر احسان فرماتے تھے ،کسی سائل کو کبھی رد نہیں کرتے تھے اور ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا : آپؑ سائل کو رد کیوں نہیں کرتے ہیں ؟آپؑ نے فرمایا : ''بیشک میں اللہ کا سائل ہوں،اسی سے لو لگاتا ہوں،مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں خود تو سائل ہوں اور سوال کرنے والے کو رد کردوں،بیشک خدا کی مجھ پر اپنی نعمتیں نازل کرنے کی عادت ہے، لہٰذا میں نے بھی اس کی نعمتیں لوگوں کو دینے کی عادت بنا لی ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے اپنی عادت ختم کر لی توخدا کہیں اپنی عادت ختم نہ کرلے ''،اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھے '': إذا ما أتانِي سَاءِلٌ قُلْتُ مَرْحَباً بِمَن فَضْلُهُ فَرْضٌ عَلَيَّ مُعَجَّلُ وَمَن فَضْلُهُ فَضْلٌ عَلىٰ كُلِّ فَاضِلٍ وَأَفْضَلُ أَيَّامِ الْفَتىٰ حِيْنَ يُسْأَلُ[2]''اگر میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ آپ کا احترام کرنا مجھ پر واجب ہے ۔

آپ کا احترام ہر شخص پر فرض ہے اور انسان کے بہترین ایام وہ ہیں جب اس سے سوال کیا جائے ''۔آپؑ کے دروازے پر محتاجوں اور فقیروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی آپؑ ان کے ساتھ احسان و نیکی کرتے اور انھیں ان کی خواہش سے زیادہ عطا کیا کرتے تھے

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،جلد ۴،صفحہ ۵۔
[2] نور الابصار، صفحہ ۱۱۱۔

،مؤرخین نے آپؑ کے کرم و سخاوت کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں، ہم ان میں سے بعض واقعات ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

۱۔ایک اعرابی نے آکر سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا : ''جو کچھ خزانہ میں ہے اس کو دیدو ''اس وقت خزانہ میں دس ہزار درہم تھے اس اعرابی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا :کیا آپؑ مجھے یہ اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ میں آپؑ کی شان و مدح میں کچھ اشعار پڑھوں ؟تو امام نے فرمایا ': نَحن اُناسُ نَوالُنَا خَضِلُ یَرْتَعُ فِیہِ الرَّجاءِ وَالأمَلُ تَجُودُ قَبْلَ السَّوالِ أَنْفُسُنَا خَوْفاً عَلیٰ ماءِ وَجہِ مَن یَسَلُ لَوْ یَعْلَمُ الْبَحْرُ فَضْلَ ناءِلِنَا لَفَاضَ مِن بَعْدِ فَیضِہِ خَجَلُ[1] ''''ہم ایسے لوگ ہیں جن کی بخشش سر سبز و شاداب ہے جس میں آرزو اور امید چر تی رہتی ہے۔ہم سوال کئے جانے سے پہلے ہی سخاوت کرتے ہیں تاکہ سائل کی آبرو محفوظ رہے ۔اگر سمندر کو ہماری بخشش کی فضیلت معلوم ہوتی تو وہ اپنی فیاضی سے شرمندہ ہو جاتا ''۔

۲۔امام حسنؑ ایک ایسے حبشی غلام کے پاس سے گذرے جو اپنے سامنے رکھی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا خود کھاتا تھا اور دوسرا ٹکڑا اپنے کتےّ کو ڈال رہا تھا ،امامؑ نے اس سے فرمایا : ''تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟''اس نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو روٹی کھاؤں اور اس کو نہ کھلاؤں ۔امامؑ نے اس غلام میں اس بہترین خصلت کا مشاہدہ فرمایا اور اس کو اس اچھی خصلت کی جزا دینا چاہی اس کے احسان کے مقابلہ میں احسان کرنا چاہاتاکہ فضیلتوں کو رائج کیا جا سکے۔اس سے فرمایا :تم اسی جگہ پر رہو ،پھر آپؑ نے اس کے مالک کے پاس جاکر غلام اور جس باغ میں وہ رہتا تھا اس کو خریدااور اس کے بعد اسے آزاد کرکے اس باغ کا مالک بنا دیا[2] ۔

۳۔ایک مرتبہ امام حسنؑ مدینہ کی ایک گلی سے گذر رہے تھے تو آپؑ نے سنا کہ ایک آدمی اللہ سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا ہے تو جلدی سے اپنے بیت الشرف میں آئے اور اس کے لئے دس ہزار درہم بھیج دئے[3] ۔یہ آپ کے جود و کرم کے چند واقعات تھے اور ہم نے آپ کے جود و کرم کے متعدد واقعات اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسنؑ''کے پہلے حصہ میں بیان کئے ہیں ۔

---

[1] اعیان الشیعہ، جلد ۴،صفحہ ۸۹۔۹۰۔
[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۸۔
[3] طبقات الکبریٰ ،مؤلف شعرانی جلد ۱،صفحہ ۲۳ ۔الصبّان ،صفحہ ۱۱۷۔

زہد

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پہلے پھول اور آپ کے اس لخت جگر نے اپنی زندگی زہد و تقویٰ میں بسر کی اور ہمیشہ خدا سے لو لگائے رہے ،اور زندگی کے بہت کم مال و دولت پر قناعت فرمائی، امامؑ فرماتے ہیں'': لَکِسْرَۃٌ مِن خَسِیسِ الْخُبْزِ تُشْبِعُنِی وَشَرْبَۃٌ مِن قَرَاحِ الْمَاءِ تَکْفِینِی وَطُرَّۃٌ مِن دَقِیقِ الثَّوبِ تَسْتُرُنِی حَیًا وَإِن مِتُّ تَکْفِینِی لِتَکْفِینِی[1]'' ''روٹی کا معمولی ٹکڑا مجھے شکم سیر کردیتا ہے سادہ پانی کا ایک گھونٹ میرے لئے کافی ہے ۔

زندگی میں معمولی کپڑا میرے پہننے کیلئے کافی ہے اور مرنے کے بعد میری تکفین کیلئے کافی ہے''آپ نے اپنا بیان مندرجہ ذیل دو بیتوں پر تمام فرمایا جو آپ کے زہد کی عکاسی کرتا ہے: قَدِّمْ لِنَفْسِکَ مَا اسْتَطَعْتَ مِنَ التُّقَیٰ إِنَّ الْمَنِیَّۃَ نَازِلٌ بِکَ یَا فَتَیٰ أَصْبَحْتَ ذَا فَرَحٍ کَأَنَّکَ لَا تَرَیٰ أَحْبَابَ قَلْبِکَ فِي الْمَقَابِرِ وَالْبِلَیٰ[2] ''اپنے نفس کو حتی الامکان پرہیز گاری کا تحفہ پیش کروکیونکہ اے جوان تم کو موت آنے والی ہے ۔تم اس طرح خوش ہوگئے ہوکہ گویا اپنے قلبی دوستوں کو قبروں میں سوتا نہیں دیکھتے ''۔ محمد بن بابویہ نے امام حسنؑ کے زہد کے متعلق ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ''زہد الامام الحسنؑ'' رکھا ہے[3]، مترجمین و محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ سب سے زیادہ زاہد تھے آپ کی شان آپ کے جد اور والد بزرگوار کی شان کے مطابق تھی ۔

علمی ہیبت

امام حسنؑ اسلام میں علم و حکمت کے منبع تھے ،آپؑ اور آپ کے برادر کے کثرت علم کے متعلق احادیث میں وارد ہوا ہے ،امام حسنؑ اور امام حسینؑ متجر فی العلم تھے ،عالم اسلام میں سب لوگ فتووں کے سلسلہ میں امام حسن علیہ السلام کی طرف ہی رجوع کرتے

---

[1] حیاۃ الامام الحسن ،جلد ۱،صفحہ ۳۲۸۔
[2] تاریخ ابن عساکر، جلد ۴،صفحہ ۲۱۹۔
[3] حیاۃالامام الحسنؑ ، جلد ۱،صفحہ ۳۳۰۔

تھے،آپ کے پاس علوم اخذ کرنے والے صحابہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی،اس کی تمام صحابہ نے روایت کی ہے[1] ۔یہ بات شایان ذکر ہے کہ محمد بن احمد دولابی متوفی ۳۱۰ ھ نے مسند نامی کتاب تحریر کی ہے جس میں ''ذریۂ طاہرہ ''کے نام سے ایک باب ہے جس میں وہ تمام روایات درج کی ہیں جن کو امام حسنؑ نے اپنے جد رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے[2] ۔حکیمانہ کلمات قصار

۱۔ ''دنیا میں اپنے بدن کے ساتھ رہو اور آخرت میں اپنے دل کے ساتھ رہنا[3]''۔

۲۔ ''اگر دنیا کے بارے میں تمہارے مطالبات پورے نہ ہوں تو تم یہ تصور کروکہ تم نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا[4]''۔

۳۔ ''سب سے بڑی مصیبت بری عادت ہے[5]''۔

۴۔ ''جو شخص سلام سے پہلے کلام کرے اس کا جواب نہ دو[6]''۔

۵۔ایک شخص اپنے مرض سے صحتیاب ہوا تو امامؑ نے اس سے فرمایا: ''اللہ نے تیرا ذکر کیا تو اسکا ذکر کر،اور تجھے واپس پلٹایا لہٰذا تو اس کا شکر ادا کر[7]''۔

۶۔ ''نعمت،محنت ہے اگر تم نے نعمت کا شکر ادا کیا تو وہ تمہارے لئے خزانہ ہوگی اور اگر نعمت کا انکار کیا تو وہ مصیبت ہو جائے گی''۔[8]آپ کے بعض خطبے آپ پنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب تھے اور بات میں بات ایجاد کرنے کی قدرت رکھتے تھے ہم ذیل میں ان کے بعض خطبے نقل کر رہے ہیں: ۱۔امام امیر المومنین حضرت علیؑ نے آپ کو لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے بھیجا توآپ نے بڑی ہی شان و شوکت کے ساتھ منبر کے پاس کھڑے ہوکر یوں خطبہ ارشاد فرمایا'': ایہا الناس !اپنے پروردگار کے

---

[1] حیاۃ الامام الحسن ؑ، جلد ۲، صفحہ ۳۳۳۔
[2] جامعہ زیتونہ کی لا ئبریری کے خطی نسخے جن کی امیر المومنین لا ئبریری سے فوٹوکاپی لی گئی ہے ہم نے اس کا تذکرہ حیاۃالامام الحسن ؑکی پہلی جلد میں کر دیا ہے ۔
[3] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱۸،صفحہ ۸۹۔
[4] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۸،صفحہ ۸۹۔
[5] نہج السعادہ ،جلد ۸،صفحہ ۲۸۰۔
[6] کشف الغمہ ،جلد ۲،صفحہ ۱۹۷۔
[7] بحارالانوار ،جلد ۷۵،صفحہ ۱۰۶۔
[8] تذکرۃ ابن حمدون ،صفحہ ۲۵۔

پیغام کو سمجھو،بیشک پروردگار عالم نے عالمین کیلئے آدم،نوح،آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیاہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے ،ہم آدم کی برگزیدہ اولاد میں،نوح کے خاندان میں،آل ابراہیم کے منتخب کردہ میں،اسماعیل اور آل محمد کی نسل میں،ہم تمہارے درمیان بلند آسمان، بچھی ہوئی زمین اور چمکتے سورج کے مانند ہیں ہم ہی نے اپنے نور سے دنیا کو روشن کیا ہے اور ہم ہی شجرِ زیتونہ ہیں جس کو پروردگار عالم نے مبارک قرار دیا ہے اور اس کی قرآن کریم میں مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے : ''لاشرقیۃ ولاغربیۃ ''نہ مشرق ہے اور نہ مغرب ہے،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت کی اصل ہیں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں،خدا کی قسم ہم اس کے ثمر ہیں،جس نے اس کی شاخوں سے تعلق رکھا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ گمراہ ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے[1]۔۔۔''۔

۲۔آپؑ کا ایک بہت ہی عمدہ خطبہ یہ ہے جس میں آپ نے مکارم اخلاق کے سلسلہ میں گفتگوفرمائی '':جان لو !عقل حرز (محافظ) ہے، حلم زینت ہے ،وفاداری مروت ہے،جلد بازی بیوقوفی ہے،بیوقوفی کمزوری ہے،اہل دنیا کے ساتھ مجالست بری ہے،اہل فسق و فجور سے ملنا جُلنا دھوکہ ہے، جس نے اپنے برادران کو ہلکا سمجھا اس نے ان کی محبت سے ہاتھ دھولیا ،شک و شبہ کرنے والے کے علاوہ اور کوئی ہلاک نہیں ہوگا ،وہ ہدایت یافتہ افراد ہی نجات پائیں گے جو اپنی موت اور اپنے رزق کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے بھی خدا پر کسی طرح کا الزام نہیں لگاتے ،وہ صاحب مروّت افراد ہوتے ہیں اُن کی حیا کامل ہوتی ہے،وہ صبر کئے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُن کو اُن کا رزق مل جاتا ہے،وہ دنیا کے عوض دین اور جوانمردی کا سودا نہیں کرتے اور نہ رضایت الٰہی کے بدلہ دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں،انسان کی جوانمردی اور عقل مندی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی حاجت برآری میں جلدی کرے چاہے وہ حاجت برآری کا تقاضا بھی نہ کریں، عقل خدا کی عطا کی ہوئی چیزوں میں سب سے بہتر ہے،اس لئے کہ اسی کے ذریعہ سے دنیا اور اس کی آفتوں سے نجات پائی جا سکتی ہے اور آخرت میں اس کے عذاب سے محفوظ رہا جا سکتا ہے ''۔

---

[1] جلاء العیون، جلد۱،صفحہ ۳۲۸۔

آپ سے کہا گیا :لوگوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی عبادت کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا : ''تم اس کی عقل کو دیکھو کیونکہ قیامت کے دن جزا انسان کی عقل کے حساب سے دی جا ئیگی اور بہترین ادب عقل کی صحت کی دلیل ہے[۱]۔۔۔''

عبادت

امام حسنؑ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد تھے،آپ کے سلسلہ میں راویوں کا کہنا ہے :آپؑ ہمیشہ اپنی زبان پر اللہ[۲] کا ذکر جا ری رکھتے تھے ،جب جنت و جہنم کا تذکرہ ہوتا تو آپؑ مضطرب ہوجاتے ،خدا سے جنت کا سوال کر تے اور جہنم سے پناہ مانگتے ،جب موت اور موت کے بعد حشر و نشر کا تذکرہ ہوتا تو آپ خا ئفین اورتوبہ کرنے والوں[۳] کی طرح گریہ کرتے ،جب اللہ کی بارگاہ میں حاضری کاذکر ہوتا تو آپ ایک نعرہ مارتے تھے یہ تمام باتیں اللہ کی عظیم اطاعت اور اس سے خوف کی عکاسی کرتی ہیں[۴]۔

وضواور نماز

امام حسنؑ جب وضو کا ارادہ کرتے تو خدا کے خوف سے آپ کی حالت متغیر ہو جاتی یہاں تک کہ آپ کا رنگ متغیر ہوجاتا اور آپ کے اعضاء کانپ اٹھتے تھے،جب اس راز کے سلسلہ میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا : ''جو شخص، رب العرش کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے اس کا حق ہے کہ اس کے بند بند کانپ جائیں اور اس کا رنگ بدل جائے ''، جب آپؑ وضو سے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تو باآواز بلندیوں فرماتے : ''خدایا تیرا مہان تیرے دروازے پر ہے ،اے احسان کرنے والے!گناہ گار تیرے پاس آیا ہے ،اے کریم اپنی نیکیوں کے ذریعہ ہماری برائیوں سے در گذر فرما[۵] ''۔جب نماز میں مشغول ہوتے تو خدا سے

---

[۱] ارشاد القلوب ،صفحہ ۲۳۹۔
[۲] امالی صدوق ،صفحہ ۱۰۸۔
[۳] اعیان الشیعہ ،جلد ۴، صفحہ ۱۱۔
[۴] امالی صدوق ،صفحہ ۱۰۸۔
[۵] امالی صدوق ،صفحہ ۱۰۸۔

خوف و ڈر کی وجہ سے آپؑ کے بند بند کا نپنے لگتے تھے[1]۔ نماز صبح ادا کرنے کے بعد سے لیکر سورج نکلنے تک آپؑ اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی سے کوئی کلام نہیں کرتے تھے[2]۔

حج

آپؑ نے اللہ کی عبادت اور اس کی طاعت کا یوں اظہار فرمایا کہ آپؑ نے پاپیادہ پچیس حج کئے، جبکہ آپ کیلئے سواریاں موجود تھیں[3]جب آپ سے پاپیادہ بہت زیادہ حج کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ فرمایا: ''مجھے اپنے پروردگار سے اس بات پر شرم آتی ہے کہ میں پیدل اس کے بیت حرام تک نہ جاؤں[4]''۔ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنا امامؑ نے خدا کی مرضی اور اس کی اطاعت میں ہر انسان پر سبقت فرمائی،آپ نے دو مرتبہ اپنی ساری ملکیت راہ خدا میں تقسیم کر دی،اور تین مرتبہ اللہ کی راہ میں اپنا سارا مال دیدیا یہاں تک کہ اپنی نعلین بھی دیدی اور پھر دوبارہ خریدی[5]۔یہ آپ کے ذریعہ اللہ کی اطاعت کے چند نمونے ہیں آپؑ نے عبادت میں اپنے جد اور پدر بزرگوار سید المتقین اور امام الموحدین کا کردار ادا کیا۔

کثرت ازواج کی تہمت

امام حسنؑ پر زیادہ شادیاں کرنے کی تہمت لگائی گئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے :آپؑ نے تین سو شادیاں کی ہیں (۲) یہ صرف ایک بہتان ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے،جب حسنی سادات نے منصور دوانیقی کے خلاف قیام کیا تو اس نے جان بوجھ کر یہ مشہور کردیا،

---

[1] حیاۃالامام حسنؑ ،جلد ۱، صفحہ ۳۲۷۔

[2] بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۳۔

[3] لمعہ ،کتاب الحج ،جلد ۲، صفحہ ۱۷۰۔

[4] اعیان الشیعہ ،جلد ۴، صفحہ ۱۱۔

[5] اسدالغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۔

اس قیام سے اس کی حکومت کو خطرہ لاحق ہوا ، ارکان حکومت لرزہ براندام ہوگئے تو اس نے جان بوجھ کر امام امیرالمومنین اور ان کی اولاد پر الزامات لگانا شروع کردئے اور ان پر آرام طلبی کا الزام لگایا ۔

اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو امام حسنؑ کی اولاد بھی کثرت نساء سے شادیوں کے مناسب ہوتی حالانکہ ''نسابوں نے جو آپ کی اولاد کا ذکر کیا ہے'' آپؑ کی اولاد لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد ۲۲ بتائی ہے، مطلق طور پر یہ تعداد کثرت ازواج کے بالکل مناسب نہیں ہے جس کا انھوں نے گمان کیا ہے کہ آپ نے بہت زیادہ شادیاں کی ہیں،اس سے بڑھ کر انھوں نے تو یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ بہت زیادہ طلاق دیتے تھے،اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ آپ بہت زیادہ طلاق دیتے تھے تو آپ جعدہ بنت اشعث کو طلاق دیتے،اور ہم نے اس سلسلہ میں قاطع دلیلوں کے ذریعہ اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسنؑ'' کی دوسری جلد میں اس نسبت کے متعلق بیان کر دیا ہے

خلافت

جب عالم اسلام،معاشرتی عدالت کے علمبر دارامیر المومنینؑ کی شہادت کے سانحہ سے دوچار ہوا تو بڑے ہی پیچیدہ وقت میں امامؑ نے اسلامی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی،جبکہ آپؑ کا لشکر نافرمان ہو چکا تھا،ان میں سے اکثر افراد جنگ میں سستی سے کام لے رہے تھے اور اُن میں خوارج بھی تھے جنھوں نے امام امیرالمومنینؑ پرکفر اور دین سے خارج ہونے کاالزام لگایا وہ اپنے لشکر میں جسم کھا جانے والی چیونٹی کی طرح تھے ان کو نافرمانی اور امام کی اطاعت نہ کرنے کی رغبت دلاتے تھے ۔امام حسنؑ کیلئے سب سے المناک حادثہ آپؑ کے لشکر کے سپہ سالاروں کا تھا،جن میں سر فہرست عبیداللہ بن عباس تھے،انھوں نے اللہ،رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی،معاویہ نے ظاہری طور پر انھیں ولایت،طاعت اور اپنا حکم ماننے کیلئے خط تحریر کیااور اس کے ضمن میں یہ تحریر کیا کہ اگر وہ چاہیں امامؑ کو قتل کردیں یا گرفتار کر کے اس کے حوالہ کر دیں ۔ آپ کے چچا زاد بھائی عبید اللہ بن عباس نے معاویہ سے رشوت لے لی اور رات کے اندھیرے میں بڑی ذلت و خواری کے ساتھ معاویہ کے لشکر سے جا ملا،امام حسنؑ کے لشکر میں فتنوں

کی امواج اور بے چینی چھوڑ گیا،کمزور نفس افراد کے لئے خیانت اور ضمیر فروشی کی راہ ہموار کر گیا،آپ کو اس لشکر کے حوالے کر دیا جو مال و زر کے لالچ میں آپ کے ہمراہ آگیا تھا،ہر طرف سے آپؑ کو مشکلوں نے گھیر لیا،آپؑ کے لشکر میں بعض مارقین نے جان بوجھ کر نماز کی حالت میں آپؑ کی ران پر نیزہ مارا ،امامؑ نے ان تمام مشکلوں میں صبر سے کام لیا اور یہ مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے سامنے ان دو راستوں کے علاوہ اور کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے: ۱۔ اپنے اس پراکندہ لشکر کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرتے جس سے فتح و نصرت کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی تھی ،اس طرح اپنی اور اپنے اہل خاندان نیز شیعوں کی جان کی بازی لگا دیتے اور اس طرح دین اور صراط مستقیم کی ہدایت کا یہ ستارہ غروب ہو جاتا کہ اگر امام اسیر کر کے معاویہ کے پاس لیجائے جاتے تو وہ آپ پر احسان رکھتا اور آپ کو آزاد کردہ قرار دیتا ،جس سے اس سے اور اس کے اہل خاندان سے آزاد کردہ کی تہمت ختم ہو جاتی ،کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان لوگوں کو آزاد کیا تھا اور اس طرح بنی امیہ مضبوطی کے ساتھ اپنے پیر جما لیتے اور عام لوگوں کی نظر میں امامؑ کی قربانی کی اس کے علاوہ کوئی اہمیت نہ ہوتی کہ لوگ یا آپ کی تائید کرتے یا آپ کو برا بھلا کہتے ۔

۲۔یا معاویہ کے ساتھ صلح کر لیتے جبکہ یہ صلح آنکھ میں تنکے یا گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی کی طرح ہوتی،معاویہ اور اس کی سرکشی سے چشم پوشی سے کام لیتے یا اس کے اسرار اور خباثت کو اسلامی معاشرہ میں فاش کرتے،اس کے مسلمان نہ ہونے کو بیان کرتے،اس سے بے شرمی کا لباس دور کرتے تاکہ لوگوں کے سامنے اس کی ریا ،خباثت اور زورگوئی کا انکشاف ہوجاتا یہ چیز واضح طور پر محقق ہوئی جس میں کسی طرح کا کوئی ابہام و غموض نہیں ہے، صلح کے بعد معاویہ نے ایک خطبہ دیا جس میں عراقیوں سے مخاطب ہو کر کہا : اے اہل عراق! میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی ہے کہ تم نماز پڑھو ، روزے رکھو، زکات دو اور حج بجالاؤ، بلکہ میں نے تم سے اس لئے جنگ کی ہے کہ تم کو اپنا مطیع بنا کر تم پر حکومت کروں،اور اللہ نے مجھے یہ حکومت دیدی ہے جس کے متعلق تم پر گراں گذر رہا ہے،آگاہ ہوجاؤ میں نے جو کچھ عہد و پیمان حسن بن علی (علیہما السلام)سے کئے تھے وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں ۔

کیا آپ نے اس اموی خبیث کو ملاحظہ کیا جس نے اپنی جہالت کو واضح کردیا اور اپنے تمام امور کو بیان کر دیا ؟اگر امام حسن علیہ السلام کی صلح میں یہ عظیم فائدہ نہ ہوتا جو معاویہ کی جہالت اور اس کے خبث باطنی اور سوء سریرہ پر دلالت کرتا ہے اس کی روح میں تو اسلام سما ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ رسول اسلام ﷺ کے پہلے دشمن ابو سفیان کے مشابہ اور اس کی ماں ہند کے مثل تھی جس نے سید الشہدا حضرت حمزہ کا جگر نکال کر دانتوں سے چبایا تھا اور ان کو مثلہ کر دیا تھامعاویہ کو اِن دونوں سے اسلام سے دشمنی اور رسول اسلام سے بغض کرنا ورثہ میں ملاتھا ۔

بہر حال امام حسنؑ نے صلح کا انتخاب فرمایااور شرعی طور پر آپؑ کو یہی کر نا ہی چا ہئے تھا ،اگر آپ صلح نہ فرماتے تو امت ایسی مشکلات میں گھر جا تی جن کو خدا کے علاوہ اور کو ئی نہیں جانتا ہے ۔امام حسنؑ نے صلح نامہ میں معاویہ سے شرط کی کہ اس کا (معاویہ)کا شریعت پر کو ئی قبضہ نہ ہو اس کو امیر المومنین نہیں کہا جا ئیگا یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ معاویہ شرعی حاکم نہیں ہے اور نہ مو منین کا امیر ہے ،بلکہ وہ ظلم و جور کا حاکم ہے ،اسی طرح آپ نے یہ شرط کی کہ وہ کتاب و سنت کو اپنی سیاست اور سیرت میں شمار نہیں کرے گا ،اگر آپؑ معاویہ کے مسلمان ہونے سے مطمئن ہوتے تو کیوں اس کے ساتھ یہ شرط کرتے ،اس کے علاوہ امامؑ نے اس سے دوسری شرطیں بھی کی ہیں ۔معاویہ نے ایک شرط بھی پوری نہیں کی بلکہ ان کو توڑکر وعدہ خلافی کی ،اور ہم نے ان تمام شرطوں کو اپنی کتاب ''حیاۃالامام الحسن ''میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے ۔صلح کے بعد معاویہ کی سیاست آشکار ہو گئی جو بالکل کتابِ خدا اور اس کے نبی کی سنت کے مخالف تھی ،اس نے نیک اور صالح حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی جیسے اصحاب کو قتل کیا ،مسلمانوں کو بے آبرو کیا ،عورتوں کو قید میں ڈالدیا ،ان کے اموال چھین لئے ،اور اپنی حکومت میں ابن عاص ابن شعبہ ،ابن ارطات ،ابن حکم ،ابن مرجانہ اور ابن سمیہ جیسے افراد سے مدد لی جس کو اس کے شرعی باپ عبید رومی کا انکار کر کے اس کے فاجر و فاسق باپ ابو سفیان سے ملحق کر دیا گیا تھا،اس طرح کے افراد کو عراق کے شیعوں پر مسلط کر دیا گیا جنھوں نے ان کو سخت عذاب دیا ،ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا ،ان کی عورتوں کو رسوا کیا،ان کے گھروں کو جلا دیا اور ان کے اموال لوٹ لئے ۔

اس (معاویہ) کا سب سے بڑا جرم رسول اللہ ﷺ کے بڑے فرزند ارجمند امام حسنؑ کو شہید کرنا تھا ،اس نے امام حسنؑ کو آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث سے زہر دلوایا جبکہ اس کو یہ کہہ کر بہکایا کہ میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کر دونگا ،امامؑ کو روزہ کی حالت میں زہر دیدیا گیا جس سے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور آپ کچھ مدت تک زندہ رہے اور اس کے بعد آپؑ کی روح پرواز کرگئی ،یہ وہ مصائب تھے جن کا گھونٹ معاویہ نے پلایا تھا وہ معاویہ جس کو بعض صحابہ ''کسریٰ عرب'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ،انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

معاویہ نے اپنے جرائم کا اختتام اپنے بیٹے یزید کو مسلمانوں کا خلیفہ بنا کر کیا ،اس کی دین و دنیا میں فساد برپا کرنے کے لئے پرورش کی ،اور اس نے اُن تمام فسادات کا روز عاشورہ کربلا میں ،مکہ میں اور یوم حرہ میں ارتکاب کیا اسی طرح کے اور بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا جن کے ذریعہ مسلمانوں کو بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کردیا جس کی وہ تاب نہیں رکھتے ہیں ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام آپ اسلام کی بنیاد اور اس دنیائے اسلام کو نجات دلانے والے تھے جو امویوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکی تھی جو اس کو بدترین عذاب دے رہے تھے، اس کے بچوں کو قتل اور عورتوں کوزندہ رکھتے تھے، انھوں نے اللہ کے مال کواپنی بزرگی کا سبب بنایا، اس کے بندوں کو اپنا نوکر بنایا،نیک اور صالح افراد کو دور کر دیا، مسلمانوں کے درمیان خوف و دہشت پھیلائی ،عام شہروں میں قیدخانوں، جرائم،فقرو تنگدستی اور محرومیت کو رواج دیا،رسول خدا ﷺ کی آرزو حضرت امام حسینؑ نے ان کا محکم عزم و ارادہ سے جواب دیا،آپ نے ایسا عظیم انقلاب برپا کیا جس کے ذریعہ آپؑ نے کتاب خدا کی تشریح فرمائی اور اس کوصاحبان عقل کیلئے مایۂ عبرت قرار دیا،ان کے محلوں کوجڑسے اکھاڑ پھینکا ۔

اُن کی عظمت و شوکت کی نشانیوں کو ختم کردیا، مسلمانوں کے درمیان سیا سی اور دینی شعور بیدار کیا، ان کو غلامی اور ذلت کے خوف سے آزاد کرایا،ان کو ان تمام منفی چیزوں سے آزاد کرایا جو ان کیلئے نقصان دہ تھیں، مسلمان پردے میں بیٹھنے کے بعد آن بان کے ساتھ چلنے لگے ،انھوں نے اس انقلاب کے پرتو میں اپنے حقوق کا نعرہ بلند کیا جن کا امویوں کے حکم سے خاتمہ ہو چکا تھا جنھوں نے ان کو ذلیل و رسوا کیا اور وہ کام انجام دیا جس کو وہ انجام نہیں دینا چا ہتے تھے ۔ہم اس امام عظیم کے کچھ اوصاف بیان کررہے ہیں جن کی قربانی، عزم محکم ،صبر اور انکار کے چرچے خاص و عام کی زبان پر ہیں ۔

نبی ﷺ کی حسینؑ سے محبت

حضرت رسول خدا ﷺ اپنے فرزند ارجمند امام حسین علیہ السلام سے بے انتہا محبت کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی شان و منزلت اور کیا مقام تھا اس سلسلہ میں آپ کی بعض احادیث مندرجہ ذیل ہیں : ۱۔جابر بن عبداللہ سے مروی

ہے کہ رسول کا فرمان ہے: ''من اراد ان ینظرالیٰ سید شباب اھل الجنۃ فلینظرالیٰ الحسین بن علی[1]''۔ ''جو شخص جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسین بن علی کے چہرے کو دیکھے''۔

۲۔ابو ہریرہ سے روایت ہے :میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺامام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے یہ فرما رہے تھے :''اللّھم انی احِبہُ فاحبہ[2]''۔ ''پروردگار میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر''۔

۳۔یعلی بن مرہ سے روایت ہے :ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں جا رہے تھے تو آنحضرت نے دیکھا کہ حسینؑ سکوں سے کھیل رہے ہیں تو آپ نے کھڑے ہوکر اپنے دونوں ہاتھ امامؑ کی طرف پھیلا دئے،آپ مسکرارہے تھے اور کہتے جا رہے تھے، بیٹا ادھر آؤ ادھر آؤیہاں تک کہ آپ نے امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا ایک ہاتھ ان کی ٹھڈی کے نیچے رکھا اور دوسرے سے سر پکڑ کر ان کے بوسے لئے اور فرمایا: ''حسین منی وانا من حسین،احب اللّٰہ من احب حسینا،حسین سبط من الاسباط[3]''۔ ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خدایا جو حسینؑ محبت کرے تو اس سے محبت کر، حسینؑ بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے''

یہ حدیث نبی اکرم ﷺاور امام حسین علیہ السلام کے درمیان عمیق رابطہ کی عکاسی کرتی ہے،لیکن اس حدیث میں نبی کا یہ فرمان کہ ''حسین منی ''،حسین مجھ سے ہے ''اس سے نبی اور حسینؑ کے مابین نسبی رابطہ مراد نہیں ہے چونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے،بلکہ یہ بہت ہی گہری اور دقیق بات ہے کہ حسینؑ نبی کی روح کے حامل ہیں وہ معاشرۂ انسانی کی اصلاح اور اس میں مساوات کے قائل ہیں۔لیکن آپ کا یہ فرمان: ''وانا من حسین ''''اور میں حسین سے ہوں '' اس کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام مستقبل میں اسلام کی راہ میں قربانی دے کر رہتی تاریخ تک اسلام کو زندۂ جاوید کریں گے ، لہٰذا حقیقت میں نبی حسینؑ سے ہیں کیونکہ امام حسینؑ

[1] سیر اعلام النبلاء ،جلد ۳،صفحہ ۱۹۰۔تاریخ ابن عساکر خطی ،جلد ۱۳،صفحہ ۵۰۔
[2] مستدرک حاکم ،جلد ۳،صفحہ ۱۷۷۔نور الابصار، صفحہ ۱۲۹:اللھم انی اُ حِبُّہ وَ اُحِبَّ کُلَّ مَنْ یُحِبُّہُ''۔
''خدایا میں اس کو دوست رکھتا اور جو اس کو دوست رکھتا ہے اس کوبھی دوست رکھتاہوں''
[3] سنن ابن ماجہ ،جلد ۱،صفحہ ۵۶۔مسند احمد، جلد ۴،صفحہ ۱۷۲۔اسد الغابہ، جلد ۲،صفحہ ۱۹۔تہذیب الکمال،صفحہ ۷۱۔تیسیر الوصول ،جلد ۳، صفحہ ۲۷۶۔مستدرک حاکم ،جلد ۳،صفحہ ۱۷۷۔

نے ہی آپ کے دین کو دوبارہ جلا بخشی، ان طاغوتی حکومتوں کے چنگل سے رہائی دلائی جو دین کو مٹانا اور زندگی کو جاہلیت کے دور کی طرف پلٹانا چاہتے تھے، امام حسینؑ نے قربانی دے کر امویوں کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا اور مسلمانوں کو ان کے ظلم و ستم سے آزاد کرایا۔

۴۔ سلمان فارسی سے روایت ہے: جب میں نبی کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ آپ کی ران پر بیٹھے ہوئے تھے اور نبی آپ کے رخسار پر منھ ملتے ہوئے فرما رہے تھے'': انت سیدُ بنُ سَیّد، انت امام بن امام، وَاَخُوااِمام، وَاَبُوا الاٴ ءمةِ، وَاَنْتَ حُجّةُ اللّٰہِ وَابْنُ حُجّتہِ، وَاَبُوحُجَجٍ تِسْعَةٍ مِن صُلْبِکَ تاسِعُھُمْ قَاءِ مُھُمْ[1]''۔ ''آپ سید بن سید، امام بن امام، امام کے بھائی، ائمہ کے باپ، آپ اللہ کی حجت اور اس کی حجت کے فرزند، اور اپنے صلب سے نو حجتوں کے باپ ہیں جن کا نواں قائم ہوگا''۔

۵۔ ابن عباس سے مروی ہے: رسول اسلام اپنے کاندھے پر حسینؑ کو بٹھائے لئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: ''نعم المرکب رکبت یاغلام، فاجابہ الرسول: ''ونعم الراکب ھُوَ[2]''۔ ''کتنا اچھا مرکب (سواری) ہے جو اس بچہ کو اٹھائے ہوئے ہے، رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''یہ سوار بہت اچھا ہے''۔

٦۔ رسول اللہ کا فرمان ہے: ''ھذا (یعنی: الحسینؑ) امام بن امام ابوائمةِ تسعةٍ[3]''۔ ''یہ یعنی امام حسینؑ امام بن امام اور نو اماموں کے باپ ہیں''۔

۷۔ یزید بن ابو زیاد سے روایت ہے: نبی اکرم ﷺ عائشہ کے گھر سے نکل کر حضرت فاطمہ زہراؑ کے بیت الشرف کی طرف سے گذرے تو آپ کے کانوں میں امام حسینؑ کے گریہ کرنے کی آواز آئی، آپ بے چین ہوگئے اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا: ''اَلَمْ تَعْلَمِیْ اَنَ بُکَاءَہُ یُوْذِیْنِیْ؟''۔ ''کیا تمھیں نہیں معلوم حسین کے رونے سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے''۔

---

[1] حیاةالامام حسینؑ، جلد ۱، صفحہ ۹۵۔
[2] تاج جامع للاصول، جلد ۳، صفحہ ۲۱۸۔
[3] منہاج السنة جلد ۴، صفحہ ۲۱۰۔

یہ وہ بعض احادیث تھیں جو رسول اسلام ﷺ نے اپنے بیٹے امام حسینؑ سے محبت کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہیں یہ شرافت و کرامت کے تمغے ہیں جو آپؐ نے اس فرزند کی گردن میں آویزاں کئے جو بنی امیہ کے خبیث افراد کے حملوں سے آپؐ کے اقدار کی حفاظت کرنے والا تھا ۔

نبی ﷺ کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا

نبی ﷺ نے اپنے نواسے امام حسینؑ کی شہادت کواتنابیان کیاکہ مسلمانوں کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہوگیا ۔ابن عباس سے روایت ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں تھا اور اہل بیت نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا کہ حسین بن علیؑ کربلا کے میدان میں قتل کر دئے جائیں گے[1]۔آسمان سے نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ عنقریب تمہارے بیٹے پر مصیبتوں کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ اگر وہ پہاڑوں پرپڑتے تو وہ پگھل جاتے،آپ نے متعدد مرتبہ امام حسینؑ کے لئے گریہ کیا اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے کچھ احادیث پیس کرتے ہیں: ۱۔ام الفضل بنت حارث سے روایت ہے :میں امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچی جب آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔میں نے عرض کیا :اے اللہ کے نبی ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،آپ کو کیا مشکل پیش آگئی ہے ؟! ''اَتَانِیْ جبرئیلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَ اُمَتِیْ سَتَقْتُلُ ابْنِیْ ھٰذَا ''،میرے پاس جبرئیل آئے اور انھوں نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میری امت عنقریب اس کو قتل کردے گی ''آپ نے امام حسینؑ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ۔ام الفضل جزع و فزع کرتی ہوئی کہنے لگی :اس کو یعنی حسین کو قتل کردے گی ؟

[1] مستدرک حاکم، جلد ۳،صفحہ ۱۷۹۔

''نَعم،وَاَتانِیْ جبرَئِیْلُ بتُربَۃٍ من تُربَتِہٖ حَمرَاءَ[1]''۔ ''ہاں،جبرئیل نے مجھے اس کی تربت کی سرخ مٹی لاکر دی ہے''،ام الفضل گریہ و بکا کرنے لگی اور رسول بھی ان کے حزن و غم میں شریک ہوگئے ۔

۲۔ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے :ایک رات رسول اللہ سونے کیلئے بستر پر لیٹ گئے تو آپ مضطرب ہوکر بیدار ہوگئے ،اس کے بعد پھر لیٹ گئے اور پہلے سے زیادہ مضطرب ہونے کی صورت میں پھر بیدار ہوگئے ،پھر لیٹ گئے اور پھر بیدار ہوگئے حالانکہ آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی جس کو آپ چوم رہے تھے [2]میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ یہ کیسی مٹی ہے ؟''اَخبرَنِیْ جبرَئِیْلُ اَنَ ھٰذَا (یعنی:الحسین ؑ)یُقتَلُ باَرْضِ الْعِرَاقِ۔فَقُلْتُ لجبرَئِیْلَ : اَرِنِیْ تُربَۃَ الْاَرْضِ الَّتِیْ یُقتَلُ بھَا فَھٰذِہِ تُربَتہٗ[3]''''مجھے جبرئیل نے یہ خبر دی ہے کہ اس (حسین ؑ)کو عراق کی سر زمین پر قتل کر دیا جائے گا ۔ میں نے جبرئیل سے عرض کیا :مجھے اس سر زمین کی مٹی دکھاؤ جس پر حسین قتل کیا جائے گا یہ اسی جگہ کی مٹی ہے''۔

۳۔ام سلمہ سے روایت ہے :ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا:''لا یدخُلن عَلَیَّ اَحَدٌ''''میرے پاس کوئی نہ آئے''،میں نے انتظار کیا پس حسین آئے اور آپ کے پاس پہنچ گئے،میں نے نبی کی آواز سنی، حسین ان کی آغوش میں (یا پہلو میں بیٹھے ہوئے) تھے آپ حسین ؑکے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے گریہ کر رہے تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا :خدا کی قسم مجھ کو پتہ بھی نہ چل سکا اور حسین ؑآپ کے پاس آگئے ۔

آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:''اِن جبرَئِیْلَ کَانَ مَعَنَافِیْ الْبَیْتِ فَقَالَ :اَتُحِبُّہٗ ؟فَقُلْتُ : نَعَمْ۔فَقَالَ:اَمَااِن اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ باَرْضٍ یُقَالُ لَھَاکَرْبَلَاءَ''۔ ''جبرئیل گھر میں ہمارے پاس تھے تو انھوں نے کہا :کیا آپ حسین کو بہت زیادہ چاہتے ہیں ؟میں نے کہا :ہاں ۔ تو

[1] مستدرک حاکم ،جلد ۳،صفحہ۱۷۹۔

[2] شیعہ کربلا سے حاصل کی گئی مٹی پر سجدہ کرتے ہیں جس کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما ہے ۔

[3] کنز العمال، جلد ۷،صفحہ ۱۰۶۔سیر اعلام النبلاء ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۔ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۱۴۸۔

جبرئیل نے کہا :آگاہ ہو جاؤ !عنقریب آپ کی امت اس کو کربلا نا می جگہ پر قتل کر دے گی ''،جبرئیل نے اس جگہ کی مٹی رسول ﷺ کو لا کر دی جس کو نبی نے مجھے دکھایا[1]۔

۴۔عائشہ سے روایت ہے:امام حسینؑ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے آنحضرت ﷺ کو نیچے جھکنے کی طرف اشارہ کیا اور امام حسینؑ آپ کے کندھے پر سوار ہوگئے توجبرئیل نے کہا : ''اے محمد!کیا آپ حسینؑ سے محبت کرتے ہیں ؟''آنحضرت ﷺ نے فرمایا :کیوں نہیں ،کیا میں اپنے بیٹے سے محبت نہ کروں؟''جبرئیل نے عرض کیا :آپ کی امت عنقریب آپ کے بعد اس کو قتل کردے گی ''،جبرئیل نے کچھ دیر کے بعد آپ کو سفید مٹی لا کر دی ۔

عرض کیا :اس سر زمین پر آپ کے فرزند کو قتل کیا جا ئے گا ،اور اس سر زمین کا نام کربلا ہے ''جب جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس سے چلے گئے تو وہ مٹی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تھی اور آپ نے گریہ و بکا کرتے ہوئے فرمایا :اے عائشہ !جبرئیل نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ کے بیٹے حسین کو کربلا کے میدان میں قتل کردیا جا ئے گا اور عنقریب میرے بعد میری امت میں فتنہ برپا ہوگا ''۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے جہاں پر حضرت علیؑ،ابو بکر ، عمر ، حذیفہ ،عمار اورابوذرموجود تھے حالانکہ آپ گریہ فر ما رہے تھے، تو اصحاب نے سوال کیا :یارسول اللہ آپ گریہ کیوں کر رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا :مجھے جبرئیل نے یہ خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ کربلا کے میدان میں قتل کردیا جائے گا اور مجھے یہ مٹی لا کر دی ہے اور مجھ کو خبر دی ہے کہ ان کا مرقد بھی اسی زمین پر ہوگا[2]''۔

۵۔رسول خدا کی ایک زوجہ زینب بنت جحش سے مروی ہے :نبی اکرم ﷺ محو خواب تھے اور حسینؑ گھر میں آئے اور میں ان سے غافل رہی یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اپنے شکم پر بٹھالیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی تو ان کو ساتھ

[1] کنز العمال ،جلد ۷،صفحہ ۱۰۶۔معجم کبیر طبرانی ،جلد ۳،صفحہ۱۰۶۔
[2] مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۸۷

رکھا یہاں تک کہ جب آپ رکوع اور سجدہ کرتے تھے تو اس کو اپنی پیٹھ پر سوار کرتے تھے اور جب قیام کی حالت میں ہوتے تھے تو ان کو اٹھا لیتے تھے ،جب آپ بیٹھتے تھے تو ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر دعا کرتے تھے جب نماز تمام ہوگئی تو میں نے آنحضرت سے عرض کیا :آج میں نے وہ چیزیں دیکھی ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں ؟تو آپ نے فرمایا : ''جبرئیل نے میرے پاس آکر مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے کو قتل کردیا جا ئیگا، میں نے عرض کیا : تو مجھے دکھا ئیے کہاں قتل کیا جائے گا ؟تو آپ نے مجھے سرخ مٹی دکھا ئی[1] ''۔

٦۔ابن عباس سے مروی ہے : حسینؑ نبی کی آغوش میں تھے تو جبرئیل نے کہا : ''کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں ؟''آنحضرت نے فرمایا: ''میں کیسے اس سے محبت نہ کروں یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے ''۔جبرئیل نے کہا : ''بیشک آپ کی امت عنقریب اس کو قتل کر دے گی، کیا میں اس کی قبر کی جگہ کی مٹی دکھاؤں؟''جب آپ (جبرئیل)نے اپنی مٹھی کھولی تو اس میں سرخ مٹی تھی[2] ۔

٧۔ابو اُمامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا :اس بچہ کو رونے نہ دینا یعنی ''حسینؑ کو''مروی ہے :ایک روز جبرئیل رسول اللہ کے پاس ام سلمہ کے گھر میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ سے فرمایا : ''کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا ''،جب حسینؑ گھر میں پہنچے اور نبی کو گھر میں دیکھا تو آپ ان کے پاس جانا ہی چا ہتے تھے کہ ام سلمہ نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو تسکین دینے لگی جب آپ زیادہ ضد کرنے لگے تو آپ کو چھوڑ دیا امام حسینؑ جا کر نبی کی آغوش میں بیٹھ گئے تو جبرئیل نے کہا : ''آپ کی امت عنقریب آپ کے اس فرزند کو قتل کردے گی ؟''۔ ''میری امت اس کو قتل کردے گی حالانکہ وہ مجھ پر ایمان رکھتی ہے ؟''۔ ''ہاں آپ کی امت اس کو قتل کردے گی۔جبرئیل نے رسول ﷺ کو اس جگہ کی مٹی دیتے ہوئے فرمایا : اس طرح کی جگہ پر قتل کیا جائے گا،رسول اللہ ﷺ حسینؑ کو پیار کرتے ہوئے نکلے ،آپ بے انتہا مغموم و رنجیدہ تھے ۔ام سلمہ نے خیال کیا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس بچہ کے پہنچ جانے کی

---

[1] مجمع الزوائد ،جلد ۹، صفحہ ۱۸۹

[2] مجمع الزوائد ،جلد ۹ ،صفحہ ۱۹۱۔

وجہ سے رنجیدہ ہوئے ہیں، لہٰذا ام سلمہ نے ان سے عرض کیا : اے اللہ کے نبی ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں،آپ ہی کا تو فرمان ہے : ''میرے اس بچہ کو رونے نہ دینا '' اور آپ ہی نے تو مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کے پاس کسی کو نہ آنے دوں، حسین آگئے تو میں نے ان کو آپ کے پاس آنے دیا،نبی اکرم ﷺ کوئی جواب دئے بغیر اپنے اصحاب کے پاس پہنچے اور آپ نے بڑے رنج و غم کے عالم میں ان سے فرمایا: ''میری امت اس کو قتل کردے گی ''اورامام حسینؑ کی طرف اشارہ فرمایا ۔ ابوبکر اور عمر دونوں نے آنحضرت کے پاس جا کر عرض کیا :اے نبی خدا !وہ مومن ہیں یعنی مسلمان ہیں ؟آپ ؐنے فرمایا : ''ہاں یہ اس جگہ کی مٹی ہے ۔ ''

۸ ۔انس بن حارث سے مروی ہے :نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : ''میرا یہ فرزند (حسینؑ کی طرف اشارہ کیا)کربلا نام کی سر زمین پر قتل کیا جائے گا تم میں سے جو بھی اس وقت موجود ہو وہ اس کی مدد کرے ''،جب امام حسینؑ کربلا کیلئے نکلے تو آپ کے ساتھ انس بھی تھے جو آپ کے سامنے کربلا کے میدان میں شہید ہوئے[۱] ۔

۹ ۔ام سلمہ سے مروی ہے :امام حسنؑ اورامام حسینؑ دونوں میرے گھر میں رسول اللہ کے سامنے کھیل رہے تھے تو جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا : ''اے محمد !آپ کی امت آپ کے بعد آپ کے اس فرزند کو قتل کردے گی ''اور حسین کی طرف اشارہ کیا آپ گریہ کرنے لگے ،حسینؑ کو اپنے سینہ سے لگالیا آپ کے دست مبارک میں کچھ مٹی تھی جس کو آپ سونگھ رہے تھے ،اور فرمارہے تھے : ''کرب و بلا پر وائے ہو ''آپ نے اس مٹی کو ام سلمہ کو دیتے ہوئے فرمایا : ''جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہوجائے تو سمجھ لینا کہ میرا فرزند قتل کردیا گیا ہے ''،ام سلمہ نے اس مٹی کو ایک شیشہ میں رکھ دیا ،آپ ہر روز اس کا مشاہدہ کرتی اور کہتی تھیں کہ دن یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے گی وہ دن بہت ہی عظیم ہوگا[۲] ۔

---

[۱] تاریخ ابن الوردی ،جلد ۱،صفحہ ۱۷۳۔۱۷۴۔
[۲] معجم کبیر طبرانی ''ترجمہ امام حسینؑ''،جلد ۳،صفحہ ۱۰۸۔

۱۰۔نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا ایک کتا ان کے خون میں لوٹ رہا ہے، تو آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر فرمائی: ایک برص کا مریض آپ کے بیٹے حسینؑ کو قتل کرے گا اور آپ کا یہ خواب حقیقی طور پر ثابت ہوا،آپ کے بیٹے حسین کو برص کے مرض میں مبتلا خبیث شمر بن ذی الجوشن نے قتل کیا[1]۔یہ بعض روایات تھیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ آپ کے بیٹے امام حسینؑ کو شہید کیا جائیگا اور آپ اس دردناک واقعہ کی وجہ سے محزون و گریاں رہے۔

امام حسینؑ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کی عطوفت کے زیر سایہ پرورش پائی آپ کے والد بزرگوار آپ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ آپ نے جنگ صفین میں اپنے دونوں فرزندوں کو میدان جنگ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی کہ کہیں ان کے شہید ہوجانے سے نسل رسول منقطع نہ ہو جائے، مولائے کائنات آپ اور آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کی تعریف کرتے تھے، آپنے ان دونوں کو اپنے فضائل و کمالات سے آراستہ کیا اور اپنے آداب اور حکمتوں کے ذریعہ فیض پہنچایا یہاں تک یہ دونوں آپ کے مانند ہو گئے ۔ امام حسینؑ شجاعت ،عزت نفس ،غیرت اور نورانیت میں اپنے پدر بزرگوار کی شبیہ تھے،آپ نے بنی امیہ کے سامنے سر جھکانے پر شہادت کو ترجیح دی،جس کی بنا پر آپ نے ظاہری زندگی کو خیرآباد کہا اور راہِ خدا میں قربان ہونےکیلئے آمادہ ہوگئے ۔

ہم اس سلسلہ میں ذیل میں قارئین کرام کیلئے کچھ مطالب پیش کرتے ہیں : حضرت علیؑ کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے ابوالاحرار کی شہادت کی خبر کو شایع کیا اس سلسلہ میں ہم امام حسینؑ سے متعلق حضرت علیؑ کی چند احا دیث بیان کرتے ہیں : ا۔عبداللہ بن یحییٰ نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ صفین تک کا سفر طے کیا، یحییٰ کے والد مولائے کائنات کا لوٹا اپنے ساتھ رکھتے تھے، جب ہم نینوا کو پار کرچکے تو مولائے کائنات نے بلند آواز میں فرمایا :اے ابو عبد اللہ ٹھہرو!اے ابو عبد اللہ ٹھہرو فرات کے کنارے پر''یحییٰ آپ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے :ابو عبداللہ کیا

---

[1] تاریخ خمیس ،جلد ۲، صفحہ ۳۳۴

بات ہے ؟تو امامؑ نے فرمایا : ''میں ایک دن رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے ۔ میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ آپ کو کسی نے رنجیدہ کردیا ہے ؟آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے ہیں ؟آنحضرت نے فرمایا :میرے پاس جبرئیل آئے اور انھوں نے مجھے خبر دار کیا ہے کہ حسینؑ کو فرات کے کنارے قتل کردیا جا ئیگا،اور فرمایا :کیا تمہارے پاس اس جگہ کی مٹی ہے جس کا میں استشمام کروں؟جبرئیل نے جواب دیا :ہاں،تو مجھے ایک مٹھی خاک اس جگہ کی اٹھا کر دی لہٰذا میری آنکھیں آنسوؤں کو نہیں روک سکی[1] ''۔

۲۔ ہرثمہ بن سلیم سے مروی ہے: کہ ہم جنگ صفین کیلئے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ چلے جب ہم کربلا میں پہنچے تو ہم نے نماز ادا کی، نماز کے بعد آپؑ نے اس جگہ کی مٹی کو اٹھایا اور اس کو سونگھنے کے بعد فرمایا : ''اے زمین !تجھ سے ایک ایسی قوم محشور ہوگی جو بغیر حساب کے جنت میں جا ئیگی'' ہرثمہ کو امامؑ کے اس فرمان پر تعجب ہوا ،اور امام کی بات بار بار اس کے ذہن میں آنے لگی، جب وہ اپنے شہر میں پہنچے تو انھوں نے یہ حدیث اپنی زوجہ جرداء بنت سمیر کو جو امام کے شیعوں میں سے تھی کو سنا ئی ۔ اس نے کہا :اے شخص! ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو بیشک امیر المومنین حق کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتے ،ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ ابن زیاد نے اپنے لشکر کو فرزند رسول امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کر نے کیلئے بھیجا،ان میں ہرثمہ بھی تھا جب وہ کربلا پہنچا تو ان کو امیر المومنینؑ کا فرمان یاد آگیااور ان کے فرزند ارجمندامام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا ۔

اس کے بعد امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور جو کچھ آپ کے پدر بزرگوار سے سنا تھا اُن کے سامنے بیان کیاامامؑ نے اس سے فرمایا : ''انت معنااوعلینا ؟''تو ہمارے ساتھ ہے یا ہمارے خلاف ہے ''،ہرثمہ نے کہا :نہ آپ کے ساتھ ہوں اور نہ آپ کے خلاف ہوں،بلکہ میں نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ دیا ہے اور اب ان کے سلسلہ میں ،میں ابن زیاد سے ڈر رہا ہوں ،امامؑ نے اس کو

[1] تاریخ بن عساکر (مخطوط)،جلد ۱۳، صفحہ ۵۸۔۵۷،معجم کبیر طبرا نی نے کتاب ترجمہ امام حسینؑ ،جلد ۳ ،صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶۔

نصیحت کرتے ہوئے فرمایا : ''ولّ ھارباحتی لاتریٰ لنا مقتلا،فوالذی نفس محمد بیدہ لایریٰ مقتلنا الیوم رجل ولایغیثنا الّاادخلہ النار ''ہر ثمہ وہاں سے جلد ہی چلا گیا اور اس نے امام کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا[1]۔

۳۔ثابت بن سوید نے غفلہ سے روایت کی ہے : ایک دن حضرت علیؑ نے خطبہ دیا تو آپ کے منبر کے پاس سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا :یا امیر المو منین !میرا وا دی قریٰ کے پاس سے گذر ہوا تو میں نے خالد بن عرفطہ کو مرے ہوئے دیکھا !لہٰذا آپؑ اس کے لئے استغفار کر دیجئے ۔امامؑ نے فرمایا : ''خدا کی قسم وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک ایک گمراہ لشکر کی قیادت نہ کرلے اور اس کا پرچمدار حبیب بن حمار ہوگا ''۔

ایک شخص نے کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا :اے امیر المو منین میں حبیب بن حمار ہوں ،اور آپؑ کا شیعہ اور چا ہنے والا ہوں ۔امامؑ نے اس سے فرمایا : ''تو حبیب بن حمار ہے؟'' ۔اس نے کہا :ہاں۔امامؑ نے کئی مرتبہ اس کی تکرار فر ما ئی اور حبیب نے ہر مرتبہ جواب دیا :ہاں ۔امامؑ نے فرمایا : ''خدا کی قسم تو پرچمدار ہوگا یا تجھ سے پرچم اٹھوایا جا ئے گا ،اور تجھے اس دروازے سے داخل کیا جا ئے گا ''،اور آپ نے مسجد کو فہ کے باب فیل کی طرف اشارہ کیا ۔ثابت کا کہنا ہے : میں ابن زیاد کے زمانہ تک زندہ رہا اور اس نے عمر بن سعد کوامام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجااور خالد ن عُرفطہ کو ا پنے ہراول دستہ میں قرار دیااور حبیب بن حمار کو پرچمدار قراردیا،اور وہ باب فیل سے داخل ہوا[2]۔

۴۔امیر المو منینؑ نے براء بن عازب سے فرمایا : اے براء !کیا حسین قتل کر دئے جا ئیں اور تم زندہ رہتے ہوئے بھی ان کی مدد نہ کر سکو؟براء نے کہا : اے امیر المو منین ! ایسا نہیں ہو سکتا ،جب امام حسینؑ شہید کئے گئے تو براء نادم ہوا اور اس کو امام امیر المو منینؑ کا فرمان یاد آیااور اس نے کہا :سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ میں وہاں پر حا ضر نہ ہو سکا !ان کی جگہ میں قتل کر دیا جاتا[3]۔

[1] حیاۃ الامام الحسین ،جلد ۱،صفحہ ۴۲۶۔
[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،جلد۱۰،صفحہ ۱۴۔
[3] الاصابہ ،جلد ۱،صفحہ ۱۸۷۔حیاۃ الامام الحسینؑ ، جلد ۱،صفحہ ۴۲۹۔

حضرت علیؑ سے اس طرح کی متعدد احادیث مروی ہیں جن میں فرزند رسول ﷺ امام حسین کی کربلا میں شہادت کا اعلان کیا گیا ہے اور ہم نے اس سے متعلق احادیث اپنی کتاب (حیاۃ الامام الحسینؑ) میں بیان کی ہیں ۔آپ کے ذاتی کمالات وہ منفرد صفات کمالات جن سے ابو الاحرار امام حسینؑ کی شخصیت کو متصف کیا گیا درج ذیل ہیں: ا۔قوت ارادہ ابو الشہدا کی ذات میں قوت ارادہ ،عزم محکم و مصمم تھا،یہ مظہر آپ کو اپنے جد محترم رسول اسلام سے میراث میں ملا تھا جنھوں نے تاریخ بدل دی ،زندگی کے مفہوم کو بدل دیا،تنہا ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوگئے جو آپؐ کو کلمہ لاالٰہ الآ اللّٰہ کی تبلیغ کرنے سے روکتے تھے ،آپ نے ان کی پروا کئے بغیر اپنے چچا ابو طالب مومن قریش سے کہا : ''خدا کی قسم اگر یہ مجھے دین اسلام کی تبلیغ سے روکنے کے لئے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں گے تو بھی میں اسلام کی تبلیغ کرنے سے باز نہیں آؤنگا جب تک کہ مجھے موت نہ آئے یا اللہ کے دین کو غلبہ حاصل نہ ہو جائے ۔''

پیغمبر اسلام ﷺ نے اس خدائی ارادہ سے شرک کا قلع و قمع کردیااور وقوع پذیر ہونے والی چیزوں پر غالب آگئے ،اسی طرح آپ کے عظیم نواسے امام حسینؑ نے اموی حکومت کے سامنے کسی تردد کے بغیر یزید کی بیعت نہ کرنے کا اعلان فرمادیا،کلمہ حق کو بلند کرنے کیلئے اپنے بہت کم ناصرو مددگار کے ساتھ میدان جہاد میں قدم رکھااور کلمۂ باطل کو نیست و نابود کر دیا جبکہ امویوں نے بہت زیادہ لشکر جمع کیا تھا وہ بھی امام کو اپنے مقصد سے نہیں روک سکا،اور آپ نے اس زندۂ جاوید کلمہ کے ذریعہ اعلان فرمایا :

''میں موت کوسعادت کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا ،اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ذلت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔''

(اور آپؑ ہی کا فرمان ہے ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے)۔آپ پرچم اسلام کو بلند کرنے کیلئے اپنے اہل بیت خاندان عصمت و طہارت اور اصحاب کے ساتھ میدان میں تشریف لائے اور پرچم اسلام کو بلند کرنے کی کوشش فرمائی،امت اسلامیہ کی سب سے عظیم نصرت اور فتح دلائی یہاں تک کہ خود امام شہید ہوگئے،آپؑ ارادہ میں سب سے زیادہ قوی تھے آپ پختہ ارادہ کے

مالک تھے اور کسی طرح کے ایسے مصائب اور سختیوں کے سامنے نہیں جھکے جن سے عقلیں مدہوش اور صاحبانِ عقل حیرت زدہ ہوجاتے ہیں ۔

۲۔ظلم و ستم: (و حق تلفی) سے منع کرنا امام حسینؑ کی ایک صفت ظلم و ستم سے منع کر نا تھی اسی وجہ سے آپ کو (ابو الضیم) کا لقب دیا گیا،آپ کا یہ لقب لوگوں میں سب سے زیادہ مشہور و منتشر ہوا،آپ اس صفت کی سب سے اعلیٰ مثال تھے یعنی آپ ہی نے انسانی کرامت کا نعرہ لگایا،اور انسانیت کو عزت و شرف کا طریقہ دیا،آپؑ بنی امیہ کے بندروں کے سامنے نہیں جھکے اور نیزوں کے سایہ میں موت کی نیند سوگئے ،عبد العزیز بن نباتہ سعدی کا کہنا ہے: والحسین الذی رأی الموت في العز حیاۃً وَالعیشَ في الذلِ قتلا ''یعنی حسین وہ ہیں جنھوں نے عزت کی موت کو زندگی اور ذلت کی زندگی سے بہتر سمجھا ہے ''۔مشہور و معروف مورّخ یعقوبی نے آپ کوشدید العزّت کی صفت سے متصف کیا ہے[1] ۔

ابن ابی الحدید کا کہنا ہے :سید اہل اباء حضرت ابا عبد اللہ الحسین جنھوں نے لوگوں کو حمیت و غیرت کی تعلیم اور دنیوی ذلت کی زند گی کے مقابلہ میں تلواروں سے کٹ کر مرجانے کا درس دیا انھیں اور آپ کے اصحاب کو امان نامہ دیا گیا لیکن آپ نے ذلت اختیار نہیں فرمائی،امام کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہوا کہ ابن زیاد آپ کو قتل نہ کر کے ایک طرح کی ذلت سے دوچار کردے جس کی بنا پر جان فدا کرنے کو ترجیح دی ۔ابو یزید یحییٰ بن زید علوی کا کہنا ہے :میرے والد ابو تمام نے محمد بن حمید طائی کے سلسلہ میں کہا ہے کہ انھوں نے تمام اشعار امام حسینؑ کی شان میں کہے ہیں: وقد کان فوت الموت سھلاً فردّہ الیہِ الحفاظ المرّ وَالخُلُقُ الوَعْرُوَنَفْسٌ تعافُ الضَّیمَ حتیٰ کأنّہ ھُو الکُفرُ یومَ الرَّوعِ أو دُونَہ الکُفرُفَأثبت فی مستنقعِ الموتِ رِجلَہُ وَقَالَ لَھا مِن تَحتِ أخمصکَ الحشْرُتردّیٰ ثیاب المَوتِ حُمراً فَا اَتیٰ لَھا اللَّیْلُ اِلَّاوھی من سُندُسٍ خُضرٌ[2] آپ کے لئے مارے جانے سے بچنا آسان تھا لیکن آپ نے اس سے انکار کردیا آپ نے نہایت مشکل کے ساتھ دین اسلام کی حفاظت کی،اور خوش اخلاقی کے ساتھ بچایا ۔آپؑ کا نفس ذلت قبول کرنے پرآمادہ نہ ہوا

[1] تاریخ یعقوبی، جلد ۲،صفحہ ۲۹۳۔
[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۳، صفحہ ۲۴۹۔

آپ کے نزدیک ذلت قبول کرنا کفر یا کفر کی منزل میں تھا ''۔آپ نے خندہ پیشانی سے شہادت کا استقبال کیا۔آپ نے سرخ موت کا لباس پہنا جبکہ یہ لباس بعد میں سبز رنگ میں تبدیل ہوگیا '' ۔ ''ابوالاحرار''سرور آزادگان نے لوگوں کو ظلم کی مخالفت اور قربانی پیش کرنے کی تعلیم دی مصعب بن زبیر کا کہنا ہے کہ امامؑ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت اختیار فرمائی[1]۔اس کے بعد یہ مثال بیان کی: وإنَ الأُلیٰ بالطَّفِ من آل هاشم تاسوا فَسَنّوا لِلکرامِ التّآسِیا ''کربلا میں بنی ہاشم نے فداکاری کی اور نیک صفت افراد کیلئے فداکاری کی رسم رائج کی ''۔روز عاشورہ آپ کی تقریریں اتنی حیرت انگیز تھیں جن کی مثال عزت و بلندی نفس اور دشمن کا منہ توڑ جواب دینے کے متعلق عربی ادب میں نہیں ملتی: ''آگاہ ہوجاؤ بیشک ولد الزنا ابن ولد الزنا نے مجھے شہادت اور ذلت کے مابین لاکر کھڑا کردیا ،ہم ذلت سے دور ہیں ،اللہ ،اس کا رسول اور مومنین ذلت سے انکار کرتے ہیں ،ان کی پاک و پاکیزہ آغوش ،ان کی غیرت و حمیت کمینوں کی اطاعت کو بزرگوں کی شہادت پر ترجیح دینے سے انکار کرتی ہے ''۔

آپؑ روز عاشورہ اموی لشکر کے بھیڑیا صفت درندوں کے درمیان ایک کوہ ہمالیہ کی مانند کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کے درمیان عزت و شرافت ،کرامت و بزرگی، ظلم و ستم کی مخالفت سے متعلق عظیم الشان خطبے ارشاد فرمائے : ''واللہ لا اعطیکم بیدی إعطاءَ الذَّلیلِ،ولاأفِرُّ فِرارَ العبیدِ،إنی عذت بربی وربِّکُمْ اَن ترجُمُونَ''۔امام کی زبان سے یہ روشن و منور کلمات اس وقت جاری ہوئے جب آپ کرامت و بلندی کی آخری حدوں پر فائز تھے جس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اور ان کلمات کو تاریخ اسلام نے ہر دور کے لئے ایک زندہ و پائندہ شجاعت اور بہادری کے کارناموں کے طور پر اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے ۔

شعرائے اہل بیتؑ نے اس واقعہ کی منظر کشی کے سلسلہ میں مسابقہ کیا لہذا ان کے کہے ہوئے اشعار، عربی ادب کے مدوّن مصادر میں بہت قیمتی ذخیرہ ہیں، سید حیدر حلی نے اس دائمی واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے اپنے جد کا یوں مرثیہ پڑھا: طَمَعَتْ اَن تَسُومَہُ القَومُ ضَیْماً وابیٰ اللہ وَالحُسامُ الصَّنِیْعُ کیف یلویْ علیٰ الدَّنِیۃِ جِیْداً لِسَوَ یٰ اللہِ ما لَوَاہُ الخُضُوعُ وَلَدَیۃِ جَأْشٌ اَرَدُّ مِن الدِرْعِ لِظَمَأٰی القَنَا وَ هُنَ

[1] تاریخ طبری ،جلد ۶،صفحہ ۲۷۳۔

شُرُوعُ وَبِہٖ یَرْجِعُ الحُفَاظُ لِصَدْرٍ ضَاقَتِ الأرْضُ وَھِيَ فِیْہِ تَضِیْعُ فَاَبَیٰ اَن یَعِیْشَ اِلَّا عَزِیْزاً فَتَجَلَّیٰ الکِفَاحُ وَھُوَ صَرِیْعُ[1]" ستم پیشہ لوگ چا ہتے تھے کہ حسینؑ اپنی غیرت کا سودا کر لیں جبکہ خدا اور شمشیر حسینی کا یہ منشأ نہیں تھا بھلا حسین کس طرح ذلت قبول کر لیتے جبکہ آپ غیر خدا کے سامنے کبھی نہیں جھکے تھے۔ آپؑ کے پاس سپر سے زیادہ مضبوط ہمتِ قلبی تھی وہ ابتدا سے ہی اس طرح جنگ کرتے تھے جس طرح پیاسا پانی کی طرف دوڑ کر جا رہا ہو ۔زمین کے تنگ ہونے کے باوجود آپؑ کا سینہ کشادہ تھا ۔ آپؑ عزت کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے جس کی وجہ سے آپ نے راہ حق میں جان پیش کر دی'' نفس کے کسی چیز کے انکار کرنے کی اس سے اچھی نقشہ کشی نہیں کی جا سکتی جو نقشہ کشی سید حیدر نے اموی حکومت کے امام حسینؑ کی اہانت ،ان کو اپنے ظلم و جور کے سامنے جھکانے کے سلسلہ میں کی ہے لیکن یہ خدا کی مرضی نہیں تھی بلکہ خدا یہی چاہتا تھا کہ آپ کو ایسی عظیم عزت سے نوازے جو آپ کو نبوت سے وراثت میں ملی تھی اور آپ اسی بلند مقام اور مرتبہ پر باقی رہیں اسی لئے آپ نے اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا توپھر آپ بنی امیہ کے کمینوں کے سامنے کیسے سر جھکاتے ؟

اور ان کی حکومت و سلطنت آپ کے عزم محکم کو کیسے ڈگمگا سکتی تھی ۔آپ کا بہترین شعر ہے : وَبِہٖ یَرْجِعُ الحُفَاظُ لِصَدْرٍ ضَاقَتِ الأرْضُ وَھِيَ فِیْہِ تَضِیْعُ شاعر کی اس تعبیر سے بڑھ کر کیا کوئی اور تعبیر امام کی غیرت کو بیان کر سکتی ہے ؟اس شاعر نے تمام توانائیوں کو امام کے سینہ سے مختص کیا ہے زمین وسیع ہونے کے باوجود امام کے عزم و ارادہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی،اس شعر میں الفاظ بھی زیبا ہیں اور طبیعت انسانی پر بھی بار نہیں ہیں ۔

مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے جن میں امام حسینؑ کے انکار کی توصیف کی گئی ہے سید حیدر کہتے ہیں: لقد ماتَ لکن میتۃً ھاشمیۃً لَھُمْ عُرِفَتْ تحتَ القنَا المتقَصِّدِ کَرِیْمُ اَبِیْ شَمَّ الدَّنِیۃِ اَنْفُہُ فَاَشْمَمَہُ شَوْکَ الوَشِیْجِ المُسَدَّدِ وَقَالَ قِفِيْ یَا نَفْسُ وَقْفَۃَ وَارِدٍ حِیَاضَ الرَّدیٰ لَا وَقْفَۃَ المُتَرَدِّدِ رأَیٰ اَنَّ ظَھْرَ الذُلِّ اَخْشَنُ مَرْکَباً مِنَ المَوْتِ حیثُ الموتُ مِنْہُ بِمَرْصَدٍ فَاٰثَرَ اَنْ یَسعیٰ علیٰ جَمْرَۃِ الوَغیٰ بِرِجْلٍ ولَا یُعْطِي المقادَۃَ عَنْ یَدٍ[2]'' امام

[1] دیوان سید حیدر،صفحہ ۸۷۔
[2] دیوان سید حید ر،صفحہ ۷۱۔

حسینؑ،مارے تو گئے لیکن ہاشمی انداز میں،ان کا تعارف ہی نیزہ و شمشیر کو چلانے سے پسینہ میں شرابور ہوجانے سے ہوا ۔آپ کریم تھے اسی لئے آپ نے ذلت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اسی لئے آپؑ کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرمایااے نفس وادی ہلاکت میں جانے سے رُک جا البتہ شک کرنے والے کے مانند مت رُک۔ آپ نے مشاہدہ کیا کہ موت کے مقابلہ میں ذلت قبول کرنازیادہ سخت ہے جبکہ موت آپ کے انتظار میں تھی ۔اس وقت آپ نے خاردار راہوں میں پیدل چلنا گوارا کیالیکن اپنا اختیار ظالم کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کیا ''۔ہم نے ان اشعار سے زیادہ دقیق اور اچھے اشعار کا مطالعہ نہیں کیا،یہ اشعار امام کی غیرت اور عظمت نفس کو خو بصورت انداز میں بیان کرتے ہیں امامؑ نے ذلت کی زندگی کے مقابلہ میں تلواروں کے سایہ میں جان دینے کو ترجیح دی اور اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے خاندان کے اُن شہداء کا راستہ اختیار فرمایا جو آپ سے پہلے جنگ کے میدانوں میں جا چکے تھے ۔

سید حیدر نے امام حسینؑ کے انکار کی صفت کا یوں نقشہ کھینچا ہے کہ آپ نے پستی ،ظلم و ستم اور دوسروں کی حق تلفی کا انکار کیا ،تیروں اور تلواروں میں ستون کے مانند کھڑے ہوگئے ،کیونکہ ایسا کرنے میں غیرت و شرف و بزرگی محفوظ تھی اور اسی عمدہ صفت کا سہارا لیتے ہوئے سید حیدر نے امامؑ کے انکار کی نقشہ کشی کی ہے ،وہ غیرت جو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جیسا کہ دوسرے شاعروں میں بھی بھری ہوئی تھی اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں تکلف سے کام نہیں لیا بلکہ حقیقت بیان کی ہے ۔سید حیدر نے درج ذیل دوسرے اشعار میں امام حسینؑ کے اس انکار اور آپ کی بلندنذات کو بیان کیا ہے اور شاید یہ امامؑ کے سلسلہ میں کہا گیا بہترین مرثیہ ہو: وَسامتہ یرکبُ احدَی اثنتین وقد صرَّتِ الحربُ اسنانھافَامّا یُریٰ مُذْعِناًاَوْ تموتَ نَفْسُ ابی العزِّ اِذْعَانُھافقالَ لھا اعْتَصِمِیْ بالإباءِ فَنَفْسُ الأَبِیِّ وما زَانُھااِذَا لَمْ تَجِدْ غَیْرَ لُبْسِ الھوَانِفبالمُوتِ تَنْزِعُ جُثْمانُھارَأَ القَتْلَ صبرًا عَارَالکِرامُ وَفَخْرًا یَزِیْنُ لَھَا شَانُھافَشَمَّرَ لِلْحَرْبِ فِیْ مُعْرَکٍ بِہٖ عَرَکَ المُوْتُ فُرْسَانُھَا ''اس وقت آپ نے خار دار راہوں میں پیدل چلنا پسند کیا لیکن اپنا اختیار ظالم کے ہاتھوں دینا پسند نہیں کیا۔جنگ کے میدان میں امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ یا ذلت محسوس کرنا پڑے گی یا عزت کے ساتھ جام

شہادت نوش کرنا پڑے گا۔اس وقت آپ نے عزت و غیرت کا دامن تھامنے کا فیصلہ کیا۔کیونکہ غیرت مند انسان کو جب ذلت کا سامنا کرنا پڑجائے تو وہ اپنے لئے موت اختیار کرلیتا ہے آپؑ نے شہادت کو بزرگوں کی عادت اور اپنے لئے فخر محسوس کیا۔اسی لئے آپ نے جنگ کیلئے کمر کس لی موت اور گھوڑے سواروں کے سامنے سخت جان ہوگئے''۔امامؑ کی شان میں سید حیدر کے مرثیے امت عربی کی میراث میں بڑے ہی مشہور و معروف ہیں،ان میں نئی افکار کو ڈھالا گیا ہے،ان کے اجزاء کو بڑی ہی دقت نظری کے ساتھ مرتب و منظم کیا گیا ہے جس سے ان کو چار چاند لگ گئے اور (ان کے ہم عصر لوگوں کا کہنا ہے)قصیدہ کے ہر شعر میں مخصوص طور پر امامؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے،عام لوگ ان اشعار کی اصلاح نہیں کر سکتے اور ان اشعار کا ہر کلمہ کمال اور انتہاء تک پہنچا ہوا ہے۔

۲۔ شجاعت:بڑے بڑے صاحبانِ فکر و نظر نے پوری تاریخ میں ایسا شجاع اور ایسا بہادر انسان نہیں دیکھا،امام حسینؑ کی ذات با برکت تھی کربلا کے دن آپ نے وہ موقف اختیار فرمایا جس سے سب متحیر ہوگئے، عقلیں مدہوش ہو کر رہ گئیں،نسلیں آپؑ کی شجاعت اور محکم عزم کے متعلق متعجب ہوکر گفتگو کرنے لگیں،لوگ آپ کی شجاعت کو آپ کے والد بزرگوار کی شجاعت پر فوقیت دینے لگے جس کے پوری دنیا کی ہر زبان میں چرچے تھے۔آپ کے ڈرپوک دشمن آپ کی شجاعت سے مبہوت ہو کر رہ گئے،آپ ان ہوش اڑا دینے والی ذلت و خواری کے سامنے نہیں جھکے جن کی طرف سے مسلسل آپ پر حملے کئے جارہے تھے،اور جتنی مصیبتیں بڑھتی جا رہی تھیں اتنا ہی آپؑ مسکرا رہے تھے،جب آپ کے اصحاب اور اہل بیتؑ کا خاتمہ ہوگیا اور (روایات کے مطابق)تیس ہزار کے لشکر نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے تن تنہا ان پر ایسا حملہ کیا،جس سے ان کے دلوں پر آپ کا خوف اور رعب طاری ہوگیا،وہ آپؑ کے سامنے سے اس طرح بھاگے جارہے تھے جس طرح شیرِ غضبناک(روایات کی تعبیر کے مطابق) کے سامنے بکری بھاگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے،آپؑ ہر طرف سے آنے والے تیروں کے سامنے جبل راسخ کی طرح کھڑے ہوگئے آپؑ کے وقار میں کوئی کمی نہیں آئی،آپ کا امر محکم و پائیدار اور موت کمزور ہو کر رہ گئی۔سید حیدر کہتے ہیں: فَتَلَقّی الجُمُوعَ فَرداً وَلٰکِن کُلُّ عُضوِ

فِی الرّوعِ مِنۃ جُموعُ رُمحہٗ مِن بِناءِہٖ وکَانَ مِن عَزمِہٖ حَدَ سَیفِہٖ مَطبُوعُ زوّجَ السَّیفَ بالنُّفُوسِ وَلٰکِن مَھرُھاالمَوتُ والخِضابُ النَّجِیعُ '' امام حسینؑ نے گرچہ دشمنوں کی جماعت کا تنہا مقابلہ کیا لیکن ہیبت کے لحاظ سے آپؑ کے بدن کا ہر حصہ کئی جماعتوں کے مانند تھا ۔آپؑ کی انگلیوں کا پور پور نیزے کا کام کرتا تھا اپنی بلند ہمت کی بنا پر آپؑ کو تلواروں کا مقابلہ کرنے کی عادت پڑگئی تھی ۔آپؑ نے اپنی تلوار کے ذریعہ دشمنوں کی صفوں میں تباہی مچا دی ''۔دوسرے اشعار میں سید حیدر کہتے ہیں: رَکِینٌ وَلِلاَرضِ تَحتَ الکُماۃِ رَجِیفٌ یُزَلزِلُ ثَھلاَنَھَااَقَرَّ عَلیٰ الارضِ مِن ظَھرِھَااِذَا مَلمَلَ الرُّعبُ اَقرانَھَاتَزِیدُ الطَّلاقَۃَ فِیْ وَجھِہٖ اِذَا غَیَّرَالخُوفُ اَلوَانَھَا '' حالانکہ زمین مسلسل تھرا رہی تھی لیکن آپؑ مضبوطی کے ساتھ پُر سکون تھے ۔شدید خوف کے مقامات پر بھی آپؑ کا چہرہ کِھلا ہوا تھا ''۔

جب ظلم و ستم و حق تلفی سے روکنے والے زخمی ہو کر زمین پر گرے اور خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ پر غش طاری ہو گیا تو پورا لشکر آپؑ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آسکا ۔اس سلسلہ میں سید حیدر کہتے ہیں: عفیرًا متی عاینتہ الکُماۃ یَختَطِفُ الرُّعبُ اَلوانَھَا فَا أَجلَتِ الحَربُ عَن مِثلِہٖ صَرِیعًا یُجَبِّن شُجعَانَھَا '' آپؑ زمین کربلا پر خاک آلود پڑے ہوئے تھے پھر بھی بڑے بڑے بہادر آپؑ کے نزدیک ہونے سے ڈر رہے تھے ''۔آپ نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کے لئے اس عظیم روح کے ذریعہ ایسی غذا کا انتظام کیا کہ وہ شوق اور اخلاص کے ساتھ مرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور انھوں نے اپنے دل میں کسی کے ڈر اور خوف کا احساس نہیں کیا خود ان کے دشمنوں نے ان کی پائیداری اور خوف نہ کھانے کی شہادت دی اور کربلا کے میدان میں عمر بن سعد کے ساتھ جس ایک شخص نے یہ منظر دیکھا اس سے کہا گیا وائے ہو تم پر تم نے ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا؟تو اس نے یوں جواب دیا :وہ سخت چٹان تھے ،جو ہم نے دیکھا اگر تم اس کا مشاہدہ کرتے تو جو کچھ ہم نے انجام دیا وہی تم انجام دیتے ،انھوں نے بھوکے شیر کی طرح ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے لوگوں پر حملہ کیا تو وہ دائیں اور بائیں طرف بھاگنے لگے ،موت کے گھاٹ اترنے لگے ،نہ انھوں نے امان قبول کی نہ مال کی طرف راغب ہوئے اُن کے اور موت کے درمیان نہ کوئی فاصلہ باقی رہ گیا تھا اور نہ حکومت پر قبضہ کرنے میں کوئی دیر تھی اگر ہم ایک لمحہ کیلئے بھی رُک جاتے ،اگر ہم ان سے روگردانی کر بھی لیتے تو بھی

یہ لشکر والے اس میں مبتلا ہو جاتے[1]۔بعض شعراء نے اس شاذ و نادر محکم و پائیداری کی یوں نقشہ کشی کی ہے : فَلَوْوَقَفَتْ صُمُّ الْجِبَالِ مَکَانَھُمْ لَمَادَتْ عَلیٰ سَھْلٍ وَدَکَّتْ عَلیٰ وَعْرٍفَمِن قَائِمٍ یَسْتَعْرِضُ النَّبْلَ وَجْھَہ وَمِن مُقْدِمٍ یَرْمِی الْأَسِنَّۃَ بِالصَّدْرِ لشکر یزید کی جگہ اگر پہاڑ بھی ہوتے تو وہ بھی آپ کی بہادری کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ آپؑ جب کھڑے ہوجاتے تھے تو سامنے سے تیر آنے لگتے تھے اور جب کبھی آگے بڑھنے لگتے تھے توآپ کے سینہ میں نیزے آ کے لگنے لگتے تھے''۔

اور سید حیدر کا یہ شعر کتنا اچھا ہے : دَکُّوا رُبَاھَا ثُمَّ قَالُوا لَھَا وَقَدْ جَثَوا ۔ نَحْنُ مَکَانَ الرُّبَا ''انھوں نے ٹیلوں کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے پھر جب اس پر بیٹھ گئے تو کہنے لگے ہم ٹیلے ہیں ''۔ امام حسینؑ نے فطرت بشری کی نادر استقامت و پائیداری کے ساتھ چیلنج پیش کرتے ہوئے موت کی کوئی پروا نہ کی اور جب آپؑ پر دشمنوں کے تیروں کی بارش ہو رہی تھی تو اپنے اصحاب سے فرمایا : ''قُومُوارَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِلیٰ الْمَوْتِ الَّذِیْ لَابُدَّ مِنْہُ فَاِنَّ ھٰذِہِ السِّھَامَ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَیْکُمْ۔۔۔''۔ ''تم پر خدا کی رحمت ہو اس موت کی جانب آگے بڑھو جس سے راہ فرار نہیں کیونکہ یہ تیر دشمنوں کی جانب سے تمہارے لئے موت کا پیغام ہیں ''۔حضرت امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو موت کی دعوت دینا گویا لذیذ چیز کی دعوت دینا تھا ،جس کی لذت آپؑ کے نزدیک حق تھی ،چونکہ آپؑ باطل کو نیست و نابود کرکے ان کے سامنے پروردگار کی دلیل پیش کرنا چاہتے تھے جو ان کی تخلیق کرنے والاہے[2]۔

۴۔صراحت :حضرت امام حسینؑ کی ایک صفت کلام میں صاف گوئی سے کام لینا تھی ،سلوک میں صراحت سے کام لینا ، اپنی پوری زندگی کے کسی لمحہ میں بھی نہ کسی کے سامنے جھکے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دیا،نہ سست راستہ اختیار کیا،آپؑ نے ہمیشہ ایسا واضح راستہ اختیار فرمایاجو آپؑ کے زندہ ضمیر کے ساتھ منسلک تھااور خود کو ان تمام چیزوں سے دور رکھا جن کا آپؑ کے دین اور خلق میں کوئی مقام نہیں تھا ،یہ آپؑ کے واضح راستہ کا ہی اثرا۔ تھا کہ یثرب کے حاکم یزید نے آپ کو رات کی تاریکی میں بلایا،آپؑ کو معاویہ کے ہلاک ہونے کی خبر دی اور آپ سے رات کے گھپ اندھیرے میںیزید کے لئے بیعت طلب کی تو آپؑ نے یہ فرماتے ہوئے انکار

[1] شرح نہج البلاغہ، جلد ۳،صفحہ ۲۶۳۔
[2] الامام حسین، صفحہ ۱۰۱۔

کردیا : ''اے امیر ،ہم اہل بیت نبوت ہیں ، ہم معدن رسالت ہیں ،اللہ نے ہم ہی سے دنیا کا آغاز کیا اور ہم پر ہی اس کا خاتمہ ہوگا،یزید فاسق و فاجر ہے ،شارب الخمر ہے ،نفس محترم کا قاتل ہے وہ متجا ہر بالفسق ہے اور میرا جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا ''۔

ان کلمات کے ذریعہ آپ کی صاف گو ئی ،بلندیٔ مقام اور حق کی راہ میں ٹکرانے کی طاقت کشف ہو ئی ۔آپ کی ذات میں اسی صاف گوئی کی عادت کے موجودہونے کا یہ اثر تھا کہ جب آپ عراق کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں آپؑ کو مسلم بن عقیل کے انتقال اور ان کو اہل کوفہ کے رسوا و ذلیل کرنے کی دردناک خبر ملی تو آپ نے ان افرادسے جنھوں نے حق کی حمایت کا راستہ اختیار نہ کرکے عفو کا راستہ اختیار کیا فرمایا : ''ہمارے شیعوں کو رسوا و ذلیل کیا تم میں سے جو جانا چاہے وہ چلا جائے ،تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے ۔لالچی افراد آپؑ سے جدا ہو گئے ،صرف آپؑ کے ساتھ آپؑ کے منتخب اصحاب اور اہل بیت علیہم السلام باقی رہ گئے ،آپؑ نے ان مشکل حالات میں دنیا پرست افراد سے اجتناب کیا جن میں آپؑ کو ناصر و مدد گار کی ضرورت تھی ،آپؑ نے سخت لمحات میں مکر و فریب سے اجتناب کیا آپؑ کا عقیدہ تھا کہ خدا پر ایمان رکھنے والے افراد کے لئے ایسا کرنا زیب نہیں دیتا ۔

اسی صاف گوئی و صراحت کا اثر تھا کہ آپؑ نے محرم الحرام کی شب عاشورہ میں اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کو جمع کر کے ان سے فرمایا کہ میں کل قتل کر دیا جاؤنگا اور جو میرے ساتھ ہیں وہ بھی کل قتل کردئے جائیں گے،آپؑ نے صاف طور پر ان کے سامنے اپناامر بیان فر ماتے ہوئے کہا کہ تم رات کی تاریکی میں مجھ سے جدا ہوجا ؤ ،تو اس عظیم خاندان نے آپؑ سے الگ ہونے سے منع کر دیا اور آپؑ کے سامنے شہادت پر مصر ہوئے ۔حکومتیں ختم ہو گئیں بادشاہ اس دنیا سے چلے گئے لیکن یہ بلند اخلاق باقی رہنے کے حقدار ہیں جو کائنات میں ہمیشہ باقی رہیں گے ،کیونکہ یہ بلند و بالا اور اہم نمونے ہیں جن کے بغیر انسان کریم و شفیق نہیں ہو سکتا ۔

[1] انساب الاشراف، جلد ۱،صفحہ ۲۴۰۔

۵ ۔ حق کے سلسلہ میں استقامت: امام حسینؑ کی اہم اور نمایاں صفت حق کے سلسلہ میں استقامت و پائیداری تھی ،آپؑ نے حق کی خاطر اس مشکل راستہ کو طے کیا ،باطل کے قلعوں کو مسمار اور ظلم و جور کو نیست و نابود کر دیا ۔آپؑ نے اپنے تمام مفاہیم میں حق کی بنیاد رکھی ،تیر برستے ہوئے میدان کو سر کیا تاکہ اسلامی وطن میں حق کا بول بالا ہو،سخت دلی کے موج مارنے والے سمندر سے امت کو نجات دی جائے جس کے اطراف میں باطل قواعدو ضوابط معین کئے گئے تھے ،ظلم کا صفایا ہو،سرکشی کے آشیانہ کی فضا میں باطل کے اڈے، ظلم کے ٹھکانے اور سرکشی کے آشیانے وجود میں آگئے تھے،امامؑ نے ان سب سے روگردانی کی ہے ۔

امامؑ نے امت کو باطل خرافات اور گمراہی میں غرق ہوتے دیکھا ،آپؑ کی زندگی میں کوئی بھی مفہوم حق کے مفہوم سے زیادہ نمایاں شمار نہیں کیا جاتا تھا ،آپؑ حق کا پرچم بلند کرنے کے لئے قربانی اور فدیہ کے میدان میں تشریف لائے ،آپؑ نے اپنے اصحاب سے ملاقات کرتے وقت اس نورانی مقصد کا یوں اعلان فرمایا ''؛کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ نہ حق پر عمل کیا جا رہا ہے اور نہ ہی باطل سے منع کیا جا رہا ہے، جس سے مومن اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے راغب ہو ۔امام حسینؑ کی شخصیت میں حق کا عنصر موجود تھا اور نبی اکرمؐ نے آپؑ کی ذات میں اس کریم صفت کا مشاہدہ فرمایا تھا ، (مورخین کے بقول)آپؐ ہمیشہ امامؑ کے گلوئے مبارک کے بوسے لیا کرتے تھے جس سے کلمۃ اللہ ادا ہوااور وہ حسین جس نے ہمیشہ کلمۂ حق کہا اور زمین پر عدل و حق کے چشمے بہائے ۔

٦۔ صبر: سید الشہدا کی ایک منفرد خاصیت دنیاکے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا ہے ،آپؑ نے صبر کی مٹھاس اپنے بچپن سے چکھی ،اپنے جد اور مادر گرامی کی مصیبتیں برداشت کیں ،اپنے پدر بزرگوار پرآنے والی سخت مصیبتوں کا مشاہدہ کیا،اپنے برادر بزرگوار کے دور میں صبر کا گھونٹ پیا ،ان کے لشکر کے ذریعہ آپ کو رسوا و ذلیل اورآپؑ سے غداری کرتے دیکھا یہاں تک کہ آپؑ صلح کرنے پر مجبور ہوگئے لیکن آپ اپنے برادر بزرگوار کے تمام آلام و مصائب میں شریک رہے ،یہاں تک کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر ہلاہل دیدیا، آپؑ اپنے بھائی کا جنازہ اپنے جد کے پہلو میں دفن کرنے کے لئے لے کر چلے تو بنی امیہ نے آپ کا راستہ روکا اور امام حسنؑ کے جنازہ کو ان کے جد کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا یہ آپؑ کے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی ۔

آپ کے لئے سب سے عظیم مصیبت جس پر آپؑ نے صبر کیا وہ اسلام کے اصول و قوانین پر عمل نہ کرنا تھانیز آپ کے لئے ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ آپؑ کے جد بزرگوار کی طرف جھوٹی حدیثیں منسوب کی جا رہی ہیں جن کی بنا پر شریعت الٰہی مسخ ہو رہی تھی آپؑ نے اس المیہ کا بھی مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے پدر بزرگوار پر منبروں سے سب و شتم کیا جارہا ہے نیز باغی ''زیاد''شیعوں اور آپؑ کے چاہنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار رہاتھاچنانچہ آپؑ نے ان تمام مصائب و آلام پر صبر کیا ۔

جس سب سے سخت مصیبت پر آپؑ نے صبر کیا وہ دس محرم الحرام تھی مصیبتیں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں بلکہ مصیبتیں آپ کا طواف کر رہی تھیں آپؑ اپنی اولاد اور اہل بیتؑ کے روشن و منور ستاروں کے سامنے کھڑے تھے ،جب ان کی طرف تلواریں اور نیزے بڑھ رہے تھے تو آپؑ ان سے مخاطب ہو کر ان کو صبر اور استقامت کی تلقین کر رہے تھے : ''اے میرے اہل بیتؑ !صبر کرو ،اے میرے چچا کے بیٹوں!صبر کرو اس دن سے زیادہ سخت دن نہیں آئے گا ''۔

آپؑ نے اپنی حقیقی بہن عقیلہ بنی ہاشم کو دیکھا کہ میرے خطبہ کے بعد ان کا دل رنج و غم سے بیٹھا جارہا ہے تو آپؑ جلدی سے ان کے پاس آئے اور جو اللہ نے آپؑ کی قسمت میں لکھ دیا تھا اس پر ہمیشہ صبرو رضا سے پیش آنے کا حکم دیا ۔سب سے زیادہ خوفناک اور غم انگیز چیز جس پر امامؑ نے صبر کیا وہ بچوں اور اہل و عیال کا پیاس سے بلبلانا تھا ،جوپیاس کی شدت سے فریاد کر رہے تھے، آپ ان کو صبرو استقامت کی تلقین کررہے تھے اور ان کو یہ خبر دے رہے تھے کہ ان تمام مصائب و آلام کو سہنے کے بعد ان کا مستقبل روشن و منور ہو جائے گا ۔آپؑ نے اس وقت بھی صبر کا مظاہرہ کیا جب تمام اعداء ایک دم ٹوٹ پڑے تھے اور چاروں طرف سے آپؑ کو نیزے و تلوار مار رہے تھے اور آپؑ کا جسم اطہرپیاس کی شدت سے بے تاب ہو رہا تھا ۔عاشور کے دن آپؑ کے صبرو استقامت کو انسانیت نے نہ پہچانا ۔اربلی کا کہنا ہے : ''امام حسینؑ کی شجاعت کو نمونہ کے طور پر بیان کیا جا تا ہے اورجنگ و جدل میں آپؑ کے صبر کوگذشتہ اور آنے والی نسلیں سمجھنے سے عاجز ہیں[1] ''بیشک وہ کونسا انسان ہے جو ایک مصیبت

[1] كشف الغمہ ،جلد ۲،صفحہ ۲۲۹۔

پڑنے پر صبر ،عزم اور قوت نفس کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور اپنے کمزور نفس کے سامنے تسلیم ہو جاتا ہے لیکن امام حسینؑ نے مصیبتوں میں کسی سے کوئی مدد نہیں مانگی،آپؑ نے انتہائی صبر سے کام لیا اگر امامؑ پر پڑنے والی مصیبتوں میں سے اگر کوئی مصیبت کسی دوسرے شخص پر پڑتی تو وہ انسان کتنا بھی صبر کرتا پھر بھی اس کی طاقتیں جواب دے جاتیں لیکن امامؑ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔

مورخین کا کہنا ہے :آپؑ اس عمل میں منفرد تھے،آپؑ پرپڑنے والی کوئی بھی مصیبت آپؑ کے عزم میں کوئی رکاوٹ نہ لاسکی،آپؑ کا فرزند ارجمند آپؑ کی زندگی میں مارا گیا لیکن آپؑ نے اس پر ذرا بھی رنجیدگی کا اظہار نہیں کیا آپؑ سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا : ''بیشک ہم اہل بیتؑ اللہ سے سوال کرتے ہیں تو وہ ہم کو عطا کرتا ہے اور جب وہ ہم سے ہماری محبوب چیز کو لینا چاہتا ہے تو ہم اس پر راضی رہتے ہیں[1] ''۔آپؑ ہمیشہ اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہے اور اس کے حکم کے سامنے تسلیم رہے یہی اسلام کا جوہر اور ایمان کی انتہا ہے ۔

۷۔ حلم:امام حسینؑ کی بلند صفت اور آپؑ کے نمایاں خصوصیات میں سے ایک صفت حلم و بردباری ہے چنانچہ (راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ)برائی کرنے والے کا اس کی برائی سے اور گناہگار کا اس کے گناہ سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ،آپؑ سب کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ان کو امر بالمعروف کیا کرتے تھے، حلم کے سلسلہ میں آپؑ کی شان آپؑ کے جد رسولؐ اللہ کے مثل تھی جن کے اخلاق و فضائل تمام انسانوں کے لئے تھے،چنانچہ آپؑ اس صفت کے ذریعہ مشہور و معروف ہوئے اور آپؑ کے بعض اصحاب نے اس صفت کو عروج پر پہنچایا،جو آپؑ کے ساتھ برائی سے پیش آتا آپؑ اس پر صلۂ رحم کرتے اور احسان فرماتے ۔ مورخین کا کہنا ہے: آپؑ کے بعض موالی ایسی جنایت کرتے تھے جو تادیب کا سبب ہوتی تھی تو امامؑ ان کو تادیب کرنے کا حکم

---

[1] الاصابہ، جلد ۲،صفحہ ۲۲۲۔

دیتے تھے،ایک غلام نے آپ سے عرض کیا :اے میرے مولا و سردار خدا فرماتا ہے :(والکاظمین الغیظ)امام حسین نے اپنی فیاضی پر مسکراتے ہوئے فرمایا :خَلُّوا عنہ،فقد کظمت غیظی ''۔ ''اس کو آزاد کردو میں نے اپنے غصہ کو پی لیا ہے ''۔

غلام نے جلدی سے کہا :(والعافین عن الناس)۔ ''اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں''،''قد عفوت عنک ''،(میں نے تجھے معاف کردیا)۔غلام نے مزید احسان کی خواہش کرتے ہوئے کہا :(واللّٰہ یحبُّ المحسنین[1]) ''اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''انت حرّلوجہ اللّٰہِ ''۔ ''تو خدا کی راہ میں آزاد ہے'' پھر آپ نے اس کو ایسا انعام و اکرام دیاتا کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کر سکے ۔یہ آپ کا ایسا خُلق عظیم ہے جو کبھی آپ سے جدا نہیں ہوا اور آپ ہمیشہ حلم سے پیش آتے رہے۔

۸۔تواضع:امام حسین بہت زیادہ متواضع تھے اور انانیت اور تکبر آپ کے پاس تک نہیں پھٹکتا تھا ،یہ صفت آپ کو اپنے جد بزرگوار رسول اسلام ﷺ سے میراث میں ملی تھی جنھوں نے زمین پر فضائل اور بلند اخلاق کے اصول قائم کئے ۔راویوں نے آپ کے بلند اخلاق اور تواضع کے متعلق متعدد واقعات بیان کئے ہیں ،ہم ان میں سے ذیل میں چند واقعات بیان کر رہے ہیں :

۱۔آپ کا مسکینوں کے پاس سے گذر ہوا جو کھانا کھا رہے تھے،انھوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لئے کہا تو آپ اپنے مرکب سے اتر گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا،پھر ان سے فرمایا : ''میں نے تمہاری دعوت قبول کی تو تم میری دعوت قبول کرو'' انھوں نے آپ کے کلام پر لبیک کہا اور آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک آئے آپ نے اپنی زوجہ رباب سے فرمایا : ''جو کچھ گھر میں موجود ہے وہ لا کر دیدو ''۔ انھوں نے جو کچھ گھر میں رقم تھی وہ لا کر آپ کے حوالہ کر دی اور آپ نے وہ رقم ان سب کو دیدی[2]۔

۲۔ایک مرتبہ آپ ان فقیروں کے پاس سے گذرے جو صدقہ کا کھانا کھا رہے تھے،آپ نے ان کو سلام کیا تو انھوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی توآپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے فرمایا : ''اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں آپ لوگوں کے ساتھ کھاتا ''،پھر آپ

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۴۔
[2] تاریخ ابن عساکر، جلد ۱۳،صفحہ ۵۴۔

ان کو اپنے گھر تک لے کر آئے ان کو کھانا کھلایا، کپڑا دیا اور ان کو درہم دینے کا حکم دیا[1]۔اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے جد رسول اللہ ﷺ کی اقتدا فرمائی،ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوئے، (مورخین کا کہنا ہے کہ)آپؑ غریبوں کے ساتھ مل جُل کر رہتے اور ان کے ساتھ اُٹھتے اور بیٹھتے تھے ہمیشہ ان پر احسان فرماتے ان سے نیکی سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ فقیر اپنے فقر سے بغاوت نہ کرتا اور مالدار اپنی دولت میں بخل نہیں کرتا تھا ۔

وعظ و ارشاد

امام حسینؑ ہمیشہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے جیسا کہ آپؑ سے پہلے آپؑ کے پدر بزرگوار لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے ،جس سے ان کا ہدف لوگوں کے دلوں میں اچھائی کی رشد و نمو کرنا ،ان کو حق اور خیر کی طرف متوجہ کرنا اور ان سے شر ،غرور اور غصہ وغیرہ کو دور کرنا تھا ۔ ہم ذیل میں آپؑ کی چند نصیحت بیان کر رہے ہیں: امامؑ کا فرمان ہے : ''اے ابن آدم !غور وفکر کر اور کہہ :دنیا کے بادشاہ اور ان کے ارباب کہاں ہیں جو دنیا میں آباد تھے انھوں نے زمین میں بیلچے مارے اس میں درخت لگائے ،شہروں کو آباد کیا اور سب کچھ کر چلے گئے جبکہ وہ جانا نہیں چاہتے تھے،ان کی جگہ پر دوسرے افراد آگئے اور ہم بھی عنقریب اُن کے پاس جانے والے ہیں ۔اے فرزند آدم !اپنی موت کو یاد کر اور اپنی قبر میں سونے کو یاد رکھ اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کو یاد کر ،جب تیرے اعضاء و جوارح تیرے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے اور اس دن قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے ،دل حلق تک آگئے ہوں گے، کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ رو سیاہ ہوں گے، ہر طرح کے راز ظاہر ہو جائیں گے اور عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ ہوگا ۔اے فرزند آدم !اپنے آباء و اجداد کو یاد کر اور اپنی اولاد کے بارے میں سوچ کہ وہ کس طرح کے تھے اور کہاں گئے اور گویا عنقریب تم بھی اُن ہی کے پاس پہنچ جاؤ گے اور عبرت لینے والوں کے لئے عبرت بن جاؤ گے ''۔پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

---

[1] اعیان الشیعہ ،جلد ۴،صفحہ ۱۱۰۔

این الملوک التی عن حفظھا غفلت　حتیٰ سقاھا بکأس الموت ساقیھا؟

تلک المدائن فی الآفاق خالیۃ　عادت خراباًوذاقَ المُوتِ بانیھا

اَموالنا لذوي الورّاثِ نَجْمَعُھا　وَدُورُنا لخراب الدھر نَبْنِیھا[1]''

''وہ بادشاہ کہاں گئے جو ان محلوں کی حفاظت سے غافل ہو گئے یہاں تک کہ موت نے اُن کو اپنی آغوش میں لے لیا ؟وہ دور دراز کے شہر ویران ہو گئے اور ان کو بسانے والے موت کا مزہ چکھ چکے ۔ہم دولت کوو ارثوں کے لئے اکٹھا کرتے ہیں اور اپنے گھر تباہ ہونے کے لئے بناتے ہیں ''۔یہ بہت سے وہ وعظ و نصیحت تھے جن سے آپؑ کا ہدف اور مقصد لوگوں کی اصلاح ان کو تہذیب و تمدن سے آراستہ کرنا اور خواہشات نفس اور شر سے دور رکھنا تھا ۔

اقوال زرّین

پروردگار عالم نے امام حسینؑ کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا تھا،آپؑ اپنی زبان مبارک سے مواعظ ،آداب اور تمام اسوۂ حسنہ بیان فرماتے تھے،آپؑ کی حکمت کے بعض کلمات قصار یہ ہیں: ا۔امام حسینؑ کا فرمان ہے : ''تم عذر خواہی کرنے سے پرہیز کرو ،بیشک مومن نہ برا کام انجام دیتا ہے اور نہ ہی عذر خواہی کرتا ہے ،اور منافق ہر روز برائی کرتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے[2]۔''

۲۔امام حسینؑ فرماتے ہیں : ''عاقل اس شخص سے گفتگو نہیں کرتا جس سے اسے اپنی تکذیب کا ڈرہو،اس چیز کے متعلق سوال نہیں کرتا جس کے اسے انکار کا ڈرہو ،اس شخص پر اعتماد نہیں کرتا جس کے دھوکہ دینے کا اسے خوف ہو اور اس چیز کی امید نہیں کرتا جس کی امید پر اسے اطمینان نہ ہو[3]''۔

[1] الارشاد (دیلمی)،جلد ۱،صفحہ ۲۸۔
[2] تحف العقول، صفحہ ۲۴۶۔
[3] ریحانۃ الرسول، صفحہ ۵۵۔

۳۔امام حسینؑ کا فرمان ہے : ''پانچ چیزیں ایسی ہیں اگر وہ کسی میں نہ ہوں تو اس میں بہت سے نیک صفات نہیں ہوں گے عقل ،دین،ادب،حیا اور حُسن خلق[1]''۔

۴۔امام حسینؑ فرماتے ہیں : ''بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل سے کام لے[2]''۔

۵۔امام حسینؑ فرماتے ہیں : ''ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے[3]''۔

٦۔امامؑ نے اس شخص سے فرمایا جو آپؑ سے کسی دوسرے شخص کی غیبت کر رہاتھا : ''اے شخص غیبت کرنے سے باز آجا، یشک یہ کتّوں کی غذا ہے[4]''۔

حضرت امام حسینؑ اور عمر

امام حسینؑ ابھی جوان ہی تھے آپؑ جب بھی عمر کے پاس سے گذرتے تھے تو بہت ہی غمگین ورنجیدہ رہتے تھے،چونکہ وہ آپؑ کے پدر بزرگوار کی جگہ پر بیٹھاہوا تھاایک بار عمر منبر پر بیٹھا ہوا خطبہ دے رہا تھا تو اما محسینؑ نے منبر کے پاس جا کر اس سے کہا : ''میرے باپ کے منبر سے اتر اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھ ''۔امام حسینؑ کے اس صواب دید پر عمر ہکاّ بکاّ رہ گیااور آپؑ کی تصدیق کرتے ہوئے کہنے لگا : آپؑ نے سچ کہا میرے باپ کے پاس منبر ہی نہیں تھا۔عمر نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے آپؑ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کہنے کے لئے کس نے بھیجا :آپؑ کو اس بات کی کس نے تعلیم دی ؟ ''خدا کی قسم مجھے یہ بات کسی نے نہیں سکھائی ''۔امام حسینؑ بچپن میں ہی بہت زیادہ با شعور تھے،آپؑ نے اپنے جد کے منبر کے شایان شان اپنے پدربزرگوار کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو حکمت کے رائد اور نبیؐ کے علم کے شہر کا دروازہ ہیں ۔

---

[1] ريحانۃ الرسول ،صفحہ ۵۵۔
[2] ريحانۃ الرسول ،صفحہ ۵۵۔
[3] تحف العقول ،صفحہ ۲۴۶۔
[4] تحف العقول، صفحہ ۲۴۵۔

حضرت امام حسینؑ معاویہ کے ساتھ

امت معاویہ کا شکار ہو کر رہ گئی ،اس کے ڈراؤنے حکم کے سامنے تسلیم ہو گئی ،جس میں فکری اور معاشرتی حقد وکینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور جو کچھ اسلام نے امت کی اونچے پیمانہ پر تربیت اور ایسے بہترین اخلاق سے آراستہ کیا تھا اس کو امت کے دلوں سے نکال کر دور پھینک دیا اور اس نے مندرجہ ذیل سیاسی قوانین معین کئے: ا۔اس نے اسلام کے متعلق سعی و کوشش کرنے والے ارکان حجر بن عدی ،میثم تمار ،رشید ہجری، عمرو بن الحمق خزاعی اور ان کے مانند اسلام کی بڑی بڑی شخصیتوں کو ہلاک کرنے کی ٹھان لی اور ان کو قربان گاہ میں لا کر قتل کر دیا،کیونکہ انھوں نے اس کے حکم کا ڈٹ کر مقابلہ کیااور وہ اس کی ظلم و استبداد سے بھری ہوئی سیاست سے ہلاک ہوئے ۔

۲۔اس نے اہل بیتؑ کی اہمیت کو کم کرنا چاہا جو اسلام اور معاشرہ کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے تھےاور جو امت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے تھے،اس امت کو ان سے حساس طور پر متعصب کر دیا ،امت کے لئے مسلمانوں پر سب و شتم کرنا واجب قرار دیا ،ان کے بغض کو اسلامی حیات کا حصہ قرار دیا،اس نے اہل بیتؑ کی شان و منزلت کو گھٹانے کیلئے تعلیم و تربیت اور وعظ و ارشاد کا نظام معین کیا اور ان (اہل بیتؑ) پر منبروں سے نماز جمعہ اور عیدین وغیرہ میں سب و شتم کرنا واجب قرار دیا ۔

۳۔اسلام کے واقعی نور میں تغیر و تبدل کیا،تمام مفاہیم و تصورات کو بدل ڈالا ،اس نے رسول خداؐ سے منسوب کر کے احادیث گڑھنے والے معین کئے ،حدیث گڑھنے والے عقل اور سنت کے خلاف احادیث گڑھ کر بہت خوش ہوتے تھے ،بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ان گڑھی ہوئی احادیث کو صحاح وغیرہ میں لکھ دیا گیا ،جن کتابوں کو بعض مؤلفین لکھنے کیلئے مجبور و ناچار ہو گئےاور ان میں ان گڑھی ہوئی احادیث کو مدوّن کیا جو ان گڑھی ہوئی باتوں پر دلالت کرتی ہیں ،ہمارے خیال میں یہ خوفناک نقشہ ایسی سب سے بڑی

مصیبت ہے جس میں مسلمان گرفتار ہوئے اور مسلمان ان گڑھی ہوئی احادیث پر یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ یہ ان کے دین کا جزء ہے اور وہ ان احادیث سے بری الذمہ ہیں ۔

امام حسینؑ کا معاویہ کے ساتھ مذاکرہ

امام حسینؑ نے معاویہ سے سخت لہجہ میں مذاکرہ کیا جس سے اس کی سیاہ سیاست کا پردہ فاش ہوا جو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے بالکل مخالف تھی اور جس میں اسلام کے بزرگان کے قتل کی خبریں مخفی تھیں،یہ معاویہ کی سیاست کا ایک اہم وثیقہ تھا جو معاویہ کے جرائم اور اس کی ہلاکت پر مشتمل تھا ،ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب (حیاۃ الامام الحسینؑ)میں بیان کیا ہے ۔

مکہ معظمہ میں سیاسی اجلاس

امام حسینؑ نے مکہ میں ایک سیاسی اور عمومی اجلاس منعقد کیا جس میں حج کے زمانہ میں آئے ہوئے تمام مہاجرین و انصار وغیرہ اور کثیر تعداد نے شرکت کی ،امام حسینؑ نے ان کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ دیا ، سرکش و باغی معاویہ کے زمانہ میں عترت رسول ﷺ پر ڈھائے جانے والے مصائب و ظلم و ستم کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی آپؑ کے خطبہ کے چند فقرے یہ ہیں:

''اس سرکش (معاویہ) نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ وہ کام انجام دئے جس کو تم نے دیکھا ،جس سے تم آگاہ ہو اور شاہد ہو ،اب میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں ،اگر میں نے سچ بات کہی تو میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ کہا تو میری تکذیب کرنا ،میری بات سنو ، میرا قول لکھو پھر جب تم اپنے شہروں اور قبیلوں میں جاؤ تو لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور اس پر اعتماد کرے تو تم اس کو ہمارے حق کے سلسلہ میں جو کچھ جانتے ہو اس سے آگاہ کرو اور اس کی طرف دعوت دو میں اس بات سے خوف کھاتا ہوں کہ اس امر کی تم کو تعلیم دی جائے اور یہ امر مغلوب ہوکر رہ جائے اور خداوند عالم اپنے نور کو کامل کر

نے والا ہے چا ہے یہ بات کفار کو کتنی ہی نا گوار کیوں نہ ہو '' ۔اجلاس کے آخر میں امام ؑنے اہل بیت ؑکے فضائل ذکر کئے جبکہ معاویہ نے اُن پر پردہ ڈالنا چاہا،اسلام میں منعقد ہونے والا یہ پہلا سیمینار تھا ۔[1]

آپ کا یزید کی ولیعہدی کی مذمت کرنا

معاویہ نے یزید کو مسلمانوں کا خلیفہ معین کرنے کی بہت کوشش کی ،بادشاہت کو اپنی ذریت و نسل میں قرار دینے کے تمام امکانات فراہم کئے ،امام حسین ؑنے اس کی سختی سے مخالفت کی اور اس کا انکار کیا چونکہ یزید میں مسلمانوں کا خلیفہ بننے کی ایک بھی صفت نہیں تھی اور امام حسین ؑنے اس کے صفات یوں بیان فرمائے : وہ شرابی شکارچی،شیطان کا مطیع و فرماں بردار ،رحمن کی طاعت نہ کرنے والا ،فساد برپا کرنے والا،حدود الٰہی کو معطل کرنے والا ،مال غنیمت میں ذاتی طور پر تصرف کرنے والا حلال خدا کو حرام،اور حرام خدا کو حلال کرنے والا ہے'معاویہ نے امام حسین ؑکو ہر طریقہ سے اس کے بیٹے یزید کی بیعت کرنے کیلئے قانع کر نا چاہا ،اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا ۔

معاویہ کی ہلاکت

جب باغی معاویہ ہلاک ہوا تو حاکم مدینہ ولید نے یزید کی بیعت لینے کیلئے امام حسین ؑکو بلا بھیجا ،امام ؑنے اس کا انکار کیا اور اس سے فر مایا : ''ہم اہل بیت نبوت ،معدن رسالت اور مختلف الملائکہ ہیں،ہم ہی سے اللہ نے آغاز کیا اور ہم ہی پر اختتام ہوگا اور یزید فاسق ،شرابی،نفس محترم کا قتل کرنے والا،متجاہر بالفسق (کھلم کھلا گناہ کرنے والا)ہے اور مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا[2] ''،جس طرح خاندان نبوت کے تمام افراد نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح امام حسین ؑنے بھی اپنے بزرگوں کی اتباع کرتے ہوئے یزید کی بیعت کرنے سے انکار فرمادیا ۔

---

[1] تاریخ ابن اثیر،جلد ۲،صفحہ ۵۵۳۔
[2] حیاۃالامام حسین ؑ، جلد ۲،صفحہ ۲۵۵۔(نقل شدہ کتاب الفتوع جلد۵،صفحہ ۱۸)۔

حضرت امام حسینؑ کا انقلاب

امام حسینؑ نے مسلمانوں کی کرامت و شرف کو پلٹانے ،ان کو امویوں کے ظلم و ستم سے نجات دینے کیلئے یزید کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب برپا کیا ،آپؑ نے اپنے اغراض و مقاصد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا : ’’انی لم اخرج۔ ‘میں سرکشی ،طغیان ،ظلم اور فساد کیلئے نہیں نکلا میں اپنے نانا کی امت میں اصلاح کیلئے نکلا ہوں ،میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں میں اپنے نانا اور بابا کی روش پر چلنا چاہتا ہوں ‘‘ ۔امام حسینؑ نے اپنا انقلاب اس لئے جاری رکھا تاکہ آپ ملکوں میں اصلاحی اقدامات کی بنیاد رکھیں ،لوگوں کے مابین معاشرہ میں حق کا بول بالا ہو ،اور وہ خوفناک منفی پہلو ختم ہو جائیں جن کو اموی حکام نے اسلامی حیات میں نافذ کر رکھا تھا ۔جب امام حسینؑ نے حجاز کو چھوڑ کر عراق جانے کا قصد کیا تو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا ،بیت اللہ الحرام میں خلق کثیر جمع ہو گئی ،آپؑ نے ان کے درمیان ایک جاودانہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں : ’’الحمد للّٰہ،وما شاء اللّٰہ ‘ ‘تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں ،ہر چیز مشیت الٰہی کے مطابق ہے خدا کی مرضی کے بغیر کوئی قوت نہیں ،خدا کا درود و سلام اپنے نبی پر ، لوگوں کے لئے موت اسی طرح مقدر ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار ہمیشہ رہتا ہے ،مجھے اپنے آباء واجداد سے ملنے کا اسی طرح شوق ہے جس طرح یعقوب یوسفؑ سے ملنے کیلئے بے چین تھے ،مجھے راہِ خدا میں جان دینے کا اختیار دیدیا گیا ہے اور میں ایسا ہی کروں گا ،میں دیکھ رہا ہوں کہ میدان کربلا میں میرا بدن پاش پاش کردیا جائے گا ،اور میری لاش کی بے حرمتی کی جائے گی ،میں اس فیصلہ پر راضی ہوں ،خدا کی خوشنودی ہم اہل بیتؑ کی خوشنودی ہے ،ہم خدا کے امتحان پر صبر کریں گے خدا ہم کو صابرین کا اجر عطا فرمائے گا ،رسول خدا ﷺ سے آپ کے بدن کا ٹکڑا جدا نہیں ہو سکتا ،بروز قیامت آپ کے بدن کے ٹکڑے اکٹھے کر دئے جائیں گے جن کی بنا پر آپ خوش ہوں گے اور اُن کے ذریعہ آپ کا وعدہ پورا ہوگا ،لہٰذا جو ہمارے ساتھ اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو اور خدا سے ملاقات کیلئے آمادہ ہو وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہے کہ میں کل صبح روانہ ہوجاؤں گا ‘‘ ۔

ہم نے اس سے فصیح و بلیغ خطبہ نہیں دیکھا ،امامؑ نے اپنے شہادت کے ارادہ کا اظہار فرمایا،اللہ کی راہ میں زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی،موت کا استقبال کیا ،موت کو انسان کی زینت کیلئے اس کے گلے کے ہار سے زینت کے مانند قرار دیا جو ہار لڑکیوں کی گردن کی زینت ہوتا ہے ،زمین کے اس جگہ کا تعارف کرایا جہاں پرآپؑ کا پاک و پاکیزہ خون بہے گا ،یہ جگہ نواویس اور کربلا کے درمیان ہے اس مقام پر تلواریں اور نیزے آپؑ کے جسم طاہر پر لگیں گے، ہم اس خطبہ کی تحلیل اور اس کے کچھ گوشوں کا تذکرہ کتاب ''حیاۃ الامام الحسین ''میں کر چکے ہیں۔جب صبح نمودار ہوئی تو امام حسینؑ نے عراق کا رخ کیا ،آپؑ اپنی سواری کے ذریعہ کربلا پہنچے، آپؑ نے شہادت کے درجہ پر فائز ہونے کے لئے وہیں پر قیام کیا تاکہ آپ اپنے جد کے اس دین کو زندہ کر سکیں جس کو بنی امیہ کے سر پھرے بھیڑیوں نے مٹانے کی ٹھان رکھی تھی۔

شہادت

فرزند رسول پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں ٹوٹتی رہیں،غم میں مبتلا کرنے والا ایک واقعہ تمام نہیں ہوتا تھا کہ اس سے سخت غم واندوہ میں مبتلا کرنے والے واقعات ٹوٹ پڑتے تھے ۔امام حسینؑ نے ان سخت لمحات میں بھی اس طرح مصائب کا سامنا کیا جیسا آپ سے پہلے کسی دینی رہنما نے نہیں کیا تھاچنانچہ اُن سخت لمحات میں سے کچھ سخت ترین لمحات یہ ہیں: ۱۔آپ مخدرات رسالت اور نبی کی ناموس کو اتنا خو فزدہ دیکھ رہے تھے جس کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ،ہر لمحہ ان کو یہ خیال تھا کہ ان کی عترت کا ایک ایک ستارہ اپنے پاک خون میں ڈوب جائے گا،جیسے ہی وہ آخری رخصت کو آئیں گے ان کا خوف و دہشت اور بڑھ جائیگا چونکہ بے رحم دشمن ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے ،انھیںیہ نہیں معلوم تھا کہ والی و وارث کی شہادت کے بعد ان پر کیا گذرے گی، امامؑ ان پر آنے والی تمام مصیبتوں سے آگاہ تھے ،لہذاآپؑ کا دل رنج و حسرت سے محزون ہورہا تھا، آپؑ ہمیشہ ان کو صبر و استقامت و پائیداری اورآہ و بکا کے ذریعہ اپنی عزت وآبرو میں کمی نہ آنے دینے کا حکم فرما رہے تھےاور ان کو یہ تعلیم دے رہے تھے کہ خداوند عالم تم کو دشمنوں کے شرسے بچائے گا اور تمہاری حفاظت کرے گا ۔

۲۔ بچے مار ڈالنے والی پیاس کی وجہ سے جاں بلب تھے ،جن کا کوئی فریادرس نہیں تھا ،آپؑ کا عظیم قلب اپنے اطفال اوراہل و عیال پر رحم و عطوفت کی خاطر پگھل رہا تھااور بچے اپنی طاقت سے زیادہ مصیبت کا سامنا کر رہے تھے ۔

۳۔ مجرمین اشقیاء کاآپؑ کے اصحاب اور اہل بیتؑ کو قتل کرنے کے بعد آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں کے قتل کرنے کیلئے آگے بڑھ رہے تھے ۔

۴۔آپؑ نے شدت کی پیاس برداشت کی،مروی ہے کہ آپؑ کو آسمان پر دھوئیں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا ،شدت پیاس سے آپؑ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا ۔شیخ شوستری کا کہنا ہے :امام حسینؑ کے چار اعضاء سے پیاس کا اظہار ہو رہا تھا :پیاس کی شدت کی وجہ سے آپؑ کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے،آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا جیسا کہ خود آپؑ کا فرمان ہے جب آپ کھڑے ہوئے موت کے منتظر تھے اور آپ جانتے تھے کہ اس کے بعد مجھے زندہ نہیں رہنا ہے تو آپؑ نے یوں پیاس کااظہار فرمایا : ''مجھے پانی کا ایک قطرہ دیدو ،پیاس کی وجہ سے میرا جگر چھلنی ہوگیا ہے ''،آپؑ کی زبان میں کانٹے پڑگئے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور آپؑ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا[1] ۔

۵۔جب آپؑ کے اہل بیتؑ اور اصحاب شہید ہوگئے تو آپؑ نے اپنے خیموں کی طرف دیکھا تو ان کو خالی پایااور زور زور سے رونے لگے ۔فرزند رسول پر پڑنے والے ان تمام مصائب و آلام کو دیکھنے اور سننے کے بعدانسان کا نفس حسرت و یاس سے پگھل جاتا ہے ۔صفی الدین کا کہنا ہے :امام حسین نے جو مصائب و آلام بر داشت کئے ان کو سننے کی دنیا کے کسی مسلمان میں طاقت نہیں ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے کہ ان کو سن کراس کا دل پگھل نہ جائے[2] ۔

---
[1] الخصائص الحسینیہ، صفحہ ۶۰۔
[2] حیاۃالامام حسین ؑ ، جلد ۳، صفحہ ۳۷۴۔

امام کا استغاثہ

امتحان دینے والے امام حسینؑ نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب پر رنج و غم اور حسرت بھری نگاہ ڈالی، تو آپؑ نے مشاہدہ کیا کہ جس طرح حلال گوشت جانور ذبح ہونے کے بعد اپنے ہاتھ پیر زمین مارتا ہے وہ سب آفتاب کی شدت تمازت سے کربلا کی گرم ریت پر بلک رہے ہیں،آپ نے اپنے اہل و عیال کو بلند آواز سے گریہ کرتے دیکھا تو آپؑ نے حرم رسول ﷺ کا حامی و مدد گار مل جانے کے لئے یوں فریاد کرنا شروع کی : ''ھل من ذاب یذب عن حرم رسولُ اللہ ﷺ؟ھل من موحدٍ یخاف اللہ فینا؟ھل من مغیثٍ یرجوا اللہ فی اغاثتنا؟'' ۔اس استغاثہ و فریاد کا آپؑ پر ظلم و ستم کرنے اور گناہوں میں غرق ہونے والوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔۔۔جب امام زین العابدینؑ نے اپنے والد بزرگوار کی آواز استغاثہ سنی تو آپ اپنے بستر سے اٹھ کر شدت مرض کی وجہ سے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے ،امام حسینؑ نے ان کو دیکھا اور اپنی بہن سیدہ ام کلثوم سے بلند آواز میں کہا : ''ان کو روکو، کہیں زمین نسل آل محمد سے خالی نہ ہو جائے ''،اور جلدی سے آگے بڑھ کر امام کو ان کے بستر پر لٹا دیا[2] ۔

شیر خوار کی شہادت

ابو عبد اللہ کے صبر جیسا کون سا صبر ہو سکتا ہے ؟آپؑ نے یہ تمام مصائب کیسے برداشت کئے؟آپؑ کے صبر سے کائنات عاجز ہے ،آپؑ کے صبر سے پہاڑ کانپ گئے، آپؑ کے نزدیک سب سے زیادہ دردناک مصیبت آپؑ کے فرزند عبد اللہ شیر خوار کی مصیبت تھی جو بدر منیر کے مانند تھا،آپؑ نے اس کو آغوش میں لیا بہت زیادہ پیار کیا آخری مرتبہ الوداع کیا ،اس پر بیہوشی طاری تھی ،آنکھیں نیچے دھنس گئی تھیں، ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے ،آپ نے اس کو ہاتھوں پر لیا اور آفتاب کی تمازت سے بچانے کیلئے اس پر عبا کا دامن اڑھا کر قوم کے سامنے لے گئے، شاید وہ رحم کھا کر اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دیں،آپ نے ان سے بچہ کے لئے پانی طلب کیا،ان مسخ شدہ لوگوں کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا،باغی لعین حرملہ بن کاہل نے چلہ کمان میں تیر

---
[1] درر الافکار فی وصف الصفوة الاخیار، ابو الفتح ابن صدقہ، صفحہ ۳۸۔
[2] مناقب ابن شہر آشوب ،جلد ۴، صفحہ ۲۲۲۔

جوڑا،اس نے ہنستے ہوئے اپنے لعین دوستوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہا :اس کو پکڑو ابھی پانی پلاتا ہوں ۔ (اے خدا !)اس نے بچہ کی گردن پر تیر مارا جیسے ہی بچہ کی گردن پر تیر لگا تو اس کے دونوں ہاتھ قاط (نو زائیدہ بچہ کے لپیٹنے کا کپڑا)سے باہر نکل گئے، بچہ اپنے باپ کے سینہ پر ذبح کئے ہوئے پرندے کی طرح تڑپنے لگا ،اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایااور باپ کے ہاتھوں پر دم توڑدیا ۔یہ وہ منظر تھا جسے دیکھ کر دل پھٹ جاتے ہیں اور زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں،امام نے پاک خون سے بھرے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاکر وہ خون آسمان کی جانب پھینک دیااور ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا،جیسا کہ امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے کہ امامؑ نے اپنے پرور دگار سے یوں مناجات فرمائی'' :ھون ۔ '''' میری مصیبتیں اس بنا پر آسان ہیں کہ اُن کو خدا دیکھ رہا ہے ،خدایا تیرے نزدیک یہ مصیبتیں ناقۂ صالح کی قربانی سے کم نہیں ہونا چاہئیں خدایا اگر تونے ہم سے کامیابی کو روک رکھا ہے تو اس مصیبت کو بہترین اجر کا سبب قرار دے ،ظالمین سے ہمارا انتقام لے ،دنیا میں نازل ہونے والی مصیبتوں کو آخرت کیلئے ذخیرہ قرار دے ،خدایا تو دیکھ رہا ہے کہ اِن لوگوں نے تیرے رسولؐ کی شبیہ کو قتل کر ڈالا ہے ۔امام حسینؑ اپنے مرکب سے نیچے تشریف لائے اور اپنے پاک خون میں لت پت شیر خوار بچہ کے لئے تلوار کی نیام سے قبر کھود کر اس میں دفن کر دیا ایک قول یہ ہے کہ آپؑ نے شیر خوار کو شہداء کے برابر میں لٹا دیا[1] اے حسینؑ !خدا نے آپؑ کو اِن مصیبتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ دیا ،ایسی مصیبت کے ذریعہ کسی نبی کا امتحان نہیں لیا گیا اور ایسی مصیبتیں روئے زمین پر کسی مصلح پر نہیں پڑیں ۔

امام کی ثابت قدمی

امامؑ تن تنہا میدان میں دشمنوں کے سامنے کھڑے رہے اور بڑے بڑے مصائب کی وجہ سے آپ کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا رہا آپؑ مسکرا رہے تھے اور آپؑ کو فردوس اعلیٰ کی منزلوں پر اعتماد تھا ۔ نہ آپؑ کی اولاد ،اہل بیتؑ اور اصحاب کے شہید ہو جانے سے آپؑ کی استقامت و پائیداری میں کوئی کمی آئی اور نہ ہی پیاس کی شدت اور خون بہہ جانے کا آپؑ پر کوئی اثر ہوا آپؑ ان

[1] مقتل الحسینِ مقرم، صفحہ ۳۳۳۔

انبیاء اور اولی العزم رسولوں کی طرح ثابت قدم رہے جن کو اللہ نے اپنے بقیہ بندوں پر برتری دی ہے، آپؑ کے فرزند ارجمند امام زین العابدینؑ اپنے پدر بزرگوار کے صبر اور استقامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''جیسے جیسے مصائب میں شدت ہوتی جا رہی تھی آپؑ کے چہرے کا رنگ چمکتا جا رہا تھا، آپؑ کے اعضاو جوارح مطمئن ہوتے جا رہے تھے، بعض لوگ کہہ رہے تھے: دیکھو انھیں موت کی بالکل پروا نہیں ہے[1]''۔

عبد اللہ بن عمار سے روایت ہے: جب دشمنوں نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا تو آپؑ نے میمنہ پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ آپؑ سے شکست کھا گئے خدا کی قسم میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کی اولاد اور اصحاب قتل کر دئے گئے ہوں اور امام جیسی بلند ہمتی کا مظاہرہ کر سکے، خدا کی قسم میں نے آپ سے پہلے اور آپؑ کے بعد آپؑ کے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا[2]۔ ابن خطاب فہری نے آپؑ کی جنگ کی یوں تصویر کشی کی ہے'': مهلا بني عمّنا ظُلماتنا اِن بِنا سُورَةٌ مِن القَلَق لِمثلکم تُحمَلُ السیوفُ وَلا تُغمَزُ اَحسابُنا مِن الرَّفَقِ اِنِّي لَأُنسیٰ اِذَا انتَمَیتُ اِلیٰ عِزٍ عَزیزٍ وَمَعشَرٍ صَدِقٍ بِیضٍ سِباطٍ کَاَنَّ اَعیُنَهُم تُکحَلُ یَومَ الهِیاجِ بِالعَلَقِ[3]'' ''اے ہمارے چچا کی اولاد، ہم پر ظلم کرنے سے باز آجاؤ کیونکہ ہم اضطراب میں مبتلا ہیں۔ تمہارے جیسے افراد کی وجہ سے تلواریں ساتھ رکھی جاتی ہیں ورنہ عطوفت و مہربانی اور رحم وکرم ہمارے ضمیر میں بسا ہے۔ جب مجھے کسی صاحب عزت اور سچی جماعت کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے تو میں فراموش کر دیتا ہوں۔ اس جماعت کی آنکھوں میں اس دن جمے ہوئے خون کا سرمہ نظر آتا ہے''۔ آپؑ نے اللہ کے دشمنوں پر حملہ کیا، ان کے ساتھ شدید جنگ کی اور بہت زیادہ لوگوں کو فی النار کیا اور جب آپؑ نے میسرہ پر حملہ کیا تو یوں رجز پڑھا'': اَنا الحسین ابن عليّ آلیتُ اَن لَا اَنثَنيٰ اَحمِيْ عِیالَاتِ اَبيْ اَمضِيْ عَلیٰ دِینِ النَّبِيّ[4]'' ''میں حسین بن علیؑ ہوں میں نے ذلت کے سامنے نہ جھکنے کی قسم کھائی

---

[1] الخصائص الحسینیہ مؤلف تستری، صفحہ ۳۹۔
[2] تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، صفحہ ۱۸۸۔
[3] ریحانۃ الرسول، صفحہ ۶۴میں آیا ہے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے بھی ان اشعار کو مثال کے طور پر پیش کیا وہ قتل کردیا گیاحضرت امام حسین علیہ السلام نے ان اشعار کو یو م الطف، زید بن علی نے یوم السبخہ اور یحییٰ بن زید نے یوم جوزجان میں، اور جب ابراہیم بن عبد اللہ بن الحسن نے منصور کے خلاف خروج کرتے وقت ان اشعار کو مثال کے طور پر پیش کیا تو ان کے ساتھیوں نے ان سے بغاوت کی اور کچھ مدت نہیں گذری تھی کہ ان کو تیر مارکر موت کے گھاٹ اتاردیا۔
[4] مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، صفحہ ۲۲۳۔

ہے ۔میں اپنے پدر بزرگوار کی ناموس کی حفاظت کروں گا میں نبی کے دین پر قائم رہوں گا ''۔آپؑ(حسین) نے دنیا کے منہ کو شرافت و بزرگی سے پُر کردیا ،آپؑ دنیا میں یکتا ہیں جن کے عزم و حوصلہ کی تعریف نہیں کی جا سکتی ،آپؑ نے گریہ وزاری نہیں کی اور نہ ہی کسی کام میں سستی کی ،آپؑ نے دشمنوں کا مقابلہ کرکے ظالموں اور منافقوں کے قلعوں کو ہلاکر رکھ دیا ۔آپؑ اپنے جد رسول اکرم ﷺ کے راستہ پر گامزن رہے ،اس دین کے تجدد کا باعث ہوئے ،اگر آپؑ نہ ہوتے تو وہ مبہم رہ جاتا اور اس کو حقیقی زندگی نہ ملتی ۔ابن حجر سے مروی ہے کہ امام حسینؑ جنگ کرتے جا رہے تھے اور آپؑ کی زبان مبارک پر یہ اشعار جاری تھے '' : أنابن عليّ الحرّ من آلِ کَفَانِيْ ھٰذَا مَفْخَراً حِيْنَ أفْخَرُ وَجَدِّيْ رَسُولُ اللّٰہِ أکْرَمُ مَن وَنَحْن سِرَاجُ اللّٰہِ فِي النَّاسِ وَفَاطِمَۃُ أُمِّيْ سُلاَلَۃُ دُعِيْ ذُوْ الجَنَاحَيْنِ وَفِيْنَا کِتَابُ اللّٰہِ أُنْزِلَ وَفِيْنَا الھُدیٰ وَالْوَحْيُ وَالْخَيْرُ يُذْکَراً [1] ''میں فرزند علیؑ ہوں ،آزاد ہوں ،بنی ہاشم میں سے ہوں ،میرے لئے فخر کرنے کے لئے یہی کافی ہے ۔میرے نانا رسول خدا ،افضل مخلوقات ہیں ہم لوگوں میں نورانی رہنے والے خدا کے چراغ ہیں ۔میری ماں فاطمہ ۲۳۶ بنت رسول ہیں اور میرے چچا جعفر طیار ہیں جن کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے ۔ہماری ہی شان میں قرآن نازل ہوا ،ہم ہی ہدایت کا ذریعہ ہیں وحی اور خیر (بھلائی) ہمارے ہی پاس ہے '' ۔

آپؑ کی اہل بیتؑ سے آخری رخصت

امام حسینؑ اپنے اہل بیتؑ سے آخری رخصت کے لئے آئے حالانکہ آپؑ کے زخموں سے خون جاری تھا ،آپؑ نے حرم رسالت اور عقائل الوحی کو مصیبتوں کی چادر زیب تن کرنے اور ان کو تیار رہنے کی وصیت فرمائی ،اور ان کو ہمیشہ اللہ کے فیصلہ پر صبر و تسلیم کا یوں حکم دیا : ''مصیبتوں کے لئے تیار ہوجاؤ ،اور جان لو کہ اللہ تمہارا حامی ،و مددگار اور محافظ ہے اور وہ عنقریب تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا ،تمہارے امر کا نتیجہ خیر قرار دے گا ،تمہارے دشمنوں کو طرح طرح کے عذاب دے گا ،ان مصیبتوں کے بدلے تمہیں مختلف نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا ،تم شکایت نہ کرنا اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہنا جس سے تمہاری قدر و عزت

---

[1] صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸۔۱۱۷۔جوہرۃ الکلام فی مدح السادۃ الاعلام، صفحہ ۱۱۹۔

میں کمی آئے[1]''۔ حکومتیں ختم ہو گئیں ،بادشاہ چلے گئے ،موجودہ چیزیں فنا ہو گئیں لیکن اس کائنات میں یہ لامحدود ایمان ہمیشہ باقی رہنے کے لائق و سزاوار ہے، کون انسان اس طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اللہ کی رضا اور تسلیم امر کیلئے بڑی گرمجوشی کے ساتھ ان کا استقبال کرتا ہے ؟بیشک رسول اعظمؐ کی نظر میں حسینؑ کے علاوہ ایسا کارنامہ انجام دینے والی کوئی ذات و شخصیت نہیں ہے ۔جب آپؑ کی بیٹیوں نے آپؑ کی یہ حالت دیکھی تو ان پر حزن و غم طاری ہو گیا ،انھوں نے اسی حالت میں امامؑ کو رخصت کیا ،ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا ،رعب کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہوگیا،جب آپؑ نے ان پر نظر ڈالی تو آپؑ کا دل غم میں ڈوب گیاان کے بند بند کانپ گئے ۔

علامہ کاشف الغطا کہتے ہیں : وہ کون شخص ہے جوامام حسینؑ کے مصائب کی تصویر کشی کرے جو مصیبتوں کی امواج تلاطم میں گھرا ہو ،ہر طرف سے اس پر مصیبتوں کی یلغار ہو رہی ہو ،اسی صورت میں آپؑ اہل و عیال اور باقی بچوں کو رخصت فرمارہے تھے ،آپؑ ان خیموں کے نزدیک ہوئے جن میں ناموس نبوت اور علیؑ و زہراؑ کی بیٹیاں تھیں تو خوفزدہ مخدرات عصمت و طہارت نے قطا نامی پرندہ کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا حالانکہ آپؑ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا تو کیا کوئی انسان اس خوفناک موقع میں امام حسینؑ اور ان کی مخدرات عصمت و طہارت کے حال کو بیان کرنے کی تاب لا سکتا ہے اورکیا اس کا دل پھٹ نہیں جائے گا،اس کے ہوش نہیں اڑجائیں گے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوجائیں گے[2]''۔

امام حسینؑ پر اپنے اہل و عیال کوان مصائب میں رخصت کرنا بہت مشکل تھا حالانکہ رسول اللہؐ کی بیٹیاں اپنے منھ پیٹ رہی تھیں بلند آواز سے گریہ و زاری کر رہی تھیں،گویا وہ اپنے جد رسولؐ پر گریہ کر رہی تھیں ،انھوں نے بڑی مشکلوں کے ساتھ آپؑ کو رخصت کیا ،اس عجیب منظر کا امام حسینؑ پرکیا اثر ہوا اس کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے ۔عمر بن سعد خبیث النفس نے ہتھیاروں سے لیس اپنی فوج کو یہ کہتے ہوئے امامؑ پر حملہ کرنے کے لئے بلایا :ان پر اپنے حرم سے رخصت ہونے کے عالم میں ہی حملہ کردو ،خدا

---

[1] مقتل الحسین المقرم ،صفحہ ۳۳۷۔
[2] جنۃ الماویٰ، صفحہ ۱۱۵۔

کی قسم اگر یہ اپنے اہل حرم کو رخصت کر کے آگئے تو تمہارے میمنہ کو میسرے پر پلٹ دیں گے ۔ان خبیثوں نے آپؑ پر اسی وقت تیروں کی بارش کرنا شروع کردی تیروں سے خیموں کی رسیاں کٹ گئیں ،بعض تیر بعض عورتوں کے جسم میں پیوست ہو گئے وہ خوف کی حالت میں خیمہ میں چلی گئیں،امام حسینؑ نے خیمہ سے غضبناک شیر کے مانند نکل کر ان مسخ شدہ لوگوں پر حملہ کیا،آپؑ کی تلوار ان خبیثوں کے سر کاٹنے لگی آپؑ کے جسم اطہر پر دائیں اور بائیں جانب سے تیر چلے جو آپؑ کے سینہ پر لگے اور ان تیروں میں سے کچھ تیروں کی داستان یوں ہے: ا۔ایک تیر آپؑ کے دہن مبارک پر لگا تو اس سے خون بہنے لگا آپؑ نے زخم کے نیچے اپنا دست مبارک کیا جب وہ خون سے بھر گیا تو آپؑ نے آسمان کی طرف بلند کیا اور پروردگار عالم سے یوں گویا ہوئے : ''اللّھم اِن ھذا فیک قلیل[1]'' ۔ ''خدایا یہ تیری بارگاہ کے مقابلہ میں ناچیز ہے'' ۔

۲۔ابو الحتوف جعفی کا ایک تیر، نور نبوت اور امامت سے تابناک پیشانی پر لگا آپؑ نے اس کو نکال کر پھینکا تو خون ابلنے لگا تو آپؑ نے خون بہانے والے مجرمین کے لئے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا کئے : ''پروردگارا !تو دیکھ رہا ہے کہ میں تیرے نا فرمان بندوں سے کیا کیا تکلیفیں سہ رہا ہوں پروردگارا تو ان کو یکجا کرکے ان کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دے، روئے زمین پر ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ اور ان کی مغفرت نہ کر '' ۔لشکر سے چلا کر کہا : ''اے بری امت والو!تم نے رسول کے بعد ان کی عترت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا،یاد رکھو تم میرے بعد کسی کو قتل نہ کر سکو گے جس کی بنا پر اس کو قتل کرنے سے ڈرو،بلکہ میرے قتل کے بعد دوسروں کو قتل کرنا آسان ہو جائے گا خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ خدا شہادت کے ذریعہ مجھے عزت دے اور تم سے میرا اس طرح بدلہ لے کہ تمھیں احساس تک نہ ہو[2]'' ۔کیا رسول اللہ جنھوں نے ان کو مایوس زندگی اور شقاوت سے نجات دلائی ان کا بدلہ یہ تھا کہ حملہ کرکے ان کا خون بہا دیا جائے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں خدا نے امام کی دعا قبول کی اور اس نے امام حسینؑ کے مجرم دشمنوں سے انتقام کے سلسلہ میں دعا قبول فرمائی اور کچھ مدت نہیں گذری تھی کہ دشمنوں

---

[1] الدر التنظیم، صفحہ ۱۶۸۔
[2] مقتل حسین ''مقرم ،صفحہ ۳۳۹۔

میں پھوٹ پڑگئی اور جناب مختار نے امام ؑکے خون کا بدلہ لیا،ان پر حملہ کرنااور ان ۔ کو پکڑنا شروع کیاوہ مقام بیدا پر چلے گئے تو جناب مختار نے ان پر حملہ کیا یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ زہری کا کہنا ہے: امام حسین ؑکے ہر قاتل کو اس کے کئے کی سزا دی گئی یا تو وہ قتل کردیا گیا ،یا وہ اندھا ہوگیا یا اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا یا کچھ مدت کے بعد وہ دنیا سے چل بسا[1] ۔

۳ ۔ امام ؑکے لئے اس تیر کو بہت ہی بڑا تیر شمار کیا جاتا ہے ۔ مورخین کا بیان ہے :امام ؑخون بہنے کی وجہ سے کچھ دیر سے آرام کی خاطر کھڑے ہوئے تو ایک بڑا پتھر آپ ؑکی پیشا نی پر آکر لگا آپ ؑکے چہرے سے خون بہنے لگا ،آپ ؑکپڑے سے اپنی آنکھوں سے خون صاف کرنے لگے تو ایک تین بھال کا تیر آپ ؑکے اس دل پر آکر لگا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے مہر و عطوفت سے لبریز تھا آپ ؑکواسی وقت اپنی موت کے قریب ہونے کا یقین ہو گیا آپ ؑنے اپنی آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر یوں فرمایا: ''بسم اللہ وباللہ، وعلیٰ ملۃ رسول اللہ ﷺ،الٰہي اِنکَ تعلمُ أنّھم یقتلوُن رجلاً لیس علیٰ وجہ الارض ابن بنتِ نبیٍ غَیرُہٖ ''۔ تیر آپ کی پشت سے نکل گیا ،تو پرنالے کی طرح خون بہنے لگا آپ ؑنے اپنے دونوں ہاتھوں میں خون لینا شروع کیا جب دونوں ہاتھ خون میں بھر گئے تو آپ ؑنے وہ خون آسمان کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا : ''ھوّن مانزل بي انّہ بعینِ اللہ ''۔ ''معبود میرے اوپر پڑنے والی مصیبتوں کو آسان کردے بیشک یہ خدا کی مدد سے ہی آسان ہو سکتی ہیں''۔

امام ؑنے اپنا خون اپنی ریش مبارک اور چہرے پر ملا حالانکہ آپ ؑکی ہیبت انبیاء کی ہیبت کی حکایت کر رہی تھی اور آپ فر مارہے تھے :ھکذاأکون حتی القی اللہ وجدي رسول اللہ وأنا مخضب بدمي[2]''۔ ''میں اسی طرح اپنے خون سے رنگی ہوئی ریش مبارک کے ساتھ اللہ اور اپنے جد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں گا''

---

[1] عیون الاخبار، مؤ لف ابن قتیبہ ،جلد ۱،صفحہ ۱۰۳۔۱۰۴۔۲۔ مقتل خوارزمی، جلد ۲ ،صفحہ ۳۴۔

[2] انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۴۰۔

۴۔ حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپؑ کے منھ پر لگا،آپؑ نے زخم کے نیچے اپنا دست مبارک کیا جب وہ خون سے بھر گیا تو آپؑ نے آسمان کی طرف بلند کیا اور مجرموں کے متعلق پروردگار عالم سے یوں عرض کیا : ''اللّھم احصھم عدداًوا قتلھم بدداً،ولا تذر علی الارض منھم احداً ''۔آپؑ پرتیروں کی اتنی بارش ہوئی کہ آپؑ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ،جسم سے خون بہا اورآپ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ زمین پر بیٹھ گئے حالانکہ آپؑ کی گردن میں سخت درد ہورہا تھا ، (آپؑ اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ) خبیث مالک بن نسیر نے آپؑ پر حملہ کر دیا اس نے آپ پر سب و شتم کیا،تلوار بلند کی آپؑ کے سر پر خون سے بھری ایک بلند ٹوپی تھی امامؑ نے اس کو ظالم کی طرف پھینکتے ہوئے اس کے لئے یہ کلمات ادا کئے : ''لاأکلتَ بیمینک ولاشربتَ،وحشرک اللّٰہ مع الظالمین ''۔آپ نے لمبی ٹوپی پھینک کر ٹوپی پر عمامہ باندھا تو ظالم نے دوڑ کر لمبی ٹوپی اٹھائی تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے[1] ۔

امام کی اللہ سے مناجات ان آخری لمحوں میں امامؑ نے خدا وند عالم سے لو لگا ئی ،اس سے مناجات کی، خدا کی طرف متوجہ قلب سے تضرع کیا اور تمام مصائب و آلام کی پروردگار عالم سے یوں شکایت فر ما ئی '': صبراً علیٰ قضائکَ لاالٰہ سواکَ یاغیاث المستغیثین،مالي ربٌ سواکَ ولامعبودٌ غیرکَ ،صبراً علیٰ حُکمِکَ یاغیاثَ مَن لاغیاثَ لَہ، یا دائما لانفادلہ، یا محییَ الموتیٰ یاقائماعلیٰ کلِّ نفسٍ احکُم بیني و بینھمُ وانتَ خیرُ الحاکمینَ[2] ''۔ ''پروردگارا !میں تیرے فیصلہ پر صبر کرتا ہوں تیرے سوا کو ئی خدا نہیں ہے ،اے فریادیوں کے فریاد رس تیرے علاوہ میرا کو ئی پر وردگار نہیں اور تیرے سوا میرا کو ئی معبود نہیں ،میں تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں،اے فریادرس! تیرے علاوہ کو ئی فریاد رس نہیں ہے ،اے ہمیشہ رہنے والے تجھے فنا نہیں ہے،اے مردوں کو زندہ کرنے والے ،اے ہر نفس کو باقی رکھنے والے ،میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کراور تو سب سے اچھا فیصلہ کر نے والا ہے ۔

یہ دعا اس ایمان کا نتیجہ ہے جو امامؑ کے تمام ذاتیات کے ساتھ گھل مل گا تھا یہ ایمان آپ کی ذات کا اہم عنصر تھا ۔آپؑ اللہ سے لو لگائے رہے ،اس کی قضا و قدر (فیصلے)پر راضی رہے ،تمام مشکلات کو خدا کی خاطر برداشت کیا،اس گہرے ایمان کی بنا پرآپؑ تمام

[1] انساب الاشراف ،جلد ۳،صفحہ ۲۰۳۔
[2] مقتل الحسین المقرم ،صفحہ ۳۴۵۔

مشکلات کو بھول گئے ۔ڈاکٹر شیخ احمد وائلی اس سلسلہ میں یوں کہتے ہیں : یا ابا الطف وازدھیٰ بالضحایا من ادیم الطفوف روض نُخبۃ من صحابۃٍ ورضیعُ مُطوّق وَ شَبُولُ وَالشَّباب الفَیْنَان جَفّ فغَاضَتْ نَبعَۃُ حُلْوَۃُ ووَجہُ جَمِیْلُ وتَألّقتُ فِيُ وُجُوہِ وَزَوَاکِيُ الدِمَاءِ مِنْھَا تَسِیْلُ وَمَشَتْ فِيُ شِفَاھِکَ الغُرّ نَجْوَیٰ نَمَّ عَنْھَا التَّسْبِیْحُ وا التَّھْلِیْلُ لَکَ عَتْبِيُ یا رَبِ اِن کَانَ فَھٰذا اِلیٰ رِضَاکَ قَلیْلُ[۱] ''اے کربلا کے سورما اے وہ ذات جس کی قربانیوں کی بنا پر سرزمین کربلا سر سبز و شاداب ہوگئی ۔آپؑ کے ساتھی برگزیدہ تھے ،ان میں شیر خوار تک تھا آپؑ کے ساتھی قابل رشک جوان تھے ۔میں نے آپؑ کی قربانی پر غور کیا حالانکہ اس سے خون بہہ رہا تھا ۔آپ زیر لب بھی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ اے پروردگار یہ میری ناچیز کوشش ہے گر قبول افتد زہے عزّو شرف'' ۔

امامؑ پر حملہ

مجرموں کے اس پلید و نجس وخبیث گروہ نے فرزند رسول ﷺ پر حملہ شروع کردیا انھوں نے امامؑ پر ہر طرف سے تیروں اور تلواروں سے حملہ کیا زرعہ بن شریک تمیمی نے پہلے آپؑ کے بائیں ہاتھ پر تلوار لگائی اس کے بعد آپؑ کے کاندھے پر ضرب لگائی ،اور سب سے کینہ رکھنے والا دشمن سنان بن انس خبیث تھا،اس نے ایک مرتبہ امامؑ پر تلوار چلائی اور اس کے بعد اس نے نیزہ سے وار کیا اور اس بات پر بڑا فخر کر رہا تھا،اس نے حجّاج کے سامنے اس بات کو بڑے فخر سے یوں بیان کیا :میں نے ان کو ایک تیر مارا اور دوسری مرتبہ تلوار سے وار کیا ،حجّاج نے اس کی قساوت قلبی دیکھ کر چیخ کر کہا :أما انکما لن تجتمعا في دار[۲] ۔

اللہ کے دشمنوں نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا اور ان کی تلواروں نے آپؑ کا پاک خون بہا دیا،بعض مورخین کا کہنا ہے :اسلام میں امام حسینؑ جیسی مثال کوئی نہیں ہے ،امام حسینؑ کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے ایک سو بیس زخم تھے[۳] ۔امام حسینؑ کچھ دیر زمین پر ٹھہرے رہے آپؑ کے دشمن بکواس کرتے رہے اور آپؑ کے پاس آنے کے متعلق تیاری کرتے رہے ۔اس سلسلہ میں

---

[۱] دیوانِ وائلی ،صفحہ ۴۲۔

[۲] مجمع الزوائد،جلد ۹،صفحہ ۱۹۴۔

[۳] الحدائق الوردیہ ،جلد ۱،صفحہ ۱۲۶۔

سید حیدر کہتے ہیں :فاجلت الحرب عن مثلہ صریعا یجبن شجعانھا ''حالانکہ آپؑ زمین پر بے ہوش پڑے تھے پھر بھی کوئی آپؑ کے نزدیک آنے کی ہمت نہیں کررہا تھا ''۔سب کے دلوں آپؑ کی ہیبت طاری تھی یہاں تک کہ بعض دشمن آپ کے سلسلہ میں یوں کہنے لگے : ہم ان کے نورانی چہرے اور نورانی پیشانی کی وجہ سے ان کے قتل کی فکر سے غافل ہوگئے ۔جو شخص بھی امامؑ کے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے جاتا وہ منصرف ہو جاتا[1] ۔چادر میں لپٹی ہوئی رسول اللہ ﷺ کی نواسی زینبؑ خیمہ سے باہر آئیں وہ اپنے حقیقی بھائی اور بقیہ اہل بیت کو پکار رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں :کاش آسمان زمین پر گر پڑتا ۔ابن سعد سے مخاطب ہو کر کہا :(اے عمر !کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ابو عبد اللہ قتل کردئے جائیں اور تو کھڑا ہوا دیکھتا رہے ؟)اس خبیث نے اپنا چہرہ جھکا لیا ،حالانکہ اس کی خبیث ڈاڑھی پر آنسو بہہ رہے تھے[2] ۔عقیلہ بنی ہاشم جناب زینب سلام اللہ علیہا اس انداز میں واپس آرہی تھیں کہ آپ کی نظریں بھائی پر تھیں لیکن اس عالم میں بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا،آپ واپس خیمہ میں عورتوں اور بچوں کی نگہبانی کے لئے اُن کے پاس پلٹ آئیں ۔

امامؑ بہت دیر تک اسی عالم میں رہے حالانکہ آپؑ کے زخموں سے خون جاری تھا ،آپؑ قتل کرنے والے مجرموں سے یوں مخاطب ہوئے : ''کیا تم میرے قتل پر جمع ہوگئے ہو ؟آگاہ ہوجاؤ خدا کی قسم !تم میرے قتل کے بعد اللہ کے کسی بندے کو قتل نہ کرپاؤگے ،خدا کی قسم !مجھے امید ہے کہ خدا تمہاری رسوائی کے عوض مجھے عزت دے گا اور پھر تم سے اس طرح میرا انتقام لے گاکہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ''۔شقی اظلم سنان بن انس تلوار چلانے میں مشہور تھا اس نے کسی کو امامؑ کے قریب نہیں ہونے دیا چونکہ اس کو یہ خوف تھا کہ کہیں کوئی اور امامؑ کا سر قلم نہ کر دے اور وہ ابن مرجانہ کے انعام و اکرام سے محروم رہ جائے ۔اس نے امامؑ کا سر تن سے جدا کیا حالانکہ امام کے لب ہائے مبارک پر سکون و اطمینان ،فتح و نصرت اور رضائے الٰہی کی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی ۔امامؑ نے قرآن کریم کو بیش قیمت روح عطا کی ،اور ہر وہ شرف و عزت عطا کی جس سے انسانیت کا سر بلند

[1] انساب الاشراف ،جلد ۳،صفحہ ۲۰۳۔
[2] جواہر المطالب فی مناقب امام علی بن ابی طالب، صفحہ ۱۳۹۔

ہوتا ہے ۔ ۔اور سب سے عظیم اور بیش قیمت جو امامؑ خرچ کی وہ اپنی اولاد ،اہل بیت اور اصحاب مصیبتیں دیکھنے کے بعد مظلوم ،مغموم اور غریب کی حالت میں قتل ہو جانا ہے اور اپنے اہل و عیال کے سامنے پیاسا ذبح ہو جانا ہے ،اس سے بیش قیمت اور کیا چیز ہو سکتی ہے جس کو امامؑ نے مخلصانہ طور پر خدا کی راہ میں پیش کر دی ؟امامؑ نے خدا کی راہ میں قربانی دے کر تجارت کی یہ تجارت بہت ہی نفع آور ہے جیساکہ خداوند عالم فرماتا ہے :(إِنَ اللہَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللہِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللہِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[1]) ۔ ''بیشک اللہ نے صاحب ایمان سے اُن کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ وعدۂ برحق توریت ،انجیل اور قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کا کون پورا کرنے والا ہوگا، تو اب تم لوگ اپنی اس تجارت پر خوشیاں مناؤ جو تم نے خدا سے کی ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے '' ۔

بیشک امام حسینؑ نے اپنی تجارت سے بہت فائدہ اٹھایا اور فخر کے ساتھ آپؑ کے ساتھ کامیاب ہوئے جس میں آپؑ کے علاوہ اور کوئی کامیاب نہیں ہوا ،شہداءِ حق کے خاندان میں کسی کو بھی کوئی شرف و عزت و بزرگی اور دوام نہیں ملا جو آپؑ کو ملا ہے ،اس دنیا میں بلندی کے ساتھ آپؑ کا تذکرہ (آج بھی) ہورہا ہے اور آپؑ کا حرم مطہر زمین پر بہت ہی با عزت اور شان و شوکت کے ساتھ موجود ہے ۔اس امام عظیم کے ذریعہ اسلام کا وہ پرچم بلندی کے ساتھ لہرا رہا ہے جو آپؑ کے اہل بیت اور اصحاب میں سے شہید ہونے والوں کے خون سے رنگین ہے، یہی پرچم کائنات میں،دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپؑ کے انقلاب اور کرامت و بزرگی کو روشن و منور کر رہا ہے ۔

[1] سورۂ توبہ ،آیت ۱۱۱۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آپ امام ملہم (یعنی صاحب الہام)اپنے جد کے دین کے مجدد اور ان کی سنت کو زندہ کرنے والے ،ورع اور تقویٰ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے مشابہ اور مصیبتوں پر صبر کرنے میں حضرت ایوب کے مانند تھے ،آپ کی ہیبت آپ کے چہرے اور پیشانی سے ظاہر تھی ،انوار انبیاء کے اسرار اور اوصیاء کی ہیبت آپ کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھی اور عرب کے عظیم الشان شاعر فرزدق نے امامؑ کے اوصاف کو یوں نظم کیا ہے : یکاد یمسکہ عرفان راحتہِ رکن الحطیم اذا ما جاء یَستلِمُ یغضي حیاء ویغضی من مھابتہ فلا یکلم الاحین یبتسم ''امام سجادؑ جب رکن حطیم کو مس کرنے کے لئے آتے ہیں تو رکن حطیم آپؑ کی ہتھیلی کو پہچان کر روک لیتا ہے ۔

آپؑ حیا کی وجہ سے اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیتے ہیں اور آپؑ کی ہیبت کی بنا پر لوگوں کی نگا ہیں نیچی ہو جا تی ہیں جس کی بنا پر آپؑ سے اسی وقت بات کی جا سکتی ہے جب آپؑ مسکرا رہے ہوں ''۔ شیخانی قادری کا کہنا ہے :دیکھنے والا ان کے چہرے کو دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کی ہیبت آپؑ کے جد بزرگوار رسول اسلام کی ہیبت کی حکایت کرتی تھی ،ظالم مسلم بن عقبہ سفّاح مجرم جس نے تمام اسلامی اقدار کی بہت زیادہ اہانت کی وہ بھی مبہوت ہو کر رہ گیا ،اس نے جب امام زین العابدینؑ کودیکھا تو کانپ کر رہ گیا ، آپ کی عزت و احترام کیا اور اپنے اطراف کے لوگوں سے کہا :بیشک امام زین العابدین علیہ السلام انبیاءؑ کے مانند ہیں ۔

آپؑ کے القاب

آپؑ کے القاب اچھا ئیوں کی حکایت کرتے ہیں،آپؑ اچھے صفات ،مکارم اخلاق ،عظیم طاعت اور اللہ کی عبادت جیسے اچھے اوصاف سے متصف تھے،آپ کے بعض القاب یہ ہیں: ۱۔زین العابدین یہ لقب آپؑ کو آپؑ کے جد رسول اللہ ﷺ نے دیا

---

[1] الصراط السوی فی مناقب آل النبی ؐ، صفحہ ۱۹۲۔

تھا (جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) کثرت عبادت کی وجہ سے آپؑ کو اس لقب سے نوازا گیا ،[1]آپ اس لقب سے معروف ہوئے اور اتنے مشہور ہوئے کہ یہ آپ کا اسم مبارک ہو گیا ،آپؑ کے علاوہ یہ لقب کسی اور کا نہیں تھا اور حق بات یہ ہے کہ آپ ہر عابد کے لئے زینت اور ہر اللہ کے مطیع کے لئے مایۂ فخر تھے ۔

۲۔سید العابدین:آپ کے مشہور و معروف القاب میں سے ایک ''سید العابدین ''ہے ،چونکہ آپ انقیاد اور اطاعت کے مظہر تھے ،آپ کے جد امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی نے بھی آپؑ کے مثل عبادت نہیں کی ہے ۔

۳۔ذو الثفنات:آپؑ کو یہ لقب اس لئے دیا گیا کہ آپ کے اعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں[2] کی طرح گھٹے پڑ جاتے تھے ۔ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں : ''میرے پدر بزرگوار کے اعضاء سجدہ پر ابھرے ہوئے نشانات تھے ،جو ایک سال میں دو مرتبہ کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ میں پانچ گھٹے کاٹے جاتے تھے ، اسی لئے آپؑ کو ذوالثفنات کے لقب سے یاد کیا گیا[3] ''۔ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؑ نے تمام گھٹوں کو ایک تھیلی میں جمع کر رکھا تھا اور آپؑ نے اُن کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت فرمائی تھی ۔

۴۔سجاد : آپؑ کے القاب شریفہ میں سے ایک مشہور لقب ''سجاد ''ہے[4] یہ لقب آپؑ کو بہت زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے دیا گیا ،آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سجدے اور اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کے بہت زیادہ سجدوں کو یوں بیان فرمایاہے '' : بیشک علی بن الحسینؑ جب بھی خود پر خدا کی کسی نعمت کا تذکرہ فرماتے تو سجدہ کرتے تھے،آپؑ قرآن کریم کی ہر سجدہ والی آیت کی تلاوت کر نے کے بعد سجدہ کرتے ،جب بھی خداوند عالم آپ سے کسی

---

[1] تہذیب التہذیب ،جلد ۷،صفحہ ۳۰۶۔شذرات الذہب، جلد ۱،صفحہ ۱۰۴، اور اس میں بیان ہواہے :آپ ؑ کوزیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے یہ لقب دیا گیا ۔

[2] صبح الاعشی جلد ۱،صفحہ ۴۵۲۔بحرالانساب :ورقہ ۵۲۔تحفۃ الراغب ،صفحہ ۱۳۔اضداد فی کلام العرب ،جلد ۱،صفحہ ۱۲۹۔ثمار القلوب، صفحہ ۲۹۱۔اور اس میں بیان ہوا ہے :علی بن الحسین ؑ اور علی بن عبد اللہ بن عباس کے لئے کہا جاتا ہے کہ :زیادہ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے ان کے اعضاء سجدہ پر سجدوں کی وجہ سے اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے ۔

[3] علل الشرائع ،صفحہ ۸۸۔بحارالانوار، جلد ۴۶،صفحہ ۶۔وسائل الشیعہ، جلد ۴،صفحہ ۹۷۷۔

[4] علل الشرائع، صفحہ ۸۸۔

ایسی برائی کو دور کرتا تھا جس سے آپؑ خوفزدہ ہوتے تھے تو سجدہ کرتے ،آپؑ ہر واجب نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرتے اور آپ کے تمام اعضاء سجود پر سجدوں کے نشانات موجود تھے لہٰذا آپؑ کو اس لقب سے یاد کیا گیا[1] ''۔

ابن حماد نے امامؑ کے کثرت سجود اور آپؑ کی عبادت کو ان رقیق اشعار میں یوں نظم کیا ہے : وراهب اهل البيت كان ولم يزل يلقب بالسجاد حين تَعَبُّدِهِ يقضى بطول الصوم طول نهاره منيباً ويقضي ليله بتهجده فاين به من علمه ووفائهٔ واين به من نسكه وتعبده[2] ۔ ''امام سجادؑ پہلے بھی اہل بیت میں عبادت گذار تھے اور اب بھی ہیں عبادت ہی کی بنا پر آپؑ کو سجاد کے لقب سے یاد کیا جا تا ہے ۔آپؑ روزہ رکھ کر دن گذار تے ہیں،آپؑ توبہ کرتے رہتے ہیں اور رات نماز و تہجد میں بسر کرتے ہیں ۔تو بھلا علم و وفا داری اور عبادات میں آپؑ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے ؟''۔

۵ ۔زکی: آپؑ کو زکی کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کیونکہ آپؑ کو خداوند عالم نے ہر رجس سے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جس طرح آپؑ کے آباء و اجداد جن کواللہ نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھاجو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ۔

٦ ۔امین:آپؑ کے القاب میں سے ایک معروف لقب ''امین[3] ''ہے،اس کریم صفت کے ذریعہ آپ مثل الاعلیٰ ہیں اور خود آپؑ کا فرمان ہے : ''اگر میرے باپ کا قاتل اپنی وہ تلوار جس سے اس نے میرے والد بزرگوار کو قتل کیا میرے پاس امانت کے طور پر رکھتا تو بھی میں وہ تلوار اس کو واپس کر دیتا ''۔

۷ ۔ابن الخیرتین: آپؑ کے مشهور القاب میں سے ایک لقب ''الخیرتین '' ہے،آپؑ کی اس لقب کے ذریعہ عزت کی جا تی تھی آپ فرماتے ہیں : ''انا ابن الخیرتین ''،اس جملہ کے ذریعہ آپؑ اپنے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی طرف اشارہ فرماتے

---

[1] وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۷۷۔علل الشرائع ،صفحہ ۸۸۔
[2] المناقب ،جلد ۴، صفحہ ۱۶۴
[3] فصول مہمہ، مؤلف ابن صبّاغ، صفحہ ۱۸۷۔بحر الانساب ،ورقہ صفحہ ۵۲۔نورالابصار ،صفحہ ۱۳۷۔

: ''للہ تعالیٰ من عبادہ خیرتان،فخیرتہ من العربھاشم،ومن العجم فارس[1] ''۔شبراوی نے آپ کو مندرجہ ذیل ابیات کے ذریعہ اس لقب سے یوں یاد کیا ہے'': خیرۃ اللہ من الخلق ابي بعد جدي وانا ابن الخیرتین فضۃ صیغت بماء الذھبین فانا الفضۃ وابن الذھبین من لہ جدّ کجدي فی الوریٰ اوکأ بي وانا ابن القمرین فاطمۃ الزھراء امي وابي قاصم الکفر ببدرِ و حنین ولہ في یوم احدِ وقعۃ شفۃ الغلّ ببعض العسکرین[2] ''

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں :میرے جد کے بعد میرے والد بزرگوار بہترین مخلوق ہیں جس کی بنا پر میں بہترین افراد کا فرزند ہوں ۔میں وہ چاندی ہوں جس کو دو سونے کے پانی سے ڈھالا گیا ہے جس کی بنا پر میں چاندی ہوں اور دو سونے کا فرزند ہوں ۔دنیا میں میرے جد کی طرح کس کے جد ہیں یا میرے بابا کی طرح کس کے بابا ہیں اور میں دو چاند کا فرزند ہوں ۔جناب فاطمہ ۲۳۶ میری والدہ ہیں اور میرے پدر بزرگوار نے بدر و حنین میں کفر کو نابود کیا ۔جنگ اُحد میں میرے دادا نے بے مثال جنگ کی جس کی بنا پر لشکریانِ کفر کے دلوں میں آپ کا کینہ بیٹھ گیا ''۔زیادہ احتمال یہ ہے کہ یہ اشعار امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلہ میں نہیں ہیں کیونکہ یہ آپ کی ذات بابرکت میں پائے جانے والے بلند صفات و کمالات کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

ذاتی عناصر

اللہ نے کوئی فضیلت خلق نہیں فرمائی اور کوئی کرامت ہبہ نہیں فرمائی مگر یہ کہ وہ امام سجاد کی شخصیت اور ذات میں ودیعت کی ہے، فضائل و کمالات اور نجابت و شرافت میں آپ کی مثال نہیں ہے اور آپ کے ذاتی خصوصیات یعنی آپ کے بلند اخلاق اور دین کے سلسلہ میںآپ کی بے انتہا رغبت میں بھی کوئی آپ کے ہم پلہ نہیں ہے ۔جو بھی آپ کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرے گا وہ آپ کی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جائے گا ،آپ کے صفات و کمالات دیکھ کر اس کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہے گی ،آپ

---

[1] کامل مبرد ،جلد ۱،صفحہ ۲۲۲۔وفیات الاعیان ،جلد ۲،صفحہ ۴۲۹۔
[2] الاتحاف بحبّ الاشراف، صفحہ ۴۹۔

کے زمانہ کی بزرگ شخصیات آپؑ کے فضائل و کمالات کے سامنے ہیچ نظر آئیں گی ۔مدینہ کے ایک بزرگ عالم دین سعید بن مسیب کا کہنا ہے :میں نے علی بن الحسینؑ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے اپنی حقارت کا احساس ہوا[1] آپ کو اتنے بلند و بالا اخلاق اور مثالی کردار تک آپ کے آباء و اجداد نے پہنچایا جنھوں نے اپنی زندگی معاشرہ کی اصلاح کیلئے وقف کر دی تھی،اب ہم آپؑ کے بعض ذاتی صفات کے سلسلہ میں مختصر طور پر گفتگو کر رہے ہیں:

حلم

حلم،انبیاء اور مرسلین کے صفات میں سے ہے،اور یہ انسان کے بزرگ صفات میں سے ہے کیونکہ انسان بذات خود اپنے نفس پر مسلط ہوتا ہے اور وہ غضب اور انتقام کے وقت خاضع نہیں ہوتا ،جاحظ نے حلم کی یوں تعریف کی ہے :انسان کا بہت زیادہ غصہ کی حالت میں انتقام لینے کی طاقت وقدرت رکھنے کے با وجود انتقام نہ لینا[2]۔امام زین العابدین علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے ،اور ان میں سب سے زیادہ غصہ پی جانے والے تھے ،راویوں اور مو رخین نے آپ کے حلم سے متعلق متعدد واقعات بیان کئے ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں: ا۔امامؑ کی ایک کنیز تھی،جب آپؑ نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے پانی لانے کے لئے کہا وہ پانی لیکر آئی تو اس کے ہاتھ سے لوٹا امامؑ کے چہرے پر گرگیا جس سے آپ کو چوٹ لگ گئی فوراً کنیز نے کہا :خدا فرماتا ہے : ''والکاظمین الغیظ '' ''اور غصہ پی جانے والے ہیں'' امامؑ نے فوراً جواب میں فرمایا : ''کَظمتُ غیظي '' ''میں نے اپنا غصہ پی لیا ''۔کنیز کو امامؑ کے حلم سے تشویق ہو گئی تو اس نے مزید امامؑ کی خدمت میں عرض کیا : ''والعافین عن الناس '' ''اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں ''۔امامؑ نے نرمی اور مہربانی کرتے ہوئے فرمایا : ''عفا اللّٰہ عنک۔ فوراً کنیز نے کہا :(وَاللّٰہ حب المحسنین[3]) ''اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' توامامؑ نے مزید اس پر احسان و اکرام کرتے ہوئے

[1] تاریخ یعقوبی، جلد ۳،صفحہ ۴۶۔
[2] تہذیب الاخلاق ،صفحہ ۱۹۔
[3] آل عمران، آیت ۱۳۴۔

فرمایا: ''اذهبي فانت حرّة'' ۔ ''تم جاؤ، اب تم آزاد ہو'' ۔ ۲۔ آپؑ کے حلم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بلا سبب کے آپ پر سب و شتم کرنا شروع کر دیا تو امامؑ نے اس سے بڑی ہی نرمی کے ساتھ فرمایا: ''یافتی ان بین ایدینا عقبة کؤوداً فان جزت منها فلا ابالي بما تقول،وان اتحیّر فیها فانا شرّ مما تقول'' ''اے جوان !ہمارے سامنے دشوار گذار گھاٹی ہے اگر میں اس سے گذر گیا تو تمہارے کہے کی پروا نہیں کروں گا اور اگر رہ گیا تو میں تمہاری کہی ہوئی بات سے زیادہ بُرا ہوں'' ۔امامؑ اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ سے لو لگائے رہتے تھے اور آخرت کے ان ہولناک حالات سے آہ و بکا کرتے تھے جن سے متقین کے علاوہ کوئی نجات نہیں پا سکتا اس حالت کی بنا پر آپ نے کبھی ذلت نفس کا احساس نہیں کیا ۔

صبر

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے امتحان اور زحمت و مشقت پر صبر کرنا ہے ،یہ بات قطعی ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی امام زین العابدینؑ جیسی مصیبتوں میں گرفتار نہیں ہوا ،آپؑ نے اپنی زندگی کی ابتدا سے لیکر موت کے وقت تک مصائب برداشت کئے ،آپؑ ابھی عہد طفولت میں ہی تھے کہ آپؑ کی والدہ کی وفات ہو گئی،آپؑ ان کی محبت کی شیرینی نہ چکھ سکے ، بچپن کے آغاز میں آپؑ نے ابن ملجم کے ہاتھوں اپنے دادا علی بن ابی طالب کی شہادت پر اپنے خاندان کے غم و اندوہ کو دیکھا ۔اس کے بعد آپؑ نے اس چیز کا مشاہدہ فرمایا جب آپؑ کے چچا امام حسنؑ کو مجبوراً معاویہ بن ابی سفیان جیسے سرکش سے صلح کرنا پڑی، وہ معاویہ ابن ابو سفیان جو دنیائے عرب اور عالم اسلام کی رسوائی کیلئے کلنک کا ٹیکا تھا،جب وہ تخت حکومت پر بیٹھا تو دور جاہلیت کی تمام چیزیں ظاہر ہونے لگیں،وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت زیادہ کینہ و بغض رکھتا تھا ،اس نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے ہر طرح سے اپنی حکومت کو مضبوط کیا ،اہل بیت علیہم السلام کے خلاف بہت سخت قوانین نافذ کئے ، منبروں اور اذانوں میں ان پر سب و شتم کو واجب قرار دیا جس طرح اس کے ان چاہنے والوں کو قتل کیا جو دین و سیاست کا نمونہ تھے ۔

---

[1] تاریخ دمشق ،جلد ۳۶، صفحہ ۱۵۵۔نہایۃ الارب ، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۶۔
[2] بحا رالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۹۶۔

جیسے ہی امام زین العابدینؑ نے عنفوان شباب میں قدم رکھا آپؑ کے چچا فرزند رسولؐ امام حسنؑ کی شہادت ہو گئی ،آپؑ کو (کسریٰ عرب)معاویہ بن ہند[1] نے زہر دغا سے شہید کیا جس سے امامؑ اور خاندان نبوت کے بقیہ افراد بہت رنجیدہ ہوئے ان تمام بڑے بڑے مصائب سے ان سب کے ہوش اڑ گئے۔امامؑ پر سب سے بڑی مصیبت واقعہ کربلا میں پڑی جب آپ نے کربلا کے میدان میں گناہگاروں کو اہل بیت نبوت کے سروں کو بے دردی کے ساتھ کاٹتے دیکھا ،جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے عدالت اور حق کی دعوت دینے والے ستاروں کی اس حالت کے بعد اہل کوفہ کے بیوقوف مجرموں نے امامؑ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا ،آپؑ اور خاندان نبوت کے تمام خیموں کو جلادیا ،آپؑ کوبہت ہی برے طریقہ سے اسیر کیا ،وہ ابن مرجانہ تھا جو آپ کی تباہی اور بربادی سے خوش نظر آرہا تھا اور آپؑ کو ذلیل و حقیر سمجھ رہا تھا ،امامؑ ایسے صابر تھے جنھوں نے اپنے تمام اموراللہ کے سپرد فرمادئے تھے،اس کے بعد پھر یزید بن معاویہ کا سامنا ہوا ،جس نے ایسے ایسے مصائب کے پہاڑ ڈھائے جن سے دل ہل جاتے ہیں۔لیکن امام سجادؑ نے اللہ کی قضاء و قدر پر راضی رہتے ہوئے ان تمام مصیبتوں کو برداشت کیا،ان کا نفس کونسا نفس تھا اور ان کا دل کیسا دل تھا؟آپؑ کا نفس ہر مشکل میں اس خالق کائنات سے لو لگاتا تھا جو زندگی عطا کرنے والا ہے ،اور آپؑ کا طیب و طاہر ضمیر ہر چیز سے قوی اور محکم تھا ۔

آپؑ ہمیشہ ہر مصیبت میں خالق کائنات سے ہی لو لگاتے تھے جس نے آپ کو زندگی عطا فرمائی تھی ،اور آپؑ کا نفس پاک و پاکیزہ اور طیب و طاہر تھا جو ہر چیز سے طاقتور اور قوی تھا ۔مصائب پر صبر کرنا آپ کی ذات میں تھا صبر کی مدح و تعریف میں آپ کا یہ با اثر جملہ موجود ہے کہ صبر کرنا ہی اصل میں اطاعت الٰہی ہے[2] آپؑ کا سب سے عظیم صبر یہ تھا کہ آپؑ نے اپنے گھر میں موت کی خبر لانے والے کی آواز سنی جبکہ آپؑ کے پاس بہت سے افراد جمع تھے توجو کچھ رونما ہوا تھا آپ اس کی تحقیق کیلئے تشریف لے گئے جب آپ کو خبر دی گئی کہ آپؑ کے ایک بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے تو آپؑ نے مجلس میں آکر سب کو آگاہ کیا سب نے آپ

---

[1] اس کو یہ لقب دوسرے خلیفہ نے دیا تھا ۔
[2] امام زین العابدین ؑ مؤلف مقرم، صفحہ ۱۹۔

کے صبر پر تعجب کیا آپؑ نے ان سے فرمایا: ''ہم اہل بیت جس چیز کو دوست رکھتے ہیں اس میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور دشوار و ناپسند امور میں اس کی حمد وثنا کرتے ہیں''۔ آپ صبر کو غنیمت سمجھتے تھے اور جزع و فزع کو کمزوری تصور کرتے تھے ۔بیشک آپ کی ذاتی قوت اور آپ کا ہوش اڑا دینے والے واقعات کے سامنے نہ جھکنا یہ چیزیں طول تاریخ میں شاذ ونادر افراد میں ہی پائی جاتی ہیں۔

لوگوں پر احسان

امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک ذاتی صفت لوگوں پر احسان اور ان کے ساتھ نیکی کرنا تھی، آپؑ کا قلب مبارک اُن پر رحم و کرم کرنے کیلئے آمادہ رہتا تھا ،مورخین کا کہنا ہے :جب آپ کو یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ آپ کا کوئی چاہنے والا مقروض ہے تو آپؑ اس کا قرض ادا فرما دیتے تھے[۲]،اور آپؑ اس ڈر سے کہ کہیں آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا لوگوں کی حاجتیں پوری کر دے اور آپ ثواب سے محروم رہ جائیں لہٰذا لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے میں سبقت فرماتے تھے،آپؑ ہی کا فرمان ہے : ''اگر میرا دشمن میرے پاس اپنی حاجت لیکر آئے تو میں اس خوف سے اس کی حاجت پورا کرنے کیلئے سبقت کرتا تھا کہ کہیں اور کوئی اس کی حاجت پوری نہ کردے یا وہ اس حاجت سے بے نیاز ہو جائے اور مجھ سے اس کی فضیلت چھوٹ جائے[۳]''۔آپؑ کے لوگوں پر رحم و کرم کے سلسلہ میں زہری نے روایت کی ہے :میں علی بن الحسینؑ کے پاس تھا کہ آپؑ کے ایک صحابی نے آپؑ کے پاس آکر کہا :آج میں چار سو دینار کا مقروض ہوں اور میرے لئے اپنے اہل و عیال کی وجہ سے ان کو ادا نہیں کر سکتا ،امامؑ کے پاس اس وقت اس کو دینے کے لئے کچھ بھی مال نہیں تھا ،آپؑ نے اس وقت گریہ وزاری کرتے ہوئے فرمایا : ''ایک آزاد مومن کے لئے اس

[۱] حلیۃ الاولیاء ،جلد ۳،صفحہ ۱۳۸۔
[۲] امام ابو زید (ابو زہرہ)،صفحہ ۲۴۔
[۳] ناسخ التواریخ ،جلد ۱، صفحہ ۱۴۔

سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کو مقروض دیکھے اور وہ ادا نہ کر سکے اور وہ اس کا ایسے فاقہ کی حالت میں مشاہدہ کرے جس کو وہ دور نہ کر سکتا ہو''[1]۔

سخاوت

سخاوت بھی آپؑ ایک عظیم صفت اور آپؑ کی شخصیت کا ایک اہم جزء تھی، مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، فقراء اور کمزوروں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرتے تھے، مورخین نے آپ کے جودو کرم کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں جن میں ہم ذیل میں چند واقعات نقل کر رہے ہیں: محمد بن اسامہ کے ساتھ نیکی کرنا محمد بن اسامہ مریض ہوگئے تو امامؑ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جب سب لوگ بیٹھ گئے تو محمد نے زور زور رونا شروع کر دیا اس وقت امامؑ نے اس سے فرمایا : ''مایبکیک؟''''تم کیوں رورہے ہو؟''۔میں مقروض ہوں۔''کتنا قرض ہے؟''۔پندرہ ہزار دینار۔ ''میں ادا کر دونگا''۔امامؑ نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب قرض ادا فرمادیا جس کے قرض کی وجہ سے رنج و غم اور سونے کی اس کی بیماری دور ہوگئی[2]۔

عمومی طور پر کھانا کھلانا

آپؑ کی جود و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپؑ مدینہ میں ظہر کے وقت ہر دن لوگوں کو عمومی طورپر کھانا کھلاتے تھے[3]۔سو گھروں کی پرورش آپ کے جود و کرم کا یہ عالم تھا کہ آپؑ مدینہ میں مخفی طور پر[4]سو گھروں کی پرورش کرتے تھے، اور ہر گھر میں لوگوں[5]کی کافی

---

[1] امالی شیخ صدوق ،صفحہ ۴۵۳۔
[2] البدایہ والنہایہ ،جلد ۹ ،صفحہ ۱۰۵،سیر اعلام النبلاء ،جلد ۴، صفحہ ۲۳۹،تاریخ الاسلام جلد ۲،صفحہ ۲۶۶،الحلیۃ ،جلد ۳،صفحہ ۱۴۱۔
[3] تاریخ یعقوبی ،جلد ۳،صفحہ ۶۔
[4] تہذیب اللغات والاسماء ،صفحہ ۳۴۳۔
[5] بحارالانوار، جلد۴۶،صفحہ ۸۸۔

تعداد ہوا کرتی تھی ۔بیشک سخاوت بخل سے پاکیزگیٔ نفس پر دلالت کرتی ہے،لوگوں پر رحم کرنے کے شعور اور اللہ کی عطا پر اس کا شکر ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے ۔

فقیروں پر رحم و کرم

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ آپؑ فقیروں ،محروموں اورمایوس ہوجانے والوں پر احسان فرماتے تھے ۔ہم ذیل میں اس سلسلہ میں بعض واقعات نقل کرتے ہیں:

۱۔ فقیروں کی عزت کرنا :امامؑ فقیروں کے لئے افسوس کرتے ،ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ،جب کسی سائل کو کچھ دیتے تو اس سے معانقہ کرتے تاکہ اس سے ذلت اور حاجت کااثر جاتا رہے، جب سائل کسی سوال کا قصد کرتا تو آپؑ مرحبا کہتے اور فرماتے : ''مرحباًبمن یحمل زادِيْ اِلیٰ دارِ الآخرۃِ[۲]'' ۔مرحبا اس شخص پر جو میرا زاد راہ ہے اور مجھے دارآخرت کی طرف لے جا رہا ہے ''۔بیشک فقیر کے محبت اور عطوفت کے ساتھ اس طرح اکرام کرنے سے معاشرہ میں اتحاد اور بھائی چارگی پیدا ہوتی ہے اور ان کی اولاد کے درمیان محبت قائم ہوتی ہے ۔

۲۔آپؑ کی فقیروں پر مہربانی :آپؑ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت ہی عطوفت و مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے،آپؑ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ ایسے فقرا ،مساکین اور بیمار افراد کو دستر خوان پر بلائیں جن کا کوئی آسرا نہ ہوآپؑ ان کو اپنے ہاتھ سے کھانا دیتے[۳]،اسی طرح آپؑ اپنی پشت پر ان کیلئے کھانا اور لکڑیاں لاد کر ان کے دروازے پر پہنچاتے تھے[۴] فقراء اور مساکین کے سلسلہ میں آپؑ کے رحم و کرم کایہ عالم تھا کہ آپؑ رات کی تاریکی میں خرمے توڑنے کو منع کرتے تھے کہ اس طرح فقراء آپؑ کی عطا سے

---

[۱] حلیہ جلد ۳،صفحہ ۱۳۷۔
[۲] صفوۃ الصفوہ، جلد ۲،صفحہ ۳۔۵۳۔
[۳] بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۶۲۔
[۴] بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۶۲۔اور اسی سے ملتی جلتی روایت دائرۃ المعارفِ بستا نی جلد ۹،صفحہ ۳۵۵ ۔

محروم رہ جائیں گے،امامؑ نے اپنے کارندوں سے فرمایا (جو رات کے آخری حصہ میں ان کے لئے خرمے توڑ کرلایا تھا): ''ایسا نہ کر،کیا تم کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے رات میں فصل کاٹنے اور بوجھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے ؟اور آپؑ فرماتے :جس دن فصل کاٹی جائے اسی دن سائلین کو عطا کیا جائے اس لئے کہ فصل کاٹنے کے دن یہ اُن کا حق ہوتا ہے[1]'' ۔

۳۔آپؑ کا سائل کو رد کرنے سے منع فرمانا :امامؑ نے سائل کوبغیر کچھ دئے ہوئے رد کرنے سے منع فرمایا ہے،چونکہ ایسا کرنے سے برائیاں زیادہ ہوتی ہیں اور ان سے نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں،سعید بن مسیب سے مروی ہے : میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں پہنچا یہاں تک کہ صبح کی نماز آپؑ ہی کے ساتھ ادا کی،آپ کے دروازے پر سائل آیا تو امامؑ نے فرمایا : ''اعطوا السائلَ ولاتردا السائلَ''،''سائل کو عطا کرو،اوراس کو خالی ہاتھ واپس نہ پلٹاؤ[2]'' ۔

امامؑ نے اس بات کی ضرورت پر متعدد احادیث میں زور دیا ہے ۔بیشک ضرورت مند فقیر کو محروم کرنے اور ان کی حاجت روائی نہ کرنے سے نعمتیں زائل ہونے اور اللہ کے غضب نازل ہونے کا سبب ہوتی ہیں اس سلسلہ میں ائمۂ ہدیٰ سے متواتر احادیث بیان ہوئی ہیں لہٰذا جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی بقا چاہتا ہے اس کے لئے قطعاً سائل کو رد کرنا یا فقیر کو مایوس کرنا سزوار نہیں ہے چونکہ اس کے پاس یہ اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے ۔

آپؑ کے صدقات

امام زین العابدینؑ نے اپنی حیات طیبہ میں سب سے زیادہ فقیروں کو صدقے دئے تاکہ وہ آرام سے زندگی بسر کرسکیں اور ان کا ہم و غم دور ہو جائے اور امامؑ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب فرماتے تھے کیونکہ اس پر انسان کو اجر جزیل ملتا ہے،آپؑ کا فرمان ہے: ''مَامِن رَجُلٍ تَصَدَّقَ علیٰ مِسْکِیْنٍ مُسْتَضْعَفٍ فَدَعَا لَہُ الْمِسْکِیْنُ بِشَیءٍ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ اِلَّا اسْتُجِیْبَ لَہُ''،''جب کوئی انسان کسی کمزور مسکین کو

[1] وسائل الشیعہ ،جلد ۶،صفحہ ۱۳۸۔
[2] الکافی ،جلد ۴،صفحہ ۱۵۔

صدقہ دیتا ہے تو اس وقت عطا کرنے والے کے حق میں مسکین کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے[1]'' ۔ہم آپ کے بعض صدقات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں:۱۔لباس تصدق کرنا :امام اچھے لباس پہنتے تھے ،آپ سردی کے موسم میں خز کا لباس پہنتے جب گرمی کا موسم آجاتا تھا تو اس کو صدقہ دیدیتے تھے یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ دیدیتے تھے اور گرمی کے موسم میں دو مصری لباس پہنتے تھے جب سردی کا موسم آجا تا تھا تو ان کو صدقہ میں دیدیتے تھے[2] ، اور آپ فرماتے تھے : ''اِنِّیْ لَاَستَحْیِیْ مِن رَبِّیْ اَن آکُلَ ثَمَنَ ثَوبٍ قَدْ عَبَدْتُ اللّٰہ فِیْہِ'' ''مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں نے جس لباس میں اللہ کی عبادت کی ہے اس لباس کی قیمت کھاؤں[3]''۔

۲۔اپنی پسندیدہ چیز کا صدقہ میں دینا :امام اپنی پسندیدہ چیز صدقہ میں دیتے تھے ،راویوں کا کہنا ہے :امام صدقہ میں بادام اور شکر دیتے تھے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی(: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّیٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّون[4])''تم نیکی کی منزل تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو[5]'' ۔مورخین کا بیان ہے کہ امام انگور بہت زیادہ پسند فرماتے، آپ ایک دن روزہ تھے تو افطار کے وقت آپ کی ایک کنیز نے آپ کی خدمت میں انگور پیش کئے ایک سائل نے سوال کیا تو امام نے انگور کے گچھے کو اسے دینے کا حکم صادر فرمایا ،کنیز نے دوبارہ اپنے خریدے ہوئے انگور آپ کی خدمت میں پیش کئے تو دروازے سے دوسرے سائل نے سوال کیا امام علیہ السلام نے وہ انگور کے گچھے بھی اسے دینے کا حکم صادر فرمایا ،اس کے بعد پھر کنیز نے اپنے خریدے ہوئے انگور امام کی خدمت میں پیش کئے تو تیسرے سائل نے دروازے سے سوال کیا امام نے انگور کے وہ گچھے سائل کو دیدینے کا حکم صادر فرمادیا[6] ۔آپ کے آباء و اجداد کی اس نیکی میں کتنی مشابہت تھی جنھوں نے تین دن پے درپے ایسی طاقت و قوت کا مظاہرہ کیا حالانکہ وہ سب روزہ کی

---

[1] وسائل الشیعہ ،جلد ۶،صفحہ ۲۹۶۔
[2] تاریخ دمشق، جلد ۳۶،صفحہ ۱۶۱۔
[3] ناسخ التواریخ ،جلد۱،صفحہ ۶۷۔
[4] سورہ آل عمران، آیت ۹۲ ۔
[5] بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ۸۹۔
[6] المحاسن (برقی)،صفحہ ۵۴۷۔فروع الکافی ،جلد ۶،صفحہ ۳۵۰۔

حالت میں تھے تب بھی انھوں نے مسکین یتیم اور اسیر کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا تو اللہ نے ان کی شان میں سورۂ ''ھَل اتیٰ'' نازل فرمایا،اُن کی یہ عظیم جلالت و بزرگی رہتی دنیا تک باقی رہے گی یہاں تک کہ خدا زمین کا وارث ہواور اُن پر احسان کرے۔

۳۔آپ کا اپنے مال کو تقسیم کرنا:امامؑ نے دو مرتبہ اپنا سارا مال دو حصوں میں تقسیم کیااور اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیا اور دوسرا حصہ فقیروں اور مسکینوں[1] میں تقسیم کردیا،اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے چچا امام حسنؑ فرزند رسول کا اتباع فرمایاکیونکہ امام حسنؑ نے دو یا تین مرتبہ اپناسارا مال تقسیم کیا تھا ۔

۴۔آپ کا مخفی طور پر صدقہ دینا:امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز مخفیانہ طور پر صدقہ دینا تھاتاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے،آپ اپنے اور آپؑ سے مستفیض ہونے والے فقراء کے درمیان رابطہ ہوں خدا سے محبت اورفقراء کے ساتھ صلۂ رحم کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ لوگوں کومخفیانہ طور پر صدقہ دینے کی رغبت دلاتے اور فرماتے تھے :''اِنَّھَا تُطفِئُ غَضَبَ الرَّبِ[2]''۔ ''چھپ کر صدقہ دینا خدا کے غضب کو خاموش کر دیتا ہے''۔آپ رات کے گُھپ اندھیرے میں نکلتے اور فقیروں کواپنے عطیے دیتے حالانکہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے ہوتے،فقیروں کو رات کی تاریکی میں آپؑ کے عطیے وصول کرنے کی عادت ہوگئی تھی وہ اپنے اپنے دروازوں پر کھڑے ہوکر آپؑ کے منتظر رہتے،جب وہ آپ کو دیکھتے تو آپس میں کہتے کہ: صاحب جراب(تھیلی[3])آگئے۔آپؑ کے ایک چچا زاد بھائی تھے جن کو آپؑ رات تاریکی میں جا کر کچھ دینار دے آیا کرتے تھے،انھوں نے ایک دن کہا:علی بن الحسین میری مدد نہیں فرماتے اور انھوں نے امامؑ کو کچھ نا سزا کلمات کہے امامؑ نے وہ سب کلمات سنے اور خود ان سے چشم پوشی کرتے رہے اور ان سے اپنا تعارف نہیں کرایا جب امامؑ کا انتقال ہوگیااور ان تک کوئی چیز نہ پہنچی تو ان کو معلوم ہوا کہ جو ان کے ساتھ صلۂ رحم کرتا تھا وہ امامؑ ہی تھے تو وہ امامؑ کی قبر اطہر پر آئے اور ان سے

[1] خلاصہ تہذیب کمال، صفحہ ۲۳۱۔حلیہ ،جلد ۳،صفحہ ۱۴۰۔جمہرة الاولیاء، جلد ۲،صفحہ ۷۱۔بدایہ اور نہایہ ،جلد ۹،صفحہ ۱۰۵۔طبقات ابنسعد،جلد۵، صفحہ ۱۹۔

[2] تذکرة الحفّاظ، جلد۱،صفحہ ۷۵۔اخبار الدول ،صفحہ ۱۱۰،نہایة الارب فی فنون الادب، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۶۔

[3] بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۸۹۔

عذر خواہی کی[1]۔ ابن عائشہ سے روایت ہے : میں نے اہل مدینہ کو یہ کہتے سنا ہے : علی بن الحسینؑ کی وفات تک ہمارا مخفیانہ طور پر صدقہ لینا بند نہیں ہوا[2]۔ مورخین سے روایت ہے کہ اہل مدینہ کی ایک جماعت کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کی زندگی کا خرچ کہاں سے آرہا ہے جب امام زین العابدینؑ کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ ان کو رات میں دیا جاتا تھا وہ آنا بند ہو گیا[3]۔ امامؑ ہبہ یا صلۂ رحم کرتے وقت خود کو بہت زیادہ مخفی رکھتے اور جب آپؑ کسی کو کوئی چیز عطا فرماتے تو اپنا چہرہ چھپا لیتے تاکہ کوئی آپؑ کو پہچان نہ سکے[4]۔

ذہبی کا کہنا ہے :آپؑ مخفیانہ طور پر بہت زیادہ صدقہ دیتے تھے[5]۔ امامؑ فقیروں میں تقسیم کرنے والے کھانے کو ایک بوری میں رکھ کر اپنی پیٹھ پر رکھتے جس کے نشانات آپؑ کی پیٹھ پر موجود تھے۔ یعقوبی سے روایت ہے کہ جب امامؑ کو غسل دیا گیا توآپ کے کندھے پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے جب آپ کے گھر والوں سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے گھٹے ہیں تو انھوں نے جواب دیا : امامؑ رات میں اپنے کاندھے پر کھانا رکھ کر فقیروں کے گھر تک جاتے اور ان کو کھانا دیتے تھے[6]۔

بہر حال مخفیانہ طور پر صدقے دینا آپؑ کے سب سے عظیم احسانات میں سے تھا اوراللہ کے نزدیک ان سب کا اجر و ثواب بھی زیادہ تھا۔

شجاعت

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے ایک شجاعت ہے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے ،جو آدمؑ کے صلب سے خلق ہونے والوں میں سب سے بہادر و شجاع ،امام حسینؑ کے فرزند ارجمند تھے آپ جیسی بہادری شاذ و نادر تھی جب آپؑ کو اسیر کرکے سرکش عبید اللہ بن مرجانہ کے پاس لے جایا گیااور اس نے تسلی و تشفی دینے والے کلمات کہے تو امامؑ نے اس کا ایسے شعلہ ور

---

[1] بحارالانوار، جلد ۴۶،صفحہ ۱۰۰۔
[2] صفوۃ الصفوہ ،جلد ۲ ،صفحہ ۵۴۔الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۴۹۔
[3] الاغانی، جلد ۱۵،صفحہ ۳۲۶۔
[4] بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۶۲۔
[5] بحارالانوار، جلد ۴۶،صفحہ ۶۲۔
[6] تاریخ یعقوبی ،جلد ۳،صفحہ ۴۵۔

کلمات میں جواب دیا جو اس ملعون کیلئے تلواروں اور کوڑوں سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا ،امامؑ اس کی حکومت اور جبروت بالکل سے مرعوب نہیں ہوئے ،ابن مرجانہ غصہ سے بپھر گیا،اس کی رگیں پھول گئیں تو اس نے امامؑ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا ،امامؑ نے بالکل اس کی پروا نہیں کی اور کوئی نالہ و آہ نہیں کیا اور اس سے فرمایا : ''القتل لنا عادة،وکرامتنا من الشھادۃ ۔اس کے بعد ابن مرجانہ نے آپ کو اسیری کی حالت میں یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا حالانکہ آپ کے ساتھ بزرگان وحی اور مخدرات عصمت و طہارت و رسالت بھی تھیں،امامؑ نے اس سے کہا کہ مجھے خطبہ دینے کا موقع دے تاکہ میں مسلمانوں کی اصلاح کیلئے کچھ باتیں بیان کروں،یزید نے آپ کی بات قبول نہیں کی تو اہل شام نے اس سے اصرار کرتے ہوئے کہا :مایحسن ھذا الغلام ؟ ''یہ جوان کیا کرپائے گا؟ ''اس نے جواب دیا :یہ اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کو اس طرح علم بھرایا گیا ہے جس طرح چڑیا اپنے بچہ کو دانا بھراتی ہے ۔ وہ اپنی بات پر مصر رہے تو یزید نے امامؑ کو اجازت دیدی،امامؑ نے ایسا خطبہ دیا جس سے آنکھیں رونے لگیں اور دل منقلب ہو کر رہ گئے اور یزید کا وہ راستہ تباہ و برباد ہو گیا جس پر وہ گامزن رہنا چاہتا تھا ،اس کے پاس اس رسوائی اور ذلت سے بچنے کیلئے اذان کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا ،مؤذن نے اذان دی تو آپؑ نے خطبہ روک دیا،اس سے پہلے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ سننے کو نہیں ملا تھا ، آپؑ نے اہل شام کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اپنے مقام و منزلت کا تعارف کرایا جس کا اہل شام کو علم نہیں تھا ،اور ان سے حکومت کی مخفی رکھی ہوئی چیز کا ازالہ کیا حالانکہ حکومت نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اہل بیتؑ نے حکومت کے خلاف خروج کیا ،اس کی اطاعت نہیں کی اور ان میں تفرقہ ڈالا ہے،اس سرکش نے اپنے خلاف عام طور پر فتنہ و فساد اور انقلاب برپا ہوجانے کے خوف سے امامؑ اور ان کے ساتھ اہل بیت عصمت و طہارت کو شام سے مدینہ بھیجنے میں بہت جلدی سے کام لیا ۔

امامؑ مدینہ میں

جب امامؑ یثرب میں مقیم ہوگئے اور آپؑ نے اموی حکومت کے ذریعہ شریعت اسلام کے محو ہونے ،احکام دین کا کوئی اہتمام نہ کرنے ،دور جاہلیت کو دوبارہ زندہ کرنے اور لوگوں کو کتاب خدا سے منصرف کرتے دیکھا تو اسلامی تعلیمات کو زندہ کرنے کے لئے

بنفس نفیس اٹھے اور آپؑ نے ایک حوزۂ علمیہ کی بنیاد ڈالی جس میں وہ لوگ شامل تھے جن کو آپؑ نے خرید کر آزاد کیا تھا ،آپؑ نے ان کو اسلامی فقہ ،آداب شریعت وغیرہ کا درس دینا شروع کیاآپؑ کے اردگرد علماء جمع ہوتے جو احکام کے متعلق فتوے اور وہاں بیان کئے جانے والے غرر حکم اور آداب کو لکھ کر ہی آپؑ سے جدا ہوتے تھے، شایان ذکر بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے فقہا آپؑ کے مدرسہ کے ہی تعلیم یافتہ تھے ،اور ہم نے ان کی سوانح حیات اپنی کتاب ''حیاتا لامام زین العابدینؑ ''میں بیان کی ہے ۔امام زین العابدین علیہ السلام علم ،فکر اور اخلاق کے عظیم سرمایہ کے مالک تھے جس کی اہمیت آپؑ کی درسگاہ اور حوزۂ علمیہ سے کم نہیں تھی اور وہ دولت آپؑ کی وہ دعائیں ہیں جن کو صحیفۂ سجادیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ،علماء نے اس کو کبھی زبور آل محمد کا نام دیا تو کبھی انجیل آل محمد کے نام سے یاد کیا اور اس کو اہمیت کے اعتبار سے قرآن کریم اور نہج البلاغہ کے بعد شمار کیا ،یہ در حقیقت اسلامی حیات کی تکمیل،ادب اور اسلامی فکر کا ذخیرہ ہے ۔

اس نے علمی جگہوں کوپُر کیا علماء نے اس کا درس دینا شروع کیا ،اس کی شرحیں لکھیں،یہاں تک کہ اس صحیفہ سجادیہ کی پینسٹھ سے زیادہ شرحیں لکھی گئی ہیں[۱]۔جیسا کہ اس کتاب کاانگریزی ،فرانسیسی اور جرمنی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور مغربی علماء نے اس میں تربیت کے اصول ،بلند و بالا اخلاق ،سلوک کے قواعد و ضوابط وغیرہ جیسے فکر انسانی کے خزانے پائے ہیں ۔آپؑ کی عبادت مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذاراور سب سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے تھے ،آپؑ کی عظیم عبادت و انابت کے مانند کوئی نہیں تھا ،متقین اور صالحین آپ کی عبادت کی وجہ سے متعجب تھے ،تاریخ اسلام میں صرف آپؑ ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس کو زین العابدین اور سید الساجدین کا لقب دیا گیا ۔آپؑ کی عبادت کسی کی تقلید کے طور پر نہیں تھی ،بلکہ اس کی وجہ اللہ پر عمیق ایمان سے تھی ،جیسا کہ آپ نے اس کی معرفت کے سلسلہ میں فرمایا ہے آپ نے نہ جنت کے لالچ اور نہ دوزخ کے خوف سے خداکی عبادت کی ہے ،بلکہ آپؑ نے خدا کو عبادت کے لائق سمجھا تو اس کی

---

[۱] الذریعہ فی تصانیف الشیعہ، جلد ۱۵،صفحہ ۱۸۔

عبادت کی، آپ کی شان وہی ہے جوآپ کے دادا امیرالمومنین سید العارفین اور امام المتقین کی شان تھی جنھوں نے آزاد لوگوں کی طرح اللہ کی عبادت کی، جس کی اقتدا آپ کے پوتے امام زین العابدین علیہ السلام نے کی ہے آپ اپنی عبادت میں عظیم اخلاص کا مظاہرہ فرماتے تھے جیساکہ آپ کا ہی فرمان ہے '': اِنِّیْ اَکْرَہُ اَن اَعْبُدَ اللّٰہ ولاغرض لِیْ اِلَّاثَوابَہُ،فَاَکُوْن کَالعَبْدِ الطَّامعِ،اِن طَمعَ عَمِلَ،وَاِلَّالَم یَعْمَلُ،وَاَکْرَہُ اَن اَعْبُدَہُ لِخَوْفِ عَذَابِہِ،فَاَکُوْن کَالعَبْدِ السُّوءِ،اِن لَمْ یَخَفْ لَمْ یَعْمَلُ''۔

''میں اللہ کی اس عبادت کوپسند نہیں کرتا جس میں ثواب کے علاوہ کوئی اور غرض ہو ،اگر میں ایسے عبادت کروں گا تو لالچی بندہ ہوں گا ،اگر مجھے لالچ ہوگا تو عمل انجام دوں گا ورنہ انجام نہیں دوں گا،اور میں اس بات سے بھی کراہت کرتاہوں کہ میں اللہ کے عذاب کے ڈر سے اس کی عبادت کروں کیونکہ اگر میں اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کروں تو میں برے بندے کی طرح ہوجاؤں گا کیونکہ اگرڈر نہ ہوتا تو اس کی عبادت نہ کرتا''۔آپ کے پاس بعض بیٹھنے والوں نے سوال کیا :آپ اللہ کی عبادت کیوں کر تے ہیں ؟آپ نے اپنے خالص ایمان کے ذریعہ جواب میں فرمایا : ''اَعْبُدُہُ لِمَاھُوَاَھْلُہُ بِاَیَادِیْہِ وَاِنْعَامِہِ[1]۔اس میں کو ئی شک و شبہ نہیں ہے کہ آپ معرفت خدا کی بنا پر اس کی عبادت کر تے تھے ،نہ ہی آپ کو اس کا کو ئی لالچ تھا اور نہ ہی کسی قسم کا کو ئی خوف تھا ،آپ میں یہ حالت خدا پر عمیق ایمان کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی ،جیسا کہ عبادت کی اقسام کے متعلق آپ نے فرمایا ہے : ''اِن قَوْمَاعَبَدُوْااللّٰہ عَزَّوَجَلَّ رَھْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْعَبِیْدِ وَآخَرِیْن عَبَدُوْارَغْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ التُّجَّارِوقَوماعَبَدُوْااللّٰہ شُکْراً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الاحرارِ[2]۔ ''جو لوگ کسی چیز (جنت)کی خواہش میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی عبادت ہوتی ہے اور جو لوگ اللہ کی کسی چیز (جہنم)کے خوف سے عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ شکر کے عنوان سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے ''۔یہ عبادت اور اطاعت کی قسمیں ہیں جو میزان کے اعتبار کے سب سے زیادہ بھاری ہیں،ان میں سے خداوند عالم آزاد لوگوں کی عبادت پسند کرتا ہے چونکہ اس میں منعم عظیم کے شکر کے علاوہ اور کچھ

[1] تفسیر العسکری صفحہ ۱۳۲۔
[2] صفوۃ الصفوۃ ،جلد ۲ ،صفحہ ۵۳۔شذرات الذھب ،جلد۱،صفحہ ۱۰۵۔الحلیۃ ،جلد ۳،صفحہ ۱۳۴۔البدایہ والنھایۃ ،جلد ۹، صفحہ ۱۰۵۔ دررالابکار جلد ۲،صفحہ ۱۳۹۔

نہیں ہے نہ اس میں ثواب کا لالچ ہے اور نہ ہی اس کے عذاب کا خوف ہے ۔امام علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اسی عبادت احرار کی تاکید فرمائی ہے ''عِبادَةُ الاحرارِ لاتَکُونَ اِلَّا شُکراً لِلّٰہِ،لاخَوفاً وَلارَغبَۃً''۔ ''احرار کی عبادت صرف اللہ کے شکر کیلئے ہوتی ہے اس میں نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ لالچ''۔

امام کے دل اور عواطف اللہ سے محبت سے مملو تھے یہ آپ کی فطرت میں بسی ہوئی تھی اور راویوں کا کہنا ہے :آپ ہر وقت اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں مشغول رہتے تھے ،آپ کی ایک کنیز سے آپ کی عبادت کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے سوال کیا : أُطْنِبُ اَوْ أُخْتَصِر ۔ ؟بل اختصری'' تفصیل سے بیان کروں یا مختصر طور ۔لوگوں نے کہا مختصر ۔تو اس نے بیان کرنا شروع کیا'' آپ دن میں کھانا نہیں کھاتے تھے اور رات میں ہر گز آپ کیلئے بستر نہیں بچھایا جاتا تھا[2]۔امام پوری زندگی دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے ،کبھی آپ نماز میں مشغول رہتے اور کبھی مخفیانہ طور پر صدقہ دینے میں مشغول رہتے ۔یہ بات زور دے کر کہی جا سکتی ہے کہ مسلمین اور عابدوں کی تاریخ میں کوئی بھی امام جیسا با اخلاص اور اللہ کا اطاعت گزار بندہ نہیں مل سکتا ہے ۔ہم آپ کی عبادات کے سلسلہ میں کچھ چیزیں پیش کر رہے ہیں: آپ کا وضو بیشک وضو نور ہے اور گناہوں سے طہارت اور نماز کا پہلا مقدمہ ہے ،امام ہمیشہ با طہارت رہتے ، راویوں نے آپ کے وضو میں اللہ کے لئے خشوع کے متعلق کہا ہے :جب امام وضو کا ارادہ فرماتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا آپ کے اہل و عیال نے اس کے متعلق سوال کیا : وضو کے وقت آپ کی یہ حالت کیوں ہوجاتی ہے ؟تو آپ نے اللہ سے خوف و خشیت سے ایسا ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوتے یوں جواب دیا : ''اَتَدْرُوْنَ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ اُقُومُ[3]؟''۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں''۔آپ وضو کا اتنا اہتمام فرماتے کہ کسی سے کوئی مدد نہیں لیتے تھے آپ خود طہارت کیلئے پانی لاتے اور اس کو سونے سے پہلے ڈھانک کر رکھتے ،جب رات آجاتی تو آپ

---

[1] الکواکب الدریہ ،جلد ۲،صفحہ ۱۳۹۔
[2] الخصال صفحہ ۴۸۸۔
[3] درر الابکار صفحہ ۷۰۔نہایۃ الارب جلد ۲۱صفحہ ۳۲۶۔سیر اعلام النبلاء جلد ۴ صفحہ ۲۳۸۔الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۴۹۔اخبار الدول صفحہ ۱۰۹۔

مسواک کرتے اس کے بعد وضو کرتے اور وضو سے فارغ ہو جانے کے بعد نماز میں مشغول ہو جاتے تھے[1] ۔آپ کی نماز نماز مومن کی معراج ہے اور متقی کو اللہ سے قریب کر دیتی ہے (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)ذاتی طور پر امام سب سے زیادہ نماز کو اہمیت دیتے تھے ،نماز کو معراج اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ نماز انسان کو اللہ تک پہنچا تی ہے اور خالق کائنات اور زندگی دینے والے سے متصل کر تی ہے جب آپ نماز شروع کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ کا جسم مبارک کانپ جا تا تھا ،آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا : ''اَتَدْرُوْنَ بَیْنَ یَدَيْ مَن اَقُوْمُ،وَمَن أناجِيْ؟[2]'' ۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں اور کس کو پکار رہا ہوں ''۔

ہم ذیل میں آپ کی نماز اورآپ کے ذریعہ نماز میں خوشبو لگانے کے سلسلہ میں کچھ چیزیں بیان کر رہے ہیں: نماز کے وقت آپ کا خوشبو لگانا امام جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ نے نماز پڑھنے کی جگہ جو خوشبو رکھی تھی اس کو لگاتے جس سے مسک کی خوشبو پھیل جا تی تھی ۔نماز کے وقت آپ کا لباس امام جب نماز کا ارادہ فرماتے تو صوف (اون) کا لباس پہنتے ،اور بہت موٹا[3] لباس پہنتے تھے کیونکہ آپ خالق عظیم کے سامنے خود کو بہت ہی ذلیل و رسوا سمجھتے تھے ۔نماز کی حالت میں آپ کا خشوع نماز میں اما م صرف خدا ہی سے لو لگاتے ،عالم ما دیات سے خالی ہوتے ،اپنے اطراف میں کسی چیز کا احساس نہ کرتے ،بلکہ آپ بذات خود اپنے نفس کا بھی احساس نہیں کرتے تھے ،آپ اپنا دل اللہ سے لگا دیتے ،راویوں نے نماز کی حالت میں آپ کی صفت یوں بیان کی ہے :جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا ،آپ کے اعضاء اللہ کے خوف سے کانپ جاتے ،آپ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے جیسے ایک ذلیل بندہ بڑے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہواور آپ نماز کو آخری نماز سمجھ کر بجالاتے تھے ۔امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کے نماز میں خشوع کے سلسلہ میں یوں فرمایا ہے : ''کَانَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ اِذَاقَامَ فِيْ الصَّلَاۃِ

---

[1] صفوۃ الصفوۃ جلد ۲صفحہ ۵۳۔
[2] وسیلۃ المآل، صفحہ ۲۰۷۔سیر اعلام النبلاء ،جلد ۴صفحہ ۳۸۔صفوۃ الصفوہ جلد ۲صفحہ ۵۲۔حلیۃ الاولیاء، جلد ۳،صفحہ ۱۳۲۔العقد الفرید،جلد ۳صفحہ ۱۰۳
[3] بحارالانوار ،جلد ۴۶ ،صفحہ ۵۸۔

كَاَنَّهٗ سَاقُ شَجَرَةٍ لَايَتَحَرَّكُ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا مَا حَرَّكَتِ الرِّيْحُ مِنْهُ[1]''۔ علی بن الحسینؑ نماز میں اس درخت کے تنے کے مانند کھڑے ہوتے جس کو اسی کی ہوا کے علاوہ کوئی اور چیز ہلا نہیں سکتی''۔ نماز میں آپؑ کا خشوع اتنا زیادہ تھا کہ آپ سجدہ میں سر رکھ کر اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ آپؑ کو پسینہ نہ آجائے[2] یا گویا کہ آپؑ اپنے آنسوؤں اور گریہ کی وجہ سے پانی میں ڈوب گئے ہوں[3]۔ راویوں نے ابو حمزہ ثمالی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے امامؑ کو نماز کی حالت میں دیکھا ہے کہ آپؑ کے کندھے سے آپؑ کی ردا ہٹ گئی تو آپؑ نے اس کو درست تک نہیں کیا ابوحمزہ ثمالی نے جب امامؑ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ كُنْتُ؟اِنَّ الْعَبْدَ لَايُقْبَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ اِلَّا مَا اَقْبَلَ عَلَيْهِ مِنْهَا بِقَلْبِهٖ[4]''۔

''تم پر وائے ہو کیا تم جانتے ہو میں کس کے سامنے کھڑا ہوں ؟بندہ کی وہی نماز قبول ہوتی ہے جو دل سے ادا کی جاتی ہے''۔ آپؑ نماز میں اللہ سے اس طرح لو لگاتے کہ ایک مرتبہ آپؑ کے فرزند ارجمند کنویں میں گر گئے تو اہل مدینہ نے شور مچایا کہ اس کو بچائیے امامؑ محراب عبادت میں نماز میں مشغول تھے ،اس کی طرف بالکل متوجہ ہی نہیں ہوئے ،جب نماز تمام ہو گئی تو آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا'' :مَاشَعَرْتُ،اِنِّيْ كُنْتُ اُنَاجِيْ رَبًّا عَظِيْمًا[5]''۔ مجھے احساس تک نہیں ہوا،میں اپنے عظیم پروردگار سے مناجات کر رہا تھا'' ایک مرتبہ آپؑ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپؑ نماز میں مشغول تھے اور آپؑ نے آگ بجھانے میں کوئی مدد نہیں کی اور لوگوں نے آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا'' :اَلْهَتْنِيْ عَنْهَا النَّارُ الْكُبْرٰى[6]''۔ ''مجھے اس سے بڑی آگ نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا تھا''۔ عبد الکریم قشیری نے امامؑ کے نماز میں اس تعجب خیز اظہار کی یوں تفسیر کی ہے کہ امامؑ کی یہ حالت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ آپؑ عبادت کے عالم میں جس چیز کی طرف متوجہ ہوتے تھے وہ آپؑ کو دنیا اور ما فیہا سے غافل کر دیتی تھی یہاں تک کہ ثواب یا عذاب الٰہی کے تصور سے خود اپنے نفس پر مترتب ہونے والے حالات کی طرف آپؑ

---

[1] وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۶۸۵۔
[2] تہذیب الاحکام، جلد ۲،صفحہ ۲۸۶۔بحارالانوار ،جلد ۴۶،صفحہ ۷۹۔
[3] بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۱۰۸۔
[4] علل الشرائع ،صفحہ ۸۸۔بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۱۔وسائل الشیعہ ،جلد ۴،صفحہ ۶۸۸۔
[5] اخبار الدول ،صفحہ ۱۱۰۔بحارالانوار، جلد ۴۶،صفحہ ۹۹۔
[6] صفوۃ الصفوۃ ،جلد ۲،صفحہ ۵۲۔المنتظم، جلد ۶،صفحہ ۱۴۱۔نہایۃ الارب، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۵۔سیر اعلام النبلاء ،جلد ۴ ،صفحہ۲۳۸۔

کا قلب متوجہ نہیں ہوتا تھا[1]۔ ہزار رکعت نماز مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ رات دن میں ایک ہزار رکعت[2] نماز بجالاتے تھے آپؑ کے پانچ سو خرمے کے درخت تھے اور آپؑ ہر درخت کے نیچے دو رکعت[3] نماز پڑھتے تھے،آپؑ کی اتنی زیادہ نمازیں بجالانے کی وجہ سے ہی آپؑ کے اعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے،جن کو ہر سال کاٹا جاتا تھا،آپؑ ان کو ایک تھیلی میں جمع کرتے رہتے اور جب آپ کا انتقال ہوا تو ان کو آپؑ کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا گیا[4]۔

مستحب نمازوں کی قضا

آپؑ نے پوری زندگی میں کوئی مستحب نماز نہیں چھوڑی،اگر دن میں آپؑ کی کوئی مستحبنماز چھوٹ جاتی تھی تو آپؑ رات میں اس کی قضا بجالاتے اور آپؑ نے اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''یابُنَیَّ لَیْسَ ھٰذَا عَلَیْکُمْ بِوَاجِبٍ،وَلٰکِن أُحِبُّ لِمَن عَوَّدَ نَفْسَہُ مِنْکُمْ عَادَۃً مِنَ الْخَیْرِأن یَدُوْمَ عَلَیْھَا[5]''۔ میرے فرزند یہ تم پر واجب نہیں ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کو پنی عادت بنالو،یہ اچھی عادت ہے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتے رہو''۔ آپؑ کا زیادہ سجدے کرنا حدیث کی رو سے انسان اپنے رب سے سجدہ کی حالت میں بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام بہت زیادہ سجدے کرتے خضوع کرتے اور اللہ کے سامنے خود کو بہت زیادہ ذلیل سمجھتے تھے راویوں کا کہنا ہے :ایک مرتبہ آپؑ صحرا کی طرف تشریف لے گئے ایک شخص نے آپ کو تلاش کیا تو آپؑ کو ایک سخت پتھر پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اس نے آپؑ کو ہزار مرتبہ یہ کہتے سنا'' :لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ حَقّاً حَقّاً،لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَبُّداً وَرِقّاً،لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اِیْمَاناً وَصِدْقاً[6]''۔آپؑ سجدہ شکر میں سو مرتبہ کہتے :''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شُکْراً ''اس کے بعد کہتے : ''یاذَاالْمَنِّ اَلَّذِی لَا

---

[1] رسالۃ القشریہ ،جلد ۱صفحہ ۲۱۴۔
[2] تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۳۰۶۔نور الابصار ،صفحہ ۱۳۶۔الاتحاف بحب الاشراف ،صفحہ ۴۹۔تذکرۃ الحفاظ ،جلد ۱، صفحہ ۷۱۔شذرات الذہب ،جلد ۱ ،صفحہ ۱۰۴ ۔الفصول المھمۃ ،صفحہ ۱۸۸۔اخبار الدول ،صفحہ ۱۱۰۔تاریخ دمشق ،جلد ۳۶، صفحہ ۱۵۱۔الصراط السوی، صفحہ ۱۹۳۔اقامۃ الحجۃ ،صفحہ ۱۷۱۔العبر فی خبر من غبر جلد ۱،صفحہ ۱۱۱۔دائرۃ المعارف (البستانی)،جلد ۹، صفحہ ۳۵۵۔تاریخ یعقوبی جلد ۳ ،صفحہ ۴۵۔المنتظم ،جلد ۶، صفحہ ۱۴۳۔تاریخ الاسلام (الذھبی)۔ الکواکب الدریہ ،جلد ۲، صفحہ ۱۳۱ ۔ البدایہ والنہایہ جلد ۹، صفحہ ۱۰۵۔
[3] بحارالانوار ،جلد ۴۶، صفحہ ۶۱۔الخصال ،صفحہ ۴۸۷۔
[4] الخصال، صفحہ ۴۸۸۔
[5] صفوۃ الصفوۃ ،جلد ۲، صفحہ ۵۳۔
[6] وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۸۱۔

یَنْقَطِعُ اَبَداً،وَلاَ یُحْصِیہِ غَیرُہُ عَدَداً،وَیَاذَا الْمَعْرُوفِ اَلَّذِیْ لَایَنْفَدُ اَبَداً،یَا کَرِیْمُ یَاکَرِیْمُ ''اس کے بعد گریہ و زاری کرتے اور اپنی حاجت طلب کرتے[1] ۔

کثرت تسبیح

آپ ہمیشہ اللہ کے ذکر ، تسبیح اور اس کی حمد میں مشغول رہتے اور ان نورانی کلمات میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے : ''سُبْحَانَ مَنْ اَشْرَقَ نُوْرُہُ کُلَّ ظُلْمَۃٍ،سُبْحَانَ مَنْ قَدَّرَبِقُدْرَتِہِ کُلَّ قُدْرَۃٍ سُبْحَانَ مَنْ اِحْتَجَبَ عَنِ الْعِبَادِ بِطَرَائِقِ نُفُوْسِھِمْ،فَلاَ شَیْءَ یَحْجُبُہُ ،سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہِ''[2]۔ ''پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس کے نور نے ہر تاریکی کو منور کر دیا ،پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے تمام قدرتوں کی حد محدود کر دی ،پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بندوں سے اُن کے نفوس کے خیالات میں مخفی ہوا ،اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ،اللہ پاک و پاکیزہ ہے اور وہی حمد کا سزاوار ہے ''۔نماز شب کا واجب قرار دینا امام زین العابدین علیہ السلام کبھی بھی نماز شب سے غافل نہیں رہے آپ سفر اور حضر ہر جگہ نماز شب بجالاتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنے رب حقیقی سے جا ملے ۔

نماز شب کے بعد آپ کی دعا

جب آپ نماز شب سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے جو ائمہ اہل بیت کی تابناک دعا ہے'':اللّٰھم یا ذالملک المتأبد ۔ ''اے وہ پروردگار جس کا ملک ہمیشگی کے ساتھ ابدیت رکھنے والا ہے اور جس کی سلطنت بغیر کسی لشکر اور مدد گار کے محفوظ ہے ،زمانوں کے بدلتے رہنے ،برسوں کے بیت جانے ،ایام و ازمنہ کے گذر جانے کے باوجود اس کی عزت باقی رہنے والی ہے تیری سلطنت اس قدر عزیز ہے کہ اس کی عزت کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا اور تیرا ملک اس قدر بلند ہے کہ تمام اشیاء اس کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے ہی گر جاتی ہیں اور جن کمالات کو تونے اپنی ذات کیلئے مخصوص کیا ہے ان کی ادنیٰ منزل تک بھی تعریف کرنے والوں کی تعریف کی

---

[1] وسائل الشیعہ ،جلد ۴، صفحہ ۹۸۱۔
[2] دعوات قطب راوندی (خطی نسخہ)حکیم لائبریری۔

آخری منزل نہیں پہنچ سکتی ہے۔ سارے صفات تیری بارگاہ میں گم ہو گئے ہیں اور تمام تعریفیں تیری جناب میں بکھر گئی ہیں اور دقیق ترین تصورات بھی تیری کبریائی کے سامنے حیران رہ گئے ہیں ۔یقیناً تو ایسا ہی ہے تو اپنی اولویت کے اعتبار سے اول ہے اور ایسا ہی ہمیشہ رہنے والا ہے ۔ میں تیرا وہ بندہ ہوں جس کے اعمال ضعیف اور جس کی آرزوئیں عظیم ہیں ۔ میرے ہاتھ سے تعلقات کے تمام اسباب نکل گئے ہیں علاوہ اس رشتہ کے جسے تیری رحمت نے قائم کیا ہے اور امیدوں کے تمام رشتے قطع ہو گئے ہیں علاوہ اُس معافی کے رشتہ کے جس کی پناہ میں،میں زندگی گذار رہا ہوں،میرے پاس تیری قابل اعتنا اطاعت بہت کم ہے اور جن معصیتوں میں،میں زندگی گذار رہا ہوں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن یہ طے ہے کہ بندہ کسی قدر بھی بد کردار کیوں نہ ہو جائے تیرے پاس معافی کی تنگیِ دامن نہیں ہے لہٰذا مجھے معاف کر سکتا ہے ''۔دعا کے یہ جملے خداوند عالم کی عظمت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں،اور اس کے بعض دائمی صفات کا تذکرہ موجود ہے جن کی کوئی ابتدا اور انتہا نہیں ہے ،وہ محکم و مضبوط سلطان قاہر جو اپنے ملک کی حمایت کے لئے لشکر اور مددگاروں کا محتاج نہیں ،کوئی ایسی ذات اور کوئی ایسی صفت نہیں ہے جس سے اس کی توصیف کی جا سکے ،وہ ہر چیز سے بلند و برتر ہے ۔

امامؑ نے ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں اپنے ذلیل، خضوع اوراس کے بندے ہونے کا اظہار کیا ،آپ نے اپنی تمام آرزووں میں اسی سے لو لگائی،اسی سے پناہ مانگی،اسی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ،اسی سے لو لگائی اور اب اسی دعاء کے دوسرے چند جملے ملاحظہ فرمائیں

'':اللّٰھُمَّ وَقَدْ اَشْرَفَ۔ ''خدایا تیرا علم میرے مخفی اعمال پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور تیری اطلاع کے سامنے ہر پوشیدہ عمل واضح ہے دقیق ترین چیز بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور غیبی اسرار بھی تیرے علم سے دور نہیں ہے ۔ مجھ پر تیرے اس دشمن کا غلبہ ہو گیا ہے جس نے تجھ سے مجھے گمراہ کرنے کی مہلت مانگی تھی تو تو نے دیدی اور مجھے بہکانے کے لئے قیامت تک کا وقت مانگا تو تو نے اسے آزاد چھوڑ دیا اور اب اس نے مجھے گمراہی میں ڈال دیا جبکہ میں اپنے مہلک گناہان صغیرہ اور تباہ کن گناہان کبیرہ سے بھاگ کر تیری بارگاہ میں آرہا تھا ۔حالت یہ ہے کہ جب میں نے تیری کوئی نا فرمانی کی اور برے اعمال کی بنا پر تیری ناراضگی کا

حقدار ہو گیا تو اس نے اپنے حیلہ کی باگ موڑ دی اور چل دیا اور مجھے کلمۂ کفر میں مبتلا کر کے مجھ سے برائت کا اعلان کر دیا اور پیٹھ پھیر کر روانہ ہو گیا ۔مجھے تیرے غضب کے صحرا میں اکیلا چھوڑ دیا ،اور تیرے عذاب کے میدان تک ہنکا دیا کہ اب نہ کوئی شفیع ہے جو سفارش کر سکے اور نہ کوئی قلعہ ہے جو اپنے اندر چھپا سکے اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے جس کی پناہ لی جا سکے،اب تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جو تیری پناہ گاہ کا طلبگار ہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر رہا ہے لہٰذا تیرے فضل میں تنگی نہ ہونے پائے اور تیری بخشش میں کمی نہ آنے پائے ۔میں تیرے اُن بندوں میں نہ ہو جاؤں جو توبہ کر کے بھی ناکام ہو جاتے ہیں اور اُن امیدواروں میں نہ شامل ہوجاؤں جو مایوس ہوجاتے ہیں ۔میرے گناہوں کو بخش دے کہ تو بہترین بخشنے والا ہے ''۔

امامؑ نے ان چند فقروں میں انسان کی خواہشات نفسانی کے سامنے کمزور ہونے کے سلسلہ میں گفتگو کی ہے اور انسان اس شیطان رجیم کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جس نے انسان کے نفس میں طمع ، حرص اور تکبر وغیرہ جیسی شرارت سے بھرے صفات کو برانگیختہ کر کے ان کے ذریعہ خدمت لینا چاہی ،اس نے انسان کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور اس کے عواطف پر مسلط ہو گیا ،اس کو گناہوں اور ہلاکت کے میدانوں میں مسخر کرنا شروع کر دیا ،اس کو اللہ سے قریب کرنے والے راستوں سے دور کرنا شروع کر دیا ،اور امامؑ نے اس دھوکہ دینے والے خبیث دشمن کے مقابلہ میں پروردگار عالم سے اپنی حمایت طلب فرمائی ۔ ہم اس دعا کے دوسرے جملوں میں یوں پڑھتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَنِیْ فَتَرَکْتُ۔ ''خدایا! تونے جس بات کا حکم دیا اسے میں نے چھوڑ دیا اور جس چیز سے منع کیا اس کا مرتکب ہوگیا اور بُرے خیالات نے خطاؤں کو سنوار دیا تو میں نے کوتاہی سے کام لیا ۔میں نہ اپنے دنوں کے لئے روزوں کو گواہ قرار دے رہا ہوں اور نہ راتوں کی شب بیداری کی پناہ لے رہا ہوں اور نہ کوئی سنت حسنہ اپنے کو زندہ کرنے کی تعریف کر سکتی ہے علاوہ اُن فرائض کے جن کو ضائع کرنے والا ہلاک ہوجاتا ہے ۔میں تو کسی مستحب عمل کو بھی وسیلہ نہیں قرار دے سکتا ہوں جبکہ بہت سے واجبات و فرائض میں غفلت برت چکا ہوں اور تیرے مقرر کئے ہوئے حدود سے تجاوز کر چکا ہوں ۔کچھ حرمتوں کو برباد کیا اور کچھ گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہو گیا لیکن تیری عافیت نے ان کی رسوائی سے پردہ پوشی کر لی خدایا یہ اس شخص کی

منزل ہے جو اپنے نفس کے بارے میں تجھ سے شرمندہ ہے اور اس سے ناراض ہو کر تجھ سے خوش بھی ہے اور اب تیرے سامنے اُس نفس کے ساتھ آیا ہے جو خاشع ہے اور اس گردن کے ساتھ حاضر ہوا ہے جو خاضع ہے اور اس کمر کے ساتھ جس پر خطاؤں کا بوجھ ہے ،اس کی منزل خوف اور امید کے درمیان ہے اور تو اس کی امیدوں کے لئے سب سے اولیٰ اور اس کے خوف و خشیت کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہے لہٰذا مجھے وہ شئی عنایت فرمادے جس کا میں امیدوار ہوں اور اس سے بچالے جس سے خوف زدہ ہوں اور اپنی رحمت کے انعامات سے نواز دے کہ تو ان سب سے زیادہ کریم ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے ''۔

امامؑ نے ان جملوں میں اہل بیتؑ کے اللہ کے خضوع و خشوع کو پیش کیا ہے اور یہ مشاہدہ کیا کہ سب سے عظیم حسنات (نیکیاں)، رات بھر خدا کی عبادت کرتے رہنا ،دن میں روزہ رکھنا ،تمام نوافل اور مستحبات کا بجالانا ،اسلام کی سنتوں کو زندہ کرنا وغیرہ نیکیوں کی دوسری قسمیں جن کا احصا نہیں کیا جا سکتا ہے ،یہ خدا کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس توبہ کے علاوہ اللہ سے اور کونسی توبہ کی جا سکتی ہے؟ اور اس طرح اللہ سے لو لگانے کے مانند کونسا لو لگانا ہو سکتا ہے ؟حقیقت میں یہ امام دنیا کے متقین اور صالحین میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں ۔ہم اس دعا کے کچھ اور جملے نقل کرتے ہیں '': اَللّٰھُمَّ وَاِذْ سَتَرْتَنِیْ۔ ''خدایا !جب تونے اپنی بخشش کے ذریعہ پردہ پوشی کر دی ہے اور اپنے فضل سے اس فنا کے گھر میں ساتھیوں کے سامنے ڈھانپ لیا ہے تو اب دار البقاء میں بھی تمام ملائکہ مقربین اور مرسلین، معصومین اور شہداء و صالحین کے سامنے رسوائی سے بچا لینا ۔

اس پڑوسی کے حضور میں جس سے میں اپنی برائیوں کو چھپایا کرتا تھا اور اس قرابتدار کے سامنے جس سے میں اپنے مخفی معاملات میں شرماتا تھا ۔میں نے اس پردہ پوشی میں کسی پر بھروسہ نہیں کیا لیکن خدایا تیری مغفرت پر بھروسہ کیا ہے اور تو سب سے زیادہ بھروسہ کے قابل اور تمام اُن لوگوں سے زیادہ عطا کرنے والا ہے جن کی رغبت کی جاتی ہے اور اُن سب سے زیادہ مہربان ہے جن سے مہربانی طلب کی جاتی ہے لہٰذا مجھ پر رحم فرما ۔ ۔امامؑ نے ان جملوں میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اس سے عفو بخشش ،لطف و کرم کی امید رکھو ،اس سے دار آخرت میں خوشنودی اور رضائے الٰہی طلب کرو ،خدا وند عالم نے اپنے گناہگار

بندوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی ہے جیسا اس سے مطالبہ کیا ہے کہ آخرت کی مصیبتوں سے نجات دے جہاں تمام ملائکہ، مرسلین ،شہداء اور تمام بندگانِ صالح موجود ہوں اور امامؑ نے گناہگار مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ وہ اللہ سے خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں۔ ہم اسی دعائے شریفہ کے کچھ اور جملوں پر روشنی ڈالتے ہیں ": اَللّٰھُمَّ وَأَنْتَ حَدَرْتَنِيْ۔ "اے خدا ! تونے صلب کی ہڈیوں کے تنگ راستوں اور رحم مادر کی تنگ نالیوں سے ایک حقیر نطفہ کی شکل میں گذارا ہے تونے مختلف حجابات سے میری پردہ پوشی کی ہے اور مختلف حالات میں مجھے کروٹیں بدلوائی ہیںیہاں تک کہ جب میری صورت مکمل ہو گئی اور تونے میرے اعضاء و جوارح کو مستحکم بنا دیا جس طرح تونے اپنی کتاب میں توصیف کی ہے کہ نطفہ سے علقہ بنا ،اس کے بعد مضغہ بنا،پھر ہڈیاں پیدا ہوئیں،پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا گیا اور پھر ایک تازہ مخلوق بنا دیا گیااور پھر جب مجھے تیرے رزق کی ضرورت پڑی اور میں تیرے باران کرم سے بے نیاز نہ ہو سکا تو،تو نے میری بہترین غذا ،بہترین ماکولات و مشروبات کو بنا دیا ۔جسے تونے اپنی اس کنیز کے جسم میں دوڑایا جس کے شکم میں مجھے جگہ دی تھی اور مجھے اس کے مرکز رحم میں ودیعت کر دیا تھا ۔

حالانکہ اگر اس وقت مجھے میری طاقت کے حوالہ کر دیتا اور میری قوت کے سپرد کردیتا تو ہر تدبیر مجھ سے الگ ہو جاتی اور ہر قوت مجھ سے دور بھاگ جاتی تونے اپنے فضل سے ایک مہربان کرم فرما کی طرح مجھے غذا عنایت کی اور مسلسل ایسا احساس کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس منزل تک پہنچ گیا ۔نہ کبھی تیری نیکی سے محروم ہوا اور نہ تیرے بہترین سلوک میں کوئی تاخیر ہوئی لیکن پھر بھی میرا بھروسہ مستحکم نہ ہوا اور میں برابر زیادہ مفاد کے لئے مواقع نکالتا رہا ۔شیطان نے بدگمانی اور ضعفِ یقین کی بنا پر میری زمام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے ،لہٰذا میں اس کی بدترین ہمسائیگی اور اپنی طرف سے اس کی اطاعت کی فریاد کر رہا ہوں اور اس کے تسلط سے تیری حفاظت کا طلبگار ہوں اور اس بات کی بھی فریاد کر رہا ہوں تو میرے رزق کے راستہ کو آسان کردے ۔تیرا اس بات پر شکر ہے کہ تونے بلا مانگے ہی عظیم نعمتیں عطا فرما دی ہیں اور پھر اُن احسانات و انعامات پر شکر ادا کرنے کا الہام بھی کر دیا ہے لہٰذا اب محمد وآل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمااور میرے رزق کو آسان بنا دے اور جو کچھ مقدر کیا ہے اُس پر قانع بنا دے اور میری

قسمت کے حصہ پرمجھے راضی کردے اور میری زندگی اور میری جسمانی طاقت کا مصرف اپنی اطاعت کے راستہ کو قرار دیدے کہ تو بہترین رزق دینے والا ہے ۔ یہ جملے خالق عظیم کے وجود پر مؤثق دلیلیں ہیں وہ خالق جس نے انسان کو ذلیل (گندے) پانی سے خلق کیا،تنگ رحم میں رکھا،اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے حالات میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ مکمل انسان بن گیااور انسان اللہ کی سب سے عظیم مخلوقات میں ہے جو فکر ، سمع و بصر وغیرہ جیسی عجیب چیزوں سے بنایا گیا ہے جو خالق حکیم کے وجود پر دلالت کر تی ہیں،امام ؑکی یہ حدیث قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر کر رہی ہے جس میں انسان کی تخلیق کو بیان کیا گیا ہے ،یہ بات شایان ذکر ہے کہ قرآن کریم نے دقیق طور پر جنین کی کیفیت بیان کی ہے اور انسان نے اسی حقیقت سے استفادہ کیا ہے ۔سید قطب کا کہنا ہے : انسان قرآن کریم کے جنین کے سلسلہ میں ان انکشافات کے سامنے حیران ہے وہ دقیق طور پر اس چیز کو نہیں جانتا تھا مگر علم کی پیشرفت و ترقی ہونے کے بعد ،ہڈیوں کے خلیے گوشت کے خلیوں کے علاوہ ہیں ،یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنین میں پہلے ہڈیوں کے خلیے پیدا ہو تے ہیں اور گو شت کے خلیوں کا اس وقت مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا جب تک ہڈیوں کے خلیے اور جنین کے پورے ہڈیوں کے ڈھانچے کا مشاہدہ نہ کیا جائے یہ وہ حقیقت ہے جس کو قرآنی آیات نے ثابت کیا ہے[1] ۔

بہرحال ،امام ؑاپنی ذات پر اللہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ وہ آپ ؑکو شیطان کے مکر و فریب اور اس کے کبر و غرور سے دور رکھے ،چونکہ شیطان انسان کا پہلا دشمن ہے ۔ہم ذیل میں دعا آخری جملے پیش کر رہے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ ۔ ''خدایا !میں اس آگ سے تیری پناہ کا طلبگار ہوں جس کو تونے نافرمانوں کے لئے بھڑکایا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی رضا سے انحراف کرنے والوں کو تنبیہ کی ہے ۔وہ آگ جس کی روشنی بھی تاریکی ہے اور جس کا معمولی حصہ بھی دردناک ہے اور جس کا دور والا حصہ بھی قریب ہے اور جس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے اور اس پر حملہ آور ہورہا ہے ۔وہ آگ ہڈیوں کو ریزہ ریزہ بنا دیتی ہے اور اپنے باشندوں کوکھولتا پانی پلاتی ہے فریادی کو چھوڑتی نہیں ہے اور طالب رحم پر مہربانی نہیں کرتی ہے کو

[1] فی ظلال القرآن، جلد ۱۷،صفحہ ۱۶۔

ئی فروتنی کا اظہار بھی کرے اور اس کے سپرد بھی ہو جائے تو اس کے حق میں کوئی تخفیف نہیں کرتی ہے اپنے باشندوں سے دردناک عذاب اور سخت وبال کے گرم ترین مصائب کے ساتھ ملاقات کرتی ہے ۔اور خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے اُن بچھوؤں سے جو منہ پھیلائے ہوئے ہیں اور ان سانپوں سے جو اپنے دانت گاڑرہے ہوں گے اور اس کھولتے ہوئے پانی سے جو اپنے باشندوں کے دل اور کلیجہ کو کاٹ ڈالے گا اور دل کو کھینچ کر پھینک دے گا ۔ اور تیری ہدایت کا طالب ہوں اُن امور کے لئے جو اُس آگ سے دور بنا دیں اور اسے پیچھے ہٹا دیں ۔خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرمااور مجھے اپنے فضل و رحمت سے اس کی اجرت دے ۔اپنی مہربانیوں سے میری لغزشوں کو معاف کردے اور اے بہترین پناہ دینے والے مجھے لا وارث نہ چھوڑ دیناکہ تو ہر برائی سے بچانے والا اور ہر نیکی کا عطا کرنے والا ہے اور جو چاہے وہ کر سکتا ہے ۔تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ۔خدایا محمد و آل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اس وقت جب نیک کرداروں کا ذکر کیا جائے اور محمد وآل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جب تک روز و شب کی آمد و رفت برقرار ہے ۔ایسی رحمت جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور اس کے اعداد کا شمار نہ ہو سکے ۔وہ رحمت جو فضا کو معمور کردے اور آسمان و زمین کی وسعتوں کو بھر دے ۔اللہ اُن پر رحمت نازل کرے یہاں تک کہ وہ راضی ہوجائیں اور اس رضا کے بعد بھی ایسی رحمت نازل کرے جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو ۔اے بہترین رحم کرنے والے ''۔

ان فقروں میں اس جہنم کی آگ کی توصیف بیان کی گئی ہے جس کو اللہ نے اپنے بدکار، ظالم اور سرکش بندوں کے لئے خلق کیا ہے وہ بندے جنھوں نے ظلم و جور اور فساد کو زمین پر پھیلایا ان کو جہنم کی آگ میں طرح طرح کا عذاب دیا جائیگا جس کے خوف و وحشت کی ہم توصیف نہیں کر سکتے ہیں جس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ۔ اس مقام پر یہ دعائے شریفہ ختم ہو جاتی ہے جس کو امامؑ نماز شب کے بعد پڑھا کرتے تھے ،یہ اہل بیتؑ کی روشن و تابناک دعاؤں میں سے ہے ۔امامؑ کے کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کے اعزاء پر آپؑ کی وفات ہوجانے کا خوف ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس آکر یوں گویا ہوئے :اے رسولؐ اللہ کے صحابی بیشک ہمارے تم پر حقوق ہیں اور ہمارا تم ایک حق یہ ہے کہ جب تم ہم میں سے کسی ایک

کو خود کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا دیکھو تو اس کو اللہ کی یاد دلاؤ ،اس موقع پر اپنی جان کو باقی رکھنے کی دعوت دو ،اپنے والد بزرگوار کی یادگار علی بن الحسینؑ ہیں جن کی عبادت کرنے کی وجہ سے ناک کی ہڈی چھد گئی ہے اور ان کے اعضاء سجدہ پر گھٹے پڑگئے ہیں جناب جابر ،امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ محراب میں عبادت ،اللہ کی اطاعت میں مشغول ہیں ،جب امامؑ نے جابر کو دیکھا تو ان کا استقبال کیا ،اپنے پہلو میں بٹھایااور ان کے حالات دریافت کئے،اس وقت جابر بڑے ہی ادب و احترام سے یوں گویا ہوئے :اے فرزند رسول !آپ کو علم ہے کہ پروردگار عالم نے جنت کو آپؑ کے اور آپؑ سے محبت کرنے والے کے لئے خلق کیا ہے اور دوزخ کو آپؑ سے بغض اور دشمنی رکھنے والے کے لئے خلق فرمایا ہے تو پھر آپؑ خود کو اتنی مشقتوں میں کیوں ڈال رہے ہیں ؟امامؑ نے ان کو بڑی ہی نرمی و محبت سے جواب دیا :اے صحابی رسولؐ بیشک میرے جد رسول اللہؐ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے گئے تھے مگر پھر بھی آپؐ نے کوشش کرنا نہیں چھوڑا اور یوں عبادت کی (میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں) کہ آپ کی پنڈلیوں اور قدموں پر ورم آگیا جب آپؐ سے کہا گیا :آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کے گذشتہ اور آئندہ کے تمام گناہ بخش دئے ہیں ؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔جب جابر نے دیکھا کہ گفتگو کے ذریعہ امامؑ کو کثرت عبادت سے نہیں روکا جاسکتا تو یہ کہتے ہوئے آپؑ کو آرام کرنے کی خاطر خدا حافظ کہا :فرزند رسول ؐآپؑ اپنے نفس کی حفاظت کیجئے کیونکہ آپؑ اس خاندان سے ہیں جن سے بلائیں دور کردی گئی ہیں اور جن کے ذریعہ آسمان سے بارش ہوتی ہے ۔امامؑ نے جابر کو بڑی ہی خفی اور غمگین آواز میں جواب دیا :میں اپنے آباء و اجداد کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتا اور ان سے ملاقات کرنے تک ان کی پیروی کرتا رہونگا ''۔جابر ہکّے بکّے رہ گئے اور اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے :ہم نے یوسف بن یعقوب کے علاوہ انبیاءؑ کی اولاد میں علی بن الحسین جیسا نہیں دیکھا،خدا کی قسم امام حسینؑ کی ذریت یوسف بن یعقوب کی ذریت سے افضل ہے،بیشک ان ہی کی ایک فرد کے ذریعہ عدل و

انصاف سے دنیا اسی طرح بھرجائے گی جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی[1] ۔اللہ بزرگ و برتر ہے بیشک انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں علی بن الحسین،جیسا ان کے ورع،تقویٰ اور تمام بلند و بالا اخلاق و کردار میں کوئی نہیں ہے ۔جیسا کہ جابر نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ذریت میں آپؑ کا ایک فرزند ہوگا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی،اور وہ عظیم مصلح امام مہدی آل محمدؑ ہیں جن کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے ۔آپؑ کی بعض اولاد نے آپ کی کثرت عبادت کو دیکھ کر بڑی ہی نرمی کے ساتھ آپؑ سے عرض کیا : اے والد بزرگوار آپؑ اتنی جانفشانی کیوں کر رہے ہیں؟یعنی :اتنی زیادہ نمازیں کیوں پڑھ رہے ہیں ۔؟

امامؑ نے بڑی ہی نرمی کے ساتھ جواب میں فرمایا :میں اللہ کی نظر میں محبوب ہونا چاہتا ہوں[2]۔عبدالملک بن مروان نے امامؑ کی کثرت عبادت کی وجہ سے مہربانی کا اظہار کیااور جب آپؑ مسلمانوں کی ایک جماعت کی سفارش کے لئے اس کے پاس گئے اور جب عبدالملک نے امامؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر سجدوں کی وجہ سے گھٹوں کے نشانات دیکھے تو آپؑ سے یوں کہنے لگا :یہ ظاہر ہوگیا آپؑ بہت ہی جد و جہد کرنے والے ہیں ،جبکہ آپؑ پر خدا کے پہلے سے ہی بہت سے احسانات ہیں آپ بضعۃ رسول ہیں ،آپؑ نسب اور سبب دونوں ہی اعتبار سے اُن سے بہت قریب ہیں خدا نے آپؑ کو فضل ، علم ،دین اور تقویٰ عنایت کیا ہے جو آپ سے پہلے آپؑ کے آباء و اجداد کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیا ۔امامؑ اس کے بیان کو سنتے رہے جب وہ اپنی بات تمام کر چکا تو اس سے فرمایا : ''جو کچھ تو نے اللہ کے فضل و کرم اس کی تائید و توفیق کا تذکرہ کیا ہے، تو کہاں اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے ؟ حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اتنا کھڑے رہتے تھے کہ آپؐ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا ، روزہ میں اتنی پیاس کا احساس کرتے تھے کہ آپؐ کا دہن اقدس سوکھ جاتا تھا ۔آپؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا :یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اللہ نے آپؐ کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف نہیں کردئے ہیں ؟آنحضرتؐ نے فرمایا :کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں ؟تمام تعریفیں اس خدا کے

[1] حیاۃ الامام علی بن الحسینؑ ،جلد ۱ ،صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱۔
[2] بحارالانوار، جلد ۴۶ ،صفحہ ۹۱۔

لئے ہیں جس نے ہمارا امتحان لیا،وہی ابتدا اور آخرت میں حمد و ستائش کا حقدار ہے،خدا کی قسم اگر میرے اعضا و جوارح قطع کر دئے جائیں اور میرے آنسو میرے سینے پر بہہ جائیں تو بھی میں خدا وند عالم کی تمام نعمتوں میں سے ایک نعمت کے دسویں حصہ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ نعمتیں جن کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے اور تمام تعریف و تمجید کرنے والے اس کی ایک نعمت تک بھی نہیں پہنچ سکتے ،نہیں،خدا کی قسم نہیں مگر یہ کہ خدا وند عالم مجھے اس حال میں دیکھے کہ مجھے کوئی چیز رات دن میں اس کے شکر اور ذکر سے نہ روک سکے،نہ ظاہری طور پر اور نہ ہی مخفی طورپر،اور مجھ پر میرے اہل و عیال اور تمام خاص و عام کے حقوق ہیں اور ان کو ادا کرنے کیلئے میں اپنی طاقت و وسعت کے مطابق ہی کوشش کرتا ہوں اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں ،اور میرا دل اللہ سے لولگائے گا اور پھر میں اپنے دل اور نظر کو اس وقت تک نہیں ہٹاؤں گا جب تک کہ خدا میرے نفس کا فیصلہ نہ کردے وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ''۔امامؑ نے بہت زیادہ گریہ و بکا کیا جس کا عبدالملک سرکش پر بہت زیادہ اثر ہوااور وہ یوں کہنے لگا :کتنا فرق ہے ان دونوں میں ،جس نے آخرت طلب کی اور اس کے لئے جدوجہد کی ،اور جس نے دنیا طلب کی اور وہ کیسے ہاتھ لگے گی اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔عبدالملک امامؑ کی گفتگو سن کر شرمندہ ہوگیااور مسلمانوں کے سلسلہ میں اُن کی سفارش کو قبول کرلی[۱]۔انبیاء کی روحانیت کے لئے امامؑ کی عبادت ایک مثال تھی جواللہ سے آپؑ کی توبہ ،اس کا تقویٰ اورآپؑ کے اللہ سے وابستہ ہونے کی حکایت کرتی ہے ،آپ خدا سے محبت کرتے اور اس کی عبادت میں اخلاص کے سب سے عظیم درجہ پر فائز تھے ۔اپنے غلاموں کے ساتھ یہ واضح سی بات ہے کہ امامؑ اپنے غلاموں کوآزاد کر دیتے تھے ،وہ آپؑ کے زیر سایہ پرورش پاتے ،نعمتیں حاصل کرتے اور آپؑ ان سے اپنے بیٹوں کا سا معاملہ کرتے ،ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرتے ،اور اپنی تمام کنیزوں کو ماہ رمضان میں آزاد کر دیتے تھے ،راویوں نے نقل کیا ہے کہ جب ان کی کسی کنیز یا غلام سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو آپؑ اُن کو کوئی سزا نہیں دیتے تھے لیکن جس دن سے کوئی گناہ سرزد ہوتا اس کو لکھ لیتے تھے جب رمضان کا آخری دن ہوتا تو ان سب کو جمع

[۱] حیاۃ الامام زین العابدین ؑ،جلد ۱،صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲۔

کرتے اور جس دفتر میں ان کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے اس کو لاتے اور ان کے سامنے بیان کرتے اور فرماتے : تم اپنی بلند آواز میں کہو : اے علی بن الحسین،بیشک آپ کا پروردگار آپ کے تمام اعمال کا اسی طرح احصاء فرماتا ہے جس طرح آپ نے ہمارے اعمال شمار فرمائے ہیں،ہر انسان کے اعمال اس کے سامنے اسی طرح حاضر و موجود ہیں جس طرح ہمارے اعمال آپ کی نگاہوں کے سامنے موجود ہیں،ہم کو اسی طرح معاف کر دیجئے جس طرح آپ خدائے مقتدر سے عفو کی امید رکھتے ہیں ،جس طرح آپ خدا سے اپنی بخشش کی امید رکھتے ہیں ،ہم کو معاف کر دیجئے کیونکہ آپ معاف کرنے والے ہیں ،اور خدا آپ کو بخش دے گا پرودگار کسی پر ظلم نہیں کرتا،آپ کی کتاب ہمارے حق میں گواہی دے رہی ہے کوئی بھی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں ہے جس کو شمار نہ کرلیا گیا ہو ،یاد کرو اے علی بن الحسین!آپ اپنے عادل و حکیم پروردگار کے سامنے ذلیل و خاضع ہیں جو رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتااور قیامت کا دن آنے والا ہے ،خدا ہی ہمارے لئے کافی اور گواہ ہے پس ہم کو معاف فرما دیجئے اور اپنے پروردگار سے ہماری بخشش کیلئے دعا فرما دیجئے کیونکہ خود اسی کا فرمان ہے :(وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ [1])۔ ہر ایک کو معاف اور درگذر کرنا چاہئے کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ خدا تمہارے گناہوں کو بخش دے'' ۔آپ نے ان کو ان کلمات کی تلقین فرمائی جو آپ کے اللہ سے لو لگانے اور اس کی پناہ گاہ چاہنے کی ایک مثال ہے آپ کھڑے ہوکر اللہ کے خوف و خشیت کرتے ہوئے یوں کہتے :پروردگار تونے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس شخص کو معاف کردیں جس نے ہم پر ظلم کیا حالانکہ ہم نے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ،ہم نے تیرے حکم کے مطابق جس نے ہم پر ظلم کیا تھا اس کو معاف کردیا پس تو ہم کو معاف کردے بیشک تو معاف کرنے کے لئے ہم سے اور مامورین سے کہیں زیادہ سزاوار ہے ،اور تونے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی سائل کو اپنے دروازے سے رد نہ کریں حالانکہ تونے سائل و مسکین کو بھیجا ہے ، ہم تیری بارگاہ میں جھکتے ہیں اور تجھ سے تیری معرفت اور عطا کے خواستگار ہیں ،تو اس کے ذریعہ ہم پر احسان کر اور ہم کو ناامید نہ کر ،تو اس سلسلہ میں ہم سے اور ماموروں سے اولیٰ ہے پروردگار تو کریم و صاحبِ عزت

---

[1] سورۂ نور، آیت ۲۲۔

ہے پس جب میں تجھ سے سوال کروں تو،تُو مجھ پر اپنے جود و کرم کی بارش کر،تونے امر بالمعروف کیا پس تو مجھے امر بالمعروف کرنے والوں میں قرار دے ''۔پھر آپ ان کے سامنے ہوتے حالانکہ آپؑ کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہوتا اور آپ بہت ہی نرمی کے ساتھ فرماتے : ''میں نے تم کو معاف کر دیا ۔کیا تم مجھے معاف کر دو گے؟اور جو کچھ تم نے میرے زیر سلطہ رہنے میں برائی دیکھی ہے ،میں اس کریم ،جواد ،عادل، محسن اور فضل و کرم کرنے والے کا غلام ہوں '' ۔اس عظیم نفس کے مانند کونسا نفس ہو سکتا ہے جس کی انبیاء کی روحانیت اور ان کے اچھے صفات اور اخلاق سے مثال دی گئی ہے ؟غلام آپؑ سے یوں کہتے :اے ہمارے سید و سردار ہم نے آپؑ کو بخش دیا ۔

آپؑ ان سے یوں فرماتے : ''کہو :اے پروردگار تو بھی علی بن الحسین کو اسی طرح بخش دے جس طرح انھوں نے ہم کو بخش دیا ہے ،تو اِن کو آگ سے اسی طرح آزاد فرما جس طرح انھوں نے ہم کو اپنی غلامی سے آزاد کیا ہے ''۔اس کے بعد آپ ان سے فرماتے :یااللہ آمین ربّ العالمین ،جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا، تم کو آزاد کر دیا ،تم مجھ سے معافی اور آزاد ہونے کی امید رکھتے تھے ''،عید فطر کے دن آپ ان کو اتنا اور ایسا انعام دیتے جس سے انھیں کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ ہو سکے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز رہیں[1] ۔دنیا میں اللہ کے صالحین اور متقین میں اس امام عظیم کے تقویٰ،ورع ،اخلاص عظیم اور اس کی اطاعت کرنے والے کے مانند کوئی نہیں ہے آپؑ کا قلب شریف ایمان اور اللہ کی معرفت سے لبریز تھا ۔

آپ کی اپنے بیٹوں کو وصیت

امامؑ نے اپنے بیٹوں کو بعض تربیتی وصیتیں فرمائیں جو آپؑ کی زندگی کے تجربات کا خلاصہ تھا تاکہ وہ اس راستے پر گامزن رہیں ۔آپؑ کی بعض وصیتیں یہ ہیں: ۱۔آپؑ نے اپنے بعض فرزندوں کو ایسی اہم وصیت فرمائی جو اُن کے اصحاب اور چاہنے والوں کے لئے نورانی پیغام ہے ایسے ساتھیوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے جس سے دوستوں کے درمیان دشمنی اور عداوت پھیلنے کا

---

[1] حیاۃ الامام زین العابدینؑ ، جلد ۱،صفحہ ۲۰۹۔۲۱۱۔

امکان ہو،آپؑ کی وصیت یہ ہے : ''اے میرے فرزند،اگر تم پانچ قسم کے لوگوں کو دیکھو تو نہ ان کی مصاحبت کرو ،نہ ان سے گفتگو کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ راستہ طے کرو ''آپؑ کے فرزند ارجمند نے آپ سے عرض کیا :وہ پانچ افراد کون ہیں؟تو اما مؑ نے فرمایا : ''تم کذّاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے) کی مصاحبت نہ کرو (یعنی اس کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو)چونکہ یہ سراب کے مانند ہوتے ہیں اور قریب چیز کو دور اور دور والی چیز کو نزدیک کر دیتے ہیں ۔تم فاسق کی مصاحبت سے پرہیز کروچونکہ یہ شخص ایک لقمہ یا اس سے کم میں تم کوبیچ دے گا ،بخیل کی مصاحبت سے پرہیز کرووہ شدید ضرورت کے وقت تمہاری امداد کرنے سے گریز کرے گا،احمق کی مصاحبت سے پرہیز کرو چونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے گا لیکن نقصان پہنچا دے گا ۔ اور قطع رحم کرنے والے سے پرہیز کروکیونکہ میں نے کتاب اللہ میں اس کو ملعون دیکھا ہے[1]''۔اس قسم کے لوگوں پر وائے ہو اور یہ گھاٹے میں رہیں گے ،جو ان کی تصدیق کرے گا وہ بہت زیادہ نقصان اٹھائے گا اور معاشرہ میں اس طرح کی نئی اور پرانی بہت قسمیں ہیں لیکن جن ازکیا اور اصفیاء کی مصاحبت سے انسان مستفید ہوتا ہے وہ بہت کم ہیں ۔

۲۔آپ کی اپنے فرزندوں کوایک اوربلند و بالا نصیحت اور وصیت یہ تھی : ''اے میرے فرزند!مصیبت پر صبر کر،حقوق کے لئے معارضہ نہ کر اور اپنے کسی بھائی کو ایسی چیز کے متعلق جواب نہ دے جس کا نقصان تمہارے لئے اس کے فائدہ سے بہت زیادہ ہو[2]۔امامؑ نے مصائب اور غم انگیز واقعات پر صبر اور ان کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکنے کی وصیت فرمائی ،کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کی شخصیت اور اس کی پائیداری کا پتہ چلتا ہے ،اسی طرح آپ نے لوگوں کے حقوق کے سلسلہ میں تجاوز نہ کرنے کی بھی وصیت فرمائی چونکہ اس سے جس آدمی کے ساتھ تجاوز کیا جا رہا ہے اس کی سلامتی اور اس کے بالمقابل خود تجاوز کرنے والے کی بھی سلامتی کی ضمانت ہوجاتی ہے ،اسی طرح آپ نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ کسی انسان کوایسی چیز کی دعوت نہ دو جس سے اس کا نقصان اور گھاٹا ہو رہا ہو ۔

---

[1] تحف العقول ،صفحہ ۲۷۹،البدایہ والنہایہ جلد ۹،صفحہ ۱۰۵۔
[2] البیان والتبیین ،جلد ۲،صفحہ ۷۶۔العقد الفرید، جلد ۳،صفحہ ۸۸۔

آپؑ کی اپنے بیٹوں کے لئے دعا

آپؑ نے اپنے بیٹوں کے لئے انتہا ئی خلوص اور جلال و بزرگی کے لئے دعائیں کیں جو آپؑ کی ان کے ساتھ تابناک سلوک کی حکایت کر تی ہیں ،امامؑ ان سے بلندآداب یا مکارم اخلاق کی تمنا و آرزو کرتے تھے ،تاکہ وہ غور سے سنیں اور ان پر عمل کریں ،چونکہ اسلا می تربیت میں یہی سب سے بڑی دولت ہے : ''یابنيّ ان اللّٰہ لم یرضک لِي فاَوصاکَ بِي،ورضینِي لک فحذّرني مِنکَ،وَاعلم اَن خیرالآباء لِلابناء من لم تدعہُ المودّۃُ الی التَّفریطِ فِیہِ،وخیرَ الابناءِ للآباءِ مَن لم یدعُہُ التقصیرُالی العُقُوقِ لہٗ'[1] ۔امامؑ کے یہ فقرے اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی روحانیت پر دلالت کر تے ہیں ،آپؑ نے ان کی تربیت اصلاح اور تہذیب مطلق کے طور پر فر ما ئی آپؑ نے ان کیلئے یوں دعا فر ما ئی: ۱۔خدا وند عالم نے ان پر ان کے جسموں ،ادیان اور اخلاق کے صحیح ہونے میں احسان کیا ۔

۲۔خداوند عالم ان کے نفوس اور ارواح کو معاف فرمائے اور یہ برائیوں اورگنا ہوں سے پاک ہونے کے بعد ہوتا ہے ۔

۳۔خداوند عالم ان پر اپنا رزق کشادہ فرمائے ،ان کو فقر کی کڑواہٹ کا مزہ نہ چکھائے ،کیونکہ یہ بہت ہی دردناک حوادث اور مہلک چیز ہے ۔

۴۔خداوند عالم بیماریوں میں ان کی ہدایت فر ما ئے ،ان کو نیکی کے لئے سبقت کرنے والوں میں قرار دے اور وہ اس کے امر پر عمل کرتے رہیں ۔

۵۔خداوند عالم اپنے اولیاء کو ان کا محبوب قرار دے اور اپنے دشمنوں کو مبغوض قرار دے ،کیونکہ اس سے خاندان منظم ہوتا ہے اور جب بچہ کی اس طریقہ سے تربیت کی جا تی ہے تو بچہ اپنے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوجاتا ہے ۔

---

[1] العقد الفرید ،جلد ۳،صفحہ ۸۹۔

آپؑ کی حکمتیں اور تعلیمات

امام زین العابدین علیہ السلام نے متعدد حکمتیں اور بلند وبالا تعلیمات بیان فرمائیں جن سے حقیقی زندگی ابھر کر سامنے آتی ہے ،آپؑ معاشرے کے معاملات میں کتنی گہرائی سے کام لیتے ،ان کے حالات اور امور کی خبر گیری فرماتے تھے،آپؑ کی بعض تعلیمات یہ ہیں: بلند خصلتیں امامؑ نے ان بعض بلند و بالا خصلتوں کے متعلق گفتگو کی ہے جن سے ایک مسلمان کو متصف ہونا چاہئے اور جن سے اس کے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے، آپؑ کا فرمان ہے : ''چار چیزیں ایسی ہیں جن سے اسلام کامل ہوتا ہے ،گناہ محو ہو جاتے ہیں ،اور اس کا پروردگار اس سے راضی و خشنود ہونے کی صورت میں ملاقات کرتا ہے :خداوند عالم نے انسان کے نفس کیلئے جو چیز قرار دی ہے اس میں وہ اللہ عز وجل کیلئے وفا کرے ،لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت سچائی سے کام لے ،ہر وہ چیز جو اللہ اور انسانوں کے نظر میں بری ہے اس کو نہ بجالائے ،اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھائی سے پیش آئے[1]'' ۔بیشک جس میں یہ بلند و بالا صفات پائی جائیں گی وہ حقیقی مومن اور کامل الایمان ہوگا جس سے خدا راضی ہونے کی صورت میں ملاقات کرے گا ۔

مومن کی علامتیں امامؑ فرماتے ہیں : ''مومن کی پانچ نشانیاں ہیں '' ۔طاوس یمانی نے آپؑ سے سوال کیا :فرزند رسول! وہ پانچ علامتیں کون کون ہیں ؟امامؑ نے فرمایا :خلوت میں تقویٰ اختیار کرنا ،کم مال کے باوجود بھی صدقہ دینا ،مصیبت کے وقت صبر کرنا ،غضب کے وقت حلم اختیار کرنااور خوف کے وقت صدقہ دینا[2]'' ۔جس شخص میں یہ پانچ صفات پائے جاتے ہیں وہ مومن کہلاتا ہے اور وہ اللہ کے ان نیک و صالح بندوں میں قرار پاتا ہے جن کے نفوس میں تقویٰ سمایا ہوا ہوتا ہے ۔اچھی گفتگوامامؑ نے اپنے اصحاب کو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی رغبت دلائی اور حسن کلام پر مترتب ہونے والے منافع کا تذکرہ بھی کیاچنانچہ آپؑ نے فرمایا : ''حسن کلام سے انسان مالدار ہوجاتاہے ،اس کا رزق کشادہ ہوتاہے ،موت کو فراموش کر دیتا ہے ،اپنے اہل و عیال

---

[1] الخصال ،صفحہ ۳۰۳۔
[2] الخصال ،صفحہ ۲۴۵۔

میں محبوب ہوجاتا ہےاور ایسا شخص جنت میں جائے گا[1] ۔امامؑ کی اس حدیث یعنی حسن کلام اور کلم الطیب سے مندرجہ ذیل مطلب سامنے آتا ہے: ا۔حسن کلام سے مال میں رشد و نمو ہوتی ہے ،واضح طور پر اس کا اثر کاریگر،حرفہ و فن جاننے والے اور تاجروں میں ظاہر ہوتا ہے ۔چونکہ لوگ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن کلام کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے ہیں ،یہ فطری بات ہے کہ انسان کا حسن کلام ان لوگوں میں زیادہ دخل و تصرف کا سبب ہوتاہے جس طرح فطرت برے اور بد خلق سے بذات خود نفرت کرتی ہے اور برا کلام اور بری عادت رزق میں تنگی کا سبب ہوتی ہے ۔کلام الطیب کے نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے انسان کی موت ٹل جاتی ہے جب انسان کسی مومن سے ظلمت دور کرکے اس کو نفع پہنچاتا ہے تو خداوند عالم اس انسان کی عمر بڑھا دیتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر جزیل سے نوازے گا ۔اور کلام الطیب کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اچھی گفتگو کرنے والا اپنے اہل و عیال کے نزدیک اور معاشرہ میں عزیز اور محبوب ہو جاتا ہے اور لوگ اچھی گفتگو کرنے والے کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔حسن کلام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو جنت ملتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان دو آدمیوں کے درمیان صلح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے ۔مومن کو نجات دینے والی چیزیں امامؑ نے مومن کے نجات پانے کے سلسلہ میں فرمایاہے : ''مومن تین چیزوں سے نجات پاتا ہے : لوگوں کی برائی اور ان کی غیبت کرنے سے اپنی زبان کا روکنا ،مومن کا اپنی دنیا اورآخرت میں فائدہ دینے والی چیزوں میں مشغول رہنا اور اپنے گناہوں پرگریہ و زاری کرتے رہنا[2] ۔

آپؑ کی شہادت

امامؑ کا سلوک،عبادت ،نیکیاں اور احسانات میں کوئی نظیر نہیں تھا جن سے تمام لوگوں کے دل آپؑ کی طرف جھک گئے تھے اور یہ خاندان نبوت سے بغض و کینہ رکھنے والے امویوں کیلئے بہت شاق تھا اور ان میں سب سے زیادہ بغض و کینہ رکھنے والا ولید بن عبد الملک تھا ۔ زہری سے روایت ہے کہ ولید نے اس سے کہا :جب تک علی بن الحسین دنیا میں زندہ موجود ہوں گے میں چین و

---

[1] وسائل الشیعہ، جلد ۵،صفحہ ۵۳۱۔الخصال، صفحہ ۲۸۹۔
[2] الدر التنظیم ،صفحہ ۱۷۴۔

سکون نہیں پا سکتا[۱] ۔اس نے طے کیا کہ جب امام حاکم کے پاس آئیں تو ان کو زہر ہلاہل دیدیا جائے لہٰذا اس نے یثرب میں اپنے گورنر کے ذریعہ آپ کو زہر دلایاامام نے جب تناول کیا توامام کا جسم کثرت عبادت اورکمزوری کی وجہ سے نحیف و لاغر ہو چکا تھا اور آپ نے بہت ہی کم وقت میں داعی اجل کو لبیک کہا ،آپ کے آخری کلمات یہ تھے : ''الحمد للہ الذی صدقناوعدہ واورثنا الجنۃ نتبوأمنھا حیث نشاء فنعم اجرالعاملین[۳] ''۔ ''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم سے کئے ہوئے اپنے وعدے کوسچ کر دکھایا ہے اور ہمیں اپنی جنت کا وارث بنا دیا ہے کہ جنت میں جہاں چا ہیں آرام کریں اوربیشک یہ عمل کرنے والوں کا بہترین اجر ہے ''کائنات کے آفاق کو روشن کرنے کے بعد آپ کی عظیم روح جنت ماویٰ کی طرف پرواز کرگئی ۔سلام ہو آپ پر جس دن آپ پیدا ہوئے ،جس دن شہید ہوئے اور جس دن دوبارہ مبعوث و زندہ کئے جائیں گے ۔

---

[۱] حیاة الامام محمد الباقر ؑ جلد۱،صفحہ ۵۱۔
[۲] نور الابصار ،صفحہ ۱۲۹۔فصول المہمہ ''ابن صباغ ''،صفحہ ۲۳۳۔الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۵۲۔صواعق المحرقہ ،صفحہ ۵۳۔جدول مصباح کفعمی ،صفحہ ۲۷۶۔
[۳] الخصال، صفحہ ۱۸۵۔الامالی، صفحہ ۱۶۱۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام امام محمد باقر علیہ السلام ان ائمۂ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں جن کو اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا ہے اور ان کو اپنے نبی وصایت کے لئے مخصوص قرار دیا ہے ۔اس امام عظیم نے اسلامی تہذیب میں ایک انوکھا کردار ادا کیا اور دنیائے اسلام میں علم کی بنیاد ڈالی ،امامؑ نے یہ کارنامہ اس وقت انجام دیا جب دنیائے اسلام میں ہر طرف فکری جمود تھا ،کوئی بھی تعلیمی اور علمی مرکز نہیں تھا،جس کے نتیجہ میں امت مسلسل انقلابی تحریکوں سے دو چار ہورہی تھی جن میں سے کچھ بنی امیہ کے ظلم و تشدد اور بربریت سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگ حکومت پر مسلط ہو کر بیت المال کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے ۔انقلابات کے یہ نتائج علمی حیات کے لئے بالکل مہمل تھے اور ان کو عمومی زندگی کے لئے راحت کی کوئی امید شمار نہیں کیا جاسکتا ۔

امام محمد باقرؑ نے علم کا منارہ بلند کیا ،اس کیلئے قواعد و ضوابط معین فرمائے ،اس کے اصول محکم کئے ،آپؑ اس کے تہذیبی راستے میں اس کے قائد اور معلم و استاد تھے ،آپؑ نے علوم کو بہت وسعت دی ،ان ہی میں سے علم فضا اور ستاروں کا علم ہے جس سے اس زمانہ میں کوئی واقف نہیں تھا ،امامؑ کو علم کے موجدین میں شمار کیا جاتا ہے[1] ۔امامؑ کے نزدیک سب سے زیادہ اہم مقصد ہمیشہ کے لئے اہل بیتؑ کی فقہ اسلامی کو نشر کرنا تھا جس میں اسلام کی روح اور اس کا جوہر تھا ،امامؑ نے اس کو زندہ کیا ،اس کی بنیاد اور اس کے اصول قائم کئے ،آپؑ کے پاس ابان بن تغلب ،محمد بن مسلم ،برید ،ابو بصیر ،فضل بن یسار ،معروف بن خربوذ ،زرارہ بن اعین وغیرہ جیسے بڑے بڑے فقہاء موجود رہتے تھے وہ فقہا جنھوں نے ان کی تصدیق کیلئے روایات جمع کیں اور ان کی ذکاوت و ذہانت کا اقرار کیا ،اور اہل بیتؑ کے علوم کی تدوین کا سہرا ان کے سر بندھتا ہے ،اگر یہ نہ ہوتے تو وہ بڑی فقہی ثروت جس پر عالم اسلام فخر کرتا ہے

---

[1] جیسا کہ مغربی دانشوروں نے امامؑ کی یوں تعریف کی ہے کہ آپ مختلف علوم کا سر چشمہ ہیں اور ان علوم کی آپؑ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی ہے ۔

سب ضائع و برباد ہو جاتی ۔امامؑ کی سیرت کے اعتزاز و فخر کیلئے یہ ہے کہ آپؑ نے فقہاء کی تربیت کی جس سے وہ بافضیلت ہوئے ،ان کو مرکزیت کے اعزاز سے نوازا،اور امت نے فتوے معلوم کرنے کے لئے اِن ہی فقہاء کی طرف رجوع کیا امامؑ نے ابان بن تغلب کے لئے فرمایا: ''مدینہ کی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے بتایا کرو میں اپنے شیعوں میں تمہارے جیسے افراد دیکھنا پسند کرتا ہوں'[1] ۔ امام نے اِن فقہاء کے نفقہ کی ذمہ داری خود اپنے کاندھوں پر لی،ان کی زندگی میں اقتصادی طور پر پیش آنے والی ان کی تمام حاجتیں پوری کیں تاکہ ان کو تحصیل علم،اس کے قواعد و ضوابط لکھنے اور اس کے اصول کو مدوّن کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے ،جب آپؑ کے دار فانی سے ملک بقا کی طرف کوچ کرنے کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند ارجمند امام جعفر صادقؑ کوان فقہاء کو نفقہ دینے کی وصیت فرمائی کہ ان کو تحصیل علم اور ان کو لوگوں کے درمیان نشر کرنے میں کوئی معاشی مشکل پیش نہ آئے ۔یہ فقہا جو کچھ امامؑ سے سنتے اس کو مدوّن کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے اور ان کو روشن فکر افراد کے لئے تدریس کرتے ،امامؑ کے شاگرد فقیہ جابر بن یزید جعفی سے ستر ہزار روایات نقل ہوئی ہیں۔

جن میں سے اکثر احادیث فقہ اسلامی سے متعلق ہیں،اسی طرح ابان بن تغلب سے احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ نقل ہوا ہے، احکام میں زیادہ تر عبادات،عقود اور ایقاعات سے متعلق بہت زیادہ روایات جمع کی ہیں، فقہ اہل بیتؑ کے مؤسس اور ناشر کا یہی حق ہے ۔آپؑ نے قرآن کریم کی تفسیر کا بڑا اہتمام کیا اس کے لئے مخصوص وقت صرف کیا ،اکثر مفسرین نے آپؑ سے کسب فیض کیا ،اور آپؑ نے بعض آیات کی تفسیر میں وارد ہونے والی اپنے آباء و اجداد کی روایات کو مدوّن کیا ۔قرآن کریم کی تفسیر میں ایک خاص کتاب تحریر فرمائی جس سے فرقۂ جارودیہ کے سربراہ زیاد بن منذر نے روایت کی ہے [2]۔اور ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام محمد باقرؑ''میں وہ آیات تحریر کی ہیں جن کی تفسیر امام باقرؑ سے نقل کی گئی ہے ۔امامؑ نے بعض احادیث انبیاء علیہم السلام کے حالات سے متعلق بیان فرمائیں ہیں جن میں انبیاء کا اپنے زمانہ کے فرعونوں کے ذریعہ قتل و غارت،ان کی حکمتیں،موعظے

[1] نجاشی ،صفحہ ۲۸۔جامع الرواۃ، جلد ۱،صفحہ ۶۔

[2] فہرست شیخ طوسی، صفحہ ۲۹۸۔

اور آداب بیان کئے گئے ہیں آپ نے سیرت نبویہ کو ایک مجموعہ کی صورت میں پیش کیا جس سے ابن ہشام ،واقدی اور حلبی وغیرہ جیسے مدوّن کرنے والوں نے نبی اکرم ﷺ کے غزوے اور ان کی جنگوں کے حالات نقل کئے ہیں ، جس طرح ان سے آدابِ سلوک،حسن اخلاق اور حسن اعمال کے سلسلہ میں بھی متعدد احادیث نقل کی ہیں ۔یہ بات شایانِ ذکر ہے کہ امام محمد باقرؑ نے مسیحی،ازراقہ ،ملحدین اور غالیوں کی جماعتوں سے مناظرے کئے اور مناظروں میں ان کو شکست دی خود فاتح ہوئے اور ان سب دشمنوں نے آپ کی علمی طاقت اور ان پر فوقیت کا اعتراف کیا اور ہم یہ سب اپنی کتاب ''حیاۃالامام محمد باقر '' میں ذکر کر چکے ہیں ۔بہر حال تاریخ نے امام محمد باقرؑ جیسے کسی امام کا تعارف نہیں کرایا،آپ نے اپنی پوری زندگی لوگوں میں علم نشر کرنے میں صرف کر دی ،آپؑ نے ''جیسا کہ راویوں نے کہا ہے ''یثرب میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں لوگوں کو علم فقہ ،حدیث ،فلسفہ ،علم کلام اور قرآن کریم کی تفسیر کی غذا سے سیر کیا ۔

تاریخ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی اہمیت اس وقت اورعروج پر پہنچ گئی جب آپ نے امپراطوری رومی شہنشاہیت کے چنگل سے اسلامی سکہ کو آزاد کرایا اور اس کی ڈھلائی نیزاس پر تحریر کی جانے والی عبارت بھی تعلیم فرما ئی اور اس کے بعد آپ کی برکت سے اسلامی سکہ رائج ہو گیا ۔چنانچہ اس سلسلہ میں روایت ہے :عبد الملک نے ایک کاغذ پر نظر ڈالی تو اُس پر مصری زبان میں کچھ لکھا ہوا دیکھااُس کا عربی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تو وہ عیسائیت کے تین نعرے ''باپ ،بیٹا اور روح '' تھے تو اس کواچھانہیں لگا ،اس نےاپنے مصر کے گورنر عبدالعزیز بن مروان کو انھیں باطل کرنے کیلئے لکھا اور اس کو حکم دیاکہ سکوں پرنعرۂ توحید ''شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَااِلٰہَ اِلَّاھُوَ'' لکھا جائے ،اور اس نے اپنے تمام گورنروں اور والیوں کوسکوں پرروم کے نقش شدہ شعارکو باطل کرنے کا حکم دیا،جس کسی کے پاس وہ نقش شدہ شعار ملے اس کو سزا دینے کیلئے کہا،ڈھالنے والوں نے سکوں پر یہ شعار لکھا ،اس کوپوری مملکت اسلامیہ میں پھیلا دیا،جب بادشاہ روم کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غصہ ہوا ،اس نے عبدالملک سے سکوں کو ان کی پہلی صورت میں ہی لانے کیلئے کہا اور اس نے اپنے خط کے ساتھ ایک ہدیہ عبدالملک کے پاس روانہ کیا جب وہ ہدیہ عبدالملک کے پاس پہنچا تو

اس نے وہ ہدیہ بادشاہ روم کو واپس کر دیا اور اس کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا ،باد شاہ روم نے اور زیادہ ہدیہ روانہ کیا اور دوسری مرتبہ خط میں تحریر کیا کہ وہ سکوں کو ان کی پہلی حالت میں ہی پلٹا دے عبد الملک نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اس کا ہدیہ واپس کر دیا ، قیصر روم نے عبد الملک کو یہ دھمکی دیتے ہوئے تحریر کیا کہ میں درہم و دینار کے اوپر نبیؐ کے سلسلہ میں نا سزا الفاظ لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں رائج کرادونگا اور تم کچھ نہ کر سکو گے ، عبدالملک نے اپنے تمام حوالی و موالی جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی تو روح بن زنباع نے اس سے کہا : بادشاہ تم بہتر جانتے ہو کہ اس موقع پر کون اسلام کی مشکل کشائی کر سکتا ہے لیکن عمداً اس کی طرف رخ نہیں کرتے ۔ بادشاہ نے انکار کرتے ہوئے کہا :خدا تجھے سمجھے بتا تو سہی وہ کون ہے ؟ روح بن زنباع نے کہا :علیک بالباقر من اہل بیت النبيؐ ۔ میری مراد فرزند رسول امام محمد باقرؑ ہیں ۔

عبدالملک نے روح بن زنباع کے مشورہ کا مثبت جواب دیا اور اس نے فوراً مدینہ کے گورنر کوامام محمد باقرؑ اور ان کے چاہنے والوں کو بھیجنے کے لئے تحریر کیا اور ان کے لئے سو ہزار درہم دینے اوران کے خرچ کیلئے مزید تین لاکھ درہم اضافہ کرنے کا وعدہ کیا یثرب کے والی نے عبدالملک کی بات کو عملی جامہ پہنایا، امام محمد باقرؑ یثرب سے دمشق پہنچے، عبدالملک نے رسمی طور پر آپؑ کا استقبال کیا اور اس کے بعد اپنا مطلب بیان کیا امامؑ نے اس سے فرمایا :تم گھبراؤ نہیں یہ دو اعتبار سے کوئی بڑی بات نہیں ہے : ایک تو یہ کہ صاحب روم نے جو تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دھمکی دی ہے اس میں خدا اس کو آزاد نہیں چھوڑے گا ''یعنی وہ جو چاہے کرے ''،دوسرے یہ کہ اس میں حیلہ و دھوکہ ہے ۔عبدالملک نے کہا : وہ کیا ہے ؟امامؑ نے فرمایا '': تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بلاؤاور اپنے سامنے اُن سے درہم و دینار کے سکے ڈھلواؤ سکہ کے ایک طرف سورۂ توحید اور دوسری طرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لکھواور سکہ کے مدار میں جس شہر میں وہ سکے بنے ہیں اس شہر کا نام اور سَن لکھا جائے ''۔ آپؑ نے اس کو سکہ کی کیفیت اور وزن وغیرہ اور ان کو ڈھالنے کے طریقہ کی تعلیم دی،اس کے بعد اس رنگ کے سکوں کو تمام عالم اسلام میں رائج کرنے کا حکم دیااور رومی سکوں کو خلاف قانون قرار دیا ،اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے

گی ۔عبدالملک نے امامؑ کے اس فرمان کو نافذ کر دیا ،جب بادشاہ روم کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت حیران ہوا اور اس کی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا پہلے تمام سکّے خلاف قانون قرار دئے گئے اور امام کے بنوائے ہوئے سکوں سے معاملات انجام دئے جانے لگے اور وہی سکّے عباسیوں کے زمانہ تک رائج رہے[1] ۔عالم اسلام امام محمد باقرؑ کا ممنون کرم ہے کہ امامؑ نے اس پر احسان کیا اور اس کو روم کا غلام بننے سے نجات دی ،اور حاکم اسلام سے اسلامی ملک میں مستقل طور پراسلامی نعرہ ایجادکرادیا ۔ہم امام محمد باقرؑ کے اقوال بیان کرنے سے پہلے ان کے بعض اعلیٰ صفات بیان کر رہے ہیں جن کی وجہ سے عالم اسلام آج بھی اپنا سر بلند کئے ہوئے ہے ۔آپؑ کا حلم امام محمد باقرؑ کی ایک نمایاں صفت حلم ہے ،سوانح حیات لکھنے والوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امامؑ نے اس شخص پر ستم روا نہیں سمجھا جس نے آپؑ کے ساتھ برا سلوک کیا ،آپؑ ہمیشہ ان سے خوشروئی اور احسان کے ساتھ پیش آتے ،مؤرخین نے آپؑ کے عظیم حلم کی متعدد صورتیں روایت کی ہیں ۔

اُن ہی میں سے ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک شامی نے آپ کی مختلف مجلسیں اور خطبات سُنے جس سے وہ بہت متعجب اور متأثر ہوا اور امامؑ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا :جب میں نے آپؑ کی مجلسیں سنیں لیکن اس لئے نہیں کہ آپ کو دوست رکھتا تھا ،اور میں یہ نہیں کہتا : میں آپؑ اہل بیت سے زیادہ کسی سے بغض نہیں رکھتا ،اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ اور امیرالمومنین کی اطاعت آپؑ سے بغض رکھنے میں ہے ،لیکن میں آپ کو ایک فصیح و بلیغ ،ادیب اور خوش گفتار انسان دیکھتا ہوں ،میں آپؑ کے حسنِ ادب کی وجہ سے ہی آپؑ سے رغبت کرنے لگا ہوں ۔امامؑ نے اس کی طرف نظر کرم ولطف و مہربانی سے دیکھا ،محبت و احسان و نیکی کے ساتھ اس کا استقبال کیا ،آپؑ نے اس کے ساتھ نیک برتاؤ کیا یہاں تک کہ اس شخص میں استقامت آئی ،اس پر حق واضح ہوگیا ،اس کا بغض امام کی محبت میں تبدیل ہوگیا وہ امام کا خادم بن گیا یہاں تک کہ اس نے امامؑ کے قدموں میں ہی دم توڑا ،اور اس نے امام علیہ السلام سے اپنی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے وصیت کی[2] ۔امامؑ نے اس طرز عمل سے اپنے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی جنھوں

---

[1] حیات الحیوان مؤلف دمیری ،جلد ١،صفحہ ٦٣۔٦٤۔مطالعۃ العربیہ ،جلد ١،صفحہ ٣١۔
[2] حیاۃ الامام محمد باقر ؑ ،جلد ١،صفحہ ١٣١۔

نے اپنے بلند اخلاق کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کوایک دوسرے سے قریب کیا ان کے احساسات اور جذبات کو ہم آہنگ کیا اور تمام لوگوں کو کلمہ توحید کے لئے جمع کیا ۔

آپؑ کا صبر

آپؑ نے دنیا کے مصائب اور گردش ایام کے المیہ پر صبر کیا ،صبر آپؑ کی ذات کا جزء تھا ،آپؑ نے تلواروں کی سختیوں میں بھی صبر کیا ،اپنے آباء طاہرین سے خلافت کے چھینے جانے ،اور حکومت کے منبروں اور اذانوں میں اپنے آباء واجداد پر سب و شتم ہونے پر بھی صبر کیا ،آپؑ نے ان سب کو سنا اور ذرا بھی ترش روئی نہیں کی بلکہ صبر و تحمل سے کام لیا ،اپنے غصہ کو پی گئے ،اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کر دئے ،وہی اپنے بندوں کے ما بین حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے ۔آپؑ نے سب سے زیادہ اس بڑی مصیبت پر صبر کیا کہ اموی حکومت آپؑ اہل بیتؑ کے شیعوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کر رہی تھی ،ان کی آنکھیں نکال دیتی ،ہاتھ کاٹ دیتی ،ان کوگمان اور تہمت لگا کر قتل کردیتی تھی ،حالانکہ آپؑ ان کی مدد اور ان کو نجات دینے پر قادر نہیں تھے ۔

آپ کا عظیم صبر یہ تھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؑ کے گھر میں سے چیخنے کی آواز آئی ،آپؑ کے بعض مو الیوں نے جلدی سے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ آپؑ کی ایک کنیز بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے تھی اچانک بچہ زمین پر گرگیا اور اس نے دم توڑ دیا ہے ،امامؑ نے فرمایا : ''الحمد للّٰہ علی ماأعطیٰ ولہ ما اخذَ۔انھٰھم عن البکاء و خُذوا في جھازہ،واطلبوا السکینۃ و قولوالھا (ای جاریۃ)انتِ حرّۃ لِوَجہِ اللّٰہ لِما تَداخلکِ مِن الرَّوعِ''۔ ''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اس نے دیا ہے وہ اسے بھی لے لے گا ،انھیں گریہ کرنے سے روکا ،اس (بچہ)کے کفن و دفن کا انتظام کرنے کے لئے فرمایا ،ان کو سکون و اطمینان سے رہنے کا حکم دیا ،اور اس (کنیز)سے فرمایا خدا کا خوف جو تیرے دل میں آگیا ہے میں نے اس کی وجہ سے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا ہے'' اس کے بعد امامؑ آکر اپنے اصحاب سے گفتگو کرنے لگے کچھ دیر کے بعد آپؑ کے غلام نے آکر عرض کیا ہم نے

اس کا جنازہ تیار کر دیا ہے آپؑ نے اپنے اصحاب کو اس ما جرے کی خبر دی اور اس کے جنازہ پر نماز پڑھنے اور اس کو دفن کر نے کا حکم دیا[1] ۔آپؑ کا ایک اور صبر جو آپ کی بلند شخصیت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کاؑ ایک بااثر فرزند تھا جو بیمار ہو گیا جس کی وجہ سے آپؑ سخت رنجیدہ ہوئے اور بچہ نے دم توڑ دیا ،امام نےؑ نہایت صبر سے کام لیا ،آپؑ کے اصحاب نے عرض کیا :فرزند رسول! ہم آپؑ کے سلسلہ میں کچھ خوف کھا رہے ہیں آپؑ نے ان کو بڑے ہی اطمینان اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتے ہوئے یوں جواد دیا : ''اِنَاندعُوااللّٰہ فیما یحبُّ،فَاِذا وَقَعَ ما نکرہُ لَمْ نُخَالِفِ اللّٰہ فیْمَا یُحِبُّ[2]''۔ ''بیشک ہم خدا کو اسی چیز کے سلسلہ میں پکارتے ہیں جس کو وہ چا ہتا ہے پس جس چیز کو ہم پسند نہیں کرتے ہیں وہ واقع ہوتی ہے،تو ہم اس چیز میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتے جس کو وہ دوست رکھتا ہے''

فقیروں پر مہربان

فقیروں پر مہربانی کر نا امامؑ کے بلند اخلاق میں سے تھا ،آپؑ ان کا بڑی فراخدلی اور اکرام و تکریم کے ساتھ استقبال کر تے ،آپؑ نے اپنے اہل و عیال سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کو ئی سائل سوال کرے تو اس کو یہ نہ کہنا :اے فقیر یہ لے لو ۔بلکہ اس سے کہو :اے اللہ کے بندے خدا تم کو اس میں برکت دے[3] ۔جیسا کہ آپؑ نے اپنے اہل کو یہ حکم دیا تھا کہ فقراء کو اچھے القاب سے یاد کریں ،حقیقت میں آپؑ نے یہ اخلاق اپنے جد رسول اسلام کے اخلاق سے منتخب فرمائے تھے وہ رسول جو اخلاق میں تمام انبیاء سے ممتاز تھے ۔امام محمد باقرؑ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ تھی کہ آپؑ اپنے برادران ،قاصد ، خبر نشر کرنے والے اورامیدوار سے محبت کر تے تھے[4] ،امام کی پیدائش ہی نیکی سے محبت ،لوگوں کے ساتھ صلۂ رحم اور ان کو خوش کرنے کے لئے ہو ئی تھی ۔ ابن صباغ کا کہنا ہے : محمد بن علی بن الحسینؑ کا علم و فضل ،ریاست ،امامت ،شیعہ اور سنی سب کے لئے تھی ،آپؑ کرم میں مشہور تھے

[1] حیاۃ الامام محمد باقرؑ ،جلد ۱،صفحہ ۱۲۲۔
[2] تاریخ دمشق ''مخطوط''،جلد ۵۱،صفحہ ۵۲۔عیون الاخبار ابن قتیبہ ،جلد ۳، صفحہ ۵۷۔
[3] عیون الاخبار، جلد ۳، صفحہ ۲۰۸۔
[4] البیان والتبیین ،صفحہ ۱۵۸۔

،کثرت عیال اور متوسط حال ہونے کے باوجود آپ لوگوں کے ساتھ فضل و احسان کرنے میں مشہور تھے[۱]۔امام فرماتے تھے : ''صلۂ اخوان اور معارف کے علاوہ دنیا میں کوئی نیکی و اچھائی نہیں ہے[۲] ''۔آپ کی عبادت امام محمد باقر علیہ السلام متقین کے امام اور عابدوں کے سردار تھے ،آپ اللہ کی اطاعت میں عظیم اخلاص سے پیش آتے تھے ،جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف و خشیت سے آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا[۳]،آپ دن اور رات میں ایک سو پچاس رکعت نماز پڑھتے[۴] اور کثرت نماز کی وجہ سے امت کے علمی امور اور عام مراجعہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی ،آپ سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے : ''سبحانک اللھمّ انت ربّي حقا حقا،سجدت لک یاربي تعبدا ورقا، اللھم ان عملي ضعیف فضاعفہ لي۔اللّھمّ قِنِیْ عذابک یوم تبعث عبادکَ،وتُبْ عليَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرحیمُ ''۔ ''اے خدا تو پاک و منزہ ہے ،میرے پروردگار تو برحق ہے ،اے میرے پروردگار میں بندگی اور غلامی کی وجہ سے تیرا سجدہ کرتا ہوں ،خدایا میرا عمل ضعیف ہے ،تو اس کو میرے لئے دُوگنا کردے ،مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تیرے بندے اٹھائے جائیں گے ،میری توبہ قبول کرلے ،تو ،توبہ قبول کرنے والا ہے ''۔

آپ قنوت اور سجود میں دوسری دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے جن کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد باقر ''میں ذکر کیا ہے ۔ آپ کا زہد آپ دنیا کے زاہدوں میں سے تھے ،آپ نے رونق زندگانی سے منھ موڑ لیا تھا آپ کے گھر میں کوئی بھی عمدہ لباس اور سامان نہیں تھا اور آپ اپنی مجلسوں میں چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تھے[۵] ۔ امام نے دنیا پر بڑی گہرائی کے ساتھ نظریں دوڑائیں اس میں سے حق کے علاوہ دنیا کے زرق و برق سے زہد اختیار کیا اور قلب منیب کے ساتھ اللہ سے لو لگائی ۔جابر بن یزید جعفی کا کہنا ہے :مجھ سے محمد بن علی نے فرمایا ہے'' :یاجابراني لمَحزُون واني لمُشتغلُ القلبِ۔ ''اے جابر میں محزون و رنجیدہ ہوں اور میرا دل مشغول ہوگیا ہے ''،جابر نے جلدی سے عرض کیا :آپ کس چیز سے رنجیدہ ہیں اور آپ کا دل کس سے مشغول ہوگیا ہے ؟۔

---

[۱] فصول المہمہ ابن صباغ ،صفحہ ۲۲۷۔
[۲] شرح شافیۃ أبی فراس (مصوّرۃ)، جلد ۲ ، صفحہ ۱۷۶ ۔
[۳] صفوۃ الصفوہ ،جلد ۲،صفحہ ۶۳۔اعیان الشیعہ ،جلد ۴، صفحہ ۵۰۶پہلا حصہ ۔
[۴] تاریخ ابن عساکر ''خطی ''،جلد ۵۱صفحہ ۴۴۔
[۵] فروع کافی، جلد ۳،صفحہ ۳۲۳۔

فرمایا : ''اے جابر جس کا دل دین خدا کے امور میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے دور ہو جاتا ہے ۔ اے جابر دنیا کیا ہے ؟اور کیا ہو سکتی ہے ؟کیا یہ اس مرکب کے علاوہ کچھ اور ہے جس پر تم سوار ہو،یا کپڑا ہے جس کو تم پہنے ہو یا وہ عورت ہے جو تم کو مل گئی ہے[1] ۔ امامؑ کے دنیا اور اس کے غرور سے پرہیز کے سلسلہ میں متعدد کلمات نقل ہوئے ہیں ۔

دلچسپ حکمتیں

امام محمد باقرؑ سے دلچسپ مختصر کریمانہ ، اچھی ،مفید مجرب حکمتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے : ''جو خود اپنے نفس کو موعظہ نہ کر سکے اس کو دوسروں کا موعظہ فائدہ نہیں پہنچاتا '' ۔

۲۔امام محمد باقر علیہ اسلام کا فرمان ہے: ''اللہ کی نا فرمانی کرنے والا خدا کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا ،اس کے بعد آپؑ نے یہ شعر پڑھا '' : لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَأَطَعْتَہُإِنَ الْمُحِبَّ لِمَن أَحَبَّ مُطِیْعُ '' ،'' اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اپنے محبوب کا کہنا مانتے کیونکہ چاہنے والا محبوب کا کہنا مانتا ہے '' ۔

۳۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے '' :اعرف المؤدة فی قلب اخیک بمالہ فی قلبک '' ۔ ''اپنے دل میں اپنے مومن بھائی کی محبت دیکھ کر اس کے دل میں موجوداپنی محبت کا اندازہ لگاؤ'' ۔

۴۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''مومن،مومن کا بھائی ہے ،اس کو برا بھلا نہیں کہتا اسے کسی چیز سے محروم نہیں رکھتا اس کے متعلق برا گمان و خیال نہیں کرتا ہے '' ۔

۵۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''اللہ فرماتا ہے : اے ابن آدم ،جو چیزیں میں نے تجھ پر حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کر اور لوگوں میں سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار بن جا '' ۔

[1] دعائم الاسلام جلد ۲صفحہ ۱۵۸۔

۶۔امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے:''انسان پر ہر مصیبت اس کے گناہ کی وجہ سے پیش آتی ہے[1]''۔اپنے شیعوں کو آپؑ کی نصیحت

امام محمد باقرؑ نے اپنے شیعوں کو متعدد نصائح اور بلند و بالا تعلیمات دی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: امامؑ نے اپنے بعض اصحاب کے ایک وفد کو شیعوں کی ایک جماعت کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو مندرجہ ذیل پیغام سنائیں: امامؑ کا فرمان ہے : ''ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام کہنا ،ان کو اللہ کے عظیم تقویٰ کی وصیت کرنا ،مالدار، فقیروں تک رسائی کریں ،ان کے صحت مند افراد بیماروں کی عیادت کریں ،ان کے زندہ افراد مرنے والوں کے جنازوں میں حاضر ہوں،ان کے گھروں میں جاکر ان کی احوال پرسی ملاقات کریں کیونکہ آپس میں ملاقات کرنے سے ہمارا امر زندہ ہوتا ہے، خداوند عالم اس شخص پر رحم کرے جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا اور اس نے نیک عمل انجام دیا، اور ان سے کہنا :ہم اللہ سے ان کے لئے صرف نیک عمل کے خواستگار ہیں، وہ ہرگز ہماری ولایت تک نہیں پہنچ سکتے مگر یہ کہ وہ متقی و پرہیزگار اور کوشش کریں ،لوگوں میں قیامت کے دن سب سے زیادہ وہی شخص حسرت و ندامت اٹھائے گا جس کو عمل کرنے کا طریقہ بتایا گیا اور پھر بھی اس نے اس کی مخالفت کی[2]''۔

آپؑ کی شہادت

امام محمد باقرؑ کو ان گناہگار ہاتھوں نے زہر دغا سے شہید کیا جن کا نہ اللہ پر ایمان تھا اور نہ وہ قیامت پر ایمان رکھتے تھے ،اس مجرم کے سلسلہ میں کہا گیا ہے :وہ ہشام تھا ۔دوسرا قول یہ ہے :وہ ابراہیم تھا لیکن زیادہ تر احتمال یہی ہے کہ وہ ہشام ہی تھا ،چونکہ وہ خاندان عصمت و طہارت سے بغض و کینہ رکھتا تھا ، ہشام وہی ہے جس نے شہید زید بن علی کو قیام و انقلاب برپا کرنے کیلئے ابھارا،چونکہ اس نے زید بن علی پر بہت زیادہ ظلم و ستم روا رکھا اور آپؑ کو رسوا کیا یہاں تک کہ آپ حکومت کے خلاف قیام کرنے پر مجبور ہوگئے اور اسی کے دور حکومت میں شہید کر دئے گئے، لیکن امام محمد باقرؑ کو قتل کرنے کی وجہ آپؑ کے فضل و شرف، علم کی شہرت ہونا ،اور مسلمانوں کا آپؑ کی ہیبت اور عبقریات کے سلسلہ میں گفتگو کرنا تھا ۔

[1] اصول کافی ،جلد ۲، صفحہ ۲۶۹۔
[2] حیاۃالامام محمد باقر ؑ ،جلد ۱،صفحہ ۲۵۳۔

جب امامؑ کو زہر دیا گیا تو وہ آپؑ کے تمام بدن میں سرایت کر گیا ،زہر نے بہت ہی تیزی کے ساتھ اثر کیا ،جس سے آپؑ موت کے بہت نزدیک پہنچ گئے ،آپؑ اللہ کی یاد میں منہمک ہو گئے ،قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگے جب آپؑ کو موت کے آنے کا بالکل یقین ہو گیا تو آپؑ اللہ کے ذکر و یاد میں مشغول رہے ،آپؑ کی عظیم روح اللہ کی بارگاہ میں پہنچی جس کا اللہ کے ملائکۂ مقربین نے بڑھ کر استقبال کیا ،آپؑ کی موت سے رسالت اسلامیہ کے ایک متقی و پرہیز گار صفحہ کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامی معاشرہ علوم کے درمیان پیچ و خم کھاتا رہ گیا ۔آپؑ کے بدن مبارک کو آپؑ کے پدر بزرگوار امام زین العابدین اور امام حسنؑ کے جوار میں دفن کر دیا گیا آپؑ کے ساتھ علم ،حلم امر بالمعروف اور لوگوں کے ساتھ احسان بھی چلا گیا ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ اس امت کی عظیم ہستی اور فکری و علمی نہضت کے علمبر دار ہیں آپؑ ہی کے علوم سے دنیا پُر ہوئی ہے (جاحظ کی تعبیر کے مطابق) یہ آپؑ ہی کے علوم کا فیض تھا جو مذاہب اسلامیہ کے اماموں نے احکام شریعت کے عبادات ،معاملات ،عقود او رایقاعات حاصل کئے ،اور یہ فقہی دولت ایسی عطا ہے جو کبھی بھی زائل ہونے والی نہیں ہے فقہاء امامیہ احکام شریعت میں استنباط کرنے کیلئے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ،جیسا کہ علماء قانون نے احکام کے متعلق اپنے قوانین اِن ہی احکام کے ذریعہ مرتب کئے ۔

امامؑ کے علوم

صرف فقہ ،حدیث اور علم کلام ہی نہیں تھے بلکہ ان میں آپؑ کے ایجاد کردہ علوم جیسے فیزیک، کیمیا اور طب وغیرہ بھی شامل تھے،جیسا کہ آپؑ نے آکسیجن کا انکشاف کیا،اور اس کے خصوصیات دلیل کے ساتھ بیان فرمائے ،آپؑ نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ''ہوا ''،عنصر بسیط نہیں ہے بلکہ اس کے بھی مختلف عناصر ہیں،اسی طرح آپؑ نے کائنات کے اسرار اور مجرّات وغیرہ کے سلسلہ میں بھی گفتگو فرمائی ہے ،اس بات کی طرف آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان نے ان مغربی علماء کے سامنے ایک لمحہ فکریہ پیش کیا ہے جوآپ کی تحریر کردہ کتابیں اپنی درسگاہوں میں پڑھاتے ہیں،مغربی علماء اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ انسانیت میں عقلِ مبدع و موجد آپؑ ہی ہیں[1] ۔بڑے تعجب کی بات ہے کہ مستشرقین کا کہنا ہے کہ امامؑ عرب نہیں تھے بلکہ آپ مغربی تھے اور مغرب سے مشرق چلے آئے تھے چونکہ مشرقی لوگ امامؑ کی علمی طاقت و قدرت کے مالک نہیں تھے وہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ آپؑ اس خاندان نبوت سے ہیں جن سے زمین پر نور اور فقہ کے چشمے ابلے ۔امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے زمانہ میں اپنے عطایا اور

[1] امام صادقؑ جیسا کہ مغربی دانشمندوں نے آپ کا تعارف کرایاہے صفحہ ۱۲۰۔۱۳۰۔

علوم میں یکتا تھے جن کے ذریعہ عقل بشری عروج پر پہنچی اور انسان کی ایک دم ترقی ہو گئی ۔بیشک امام صادقؑ جن بڑی علمی قدرتوں کے مالک تھے،ان کے متعلق شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے ائمہ اہل بیتؑ پر حکمت، فصل خطاب اور متعدد علوم کا الہام کیا اور ان کو عطا کیا جس طرح اُس نے رسول اور انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا ہے ۔یہ فطری بات ہے کہ اس قول میں ذرا بھی غلو اور علمی حدود کے دائرہ سے باہر کی کوئی بات نہیں ہے چونکہ اس قول پر متعدد معتبر دلیلیں موجود ہیں ۔

بہر حال پہلے ہم امامؑ کی پرورش اور آپؑ کے بعض ذاتی خصوصیات ہم مختصر طور پربیان کریں گے اس کے بعد اس موضوع سے متعلق باتیں بھی نقل کریں گے ۔آپؑ کی پرورش امام جعفر صادقؑ نے اللہ کے سب سے بزرگ اور عظیم الشان گھرانہ میں پرورش پائی ،وہ گھرانہ جس سے رسالت اسلام کا نور چمکا ،اسی سے امتیں مدوّن ہوئیں ،انسان کو کرامت ملی اور فکر کو عروج ملا ۔اسی بیت الشرف میں اس امت کی عظیم ہستی امام جعفر صادق نے پرورش پا ئی جو فکری اور ثقافتی نہضت کے علمبر دار تھے ،آپؑ کی تربیت آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ نے کی اور امام صادقؑ کو مواہب ، ایمان اور تقویٰ سے آراستہ کیا ،امام جعفر صادقؑ نے اپنے دادا امام زین العابدینؑ کے سایۂ عطوفت میں اپنی زندگی کے بارہ سال بسر کئے،جس میں آپؑ نے اپنے دادا کی اس معطر سیرت کا مشاہدہ کیا جو رسول اور انبیاءؑ کی سیرت کی عکاسی کر رہی تھی، عمل کے علاوہ انسان کی کوئی اور چیزاُسے خدا سے قریب نہیں کر سکتی ہے اور انسان اپنی ذات کے علاوہ کسی اور چیز سے عظمت یا فضیلت کی بلندیوں پر نہیں پہنچ سکتا ۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے جدامام زین العابدین کی ہمراہی کی جو ہمیشہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے، دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے ،نماز کی کثرت اور سجدوں کی وجہ سے آپؑ کےاعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے ۔حضرت امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی مشاہدہ فرمایا کہ آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ رات کی تاریکی میں کھانے اور پیسوں سے بھری تھیلیاں فقیروں اور کمزوروں کی مدد کرنے کیلئے لے جایا کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے ،اسی طرح

[1] حیاۃالامام صادق ؑ ،جلد ۱،صفحہ ۳۴۔

آپؑ عاجزوں اور کمزوروں ک سیراب بھی کیا کرتے تھے ۔نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ لوگوں کے مابین صحیح علمی باتیں بیان فرماتے جن کا علوم کے طالب استقبال کرتے اور آپؑ کے علوم کے دسترخوان سے سیراب ہوتے تھے لہذا آپؑ کی بزم میں علم حاصل کرنے والوں نے آپؑ کی حکمتوں ،دعاؤں اور فتووں کو لکھنا ضروری سمجھا[1] ۔بہر حال امام زین العابدینؑ نے اپنے پوتے کی تربیت فرمائی اور اپنے ذاتی کمالات سے آراستہ کیا اور دینی و علمی امور میں امت کی قیادت کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار کیا ۔

امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد آپکے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کے حال کی رعایت کرتے ہوئے ہر قسم کے علوم و معارف سے سیر کیا ،آپؑ ''امام صادق '' بچپن میں اپنے پدر بزرگوار کے بلند پایہ کے دروس میں حاضر ہوتے تھے جو آپؑ کے بیت الشرف کے ہال یا مسجد نبوی میں دئے جاتے تھے ،امام صادقؑ اپنے پدر بزرگوار کے ان شاگردوں میں نابغہ شمار ہوتے تھے جو بڑے بڑے علماء اور آپؑ سے سن و سال میں بہت بڑے تھے ،اس کی گواہی عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے سامنے دی جب وہ مدینہ زیارت کرنے کے لئے آیا تھا ،ولید نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا : ''بیشک آپؑ کے فرزند اتنی چھوٹی سی عمر میں علامہ دہر ہیں[2]'' ۔امام صادق کیلئے احسان و نیکی میں آپ کے والد کی مثال تھے ،آپؑ کی نظر میں سب سے بہترین اعمال والدین کے ساتھ نیکی و احسان کرنا ہے[3] ،اور آپؑ کا فرمان ہے : ''بیشک خداوند عالم والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے موت کی سختیوں کو آسان کر دیتا ہے '' ۔آپؑ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ انیس سال گزارے ،[4]ان کے سلوک سے متاثر ہوئے ،اور ان کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے ،اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد آپؑ نے امت کی باگ ڈور سنبھالی،آپؑ کے اردگرد فقہاء جمع رہتے،راویان حدیث آپؑ سے مختلف قسم کے علوم و معارف حاصل کرتے اور ان کے علاوہ اچھی حکمتیں اور

---

[1] حیاۃالامام محمد باقر ؑ ،جلد ۱،صفحہ ۳۸۔
[2] امام صادق کما عرفہ علماء الغرب ،صفحہ ۱۱۲۔
[3] وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل ،صفحہ ۲۰۸۔
[4] مناقب آل ابی طالب جلد ۴صفحہ ۲۸۰۔اور کتابوں میں آیا ہے کہ آپ ؑنے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تیس سال بسر کئے ۔

آداب بھی سیکھتے تھے ۔آپؑ کے وسیع علوم امام صادقؑ اپنے دور میں علوم و معارف کی وسعت کے اعتبار سے یکتا شخصیت تھے ،آپؑ اپنی عطا و بخشش اور عبقریات میں نابغہ تھے ۔شیخ ابو زہرہ کا کہنا ہے :(امام صادقؑ اپنے زمانہ کی فکری طاقت تھے ،آپؑ نے صرف اسلامی دروس، علوم قرآن، سنت اور عقیدہ پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ آپؑ نے کائنات اور اس کے رموز و اسرار کا بھی درس دیا ،اپنی عقل کو آسمانوں، آفتاب ،چاند اور ستاروں کے مدار (جس چیز پر یہ گھوم رہی ہیں)پر محیط کردیا ،اسی طرح آپؑ نے علم النفس کی تعلیم پر بھی بڑی توجہ دی ،اور جب فلسفہ کی تاریخ میں یہ کہا جاتا ہے کہ سقراط نے انسانوں کیلئے آسمان سے فلسفہ نازل کیا تو امام صادقؑ نے آسمان ،زمین ،انسان اور دین و شرائع کا درس دیا ہے[1] ۔حضرت امام صادقؑ اسی طرح عالم اسلام میں ہمیشہ کی ترقی کیلئے اپنے علوم کی سخاوت کے چشمے ابالتے رہے ،آپؑ نے اسلامی ثقافت میں جو ایجادات کی ہیں ان میں نہ آپؑ کے علوم کی کوئی حد ہے اور نہ ہی آپؑ کے معارف کی کوئی انتہا ہے ،آپؑ نے دنیائے اسلام ہی کی نہیں بلکہ علمی حیات کی بوسیدگی کو بھی دور کیا،آپؑ نے پوری دنیا کو فیض پہنچایا ۔

امامؑ کی یونیورسٹی

امامؑ کی یونیورسٹی عباسی دور میں سب سے نمایاں جامعہ تھی جو علمی زندگی کے امور انجام دے رہی تھی آپؑ نے مختلف علوم کے اقسام شائع کئے جن کو لوگ اس وقت تک نہیں جانتے تھے ،اس یونیورسٹی نے بہترین مفکر ،منتخب فلسفی اور نامور علماء پیش کئے ۔بعض محققین کا کہنا ہے :(اس مقام پر اس حقیقت کا بیان کرنا واجب ہے کہ ترقی پر گامزن ہونے کیلئے اسلامی ثقافت اور عربی فکر اسی یونیورسٹی کی مرہون منت ہیں اور اس کے عمید و سردار امام جعفر صادقؑ نے علمی تجدد اور قیمتی میراث چھوڑی ہے [2])۔ عارف ثامر کا کہنا ہے : (علمی میدان پر امام صادق علیہ السلام کے سلسلہ میں گفتگو کرنا واجب ہوگیا کہ مدرسۂ فکر کے پہلے بانی آپؑ ہیں ،فلسفۂ باطنی کی تعلیم کا پہلا مرکز قائم کرنے والے آپؑ ہی ہیں نیز علم کیمیاء کے موجد بھی آپ ہی ہیں جس کے سلسلہ میں جابر

[1] امام صادق ؑ ،صفحہ ۱۰۱ ۔۱۰۲۔
[2] حیاۃالامام صادق ؑ ،جلد ۱، صفحہ ۱۳۱۔

بن حیان صوفی طرسوسی نے گفتگو کی ہے،آپؑ ہی نے عقل اسلامی کو اس کے محدود دائرہ سے نکال کر خوشگوار اور کھلی فضا عطا فرمائی جس کے ہر پہلو میں صحیح و سالم فکری اور علمی آزادی پائی جاتی ہے جو منطق اور حقیقت پر مبنی ہے[۱]) ۔ہم نے اس یونیورسٹی کے متعلق حیات الامام الصادقؑ میں مفصل طور پر گفتگو کی ہے اوراب ہم ذیل میں اس کی بعض بحثوں کی طرف اجمالا اشارہ کرتے ہیں:

یونیورسٹی کا مرکز

جس یونیورسٹی کی امام صادقؑ نے بنیاد ڈالی اس کا بڑا مرکز یثرب میں تھا اور جامع نبوی عظیم میں آپؑ اپنے محاضرات و دروس دیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپؑ کے بیت الشرف کے صحن میں بھی یہ دروس برقرار ہوتے تھے ۔علمی وفود عالم اسلام کے مختلف مقامات کے بزرگان فضیلت جلدی جلدی اس درسگاہ سے کسب فیض کے لئے حاضر ہونے لگے ۔سید عبد العزیز الاھل کا کہنا ہے :(کوفہ،بصرہ،واسط،حجازاور ہر قبائل بنی اسد،غنی،مخارق، طیّ،سلیم غطفان،غفار،ازد،خزاعہ،خثعم،مخزوم،بنی ضبۃ،قریش کے لوگ مخصوصا حارث بن عبد المطلب،بنی حسن بن علی،اپنے بچوں کو اس درسگاہ میں تعلیم دین حاصل کرنے کیلئے بھیجنے لگے،ان کے علاوہ عرب اور فارس کے کچھ آزاد قبیلے خاص طور سے شہر قم کے علماء نے بھی اپنے بچوں کو امام صادق کی درسگاہ میں تحصیل علم کیلئے روانہ کیا[۲])۔ اقالیم اسلامیہ نے مشترک طورپراپنے بچوں کو امام کے علوم سے استفادہ اور نسل نبوت سے احکام شریعت حاصل کرنے کے لئے امامؑ کی خدمت میں روانہ کیا ۔

طلبہ کی تعداد

امامؑ کی یونیورسٹی کے طالب علموں کی تعداد چار ہزار تھی[۳] یہ بہت بڑی تعداد تھی جس کی اس دور کے علمی مدرسوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی،حافظ ابو عباس بن عقدہ ہمدانی کوفی نے امام جعفر صادقؑ سے حدیث نقل کرنے والے راویوں کے نام کے متعلق ایک

---

[۱] جعفر صادق ملہم الکیمیاء، صفحہ ۳۲۔
[۲] جعفر بن محمدؑ صفحہ ۵۹۔
[۳] الارشاد ،جلد ۲،صفحہ ۵۹۔اعلام الوریٰ ،جلد ۱،صفحہ ۵۳۵۔المعتبر ،جلد ۱،صفحہ ۲۶۔

کتاب تالیف کی ہے جس میں چار ہزار طلاب کے نام تحریر کئے ہیں[۱] ۔ڈاکٹر محمود خالدی کا کہنا ہے :(''امام جعفر صادق ؑ '' کے مؤثق راویوں کی تعداد چار ہزار تھی ہم اس بڑی تعداد سے بالکل بھی متعجب نہیں ہیں بلکہ اگر اس کے برعکس واقع ہو اور نقل کیا جائے تو تعجب کا امکان ہے[۲])۔ محقق نے معتبر میں کہا ہے : (امام جعفر صادق ؑ کے زمانہ میں ایسے علوم شائع ہوئے جن سے عقلیں مبہوت ہو کر رہ گئیں ،امام جعفر صادق ؑ سے تقریبا چار ہزار راویوں نے روایت کی ہے[۳])۔ سید محمد صادق نشأت کا کہنا ہے : امام جعفر صادق ؑ کا بیت الشرف یزدان کی یونیورسٹی کے مثل تھا جو ہمیشہ علم حدیث، تفسیر ،حکمت اور کلام کے بڑے بڑے علماء سے چھلکتا رہتا تھا ،اکثر اوقات آپ ؑ کے درس میں دو ہزار طلبا حاضر ہوتے تھے اور بعض اوقات چار ہزار مشہور علماء حاضر ہوتے تھے ۔ آپ ؑ کے شاگردوں نے آپ ؑ کی وہ تمام احادیث اور دوروس تحریر کئے جو بعد میں شیعہ یا جعفری مذہب کے علمی خزانہ کے مانند کتابوں کی شکل میں آگئے[۴] ''۔ ہم نے ''حیاۃ الامام الصادق ؑ ''میں آپ ؑ کے تین ہزار چھ سو باسٹھ راویوں کا تذکرہ کیا ہے ۔

یونیورسٹی کے شعبے

وہ اکثر علماء جو آپ ؑ کی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے وطن واپس پلٹے انھوں نے اپنے اپنے وطن میں علمی اور دینی مدرسے قائم کئے ۔اور آپ ؑ کے جامعہ کی سب سے بڑی شاخ کی بنیاد کوفہ میں ڈالی گئی جو جامعہ کوفہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ حسن بن علی وشّاء کا کہنا ہے :(میں اس ''یعنی مسجد کوفہ ''مسجد میں پہنچا تو مجھ سے نو سو شیخ ''علماء '' نے کہا کہ :مجھ سے جعفر بن محمد نے حدیث بیان کی ہے[۵])۔ کوفہ میں وسیع پیمانہ پر علمی تحریک کا آغاز ہوا ،جیسے اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر وسیع پیمانہ پر علمی نہضت قائم ہوئی تھی ۔سید میر علی ہندی کہتے ہیں : ''اس دور میں علم منتشر کرنے میں کوئی پریشانی نہیں تھی یعنی فکر ایک دم آزاد تھی اور اس

---

[۱] صواعق المحرقہ، صفحہ ۱۲۰۔
[۲] اصول الفکریہ للثقافۃ الاسلامیہ جلد ۱،صفحہ ۲۰۳۔
[۳] حیاۃالامام جعفر صادق جلد ۱، صفحہ ۱۳۴۔
[۴] حیاۃ الامام صادق ؑ اور مذاہب اربعہ جلد ۱صفحہ ۶۲۔
[۵] حیاۃ الامام جعفر صادق ؑ ،جلد ۱،صفحہ ۱۳۵۔

نے عقل کو اس کے محور سے جدا کرنے میں مساعدت کی ،اور عالم اسلام میں عام طور پر ہر جگہ فلسفی بحثیں ہونے لگیں،اس بات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس بلند و بالا تحریک کا آغاز علی بن ابی طالب ؑکے فرزند امام جعفر جن کو صادق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ،نے کیا آپ ؑنے افق تفکیر کو خوش آمدید کہا ،آپ ؑبہت گہری فکر کے مالک تھے ،اپنے زمانہ کے تمام علوم سے آشنا تھے ،حقیقت میں آپ ؑہی وہ شخصیت تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام میں مشہور فلسفی مدرسوں کی بنیاد ڈالی ،حقیقت میں جن لوگوں نےبعد میں مختلف جگہوں پرمدرسہ کی بنیاد ڈالی وہ خود امام کے دروس میں حاضر ہوتے تھے ۔آپ ؑکے درس میں دور دراز کے علاقوں سے بھی لوگ فلسفہ کے دروس پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے[1])۔

بہر حال کوفہ میں بعض علمی خاندان کو امام ؑکی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ،اور بہت سے خاندان جیسے آل حیان تغلبی ،آل اعین بنی عطیہ بیت ،بنی دراج وغیرہ اور دوسرے علمی خاندانوں نے علم فقہ اورحدیث میں تخصص کیا[2]۔امام جعفر صادق ؑنے کوفہ میں دو سال سے زیادہ قیام کیا ،آپ ؑنے بنی عبد القیس کے یہاں قیام کیا ،جہاں پر آپ ؑسے احکام دین کے متعلق فتوے معلوم کرنے والے شیعوں کا ہجوم لگا رہتا تھا ،محمد بن معروف ہلالی نے امام جعفر صادق ؑکے پاس ہجوم کے متعلق یوں بیان کیا ہے کہ : میں مقام حیرہ پر جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں پر لوگوں کا ازدحام تھا ،چوتھے دن میں نے ان کو اپنے قریب ہوتے دیکھا ،لوگ ان سے دور ہوتے گئے ،امام اپنے جد امیر المومنین ؑکی قبر کی طرف گئے تو میں بھی ان کے نقش قدم پر قدم رکھتا ہوا اُن کے ساتھ ہو لیا اور ان کا کلام سنا[3] ۔علمی طریقے حضرت امام جعفر صادق ؑکے دروس ہر قسم کے علوم و معارف اور ثقافتی ضرب المثل کو شامل ہیں آپ ؑنے مندرجہ ذیل موضوعات میں دروس دئے : علم فقہ ۔

علم حدیث ۔

---

[1] جعفر بن محمد ؑ ،صفحہ۵۹۔

[2] تاریخ کوفہ ،صفحہ ۴۰۸۔

[3] حیاۃالامام جعفر صادق ؑ ،جلد ۱ ،صفحہ ۱۳۶۔

علوم قرآن ۔

علم طب ۔

کیمیاء ۔

فیزیک۔

علم نبات ان کے علاوہ آپؑ نے دوسرے ایسے علوم کی تعلیم بھی دی جن کا آنے والے معاشرہ اور صناعت میں اثر تھا ۔ان تمام علوم میں نمایاں طور پر امامؑ نے جس علم کا بہت زیادہ اہتمام کیا وہ علم فقہ اسلامی ہے جس میں آپؑ نے عبادات ، معاملات ،عقود اور ایقاعات کی تشریح فرمائی،اور وہ احادیث شریفہ جن کی طرف امامیہ فقہاء احکام شرعی کے استنباط کے لئے رجوع کرتے ہیں ۔

علوم کی تدوین

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اپنے تمام دروس و محاضرات کو تدوین کرنے کی شدت کے ساتھ تاکید فرمائی کہ کہیں یہ دروس ضائع و برباد نہ ہو جائیں ۔چنانچہ ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا : ''تمھیں لکھنے سے کون منع کرتا ہے ؟ بیشک تم اس وقت تک حفظ نہیں کر پاؤ گے جب تک نہ لکھ لو ،میرے پاس سے بصرہ والوں کا ایک ایسا گروہ گیاہے جو جس چیز کے بارے میں سوال کرتا تھا اس کو لکھتا تھا[1] '' ۔امام جعفر صادقؑ نے علوم تدوین کر نے کا اتنا زیادہ اہتمام کیا کہ اپنے شاگرد جابر بن حیان سے کہا کہ ایسا کاغذ تیار کرو جس کو آگ نہ جلا سکے ،جابر نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ کاغذ تیار کیا تو امامؑ نے اس کاغذ پر اپنے دست مبارک سے لکھ کر اسے آگ میں ڈالا تو آگ اس کو نہ جلاسکی،[2] البتہ راویوں نے اس کتاب کے نام کاتذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی اس میں تحریر کئے گئے علم کا نام بتایا ہے۔امامؑ کے شاگرد علماء نے آپ کی آواز پر

[1] مستدرک الوسائل، جلد ۱۷،صفحہ ۲۹۲حدیث ۲۹۲۔
[2] امام صادق ؑکما عرفہ علماء الغرب صفحہ ۵۴۔جابر بن حیان و خلفاؤہ ،صفحہ ۵۷۔

بڑی جلدی کے ساتھ لبیک کہی اور جابر بن حیان نے علم کیمیاء کے متعلق آپؑ کے بیان کردہ مطالب کو مدوّن کیا جن کی تعداد پانچو رسالہ تک پہنچ گئی یہ رسائل علم کیمیاء کیلئے بہت ہی بہترین سر چشمہ ہیں اور ان سے علماء نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔امامؑ کے کچھ نابغہ شاگردوں کا ایک گروہ تھا جنھوں نے مختلف قسم کے علوم میں مختلف کتابیں تالیف کی ہیں ۔ محقق کبیر آقا بزرگ (خدا ان کے درجات بلند فرمائے)رقمطراز ہیں کہ امامؑ کے شاگردوں میں سے دوسو شاگرد مصنف تھے[۲] ۔اس اختصار کے ساتھ ہی امام صادقؑ کی یونیورسٹی کے سلسلہ میں ہماری گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔

آپؑ کے صفات و خصوصیات

امام جعفر صادقؑ کے بلند و بالا صفات ہی آپؑ کی ذات کا جزء تھے جن میں سے ہم بعض صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔بلند اخلاق :امام جعفر صادقؑ بہت ہی بلند و بالا اخلاق کے مالک تھے ،آپؑ کی ذات کی بلندی یہ تھی کہ جو آپؑ کے ساتھ برا سلوک کرتا آپؑ اس پر احسان کرتے تھے،مورخین نے آپؑ کے بلند اخلاق کے متعدد واقعات قلم بند کئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حاجیوں میں سے ایک شخص کو یہ وہم ہوگیا کہ اس کی رقم کی تھیلی کھو گئی ہے،اب اس کو تلاش کرنے لگا وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو امام جعفر صادقؑ نماز میں مشغول تھے وہ آپؑ کے پاس بیٹھ گیا حالانکہ وہ امامؑ کو پہچانتا بھی نہیں تھا جب آپؑ نماز پڑھ چکے تو اس نے امامؑ سے کہا :کیا آپؑ نے میری رقم کی تھیلی اٹھائی ہے ؟

امامؑ نے بڑے ہی نرم لہجہ میں اس سے فرمایا : اس میں کیا تھا ؟۔اس نے کہا : ایک ہزار دینار ۔امام نے اس کو ایک ہزار دینار عطا کر دئے جب وہ ایک ہزار دینار لیکر اپنے گھر پہنچا تو اس کو وہ گُم ہو جانے والی تھیلی مل گئی اب اُن ایک ہزار دیناروں کو لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا آپؑ سے عذر خواہی کی اور ہزار دینار امامؑ کو واپس دینے لگا امامؑ نے انھیں لینے سے انکار کر دیا اور فر

[۱] مرآة الجنان ،جلد ۱،صفحہ ۳۰۴۔الاعلام جلد ۱،صفحہ ۱۸۶۔
[۲] الذریعہ ،جلد ۶،صفحہ ۳۰۱ ۔۳۷۴۔

مایا : ''جو ہم عطا کردیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے '' ۔اس شخص کو بہت تعجب ہوا اور اس نے امامؑ کے متعلق سوالات کئے کہ یہ کون ہیں تو اس کو بتایا گیا : یہ امام جعفر صادقؑ ہیں ۔اس نے بڑے تعجب سے کہا : یقینا میں نے ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا[1] ۔ بیشک یہ امام کے بلند اخلاق اور مکارم اخلاق ہی تھے جو اس شخص کی تصدیق کرے اوراس کو مال دیدینے کا سبب بنے ۔

۲۔تواضع:امام جعفر صادقؑ کی نمایاں صفت تواضع تھی، یہ آپؑ کی تواضع کا ہی اثر تھا جو آپؑ چٹائی [2] پر بیٹھتے اور اچھے فرش پر بیٹھنے سے انکار فرما دیتے ،آپؑ متکبرین کو حقارت سے دیکھتے تھے کسی قبیلہ کے ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا : اس قبیلہ کا سردار کون ہے ؟ایک شخص نے جلدی سے کہا : میں ۔امامؑ نے فرمایا : ''اگر تو اس قبیلہ کا سردار ہوتا تو ،میں نہ کہتا [3]'' ۔آپؑ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک سیاہ فام شخص آپؑ کا ملازم تھا جو آپؑ کے کام انجام دیتا تھاایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیااور اس کی اہانت کرتے ہوئے کہا : یہ وہ نبطی ہے ۔ امامؑ نے اس کی تردید میں فرمایا : ''انسان کی اصلیت اس کی عقل ،اس کا حسب اس کا دین، اس کا کرم اور تقویٰ ہے اور سب انسان آدمیت میں برابر ہیں [4]'' ۔بیشک تواضع انسان کے ذاتی صفات کی بلندی سے ہے جس سے انسان کی شرافت اور اس کا کمال نمو پاتا ہے ۔

۳۔صبر :آپؑ کے بلند اخلاق میں سے ایک عظیم صفت زمانہ کے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا تھا آپؑ کے سامنے آپ کے فرزند اسماعیل کے انتقال کا واقعہ پیش آیاجو علم و ادب میں علویوں کا چشم و چراغ تھا ،امام کے اصحاب کی ایک جماعت نے جب آپؑ کو مدعو کیااور آپ کے سامنے کھانا پیش کیا تو آپؑ کے ساتھ بعض اصحاب نے عرض کیا :اے ہمارے سید و آقا !آپؑ پر آپ کے فرزند ارجمند کے غم کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں ؟امامؑ نے جواب میں فرمایا : ''میں ایسا کیوں ہوجاؤں جیسا تم سمجھ رہے ہو

---

[1] حیاةالامام جعفر صادق ،جلد ۱،صفحہ ۶۶۔
[2] النجوم الزاہرہ جلد ۵ ،صفحہ ۱۷۶۔
[3] الطبقات الکبریٰ جلد ۱،صفحہ ۳۲۔
[4] حیاة الامام جعفر صادقؑ ، جلد ۱،صفحہ ۶۶۔

،اور اصدق الصادقین (یعنی میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا : میں میت ہوں اور تم کو بھی موت آئے گی[1] ''۔

۴۔سخاوت :امامؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور ان میں سب سے زیادہ نیکی اور احسان کرنے والے تھے ،راویوں نے آپؑ کی سخاوت کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں ،ان ہی میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اشجع سلمی آپؑ کے پاس آیا تو آپؑ علیل تھے ،جب اس نے آپؑ کی بیماری کی وجہ دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا : ''بیماری کو چھوڑ دو تم اپنی ضرورت بیان کرو ''۔

اس نے کہا : أَلْبَسَکَ اللّٰہ مِنْہُ عَافِیَۃً فِيْ نَوْمِکَ المُعْتَرِي وَفِي أَرَقِکَ یُخْرِجُ مِن جِسْمِکَ السَّقَامَ کَمَا أَخْرَجَ ذُلَّ السُّؤَالِ مِن عُنُقِکَ ''خدا نے تم کو نینداور بیداری کے عالم میں اپنے لطف سے لباس عافیت پہنایا ۔خدا تمہارے جسم کی بیماریاں اسی طرح دور کرتا ہے جس طرح اس نے تم سے بھیک مانگنے کی رسوائی کو دور کیا ہے ''۔امامؑ اشعار کی دوسری بیت سے اس کی ضرورت سے آگاہ ہو گئے تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا : ''تیرے پاس کچھ ہے ؟''۔اس نے کہا :چار سودینار ،آپؑ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیدیا[2] ۔راویوں نے فقیروں کے ساتھ آپؑ کے احسان کے متعلق بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں آپؑ ان کو کھانا اور لباس عطا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے عیال کیلئے کھانے اور لباس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہتا تھا ،آپؑ کے کرم کی حالت یہ تھی کہ ایک شخص کا آپؑ کے پاس سے گذر ہوا اس وقت آپؑ کھانا نوش فرمارہے تھے اس شخص نے سلام نہیں کیااور امام نے اس کو اپنے ساتھ کھانا نوش کرنے کی دعوت دی تو بعض حاضرین نے امامؑ کے ایسا کرنے پر اعتراض کیااور آپ سے کہا : سنت ہے کہ وہ پہلے سلام کرے پھر اس کی دعوت کی جائے حالانکہ اس نے سلام نہیں کیا ہے ؟

امامؑ مسکرائےاور اس سے فرمایا : ''ھذا فِقْہ عراقي فیہ بُخْلُ''[3] ۔''یہ عراقی فقہ ہےاور اس میں بخل پایا جاتا ہے''۔

---

[1] مناقب آل ابی طالب ،جلد ۴،صفحہ ۳۴۵۔امالی طوسی ،جلد ۱صفحہ ۲۸۷۔
[2] تاریخ اسلام، جلد ۶، صفحہ ۴۵۔مرآۃ الزمان، جلد ۶، صفحہ ۱۶۰۔تہذیب الکمال، جلد ۵، صفحہ ۸۷۔
[3] حیاۃالامام صادق ،ؑ جلد ۱،صفحہ ۶۴۔

۵۔ مخفی طور پر آپؑ کے صدقات:امام جعفر صادقؑ اپنے دادا امام زین العابدین کی طرح رات کی تاریکی میں فقیروں کی مدد کرتے تھے حالانکہ وہ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے ،آپؑ رات کی تاریکی میں روٹی ،گوشت اور درہموں سے بھرے ہوئے تھیلے اپنی پیٹھ پر لاد کر ضرورت مندوں کے پاس جاتے اور ان کے درمیان تقسیم کرتے تھے جبکہ وہ لوگ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے ،آپؑ کے انتقال کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ صلۂ رحم کرنے والے امام جعفر صادقؑ تھے[1]۔

آپؑ کے صلۂ رحم کے بارے میں اسماعیل بن جعفر سے روایت ہے :مجھے امام جعفر صادقؑ نے پچاس درہم کی تھیلی دے کر فرمایا : ''اس کو بنی ہاشم کے ایک شخص کو دے آؤ اور اس کو یہ مت بتانا کہ میں نے یہ پچاس درہم تمھیں دئے ہیں ''۔ میں نے وہ پچاس درہم لیکر اس شخص کو پہنچا دئے، جب میں نے وہ پچاس درہم اس شخص کو دئے تو اس نے مجھ سے سوال کیا :یہ درہم تمھیں کس نے دئے ہیں ؟ میں نے اس کو بتایا کہ یہ اس شخص نے دئے ہیں جو تم سے اپنا تعارف کرانا نہیں چاہتا ۔علوی نے کہا : یہ شخص میرے لئے ہمیشہ اسی طرح رقم بھیجتا رہتا ہے جس سے ہماری زندگی بسر ہو رہی ہے ،لیکن جعفر کثرت مال کے باوجود میرے پاس کوئی درہم نہیں بھیجتا[2] ۔امامؑ اللہ کی مرضی اور دار آخرت کی خاطر اپنے صدقات کو مخفی رکھتے تھے ۔

٦۔ حاجت روائی میں سبقت کرنا :جب کوئی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے میں کوتاہی کرتا تھا تو آپؑ اس کی حاجت پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتے ،آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا :آپؑ کسی کی حاجت روائی میں اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں ؟تو امامؑ نے فرمایا : ''میں اس چیز سے خوف کھاتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص اس کی حاجت پوری کردے اور مجھے اس کا اجر نہ مل سکے ''۔اسی طرح امام ہر طرح کے کرم و فضیلت کے لئے ایک نمونہ تھے ۔

---

[1] حیاۃالامام صادقؑ جلد ۱،صفحہ ۶۴۔
[2] مجموعۂ ورّام، جلد ۲، صفحہ ۸۲۔

۷۔آپؑ کی عبادت :امام جعفر صادقؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح اللہ کی عبادت اور اطاعت کیا کر تے تھے ،آپؑ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے ،آپؑ اپنے خالی اوقات کو نماز میں صَرف کرتے ،آپؑ واجب نماز کی نافلہ نمازیں بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ بجالاتے ،اکثر ایام میں روزہ رکھتےجب رمضان کا مہینہ آتا تو آپؑ اس کا بہت ہی شوق کے ساتھ استقبال کرتے ۔ آپؑ سے بہت سی وہ دعائیں نقل ہوئی ہیں جن کو آپؑ ماہ رمضان کے دنوں اور رات میں پڑھا کرتے تھے جن کو ہم نے صحیفۂ صادقیہ میں نقل کیا ہے ۔ آپؑ نہایت ہی خضوع کے ساتھ حج بیت اللہ انجام دیتے تھے ،سفیان ثوری سے روایت ہے : خدا کی قسم میں نے جعفر بن محمد کو جس طرح مشعر میں کھڑے ہوکر تضرع اور گریہ و زاری کرتے دیکھا اس طرح کسی بھی حاجی کو نہیں دیکھا ،جب آپؑ عرفات پہنچے تو آپؑ نے لوگوں کے ایک جانب ہو کر موقف میں دعا کی[1] ۔بکر بن محمد ازدی سے روایت ہے :میں نے طواف کیا تو میرے ہی ایک پہلو کی طرف ابو عبد اللہ نے طواف انجام دیا جب آپؑ طواف سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے خانۂ کعبہ اور حجر اسما عیل کے مابین دو رکعت نماز ادا کی اور میں نے آپؑ کو سجدہ میں یہ کہتے سُنا ''ٖ: سَجَدَ وَجْهِيَ لَکَ تَعَبُّداً وَرِقّاً،لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ حَقّاً حَقّاً،اَلْأَوَّلُ قَبْلَ کُلِّ شَيْءٍ،وَهاأَنا ذَا بَیْنَ یَدَیْکَ،نَاصِیَتِي بِیَدِکَ،فَاغْفِرْلِي،اِنَّهُ لَایَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ غَیْرُکَ فَاغْفِرْلِي[2] ''۔امام جعفر صادقؑ عبادت میں اس شخص کیلئے اسوۂ حسنہ تھے جو توبہ کرے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرے ، ہم نے اپنی کتاب ''امام صادقؑ کی سوانح حیات ''میںآپ کی عبادت کا مفصل طور پر تذکرہ کیا ہے ۔

مختصر حکمت آمیز کلمات

راویوں نے امام صادقؑ کے متعدد مختصر حکیمانہ کلمات نقل کئے ہیں جو انسان کے مختلف امور تمام ضروریات اور بلند و بالا اسوہ حسنہ ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

[1] حیاةالامام صادق ؑ ،جلد ۱ ،صفحہ ۷۱۔
[2] قرب الاسناد ،صفحہ ۲۸۔

۱۔امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی مسلمان سے کوئی بات سنو تو اس کو اپنے اندر موجود کسی اچھائی پر حمل کرو اور اگر تمہارے اندر وہ چیز محمول نہیں ہو پا رہی ہے تو اپنے نفس کی ملامت کرو[1]''۔

۲۔امامؑ فرماتے ہیں: ''خداوند عالم جسے معصیت کی ذلت سے اپنی اطاعت کی عزت کی طرف لے جاتا ہے تو اسے بغیر مال کے غنی، بغیر انیس و مونس کے مانوس، اور بغیر قوم و قبیلہ کے عزت عطا کرتا ہے''۔

۳۔امامؑ فرماتے ہیں: ''تم لوگوں میں کفر کی حد سے وہ شخص زیادہ قریب ہے جو اپنے مومن بھائی کی لغزش کو اس لئے بچا کر رکھے تاکہ کسی دن اسے ذلیل کر سکے''۔

۴۔امامؑ فرماتے ہیں: ''بیشک گناہ، رزق سے محروم کر دیتا ہے[2]''۔

۵۔امامؑ فرماتے ہیں: ''سب سے بڑا گناہ ہم پر نازل ہونے والی چیز کا انکار کرنا ہے[3]''۔

۶۔امامؑ فرماتے ہیں: ''ہر مرض کی دوا ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے[4]''۔

۷۔امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ''دل کو اس کی جگہ سے ہٹانے سے زیادہ پہاڑوں کو ہٹانا آسان ہے[5]''۔

۸۔امامؑ فرماتے ہیں: ''جب تمہارے دنیاوی امور صحیح ہو جائیں تو اپنے دین کو متہم کرو[6]''۔

۹۔امامؑ فرماتے ہیں: ''دو مومن جب کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کریں تو اُن میں وہ شخص زیادہ صاحب فضیلت ہے جس کے دل میں اپنے دوست سے محبت زیادہ شدید ہوتی ہے[1]''۔

---

[1] جمہرۃ الاولیاء ،جلد ۲،صفحہ ۷۹۔
[2] الغایات ،صفحہ ۱۰۰۔
[3] الغایات ،صفحہ ۸۵۔
[4] جامع الاخبار، صفحہ ۲۲۔
[5] تحف العقول ،صفحہ ۳۵۷۔
[6] الحکم الجعفریہ ،صفحہ ۴۶۔

۱۰۔امام فرماتے ہیں: ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر خوف و رجا موجود نہ ہوں اور خوف وامید اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک وہ اُن چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو جس سے ڈرا جاتا ہے اور جن کی امید کی جا تی ہے[۲]

۱۱۔امام فرماتے ہیں: ''میں اپنے ان برادران کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہوں جو مجھے میرے عیوب کی نشان دہی کرائیں[۳]''۔

۱۲۔امام فرماتے ہیں: ''وہ شخص ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے جو زبان سے کہے وہ اس کے اعمال اور آثار کے خلاف ہو، لیکن وہ ہمارے شیعوں میں سے ہے جس کی زبان اور دل ایک ہو ،ہمارے احکام کی اتباع کرے ،ہمارے اعمال کے مانند اعمال انجام دے[۴]''۔

۱۳۔امام فرماتے ہیں: ''سچی نیت والے کا دل بھی صحیح و سالم ہوتا ہے[۵]''

۱۴۔امام فرماتے ہیں: ''اپنی طرف سے اپنے بھائی کو بُرا بھلا کہنے کی ابتدا نہ کرو[۶]''۔

۱۵۔امام فرماتے ہیں: ''تمہارا راز تمہارے خون کے اندر پوشیدہ ہے لہٰذا اسے کسی دوسرے کی رگوں میں جا ری نہ کرو[۷]''۔

۱۶۔امام فرماتے ہیں: ''حرام کمائی کا اثر اولاد میں ظاہر ہوتا ہے[۸]''۔

۱۷۔امام فرماتے ہیں: ''جس کی نیت صحیح ہوتی ہے اللہ اس کا رزق زیادہ کرتا ہے[۹]''۔

۱۸۔امام فرماتے ہیں: ''جس شخص سے تمھیں اپنے جھٹلائے جانے کا خوف ہو اس سے گفتگو نہ کرو، جس سے تمھیں انکار کا خوف ہو اس سے سوال نہ کرو ،اس سے مطمئن نہ ہو جس سے تمھیں دھوکہ کا خوف ہو[۱۰]''۔

---

[۱] محاسن صفحہ ،۲۰۹۔
[۲] مجموعۂ ورّام جلد ۲،صفحہ ۱۸۵۔
[۳] تحف العقول، صفحہ ۳۶۶۔
[۴] اصول کافی ،جلد ۲صفحہ ۱۹۶۔
[۵] حیاۃالامام جعفر صادق ،جلد ۴، صفحہ ۴۸۱۔
[۶] امام صادق اور مذاہب اربعہ ،جلد ۴،صفحہ ۳۵۴۔
[۷] امام صادق اور مذاہب اربعہ ،جلد ۴،صفحہ ۳۵۱۔
[۸] امام صادق اور مذاہب اربعہ ،جلد ۴،صفحہ ۳۵۷۔
[۹] المحاسن، صفحہ ۲۰۷۔

۱۹۔امامؑ فرماتے ہیں: ''امر بالمعروف برائی کو دور کرتا ہے ،صدقہ پروردگار عالم کے غضب کوخاموش کر دیتا ہے، صلۂ رحم سے عمر میں اضافہ اور فقر وتنگدستی دور ہوتی ہے اور ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ '' کہنا جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے[2]''۔

سفر جنت

امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کی نگاہوں میں ایک کانٹے کے مانند تھے جس سے اس کی نظروں میں اہل بیت کی زندگی دو بھر ہو گئی تھی ،لہٰذا اس نے آپؑ کو یثرب میں اپنے گورنر کے ذریعہ زہر دلوادیا جس کو پیتے ہی امام دردرو الم میں مبتلا ہوگئے ،موت آپ کے بہت قریب ہو گئی جس کے بعد آپ کی روح بارگاہ ملکوتی میں آسمان کی طرف پرواز کر گئی ۔اسلام کے پیشوا ،اس علمی اور فکری تحریک کے علم بردار جس میں آپؑ کے آباء واجداد کے علاوہ آپؑ کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا ،نے وفات پائی،آپؑ کے فرزند ارجمند اور وصی امام کاظمؑ نے آپؑ کی تجہیز کی آپ کو غسل دیا ،کفن پہنایا اور نماز جنازہ ادا کر کے آپؑ کے دادا امام زین العابدین اور والد بزرگوار امام محمد باقرؑ کے پہلو میں دفن کردیا،آپؑ کے ساتھ اس علم اوراس سرمایہ کو بھی زمین کے اندر چھپادیا جس سے قیامت تک تمام انسانوں کو بلندی مل سکتی ہے۔

[1] تذکرہ ابی حمدون ،صفحہ ۸۵۔
[2] تاریخ یعقوبی ،جلد ۳،صفحہ ۱۱۶۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیشک حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی زندگی نور ،کرامت اور حسن سلوک کا سرچشمہ ہے،ان کا فیض دائم ہے جس میں رسول ﷺ کی روحانیت ،جہاد،روش اور پابندی دین کی جلوہ نمائی بالکل مجسم شکل میں موجود ہے۔آپؑ کی سیرت وکردار کے مختصر حالات مندرجہ ذیل ہیں:

علمی طاقت وقوت

راویوں اور محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ اپنے زمانہ کے اعلم تھے ،آپؑ علوم ومعارف کی بڑی طاقت وقوت کے مالک تھے ، علماء اور راوی آپؑ کے علوم کے چشمے سے سیراب ہوئے ، وہ امامؑ کے زرین اقوال اور آداب کے متعلق جو فتویٰ دیتے اس کو لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے،ائمہ اہل بیتؑ میں سب سے پہلے تشریع اسلام میں حلال وحرام کے باب کا آغاز کیا[1]۔آپؑ کے زمانہ میں آپؑ کے مدرسہ سے بڑے بڑے علماء اور فقہاء فارغ التحصیل ہوئے، ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام موسیٰ بن جعفرؑ ''میں آپ کے اصحاب اور آپ سے حدیث نقل کرنے والے راویوں کی تعداد (۳۲۱)بیان کی ہے ،ان علماء میں سے بعض آپ ہی کے دور میں علمی میدان میں فعال ہوئے جیسے بعض علماء نے امامت کے منکر اور دوسرے تمام فرق ومذاہب کے علماء کے ساتھ مناظرے کے میدان میں قدم رکھا جن میں سب سے نمایاں آپ کے صحابی ہشام بن حکم تھے ،انھوں نے برامکہ کے ساتھ بڑے اچھے مناظرے کئے اور بلاط عباسی میں امامت کے متعلق شیعوں کے مذہب کو اصل دلیل وبرہان کے وبرہان کیذریعہ ثابت کیا ۔ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام موسیٰ کاظمؑ ''کی دوسری جلد میں ہشام بن حکم کے مناظروں کے متعلق تحریر کیاہے۔

[1] الفقہ الاسلامی مدخل لدراسۃ نظام المعاملات، صفحہ ۱۶۰۔

امامؑ کے مناظرے

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے دشمن اور بعض یہودی اور عیسائی علماء کے ساتھ حیرت انگیز اور محکم مناظرے انجام دئے جو آپ کی علمی طاقت وقوت پر دلالت کرتے ہیں جو بھی آپ سے مناظرہ کرتا وہ عاجزوکمزورثابت ہوتا،امام کے حجت ہونے کا یقین کرلیتا اور خود پر آپ کی علمی برتری کا معترف ہوجاتا آپؑ کے بعض مناظرے مندرجہ ذیل ہیں: ا۔ نفیع انصاری کے ساتھ مناظرہ نفیع انصاری امام سے کینہ وبغض رکھنے والوں میں سے تھا،جب وہ عباسی مملکتوں میں امامؑ کا اکرام وتکریم ہوتا دیکھتا تو وہ غصہ سے بھر جاتا ،جب امام ہارون کے پاس تشریف لے جارہے تھے تو ہارون کے دربان نے آگے بڑھ کر امام کا بیحد استقبال کیا جب آپ ہارون کے پاس سے جانے لگے تو نفیع کے ساتھ عبدالعزیز نے کہا : یہ بزرگ کون ہیں ؟یہ بزرگوار ابوطالبؑ کی اولاد سے موسیٰ بن جعفرؑ ہیں ۔ نفیع نے کہا :میں نے اس قوم (یعنی بنی عباس)سے عاجز قوم نہیں دیکھی جو اس شخص کی اتنی ایسی تعظیم وتکریم کرتی ہے جو ان کو تخت حکومت سے نیچے اتارنے کے درپئے ہے،جان لے جب یہ باہر نکلیں گے تو میں ان کو ذلیل ورسوا کروں گا ۔

عبدالعزیزنے اس کو امامؑ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا : ایسی باتیں نہ کرو،یہ وہ اہل بیتؑ ہیں جب بھی کسی نے ان سے ایسی باتیں کی ہیں اس کا ایسا جواب دیا جو قیامت تک کوئی جواب نہ لا سکے ۔جب امامؑہارون کے پاس سے نکلے تو نفیع نے آپ کے مرکب کی لگام پکڑتے ہوئے کہا : آپ کون ہیں ؟

امامؑ نے فرمایا :اے شخص اگر تم میرا نسب پوچھنا چاہتے ہوتو میں اللہ کے حبیب کا فرزند ہوں،اسماعیل ذبیح اللہ کا فرزند ہوں اور ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں،اگر تم میرے وطن کے متعلق سوال کرتے ہوتومیں اس شہر کا رہنے والاہوں جس میں اللہ نے مسلمانوں اور تجھ (اگر تو مسلمانوں میں سے ہے)پرحج کرنا واجب قرار دیا ہے ،اگر تم ہم پر فخر کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میدان جنگ میں ہماری قوم کے مشرکوں نے تمہاری قوم کے مسلمانوں کو اپنے برابر کا نہیں سمجھا تھا اور میدان میں صاف کہدیا تھا کہ ہمارے

برابر کے افراد کو ہمارے مقابلہ کیلئے بھیجو،میرے مرکب کی لگام چھوڑدے[1]''۔ نفیع شکست کھاکر لوٹ گیا اس کو امامؑ کے بیان کئے ہوئے مطالب پر بے حد غصہ تھا ۔

۲۔ابویوسف کے ساتھ مناظرہ: ہارون نے اپنی موجودگی میں ابویوسف کو امام موسیٰ کاظمؑ سے فقہی مسائل پوچھنے کے لئے کہاکہ شاید امام ان کا جواب نہ دے پائیں اور اسی طرح امام کو رسوا کیا جا سکے،ہارون رشید نے امام کو ابویوسف کے سامنے حاضر کیا تواس نے امامؑ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے: ابویوسف : حالت احرام میں احرام باندھنے والے کے متعلق سایہ کرنے کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے ؟

فرمایا : ''حرام ہے'' ۔سوال کیا کہ اگر کوئی شخص خیمہ کے اندر چلا جائے یا گھر میں چلا جائے تو کیا حکم ہے ؟

فرمایا : ''یہ حلال ہے'' ۔عرض کیا گیا :اِن دونوں میں کیا فرق ہے ؟

فرمایا :'' حالت حیض میں عورت کی نماز کاکیا حکم ہے کیا عورت حالت حیض کے ایام کی نماز کی قضا بجالائے گی ؟''۔ اس نے کہا :نہیں۔امامؑ: ''کیاروزہ کی قضا کرے گی ؟''۔اس نے کہا : ہاں ۔

امامؑ نے سوال کیا : ''کیوں؟''

اس نے کہا :حکم خدا اسی طرح آیا ہے ۔

امامؑ نے فرمایا: ''تو اسی طرح یہ حکم بھی آیا ہے ''۔

ابویوسف خاموش ہوگیا اور عاجزی کا اظہار کرنے لگا،اس نے ہارون سے کہا :آپ نے یہ میرے ساتھ کیا کیا[2]۔

---

[1] نزہۃالناظرفی تنبیہ الخاطر، صفحہ۴۵۔
[2] مناقب ،جلد ۳،صفحہ ۴۲۹۔

۳۔ہارون رشید کے ساتھ مناظرہ: جب ہارون نے امام موسیٰؑ کو قید خانہ میں ڈالدیا اورآپ دو سال تک قید کی سختیاں برداشت کر چکے تواس نے ایک دن امامؑ کو اپنے پاس بلا بھیجا،جب آپ ہارون کے پاس پہنچے تو اس نے بڑے ہی غیظ و غضب کے ساتھ کہا: اے موسی بن جعفر دو خلیفاؤں کے لئے خراج اکٹھا کیا جاتا ہے۔امامؑ نے بڑی ہی لطف و نرمی کے ساتھ اس سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''اے حاکم!میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے ،ہمارے دشمنوں کی باتوں کو ہمارے خلاف قبول کرے،توجانتاہے کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے وقت سے ہی ہم پراتہامات لگائے جاتے رہے،اگر تجھے رسول اکرم ﷺ سے کچھ قرابت ہے توکیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں تجھے ایک خبر سناؤں جس کو میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انھوں نے میرے جد امجد رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے''۔

ہارون :میں نے آپ کو اجازت دی ۔امامؑ نے فرمایا: ''مجھے میرے والد بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انھوں نے اپنے جد رسولؐ اسلام سے نقل کیا ہے :رشتہ دار جب رشتہ دار سے اپنا بدن مس کرتا ہے تو مل کر بے چین ہوجاتا ہے پس تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے''۔ہارون کے دل میں رحم آگیا اُس نے اپنا ہاتھ امامؑ کی طرف بڑھایااُن کو اپنی طرف کھینچا معانقہ کیا ،پھر انھیں اپنے اور قریب کیا اور امام سے یوں گویا ہوا :آپؑ اور آپ کے جد نے صحیح فرمایا ہے ،میرے خون میں روانی آگئی ہے ،میری رگیں مضطرب ہوگئی ہیںیہاں تک کہ مجھ پر رقت طاری ہو گئی ،اور میری آنکھوں میں آنسو بھر گئے ہیں،میں آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں،جو میرے دل میں کچھ مدت سے کھٹک رہی ہیں اور ان کے متعلق میں نے کسی سے کوئی سوال ہی نہیں کیا ہے ،اگر آپؑ نے اُن کا جواب دیدیا تو میں آپؑ کو آزاد کر دوں گا ،آپؑ کے بارے میں کسی کی کوئی بات نہیں سُنوں گا ،مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، لہٰذا آپ میری تصدیق فرمائیے جو چیزیں میرے دل میں ہیں اور میں آپؑ سے سوال کرتا ہوں ۔امامؑ : ''جن چیزوں کا علم میرے پاس ہے میں اُن کے سلسلہ میں ضرور تجھے بتاؤں گا اگر تو مجھے اُن کے متعلق امان دے گا''۔آپ کیلئے امان ہے اگر آپؑ نے مجھے سچ بتلایا اور تقیہ نہیں کیا ،جو آپؑ بنی فاطمہؑ کی پہچان ہے۔

امام: ''جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لے''۔ہارون :آپ کو ہم پر کیوں فضیلت دی گئی جبکہ آپ اور ہم ایک ہی شجرہ سے ہیں ؟ عبدالمطلب کی اولاد ہمارا اور آپ کے باپ ایک ہی ہے،ہم بنی عباس ہیں اور آپ ابوطالب کی اولاد ہیں،جبکہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے،اور دونوں کے رشتہ برابر ہیں ۔

امام: ''ہم زیادہ قریب ہیں''۔ہارون : کیسے ؟

امام: ''چونکہ عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں،اور تمہارا باپ عباس، عبداللہ اور ابوطالب کی ماں سے نہیں ہیں'' ۔ہارون:آپ یہ کیوں ادعا کرتے ہیں کہ آپ نبی کے وارث ہیں اور چچا،چچا کے بیٹے کا حاجب ہے ،حالانکہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے جا چکے تھے اور ابوطالب رسول اللہ ﷺ سے پہلے وفات پا چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس زندہ تھے ؟ امام: ''اے حاکم!مجھے اس مسئلہ سے معاف رہنے دے، مجھ سے اس کے علاوہ اور دوسرے مسائل پوچھ لے''۔ہارون:نہیں ،آپ کو جواب دینا ہوگا ۔

امام: ''تو تُو مجھے امان دے گا''۔ہارون:میں نے آپ کو کلام کرنے سے پہلے ہی امان دیدی ہے ۔

امام: ''حضرت علی کا فرمان ہے حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے چاہے وہ مذکر ہو یا مونث کسی ایک کے لئے بھی ماں باپ،شوہراورزوجہ کے علاوہ میراث میں کوئی حصہ نہیں ہے ،لہٰذا حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے چچا کو کوئی میراث نہیں ملے گی،ہاں ،تیم عدی اور بنی امیہ کہتے ہیں:چچا والد ہوتا ہے،ان میں سے کوئی بھی حقیقی نہیں ہے اور ان کے پاس نبی کی کوئی تائید نہیں ہے''۔ پھر آپ نے اسی زمانہ کے فقہاء کا ایک جملہ نقل فرمایا جنھوں نے اسی مسئلہ میں وہی فتویٰ دیا تھا جو آپ کے جدامیرالمؤمنین نے دیا تھا۔اس کے بعد مزید فرمایا: ''قدماء اہل سنت نے نبی اکرم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:تم میں سب کے لئے حق فیصلہ کرنے والے علی ہیں،اسی طرح عمر بن خطاب کا کہنا ہے :ہمارے درمیان علی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور وہ یعنی

''قضاء''اسم جامع ہے کیونکہ جن تمام چیزوں کے ذریعہ نبی کی مدح وثناکی جائے چاہے وہ قرائت ہے یافرائض اور علم ہو سب قضاوت میں داخل ہیں'' ۔ہارون نے امام ؑسے مزید وضاحت طلب کی۔توامام ؑنے فرمایا: ''جس نے ہجرت نہیں کی ہے نبی ﷺنے اس کو وارث نہیں بنایا اور نہ ہی ہجرت سے پہلے اس کے لئے ولایت ثابت ہے''۔

ہارون :آپ ؑکے پاس کیا دلیل ہے ؟امام ؑنے دلیل کے طورپر میں خداوند عالم کایہ قول پیش کیا :(وَالَّذِینَ آمَنُوا وَلَمْ یُهَاجِرُوا مَا لَکُمْ مِنْ وَلَایَتِهِمْ مِنْ شَیْءٍ حَتَّیٰ یُهَاجِرُوا[1])۔ ''اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کر کے ہجرت نہیں کی ان کی ولایت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک ہجرت نہ کریں''۔بیشک ہمارے چچا عباس نے ہجرت نہیں کی تھی ۔ہارون کی تدبیر ناکام ہوگئی اور اس کی ناک بھویں چڑھ گئیں اور اس نے امام ؑسے کہا : کیا آپ نے ہمارے کسی ایک دشمن کو یہ فتویٰ دیا ہے یا فقہاء میں سے کسی ایک فقیہ کو اس سے باخبر کیا ہے ؟

امام ؑ: ''مجھ سے تیرے علاوہ کسی اور نے یہ سوال ہی نہیں کیا''۔

ہارون کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوااوراس نے امام ؑکی خدمت میں عرض کیا :کیوںآپ ؑنے اہل سنت اور شیعوں کویہ اجازت دی ہے کہ وہ تمہیں رسول اللہ ﷺسے منسوب کرتے ہوئے یوں کہیں :یابنی رسول اللہ ﷺ،حالانکہ آپ علی ؑکی اولاد ہیں ،جبکہ انسان کو اس کے باپ سے منسوب کیاجاتا ہے ،فاطمہ صلب ہیں اور نبی آپ کے نانا ہیں؟امام ؑنے ہارون کی یہ بات اس واضح دلیل کے ذریعہ رد فرمائی: ''اگر نبی اکرم کو زندہ کیاجائے اور وہ تمہاری لڑکی سے شادی کرنا چاہیں توکیا تم اس کو قبول کرلوگے؟''۔ہارون :کیوں نہیں ؟بلکہ میں اس بات پر عرب اور عجم پر فخر کروں گا ۔امام ؑ: ''لیکن نہ وہ مجھ سے مطالبہ کریں گے اور نہ میں ایسا کروں گا''۔

ہارون :کیوں؟امام ؑ: ''کیونکہ وہ میرے والد ہیں تیرے والد نہیں''۔

---

[1] سورۂ انفال، آیت ۷۲۔

ہارون :مرحبا یا موسیٰ،آپؑ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں :نبیؐ کے کوئی فرزند نہیں تھا جبکہ نسل لڑکے سے چلتی ہے لڑکی سے نہیں ،اور آپ نبیؐ کی بیٹی کے فرزند ہیں ؟امام ؑ ’’:میرے رشتہ کا واسطہ مجھے معاف رکھ ‘‘ ۔ہارون :نہیں ،اے اولاد علیؑ اس سے متعلق آپؑ اپنی دلیل بیان کیجئے اور اے امام موسیٰ کاظم ؑآپؑ ان کے سردار ہیں ،آپ اس زمانہ میں امام ہیں اور میں اس بارے میں آپؑ کومعاف نہیں کروں گا ؟امام ؑ: ’’کیا تیری اجازت ہے کہ میں جواب دوں ؟‘‘ ۔ہارون :بیان فرمائیے ۔امام ؑ:خداوند عالم کا فرمان ہے :(وَوَہَبْنَا لَہُ إِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ کُلًّا ہَدَیْنَا وَنُوحًا ہَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہِ دَاوُودَ وَسُلَیْمَانَ وَأَیُّوبَ وَیُوسُفَ وَمُوسَی وَہَارُونَ وَکَذَلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِینَ ۔ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیَی وَعِیسَی وَإِلْیَاسَ کُلٌّ مِنْ الصَّالِحِینَ[1]) ۔ ’’اور ہم نے ابراہیم کو اسحق و یعقوب دئے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد ،سلیمان ،ایوب ،یوسف ،موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں زکریا،یحییٰ عیسیٰ اور الیاس کو قرار دیا اور وہ سب صالحین میں تھے ‘‘ ۔

اے حاکم !عیسیٰؑ کا باپ کون ہے ؟

ہارون :عیسیٰؑ کا کوئی باپ نہیں ہے ۔

امام ؑ: ’’خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو مریم کے ذریعہ انبیاء کی ذریت سے ملحق کیا اسی طرح ہم کو ہماری والدہ ماجدہ فاطمہ ۲۳۶ کے ذریعہ نبی کی ذریت سے ملحق کیا ‘‘ ۔ہارون نے اس سلسلہ میں امام ؑسے مزید دلیل کی خواہش کی ۔

امام ؑنے فرمایا : ’’خداوند عالم فرماتا ہے :(فَمَنْ حَاجَّکَ فِیہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَکَ مِنْ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَی الْکَاذِبِینَ[2]) ’’پیغمبر علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند ،اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی

---

[1] سورۂ انعام ،آیت ۸۴۔۸۵۔
[2] سورۂ آل عمران، آیت ۶۱۔

لعنت قرار دیں ''۔ کوئی بھی یہ ادعا نہیں کر سکتا کہ نبی اکرم نے چادر کے نیچے اور نصاریٰ سے مباہلہ کے وقت علی بن ابی طالب ،فاطمہ ۲۳۶ حسن اور حسین کے علاوہ کسی اور کو اپنے ساتھ لیا ہو ''۔ہارون کے پاس اور کوئی دلیل باقی نہ رہی چونکہ امام نے اس کی تمام دلیلوں کو رد فرما دیا[1]۔ ہم اسی مقام پر آپ کے مناظروں کی بحث تمام کرتے ہیں اور ہم نے کچھ مناظرے اپنی کتاب ''حیاةالامام موسیٰ بن جعفر ''کے پہلے حصہ میں بیان کر دئے ہیں ۔آپ کے صفات و خصوصیات کوئی بھی بلندی، شرف اور فضیلت ایسی نہیں ہے جو امام کاظم کی ذات میں نہ پائی جاتی ہو۔

آپ کے بعض صفات

ہم ذیل میں آپ کے بعض صفات کا تذکرہ کر رہے ہیں: ا۔آپ کے علمی فیوضیات راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام کاظم اپنے زمانہ کے اعلم تھے،آپ کا علم انبیاء اور اوصیاکی طرح الہامی تھا،اس مطلب پر شیعہ متکلمین نے متعدد دلیلیں بیان کی ہیں، خود آپ کے والد بزرگوار حضرت امام صادق نے اپنے فرزند ارجمند کی علمی طاقت و قوت کی گواہی دیتے ہوئے یوں فرمایا ہے: ''تم میرے اس فرزند سے قرآن کے بارے میں جو بھی سوال کروگے وہ تمھیں اس کا یقینی جواب دے گا ''۔

مزید فرمایا: ''حکمت،فہم،سخاوت،معرفت اور جن چیزوں کی لوگوں کو اپنے دین کے امر میں اختلاف کے وقت ضرورت ہوتی ہے اِن کے پاس اُن سب کا علم ہے''[2] ۔شیخ مفید فرماتے ہیں : ''لوگوں نے امام موسیٰ بن جعفر سے بکثرت روایات نقل کی ہیں ۔وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے[3] ''۔ علماء نے آپ سے تمام علوم منقولہ اور عقلی علوم فلسفہ وغیرہ کی قسمیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ آپ دنیا کے راویوں کے مابین مشہور و معروف ہوگئے ۔

---

[1] حیاةالامام موسیٰ بن جعفر ، جلد ۱،صفحہ ۲۶۱۔۲۶۵۔
[2] حیاةالامام موسیٰ بن جعفر ، جلد ۱،صفحہ ۱۳۸۔
[3] الارشاد ،صفحہ ۲۷۲۔

۲ ۔ دنیا میں زہد:امام موسیٰ کاظمؑ نے رونق زندگانی سے منھ موڑ کر اللہ سے لو لگائی تھی ،آپؑ اللہ سے نزدیک کرنے والا ہر عمل انجام دیا،ابراہیم بن عبد الحمید آپؑ کے زہد کے متعلق یوں رقمطراز ہیں :میں امامؑ کے گھر میں داخل ہوا تو آپؑ نماز میں مشغول تھے اور آپؑ کے گھر میں کھجور کی چٹائی،لٹکی ہوئی تلوار اور قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا[1] ۔آپؑ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپؑ کا گھر بہت سادہ تھا حالانکہ دنیائے اسلام کے شیعوں کی طرف سے آپؑ کے پاس بہت زیادہ اموال اور حقوق شرعیہ اکٹھا کرکے لائے جاتے تھے ،آپؑ ان سب کو فقیروں ،محتاجوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے ،آپؑ پیغمبر اکرم ﷺ کے صحابی ابوذر سے بہت متأثر تھے اور ان کی سیرت اپنے اصحاب کے مابین یوں بیان فرماتے تھے : ''خدا ابوذر پر رحم کرے،ان کا کہنا ہے :خداوند عالم مجھے جَو کی دو روٹی دینے کے بعد دنیا کو مجھ سے دور رکھے،ایک روٹی دو پہر کیلئے اور دوسری روٹی شام کیلئے اور مجھے دو چادریں دے جن میں سے ایک کو جنگ میں استعمال کروں اور دوسری ردا سے دوسرے امورانجام دوں[2] ''۔

فرزند رسول ﷺ نے دنیا میں اسی طرح زاہدانہ زندگی بسر کی ،دنیا کے زرق و برق سے اجتناب کیا اور اللہ کے اجر کی خاطر بذات خود ظلم و ستم برداشت کئے ۔

۳ ۔ جود و سخا:آپؑ کی جود و سخاوت کی صفت کو مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ،محروم اور فقیر آپؑ کے پاس آتے تو آپ اُن کے ساتھ نیکی اور احسان کرتے اور تھیلیوں کی دل کھول کر سخاوت کرتے ،اس طرح کہ ان کے رشتہ داروں میں یہ مشہور ہو جاتا تھا :تعجب ہے جس کے پاس موسیٰ کی تھیلیاں آئیں پھر بھی وہ فقیری کی شکایت کرتا ہے[3] ''۔آپؑ رات کی تاریکی میں نکلتے اور فقیروں کو دو سو سے چار سو دینار تک[4] کی تھیلیاں پہنچاتے تھے مدینہ کے غریبوں کی آپؑ کی نعمت ،بخشش اور صلۂ رحم کی عادت ہوگئی تھی ،ہم نے محتاجوں اور فقیروں کے اُن گروہوں کا تذکرہ اپنی کتاب ''حیاۃالامام موسیٰ کاظم ''کے پہلے حصہ میں کر دیا ہے ۔

---

[1] بحارالانوار، جلد ۱۱،صفحہ ۲۶۵۔
[2] اصول کافی ،جلد ۲،صفحہ ۱۳۴۔
[3] عمدۃ الطالب، صفحہ ۱۸۵۔
[4] تاریخ بغداد ،جلد ۱۳، صفحہ ۲۸۔کنز اللغۃ ،صفحہ ۷۶۶۔

۴ ۔ لوگوں کی حاجت روائی:امام موسیٰ کاظمؑ کی ذاتی صفت انتہائی شوق کے ساتھ لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنا تھی، آپؑ نے ہرگزکسی غمزدہ کا غم دور کرنے میں سستی نہیں کی،آپؑ اسی صفت کے ذریعہ مشہور و معروف ہوئے،ضرورتمند آپؑ کے پاس آتے ،آپؑ سے فریاد کرتے اور آپؑ اُن کی ضرورتوں کو پورا کرتے ،اُن ہی لوگوں میں شہر رَے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حکومت کا بہت زیادہ مقروض تھا،اُس نے حاکم شہر کے بارے میں سوال کیا تو اُس کو بتایا گیا کہ وہ شیعہ ہے وہ یثرب پہنچا اور امامؑ کے جوار و پڑوس میں رہنے لگا،امامؑ نے اس کیلئے حاکم شہر کے نام ایک خط میں یوں تحریر فرمایا : ''جان لو !بیشک اللہ کیلئے اس کے عرش کے نیچے ایک سایہ ہے،اس میں کوئی نہیں رہتا مگر یہ کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ حُسن سلوک اور نیکی کرے ،یا مصیبت میں اس کے کام آئے یا اس کو خوش کرے اور یہ تمہارا بھائی ہے'' ۔والسلام وہ شخص امامؑ کا خط لیکر حاکم کے پاس پہنچا جب اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک نوکر باہر آیا اور اس نے پوچھا :تم کون ہو ؟میں صابر امام موسیٰ کاظمؑ کا قاصد ہوں ۔

نوکر نے جلدی سے حاکم تک یہ خبر پہنچائی تو وہ ننگے پیر باہر نکل آیا اور اس نے بڑی بے چینی کے ساتھ اس سے امام کے حالات دریافت کئے ،اور اس شخص کا بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ استقبال کیا جب اس کو امامؑ کا خط دیا تو اس نے خط کو چوما ،جب اُس نے وہ خط پڑھا تو اس میں اُس شخص کے تمام اموال کو معاف کرنے کی درخواست کی گئی تھی،حاکم نے سب اس کو دیدئے اور جس کی کوئی تقسیم نہیں کی جا سکتی تھی اس کی قیمت ادا کی،حاکم نے بڑی نرمی سے کہا :اے میرے بھائی کیا تم خوش ہو ؟

ہاں ،خدا کی قسم میں بہت زیادہ خوش ہوں ۔پھر وہ رجسٹر منگایا جس میں اُس شخص کے قرضے لکھے ہوئے تھے ،اور اُن سب پر قلم پھیر دیا اس کو بریٔ الذمہ قرار دیدیا ،وہ وہاں سے اُس حالت میں نکلا کہ اُس کا دل خوشی سے لبریز تھا اور اس نے اپنے وطن کی راہ لی ،پھر وہاں سے مدینہ پہنچا ،امامؑ کو حاکم کے لطف و کرم و مہربانی کی خبر دی ،امامؑ بہت مسرور ہوئے،اُس شخص نے امام کی خدمت میں عرض کیا :اے میرے مولا کیا آپؑ اس سے خوش ہیں ؟''ہاں خدا کی قسم اس نے مجھے اور امیر المومنینؑ کو خوش کر

دیا،خدا کی قسم اُ س نے میرے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کر دیا اور خدا کو خوش کر دیا[1]"۔آپ اس واقعہ سے مشہور و معروف ہوگئے اور آپ کے شیعوں کے درمیان یہ فتویٰ شائع ہو گیا : "حاکم کے عمل کا کفارہ بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے "۔

۵ ۔ اللہ کی اطاعت اور عبادت:آپ اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ عبادت گذار تھے یہاں تک کہ آپ کو عبد صالح اور مجتہدین کی زینت کے لقب سے یاد کیا جانے لگا،کسی شخص کو آپ کی طرح عبادت کرتے نہیں دیکھا گیا،راویوں کا کہنا ہے :جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوجاتے اور اللہ کے خوف سے آپ کا دل مضطرب و پریشان ہو جاتا ۔آپ کی عبادت کے چند نمونے یہ ہیں کہ جب آپ مسجد میں رات کے پہلے حصہ میں داخل ہوتے توایک سجدہ بجالاتے جس میں بڑے ہی غمگین انداز میں یہ کہتے : "میرے گناہ بڑے ہوگئے ہیں تو تیری عفو بھی اچھی ہوگی اے تقویٰ اور مغفرت والے خدا "،اور آپ صبح تک اللہ سے توبہ اور خشوع والے یہی کلمات ادا کرتے رہتے[2]۔آپ نماز شب پڑھتے اور اس کو صبح کی نماز تک طول دیتے،اس کے بعد نماز صبح بجالاتے،پھر سورج طلوع ہونے تک تعقیبات نماز پڑھتے،اس کے بعد سجدے میں چلے جاتے اور زوال آفتاب کے قریب تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے[3]۔

شیبانی سے روایت ہے :میں دس سے کچھ زیادہ دن تک امام موسیٰ کاظم کی مصاحبت میں تھا آپ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب[4]تک سجدہ کرتے تھے ۔جب ہارون نے آپ کو ربیع کے قید خانہ میں ڈالا تو وہ ملعون اطلاع کیلئے اپنے محل کے اوپر سے امام کو دیکھتا تھا اور اس کو امام وہاں نظر نہیں آتے تھے،اس کو صرف ایک مخصوص مقام پر ایک پڑا ہوا کپڑا نظر آتا تھا جو اپنی جگہ سے بالکل ہٹتا نہیں تھا ۔ ہارون نے ربیع سے کہا :وہ کیا کپڑا ہے جس کو میں ہر دن ایک خاص مقام پر پڑا ہوا دیکھتا ہوں ؟ ربیع نے جلدی سے کہا :اے امیر المومنین وہ کپڑا نہیں ہے وہ امام موسیٰ بن جعفر ہیں جو ہر دن طلوع آفتاب سے لیکر زوال

[1] حیاۃالامام موسیٰ بن جعفر ، جلد ۱،صفحہ ۱۶۱۔۱۶۲۔
[2] وفیات الاعیان ،جلد ۴،صفحہ ۹۳۔کنز اللغہ ،صفحہ ۷۶۶۔
[3] کشف الغمہ صفحہ ۲۷۶۔
[4] حیاۃالامام موسیٰ بن جعفر ، جلد ۱،صفحہ ۱۴۰۔

آفتاب تک سجدہ کرتے ہیں ۔ہارون متعجب ہوا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا :آگاہ ہو جاؤ یہ بنی ہاشم کے زاہدوں میں سے ہیں ۔ربیع نے ہارون سے مخاطب ہو کر کہا :اے بادشاہ!تونے امام کو کیوں قید میں ڈالاہے ؟ہارون نے اس کی طرف سے منہ موڑتے ہوئے کہا :امام کو قید میں ڈالنا ضروری تھا ۔

سندی بن شاہک کی بہن سے وارد ہوا ہے کہ جب امام اس کے بھائی کے قید خانہ میں تھے تو اس کا کہنا ہے :یہ یعنی امام موسیٰ کاظمؑ جب نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے تو رات ڈھلنے تک خدا کی حمد وثنا و تمجید اور اس سے دعا کرتے اس کے بعد طلوع فجر تک قیام و نماز میں مشغول رہتے ،پھر صبح کی نماز ادا فرماتے ،اس کے بعد طلوع آفتاب تک خدا کا ذکر فرماتے ،پھر چاشت کے وقت تک بیٹھتے ، اس کے بعد سوجاتے ،اور زوال سے پہلے بیدار ہو جاتے ،اس کے بعد وضو کرکے نماز ظہر و عصر بجالاتے ،اس کے بعد ذکر خدا کرتے یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آجاتا تو آپؑ نماز مغرب بجالاتے اس کے بعد نماز مغرب و عشاء کے مابین نماز ادا کرتے اور داعی اجل کو لبیک کہنے تک آپؑ کا یہی طریقۂ کار تھا[1] ۔

کثرت سجود کی بنا پر آپؑ کے اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے پڑگئے تھے اور آپ کا ایک غلام تھا جو آپؑ کی پیشانی اور ناک کے اوپر سے گھٹے کا گوشت کاٹتا تھا اسی سلسلہ میں بعض شاعروں نے یوں کہا ہے: طَالَتْ لِطُوْلِ سُجُوْدِہِ ثُفْنَاتُہُ إِذْ أُقْرِحَتْ بِجَبِیْنِہِ الْعِرْنِیْنَا فَرَأَیٰ فَرَاغَۃَ سِجْنِہِ أُمْنِیَۃً نِعْمَۃً مَشْکُوْرَۃً فِیْنَا[2] ''کثرت سجود کی وجہ سے آپؑ کے اعضاء سجدہ پر بیشمار گھٹے پڑگئے تھے ۔اسی لئے آپؑ نے قید خانہ کی فراغت کو اپنے لئے آرزو قرار دیا یہ قید خانہ آپؑ کیلئے نعمت ثابت ہوا ''۔یہ آپؑ کی عبادت کے چند نمونے تھے جو آپؑ کے آباء و اجداد کی عبادت کی حکایت کرتے ہیں جنھوں نے مخلص طور پر خدا وند عالم سے توبہ کی ،اور ہم نے امام کاظمؑ کی عبادت کے متعلق تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ کاظم ''میں ذکر کر دیا ہے ۔

---

[1] تاریخ ابو الفداء ،جلد ۲،صفحہ ۱۲۔
[2] انوار البہیہ، صفحہ ۹۳۔

۶ ۔ حلم اور غصہ کو پی جانا: امام موسیٰ کاظمؑ کے نمایاں صفات میں سے ایک صفت حلم اور غصہ کو پی جانا تھی ،جو شخص آپؑ سے برائی سے پیش آتا اس کو معاف کر دیتے ،جو آپؑ کے ساتھ تجاوز کرتا اس سے خو شروئی سے ملتے ،آپؑ تجاوز کرنے والوں کے ساتھ بھی احسان کرتے کہ آپؑ ان کے اندر سے انانیت اور شر کا قلع و قمع کر دیتے تھے ، مورخین نے آپؑ کے عظیم حلم کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ عمر بن خطاب کی نسل میں سے ایک شخص امامؑ کو بہت زیادہ برا بھلا کہتا اور آپؑ پر بے انتہا سب و شتم کرتا تھا ،امامؑ کے بعض شیعوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایااور قتل کئے بغیر اس کا حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا ،آپؑ نے اس کے رہنے کی جگہ معلوم کی تو آپؑ کو بتایا گیا : مدینہ کے اطراف میں اس کا کھیت ہے امامؑ اپنی سواری پر بیٹھ کر نا آشنا طور پر اس کے مزرعہ (کھیت) پر پہنچ گئے تو اس کو وہیں پر موجود پایا جب آپؑ اس کے نزدیک پہنچے تو اس عمری نے آپؑ کو پہچان لیا اور آگ ببولا ہو گیا کیونکہ امامؑ کے گدھے نے اس کی زراعت کو نقصان پہنچا دیا تھا ،امامؑ نے اس سے نرمی سے گفتگو کر نا شروع کی اور اس سے فرمایا : ''تمہارا اس میں کتنا نقصان ہوا ہے ؟''۔س نے کہا :سو دینار ۔ ''تم اس سے کتنے منافع کی امید رکھتے تھے ؟''۔

اس نے کہا : میں علم غیب نہیں رکھتا یعنی نہیں جانتا ۔

امامؑ نے فرمایا : '' میں یہ سوال کر رہا ہوں کہ تجھے تقریباً اس سے کتنا منافع ہوتا ؟''۔اس نے کہا : تقریباً دوسو دینا ر ۔

امامؑ نے اس کو تین سو دینار دیتے ہوئے فرمایا : ''یہ تمہاری اس زراعت کا ہر جانا ہے ''۔عمری امامؑ کے حق میں زیادتی کرنے سے شرمندہ ہو گیا اور وہ مسجد نبی ﷺ کی طرف دوڑ کر گیا ،جب امامؑ وہاں تشریف لائے تو اس نے کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا :خدا وند عالم بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے ۔ عمری کے دوستوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اس تبدیلی کے سلسلہ میں گفتگو کر نے لگے،اس نے امامؑ کی بلند عظمت کے سلسلہ میں جواب دیا امامؑ نے اس کے دوستوں و ساتھیوں کی طرف مخاطب

ہو کر فرمایا : ''کیا تمہارا ارادہ بہتر تھا یا جو ارداہ میں نے کیا[1] '' ۔آپ کے حلم کا ہی واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے دشمنوں کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جس میں ابن ہیاج بھی تھا،اس نے اپنے ایک ساتھی کو ایسا کرنے کیلئے ابھارا کہ وہ امام کے مرکب کی لگام پکڑ کر یہ ادعا کرے کہ یہ مرکب میرا ہے تو وہ شخص امام کے مرکب کے پاس آیا اور اس نے آپ کے مرکب کی لگام پکڑ کر یہ ادعا کیا کہ یہ مرکب میرا ہے امام مرکب سے نیچے تشریف لائے اور وہ مرکب اسی کو عطا کر دیا[2] ۔امام کاظم اپنی اولاد کو زیور حلم سے آراستہ ہونے کی یوں سفارش کرتے تھے: ''اے میرے بیٹے، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جس نے اسے یاد رکھا اُس نے فائدہ اٹھایا ،جب کوئی گفتگو کرے اور وہ تمہارے دائیں کان پر گراں گذر رہی ہو توتم اسے بائیں کان کے حوالہ کردوتو میں اس سے تمہارے لئے معذرت خواہ ہوں اور فرمایا:میں اس کا عذر قبول کرنے کے سلسلہ میں ہرگز کچھ نہیں کہتا[3]'' ۔یہ وصیت امام کے حلم ،وسیع اخلاق اور بلند و بالا صفات کی عکاسی کر رہی ہے ۔

۷ ۔مکارم اخلاق:اسلام مکارم اخلاق لے کر آیا ہے،اور اس نے اپنے نورانی پیغام میں مکارم اخلاق کو ایک بنیادی و معتبر قانون قرار دیا ہے رسول اسلام ﷺ کا فرمان ہے : ''اِنّي بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' ''میں مکارم اخلاق کو تمام کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں '' ،رسول اسلام ﷺ انسانیت کریمہ کے لئے بلند اخلاق پر فائز تھے ،اور آپؐ کے بعد آپ کے ائمۂ ہدیٰ نے معالم اخلاق اور محاسن اعمال کی تاسیس میں بلند کردار ادا کیا اُنھوں نے اپنے اصحاب کیلئے بہترین نقوش چھوڑے ۔امام ان بہترین صفات کی طرف ہمیشہ متوجہ رہے اور اپنے اصحاب کو ان بہترین صفات کے زیور سے آراستہ کیا تاکہ وہ معاشرہ کے لئے بہترین ہادی و پیشوا قرار پائیں ،ہم اس سلسلہ میں آپ سے منقول چند چیزیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں: سخاوت اور حُسن خلق امام نے اپنے اصحاب کو سخاوت اور حُسنِ خُلق کے زیور سے آراستہ ہونے کی ترغیب دلائی چنانچہ امام فرماتے ہیں '': حُسن خلق والا شخص

---

[1] تاریخ بغداد، جلد ۱،صفحہ ۲۸۔۲۹۔کشف الغمہ ،صفحہ ۲۴۷۔
[2] حیاۃالامام موسیٰ کاظم ، جلد ۱،صفحہ ۱۵۷۔
[3] فصول مہمہ ،صفحہ ۲۲۔

خدا کے جوار میں ہے ،خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا ،اور اللہ نے نبی کو سخی بنا کر مبعوث کیا ہے ،او ر میرے والد بزرگوارنے ہمیشہ مجھے سخاوت اور حُسن خلق کی سفارش فرمائی ہے ''۔

صبر

امامؑ اپنے اصحاب کو خطرناک حا دثوں میں بھی صبر کی تلقین فرما تے تھے کیونکہ آہ و فغاں کرنے سے وہ اجر ختم ہوجاتا ہے جس کا خداوند عالم نے صابرین سے وعدہ کیا ہے ۔امام مو سیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں'': المصیبۃ لاتکون مصیبۃ یستوجب صاحبھا أجرھا اِلّابالصبروالاسترجاع عند الصدمۃ''۔ ''صا حب مصیبت ،مصیبت پر اسی وقت اجر کا مستحق ہوتاہے جب وہ مصیبت پر صبر کرے اور صدمہ کے وقت کلمۂ استرجاع ''اِنّاَ لِلّٰہِ وَاِنّااِلَیۃِ رَاجِعُوْن ''بھی کہے ''۔آپؑ ہی کا فرفرمان ہے : ''اِن الصبرَ علیٰ االبلاءِ اَفْضَلُ مِن الْعَافِیۃِ عِنْدَ الرَّخَاءِ ''۔ ''مصیبت پر صبر کرنا آسانی کے وقت عافیت سے افضل ہے ''۔صمت و و قا رآپؑ اپنے اصحاب کو صمت و وقار کی تاکید کرتے اور اس کے فائدے بیان کرتے : ''صمت و وقار حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے،صمت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ ہر خیر و بھلائی کی دلیل ہے ''۔

عفوا و را صلاح

آپؑ اپنے اصحاب سے فرماتے جو شخص تمہارے ساتھ برا ئی کرے اس کو معاف کردو ،اسی طرح آپؑ اپنے اصحاب کو لوگوں کے درمیان اصلاح کر نے کی تر غیب دلاتے ،ان کے سا منے محسنین اور مصلحین کی عاقبت و انجام بیان فرماتے اور اللہ کے نزدیک اُن کااجریوں بیان فرماتے تھے: ''قیامت کے دن ایک منا دی ندا دیگا جس کا اللہ پر اجر ہے وہ کھڑا ہوجائے تو عفو و در گذر اور اصلاح کرنے والوں کے علاوہ کوئی اور کھڑا نہیں ہو گا ''۔

قول خیر

آپ اپنے اصحاب کو نیک گفتگو کرنے اور لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی سفارش فرماتے تھے آپ نے ابوالفضل بن یونس سے فرمایا : ''خیر کی تبلیغ کرو ،اچھی بات کہو اور اِمَّعہ نہ بنو'' ۔ سوال کیا گیا :اِمَّعہ کیا ہے ؟آپ نے فرمایا : ''یہ نہ کہو کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں اور میں لوگوں میں سے ایک شخص کے مانند ہوں ،بیشک رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :اے لوگو ،یہ دونوں بلند و بالا اور روشن راستے ہیں ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا راستہ ،تمہارے لئے شر کا راستہ خیر کے راستہ سے زیادہ محبوب نہ ہو ''۔

شکر نعمت

آپ نے اپنے اصحاب کو اللہ کی نعمت اور اس کے شکر کے اظہار کرنے کی تاکید فرمائی : ''اللہ کی نعمتوں کے بارے میں گفتگو کرنا شکر ہے اور ان کو یاد نہ کرنا کفر ہے ،تم نعمتوں سے خدا کا شکر کرکے اپنے پروردگار سے رابطہ رکھو ،اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ رکھو ،دعا کے ذریعہ بلاو مصیبت کو دور کرو ،دعا بلاؤں کو دور کرنے کے لئے سپر ہے اور اس سے انسان محکم و مضبوط ہوتا ہے

آپ کے زرین اقوال

امام کے متعدد حکیمانہ اقوال ہیں جن میں آپ نے اخلاقی اور معاشرتی طریقے بیان فرمائے ہیں ہم ذیل میں آپ کے چند اقوال بیان کر رہے ہیں: ۱۔امام کاظم فرماتے ہیں : ''تم بہترین صدقہ کے ذریعہ کمزوروں کی مدد کرو ''۔

۲۔امام کاظم فرماتے ہیں :مومن پہاڑ سے بھی زیادہ عزیز ہے ،پہاڑ بیلچہ وغیرہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور مومن کا دین کسی چیز سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا ''۔

[1] الاِمع اور الاِمعہ(کسرہ و تشدیدی کے ساتھ) کہا گیا ہے :اس کی اصل یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں ۔

۳۔آپؑ نے محمد بن فضل سے فرمایا : ''یا محمد کذِب سمعک وبصرک عن اخیک وان شھد عندک خمسون قسامۃوقال لک قولافصدقہ وکذبھم ،ولا تذیعن شیئاً یُشینُہُ''۔ ''اے محمد تم اپنے بھا ئی کے بارے میں اپنی قوت سماعت اور بصارت کی تکذیب کرو اگر چہ تمہارے سامنے پچاس اچھے افراد ہی کیوں نہ گوا ہی دیں ،اور تمہارے سامنے اس کی تصدیق کے لئے کہیں اور تکذیب کریں اور تم اس کے متعلق کوئی بری بات شائع نہ کرو ''۔

۴۔امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: ''معرفت کے بعد سب سے افضل عبادت انتظار فرج ہے ''۔

۵۔امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: ''مومن ترازو کے پلڑوں کے مانند ہے ،جتنا اس کا ایمان بڑھتا جائے گا اتنی ہی اس کی آزمائش کے لئے اس کی مصیبتیں اور بلائیں زیادہ ہوتی جائیں گی ''۔

٦۔امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: ''امانت ادا کرنا اور سچ بولنا رزق کے سبب ہیں اور خیانت و جھوٹ بولنا فقر و نفاق کے سبب ہیں

۷۔امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ایسے گناہوں کے بارے میں گفتگو کریں جن کو وہ انجام نہیں دیتے ہیں خداوند عالم اُن کیلئے ایسی مصیبتیں ایجاد کرے گا جن کو وہ شمار نہیں کر سکتے ہیں[1] ''۔امامؑ ہارون کے قید خانہ میں جب امامؑ کے فضل و علم اور مکارم اخلاق مشہور ہوگئے اور ہر طرف آپؑ کے متعلق گفتگو ہونے لگی تو ہارون کو یہ بہت گراں گزرا کیونکہ وہ علویوں سے بہت زیادہ کینہ رکھتا تھا ،اس نے مشاہدہ کیا کہ علوی امام موسیٰ کاظمؑ کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں ہارون اس وقت مدینہ میں تھا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور یہ کہا :اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ فدا ہو جائیں میں اپنے ارادہ پر آپ سے معذرت چا ہتا ہوں ،میں موسیٰ بن جعفر کو قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ،کیونکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں آپؑ کی امت میں فساد برپا ہوجائے اور اُن میں خون خرابہ ہو[2] ۔اس نے ایک سپا ہی امام کو گرفتار کرنے کیلئے روانہ کیا جب وہ امامؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ اپنے جد بزرگوار کی

[1] حیاۃالامام موسیٰ کاظم ؑ ،جلد۱ ،صفحہ ۲۷۵۔۲۷۹۔
[2] بحارالانوار ،جلد ،۱۷صفحہ ۱۹۶۔

قبر کے پاس نماز پڑھنے میں مشغول تھے تو آپؑ نے نماز تمام کرنے کے بعد رسولؐ اللہ سے یوں شکایت کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے اس کی شکایت کرتا ہوں[1]۔ امامؑ کو بڑی ذلت و خواری کے ساتھ گرفتار کرکے ہارون کے پاس لایا گیا جب آپؑ اس کے سامنے پہنچے تو اُس نے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا اور آپؑ کو ۲۰ شوال ۱۷۹ھ میں قید کیا گیا[2]۔

بصرہ کے قید خانہ میں

اس طاغوت نے امامؑ کو بصرہ منتقل کرنے کیلئے کہا اور بصرہ کے گورنر عیسیٰ بن ابوجعفر کو قید کرنے کا حکم دیا تو آپؑ کو ایک گھر میں قید کردیا اور اس قید خانہ کے دروازے بند کر دئے گئے اور ان دروازوں کو صرف دو حالتوں میں کھولا جاتا تھا ایک طہارت کیلئے اور دوسرے کھانا دینے کیلئے[3]۔

آپؑ کا عبادت میں مشغول رہنا

امامؑ خدا وند عالم کی عبادت میں مشغول رہتے تھے دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے، آپؑ نے قید خانہ میں کوئی جزع و فزع نہیں کی، آپؑ نے اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا اللہ کی نعمت جانا، آپؑ اس پر اللہ کا اس طرح شکر ادا کرتے تھے: ''خدایا! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا تھا کہ مجھے اپنی عبادت کا کوموقع فراہم کر، خدایا! تو نے ایسا کردیا لہٰذا تیرے لئے ہی حمد و ثنا ہے[4]۔ عیسیٰ کو امامؑ کو قتل کرنے کے لئے روانہ کرنا ہارون سرکش نے بصرہ کے گورنر عیسیٰ کو امامؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو یہ بات بہت گراں گذری، اس نے اپنے حوالیوں و موالیوں کو بلاکر اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو اُن سب نے اُس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور اُس نے ہارون کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ مجھے ایسا کرنے سے معاف کیجئے جس کا مضمون کچھ یوں ہے: موسیٰ بن

---

[1] مناقب ،جلد ۲ ،صفحہ ۳۸۵۔

[2] حیاۃالامام مو سیٰ کاظمؑ ،جلد ۲ ،صفحہ ۴۶۵۔
[3] حیاۃالامام مو سیٰ کاظم ،جلد ۲ ،صفحہ ۴۶۶۔
[4] مناقب، جلد ۲ ،صفحہ ۲۷۹۔

جعفر ایک طولانی مدت سے میرے قید خانہ میں ہیں اور میں تجھ کو اُن کے حالات سے آگاہ کرتا رہا ہوں،اور میری آنکھوں نے اس طویل مدت میں امامؑ کو عبادت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا ،اور جو کچھ امامؑ اپنی دعا میں کہتے تھے وہ بھی سنا ہے، انھوں نے کبھی بھی میرے اور تیرے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی کبھی برائی کے ساتھ یاد کیا ہے ،وہ ہمیشہ اپنے نفس کیلئے مغفرت و رحمت کی دعا کر تے تھے آپ جس کو چا ہیں میں ان کو اس کے حوالے کردوں یا ان کو چھوڑ دوں میں ان کو قید کرنے سے پریشان ہوگیا ہوں[1]۔امامؑ کو فضل کے قید خانہ میں بھیجنا ہارون رشید نے عیسیٰ کو بلاکر کہا کہ امامؑ کو بغداد میں فضل بن ربیع کے قید خانہ میں منتقل کر دیا جائے جب امام وہاں پہنچے تو اُس نے آپؑ کو اپنے گھر میں قید کردیاامامؑ عبادت میں مشغول ہوگئے آپؑ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے، فضل امامؑ کی عبادت کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا ،وہ اپنے اصحاب سے امامؑ کے ذریعہ اللہ کی عظیم اطاعت کے بارے میں باتیں کرتا ،عبد اللہ قزوینی (جو شیعہ تھے) سے روایت ہے : ابن ربیع فضل کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا ،اُس نے مجھ سے کہا :میرے قریب آؤ میں اُس کے ایک دم قریب ہوگیا تو اُس نے مجھ سے کہا : گھر میں دیکھو ۔

جب عبد اللہ نے گھر میں دیکھا تو اس سے فضل نے کہا :تم گھر کے اندر کیا دیکھ رہے ہو ؟میں نے کہا :میں ایک لپٹا ہوا کپڑا پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں صحیح طریقہ سے دیکھو ۔تو میں نے ایک شخص کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ۔کیا تم اس کو پہچانتے ہو ؟نہیں ۔ یہ تمہارے مولا و آقا ہیں ۔میرے مولا کون؟تم میرے سامنے لا علمی کا اظہار کیوں کر رہے ہو! میں لا علمی کا اظہار نہیں کر رہا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے مولا کون ہیں ؟یہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ ہیں ۔پھر فضل عبد اللہ سے امامؑ کی عبادت کے متعلق یوں بیان کرنے لگا :میں نے رات دن میں کوئی ایسا وقت نہیں دیکھا ،میں نے امام کو اُس حالت میں نہ دیکھا ہوجس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے ،امامؑ صبح تک نمازیں پڑھتے رہتے ہیں ،نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک دعائیں پڑھتے ہیں ،اس کے بعد زوال

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد ۳،صفحہ ۲۵۔

آفتاب تک سجدہ میں رہتے ہیں زوال کے وقت کوئی اُن کو آکر بتاتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کب غلام اُن کو آکر کہتا ہے :زوال کا وقت ہوگیا ہے ،جب وہ سجدہ سے اٹھتے ہیں تو تجدید وضو کے بغیر پھر نماز پڑھنے لگتے ہیں ۔۔۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ سجدوں میں ہرگز نہیں سوتے ،نہ ہی آپؑ پر غفلت طاری ہوتی ہے اور نماز عصر تک آپؑ اسی طرح رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں تو اس کے بعد آپؑ سجدہ کرتے ہیں اور سورج کے غروب ہونے تک سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں ،جب سورج غروب ہوجاتا ہے توآپ سجدہ سے اٹھتے ہیں اور کسی حدث کے صادر ہوئے بغیر نماز مغرب بجالاتے ہیں آپ ہمیشہ نماز عشاء تک نمازاور تعقیباتِ نماز پڑھتے تھے ،اس کے بعد نماز عشاء بجالاتے اور نماز عشا پڑھنے کے بعد آپؑ کچھ تناول فرماتے ،اس کے بعد تجدید وضو کرتے پھر سجدہ میں چلے جاتے اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے تو کچھ دیر کیلئے سوجاتے ،اس کے بعد اٹھ کر تجدید وضو کرتے اور طلوع فجر تک نماز پڑھتے اس کے بعد نماز صبح بجالاتے تھے ۔جب سے میرے پاس ہیں اُن کا یہی طریقہ ہے ۔

جب عبد اللہ نے فضل کو امام کا یہ اکرام و تکریم کرتے دیکھا تو اس کو امامؑ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرنے کی یوں تاکید کرنے لگا :اللہ کا تقویٰ اختیار کر،اور اس سلسلہ میں کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے تیری نعمت زائل ہو جائے ،اور جان لے !کسی نے کسی کیلئے کوئی برائی نہیں کی مگر یہ کہ اس کی نعمت زائل ہوگئی ۔فضل نے کہا :مجھے کئی مرتبہ آپؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا لیکن میں نے قبول نہیں کیا ،اور تم جانتے ہو کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا ۔اگر مجھے قتل بھی کر دیا جائے تو بھی جو انھوں نے مجھ سے کہا وہ انجام نہیں دوں گا[1] ۔ امامؑ کا ملول و رنجیدہ ہونا امامؑ قید خانہ میں ایک طویل مدت تک رہنے کی وجہ سے ملول و رنجیدہ ہوگئے ،اور آپؑ نے خدا سے ہارون کے قید خانہ سے نجات عطا کرنے کی التجا کی آپؑ نے رات کی تاریکی میں چار رکعت نماز ادا کی اور خدا سے یہ دعا کی :''اے میرے سید و آقا !مجھے ہارون کے قید خانہ سے نجات دے ،اس کے قبضہ سے مجھے چھٹکارا دے ،اے ریت اور مٹی سے درخت کو اگانے والے ، اے لوہے اور پتھر سے آگ نکالنے والے ، اے گوبر اور خون سے دودھ پیدا کرنے والے ،اے

[1] عیون اخبار الرضا، جلد ۱،صفحہ ۹۸۔۹۹۔

مشیمہ (رحم میں بچہ کی جھلی) اور رحم سے بچہ پیدا کرنے والے ،اے احشاء اور امعاء سے روح کو نکالنے والے مجھے ہارون کے ہاتھ سے نجات دلادے[1] ۔اللہ نے اپنے ولی کی دعا کو مستجاب کرلیااور آپؑ کو باغی ہارون کے قید خانہ سے اس خواب کے ذریعہ رہائی دلا ئی جو اس نے دیکھا تھا ۔

امامؑ کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ میں بھیجنا

ہارون نے امامؑ کو دوسری مرتبہ گرفتار کرکے فضل بن یحییٰ کے قید خانہ میں ڈال دیا،فضل نے امامؑ کی بہت ہی خاطر و مدارات کی جس کا آپؑ نے بقیہ دوسرے قید خانوں میں مشاہدہ نہیں کیا تھا ، ہارون کے ایک جاسوس نے فضل کے ذریعہ امام کی خاطر و مدارات کی خبر ہارون کو دی، جس کو سُن کر ہارون طیش میں آگیا،اس نے فضل کو وہاں سے ہٹا کر سو تازیانے لگانے کی خاطر ایک سپاہی روانہ کیا اور جس وقت وہ تازیانے لگانے لگا اس وقت ہارون رشید ،اپنے محل میں تھا وہیں پر وزراء ،لشکر کے سرداراور لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا ،رشید نے بلند آواز میں کہا :لوگو ! فضل بن یحییٰ نے میری اور میرے امر کی مخالفت کی ہے لہٰذا میں اس کو لعنت کا مستحق سمجھتا ہوں اس لئے تم سب اُس پر لعنت کرو ۔چاروں طرف سے مجمع سے فضل پر لعنت و سب و شتم کی آوازیں بلند ہونے لگیں ،وہاں پر یحییٰ بن خالد بھی موجود تھا جو جلدی سے رشید کے پاس پہنچا اور اُس نے یہ کہکر اس کو خوش کیا :اے امیر المومنین فضل سے ایک چیز صادر ہوگئی ہے اور اُس کے لئے تو میں ہی کافی ہوں ۔

ہارون رشید خوش ہوگیا،اس کا غصہ دور ہوگیا اور اُس نے یہ کہکر اپنی خوشی کا اظہار کیا : فضل نے ایک امر میں میری مخالفت کی تو میں نے اس پر لعنت کر دی ہے اور اس نے توبہ کرلی تو ہم نے بھی اس کی توبہ قبول کر لی ہے لہٰذا تم سب جاؤ ۔ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی وہ لوگ ہارون کی اس متضاد اور دوہری سیاست کی اطاعت اور تائید کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے :اے امیر المومنین!،ہم اس سے محبت کرتے ہیں جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں اور ہم

---

[1] مناقب جلد ۲ صفحہ ۳۷۰۔

اس سے محبت کرتے ہیں[1]۔امام،سندی کے قید خانہ میںرشید نے امام کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ سے سندی بن شاہک کے قید خانہ میں منتقل کرنے کا حکم دیا ،وہ مجوسی اور بہت خبیث جلّاد تھا ،نہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ ہی روز قیامت کو مانتا تھا ،اس نے امام پر بے انتہا سختی کی یہاں تک کہ امام کوزہر دیدیا ،جو آپ کے پورے بدن میں سرایت کر گیا ،امام دردو الم سے کراہنے لگے یہاں تک آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ،آپ کی شہادت سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا ،آخرت آپ کے نور سے منور ہو گئی ،خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ امام پر زمانہ کے اُس سر کش ہارون کی طرف سے مصائب و آلام کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹے،ہارون خاندان نبوت سے بہت زیادہ کینہ وحسد رکھتا تھا اور اُن کا دشمن تھا ۔

امام کی شہادت کے بعد سرکاری انتظامیہ ہارون کو امام کے قتل سے بریٔ الذمہ قرار دینے کیلئے آپ کی شہادت کے اسباب کے سلسلہ میں تفتیش کر نے لگی، عمرو بن واقد سے روایت ہے کہ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد سندی بن شاہک کا میرے پاس خط پہنچااس وقت میں بغداد میں تھا، میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ میرے ساتھ کوئی برا قصد تو نہیں رکھتا ہے،میں نے اپنے اہل و عیال کو یہ سب دیکھ کر وصیت کی اور کہا : اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون،پھر میں سوار ہوکر اس کے پاس پہنچا ، جب اُس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے کہنے لگا :اے ابو حفص شاید آپ ہم سے گھبرا گئے ہیں ؟ ہاں ۔ گھبراؤ نہیں ،خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔ میرے اہل و عیال کے پاس ایک قاصد بھیج دے تاکہ وہ جا کر انھیں بتائے کہ کوئی بات نہیں ہے ۔

ہاں ۔جب وہ مطمئن ہوگیا تو سندی نے اُس سے کہا : اے ابو حفص!کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمھیں یہاں کیوں بلا بھیجا ہے ؟نہیں ۔کیا تم موسیٰ بن جعفر کو جانتے ہو ؟ہاں میں انھیں پہچانتا ہوں اور کچھ زمانہ سے میری اور اُن کی دوستی ہے ۔کیا بغداد میں کوئی یہ قبول کرلے گا کہ تم انھیں جانتے ہو ؟ہاں ۔پھر اُس نے اُن لوگوں کے نام بتائے جو امام کو جانتے تھے،سندی نے ان سب کو بلا بھیجا جب وہ آگئے تو اس نے اُن سے کہا :کیا تم کسی ایسی قوم کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفر کو پہچانتی ہے ؟تو انھوں نے اُس قوم کے نام

[1] مقاتل الطالبین ،صفحہ ۵۰۳۔۵۰۴۔

بتائے جو امام موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتی تھی تو اُس قوم کو بھی بلایا گیا یہاں تک کہ پوری رات گذر گئی اور نور کا تڑکا ظاہر ہوا تو اس کے پاس پچاس سے زیادہ شاہد جمع ہو چکے تھے اُس نے منشی سے اُن سب کے نام، پتے، کام اور خصوصیات لکھوائے پھر وہ وہاں سے نکلا کچھ افراد اُس کے ساتھ ساتھ تھے تو اس نے عمرو بن واقد سے کہا :اے ابو حفص کھڑے ہو جاؤ اور موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ ۔ عمرو نے کھڑے ہو کر آپؑ کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپؑ کی روح پرواز کر گئی ہے، اس وقت سندی نے اس جماعت سے مخاطب ہو کر کہا : اِن کی طرف دیکھو ،وہ اُن کے قریب ہوا اور اُن سے کہا :تم گواہ رہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں ؟ان لوگوں نے کہا :ہاں ۔ پھر اس نے اپنے غلام کو امامؑ کے جسم سے لباس اُتارنے کا حکم دیا ،غلام نے ایسا ہی کیا،پھر اُس نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا :کیا تم ان کے جسم پر کوئی ضرب کا نشان دیکھ رہے ہو ؟نہیں ۔ پھر اُن کی گواہی لکھی اور وہ سب پلٹ گئے[1]،اس کے بعد اس نے فقہا اور بڑی بڑی شخصیتوں کو بلاکر امام موسیٰ بن جعفرؑ کے قتل سے ہارون کے برئ الذمہ ہونے کی گواہی دلوائی ۔امامؑ کی نعش مبارک بغداد کے پُل پرامامؑ کی نعش مبارک بغداد کے پُل پر رکھ دی گئی تاکہ دور و نزدیک والے سب دیکھ لیں جب گزرنے والوں کی بھیڑ ہٹی توامامؑ کا روئے مبارک ظاہر ہوا ،ایسا کرنے سے حکومت کا مقصد امامؑ کی اہانت اورشیعوں کو ذلیل و رسوا کرنا تھا ،بعض شاعر کہتے ہیں:

مُثْلُ مُوسیٰ یُرمیٰ عَلیٰ ا لجُسرِیْتاً لَمْ یُشَیِّعہُ لِلْقُبُوْرِمُوَحِدٌ! حَلُوْہُ وَالْحدِیْدِ بِرِجْلیۃِ ہَزِیْجٌ لَہُ الْاَھاصِیْبُ تَتَّھِدُ ''افسوس کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی جیسی شخصیت کا جنازہ بغداد کے پُل پر لا کر رکھ دیا گیااور تشیع کے لئے کوئی دیندار نہ آیا ۔آپؑ کا جنازہ اس عالم میں اٹھایا گیا کہ آپؑ کے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی تھیں ''۔ہارون رشید کی تمام کوششیں خاک میں مل کر رہ گئیں امامؑ ہمیشہ کیلئے زندۂ جاوید ہیں امامؑ کا مرقد مطہر کو اللہ کے صالح و نیک بندوں میں ایک باعزت مقام حاصل ہے جس سے اللہ کی رحمت کی خوشبوئیں چاروں طرف پھوٹ رہی ہیں، مسلمان امامؑ کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور ہارون کا نہ کوئی نام و نشان ہے اور نہ ہی کوئی اس کو یاد کرنے والا ہے ،نہ اس کی کو

[1] بحارالانوار، جلد ١١،صفحہ ٣٠۔

ئی ضریح ہے جس پر کوئی جائے ،وہ اپنے خاندان کے ساتھ ابدی اندھیروں میں مدفون ہوگیا ،عنقریب خداوند عالم اُس کا مشکل حساب لے گا جس جس ظلم و جور کا وہ مرتکب ہوا ہے ۔حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے بڑھ کر ضلالت کا یہ ثبوت دیا کہ وہ بغداد کی سڑکوں پر نکل کر یہ اعلان کریں :یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کے بارے میں شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اِن کو موت نہیں آئے گی دیکھو یہ مرگئے ہیں[1] ۔اسی طرح انھوں نے یہ کہنے کے بجائے :یہ طیب ابن طیب کے فرزند ہیں دوسرے کلمات کہے ،سلیمان بن ابو جعفر منصور نے امام کی تجہیز کی اس کے دوستوں نے امامؑ کی نعش مبارک سرکاری مزدوروں کے ہاتھوں سے لی اور یہ اعلان کیا :آگاہ ہوجاؤ جو طیب ابن طیب موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازے میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ حاضر ہو جائے ۔مختلف طبقوں کے لوگ امامؑ کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے نکل پڑے ،لوگوں نے ننگے پیر آپ کی تشییع جنازہ کی جس کی بغداد میں کوئی نظیر نہیں ملتی ہے،سڑکوں پر بہت زیادہ بھیڑ تھی اور سب بہت زیادہ رنج و غم میں غرق تھے،سلیمان اور اس کے افراد جنازے میں پیش پیش تھے جنازہ کو قریش کی قبروں کے پاس لایا گیا وہیں پر قبر کھودی گئی سلیمان قبر میں اُترے اور آپؑ کے جنازہ کو آپؑ کی ابدی آرام گاہ میں رکھا اور حلم علم ،کرامت اور بلند اخلاق کو زمین کے اندر چھپا دیا ،سلام ہو اُن پر جس دن وہ پیدا ہوئے ،شہید ہوئے اور جس دن مبعوث کئے جائیں گے ۔

[1] حیاۃالامام موسیٰ بن جعفر ؑ ،جلد ۲،صفحہ ۵۲۲۔

حضرت امام رضا علیہ السلام

امام رضا اللہ کے نور کا ٹکڑا،اسکی رحمت کی خوشبو اور ائمہ طاہرینؑ کی آٹھویں کڑی ہیں جن سے اللہ نے رجس کو دوررکھااوران کو اس طرح پاک وپاکیزہ رکھاجو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے ۔ مامون نے ائمہ طاہرینؑ کے متعلق اپنے زمانہ کے بڑے مفکروادیب عبداللہ بن مطرسے سوال کرتے ہوئے کہا : اہل بیتؑ کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے ؟عبداللہ نے ان سنہرے لفظوں میں جواب دیا :میں اس طینت کے بارے میں کیاکہوں جس کا خمیر رسالت کے پانی سے تیار ہوااوروحی کے پانی سے اس کو سیراب کیاگیا ؟کیا اس سے ہدایت کے مشک اور تقویٰ کے عنبر کے علاوہ کوئی اورخوشبو آسکتی ہے ؟ان کلمات نے مامون کے جذبات پر اثرکیا اس وقت امام رضاؑ بھی موجود تھے،آپ نے عبداللہ کامنھ موتیوں سے بھر دینے کا حکم صادر فرمایا[1] ۔وہ تمام اصلی ستون اور بلند و بالا مثالیں جن کی امامؑ عظیم سے تشبیہ دی گئی ہے، آپؑ کے سلوک ، ذات کی ہو شیاری اور دنیا کی زیب و زینت سے رو گردانی کرنا سوائے اُن ضروریات کے جن سے انسان اللہ سے لولگاتا ہے، یہ سب اسلام کی دولتوں میں سے ایک دولت ہے ۔ہم ان میں سے بعض خصوصیات اختصار کے طور پر بیان کرتے ہیں:

آپؑ کی پرورش

امامؑ نے اسلام کے سب سے زیادہ باعزت وبلند گھرانہ میں پرورش پائی ،کیونکہ یہ گھر وحی کا مرکز ہے ۔یہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کا بیت الشرف ہے جو تقویٰ اور ورع وپرہیزگاری میں عیسیٰ بن مریم کے بیت الشرف کے مشابہ ہے ،گویا یہ بیت الشرف عبادت اور اللہ کی اطاعت کے مراکز میں سے تھا ، جس طرح یہ بیت الشرف علوم نشرکرنے ا ور اس کو لوگوں کے درمیان شائع کرنے کا مرکزتھا اسی بیت الشرف سے لاکھوں علماء ، فقہاء،اور ادباء نے تربیت پائی ہے ۔اسی بلند وبالا بیت الشرف میں امام رضاؑ نے

[1] حیاۃالامام رضا ؑ ، جلد ۱،صفحہ ۱۰۔

پرورش پائی اور اپنے پدر بزرگوار اور خاندان کے آداب سے آراستہ ہوئے جن کی فضیلت ،تقویٰ اور اللہ پر ایمان کے لئے تخلیق کی گئی ہے ۔آپؑ کا عرفان اور تقویٰ امام رضاؑ کے عرفان کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ حق پر پائیدار تھے،اور آپ نے ظلم کے خلاف قیام کیا تھا،اس لئے آپ مامون عباسی کو تقوائے الٰہی کی سفارش فرماتے تھے اور دین سے مناسبت نہ رکھنے والے اس کے افعال کی مذمت فرماتے تھے، جس کی بناء پر مامون آپ کا دشمن ہوگیااور اس نے آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیااگرامامؑ اس کی روش کی مذمت نہ کرتے جس طرح کہ اس کے اطرافیوں نے اس کے ہرگناہ کی تائید کی تو آپ کا مقام اس کے نزدیک بہت عظیم ہوتا ۔اسی بناء پرمامون نے بہت جلد ہی آپ کو زہر دے کر آپؑ کی حیات ظاہری کا خاتمہ کردیا ۔

آپ کے بلند وبالااخلاق

امام رضاؑ بلند و بالا اخلاق اور آداب رفیعہ سے آراستہ تھے اور آپ کی سب سے بہترین عادت یہ تھی کہ جب آپ دستر خوان پر بیٹھتے تھے تو اپنے غلامویہاں تک کہ اصطبل کے رکھوالوں اور نگہبانوں تک کو بھی اسی دستر خوان پر بٹھاتے تھ[1]ے۔ ابراہیم بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضاؑ کو یہ فرماتے سنا ہے: ایک شخص نے آپ سے عرض کیا :خدا کی قسم آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے ہیں ۔امامؑ نے یہ فرماتے ہوئے جواب دیا :اے فلاں! مت ڈر،مجھ سے وہ شخص زیادہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کی سب سے زیادہ اطاعت کرے ۔خدا کی قسم یہ آیت نسخ نہیں ہوئی ہے۔امامؑ اپنے جد رسول اعظم کے مثل بلند اخلاق پر فائز تھے جو اخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے ممتاز تھے ۔

آپؑ کا زہد

امامؑ نے اس پر مسرت اورزیب وزینت والی زندگی میں اپنے آباء عظام کے مانند کردار پیش کیا جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا،آپؑ کے جد بزرگوارامام امیرالمومنینؑ نے اس دنیا کو تین مرتبہ طلاق دی جس کے بعد اس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا ۔محمد بن عباد نے امام

---

[1] نورالابصار، صفحہ۱۳۸۔

کے زہد کے متعلق روایت کی ہے :امام گرمی کے موسم میں چٹائی پر بیٹھتے ، سردی کے موسم میں ٹاٹ پر بیٹھتے تھے،آپ سخت کھر درا لباس پہنتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ لوگوں سے ملاقات کے لئے جاتے تو پسینہ سے شرابور ہوجاتے تھے[1] ۔دنیا میں زہد اختیار کرنا امام کے بلند اور آشکار اور آپ کے ذاتی صفات میں سے تھا،تمام راویوں اور مورخین کا اتفاق ہے کہ جب امام کو ولی عہد بنایا گیا تو آپ نے سلطنت کے مانند کوئی بھی مظاہرہ نہیں فرمایا،حکومت و سلطنت کو کوئی اہمیت نہ دی،اس کے کسی بھی رسمی موقف کی طرف رغبت نہیں فرمائی،آپ کسی بھی ایسے مظاہرے سے شدید کراہت کرتے تھے جس سے حاکم کی لوگوں پر حکومت وبادشاہت کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے تھے: لوگوں کا کسی شخص کی اقتدا کرنا اس شخص کیلئے فتنہ ہے اور اتباع کرنے والے کیلئے ذلت و رسوائی ہے ۔

آپ کے علوم کی وسعت

امام رضا اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل تھے اور آپ نے ان (اہل زمانہ) کو مختلف قسم کے علوم جیسے علم فقہ،فلسفہ ،علوم قرآن اور علم طب وغیرہ کی تعلیم دی ۔ہروی نے آپ کے علوم کی وسعت کے سلسلہ میں یوں کہا ہے :میں نے علی بن موسی رضا سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں دیکھا،مامون نے متعدد جلسوں میں علماء ادیان،فقہاء شریعت اور متکلمین کو جمع کیا،لیکن آپ ان سب پر غالب آگئے یہاں تک کہ ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس نے آپ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا ہو،اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے: ’’میں ایک مجلس میں موجود تھا اور مدینہ کے متعدد علماء بھی موجود تھے،جب ان میں سے کوئی کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا تھا تو اس کو میری طرف اشارہ کردیتے تھے اور مسئلہ میرے پاس بھیج دیتے تھے اور میں اس کا جواب دیتا تھا[2] ‘‘ ۔ابراہیم بن عباس سے مروی ہے :میں نے امام رضا کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ آپ نے ہر سوال کا جواب دیا ہے[3] ۔میں نے آپ کے زمانہ میں کسی کو آپ

[1] عیون اخبار الرضا ،جلد ۲صفحہ ۱۷۸۔مناقب ،جلد ۴،صفحہ ۳۶۱۔
[2] کشف انعمہ، جلد۳ صفحہ۱۰۷۔
[3] ایک نسخہ میں الاعلم آیاہے۔

سے اعلم نہیں دیکھااور مامون ہر چیز کے متعلق آپ سے سوال کرکے آپ کا امتحان لیتا تھااور آپؑ اس کا جواب عطا فرماتے تھے[1] ۔مامون سے مروی ہے :میں اُن (یعنی امام رضاؑ)سے افضل کسی کو نہیں جانتا[2]۔ بصرہ،خراسان اور مدینہ میں علماء کے ساتھ آپ کے مناظرے آپ کے علوم کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں ۔دنیاکے جن علماء کو مامون آپ کا امتحان لینے کے لئے جمع کرتا تھا وہ ان سب سے زیادہ آپؑ پر یقین اور آپ کے فضل و شرف کا اقرار کرتے تھے،کسی علمی وفد نے امامؑ سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ اس نے آپ کے فضل کا اقرار کرلیا ۔مامون آپ کو لوگوں سے دور رکھنے پر مجبور ہوگیاکہ کہیں آپ کی وجہ سے لوگ اس سے بدظن نہ ہوجائیں۔

اقوال زرین

امامؑ نے متعدد غرر حکم،آداب ،وصیتیں اوراقوال ،ارشاد فرماتے جن سے لوگ استفادہ کرتے تھے یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں عالم اسلامی کے سب سے بڑے استاد تھے اور آپ نے حکمت کے ذریعہ مسلمانوں کی تہذیب اور ان کی تربیت کے لئے جدوجہد کی ہے ہم ان میں سے بعض چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

عقل کی فضیلت

اللہ نے انسان کو سب سے افضل نعمت عقل کی دی ہے جس کے ذریعہ انسان اور حیوانات کو جدا کیا جاتا ہے اور امامؑ نے بعض احادیث میں عقل کے متعلق گفتگو کی ہے جیسے: ا۔امام رضاؑ کا فرمان ہے : ''ہر انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے''[3] ۔یہ حکمت آمیز کلمہ کتنا زیبا ہے کیونکہ عقل ہرانسان کا سب سے بڑا دوست ہے جو اس کو محفوظ رکھتی ہے اور

---

[1] حیاة الامام الجوادؑ صفحہ۴۲۔
[2] اعیان الشیعہ ،جلد۴ صفحہ۲۰۰۔
[3] اصول کافی ،جلد۱ صفحہ۱۱ ،وسائل، جلد۱۱ صفحہ۱۶۱۔

دنیوی تکلیفوں سے نجات دلاتی ہے اور انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ جہالت ہے جو اس کو اس دنیا کی سخت مشکلات میں پھنسا دیتی ہے ۔

۲۔امامؑ کا فرمان ہے : ''سب سے افضل عقل انسان کا اپنے نفس کی معرفت کرنا ہے[1]''۔بیشک جب انسان اپنے نفس کے سلسلہ میں یہ معرفت حاصل کرلیتاہے کہ وہ کیسے وجود میں آیا اوراس کا انجام کیا ہوگا تو وہ عام اچھائیوں پر کامیاب ہوجاتا ہے اور وہ برائیوں کو انسان سے دور کردیتا ہے اور اس کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے اور یہی چیز اس کے خالق عظیم کی معرفت پر دلالت کرتی ہے ۔جیساکہ حدیث میں وارد ہوا ہے : ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' ۔ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کرلی''۔

محاسبۂ نفس

امامؑ کا فرمان ہے : ''جس نے اپنے نفس کا حساب کیا اس نے فائدہ اٹھایااور جو اپنے نفس سے غافل رہا اس نے گھاٹا اٹھایا[2]''۔ بیشک انسان کا اپنے نفس کا حساب کرنا کہ اس نے کون سے اچھے کام کئے ہیں اور کون سے برے کام انجام دیئے ہیں اور اس کااپنے نفس کو برے کام کرنے سے روکنا،اور اچھے کام کرنے کی طرف رغبت دلانا تو یہ اس کی بلندی نفس ،فائدہ اور اچھائی پر کامیاب ہونے کی دلیل ہے ،اور جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے سے غفلت کی تو یہ غفلت انسان کو ایسی مصیبت میں مبتلا کردیتی ہے جس کے لئے قرار وسکون نہیں ہے ۔

[1] اعیان الشیعہ ،جلد۴ صفحہ۱۹۶۔
[2] اصول کافی، جلد ۲صفحہ ۱۱۱۔

کاروبار کی فضیلت

امام فرماتے ہیں : ''اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے مانند ہے یہ وہ شرف ہے جسے انسان کسب کرتا ہے اور ایسی کوشش ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے[1]''۔سب سے اچھے لوگ امام سے سب سے اچھے اور سب سے نیک لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا توآپ نے فرمایا : ''وہ لوگ جب اچھے کام انجام دیتے ہیں تو ان کو بشارت دی جاتی ہے ،جب ان سے برے کام ہوجاتے ہیں تووہ استغفار کرتے ہیں،جب ان کو عطا کیا جاتا ہے تو شکرادا کرتے ہیں جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں[2]''۔یہ حقیقت ہے کہ جب انسان ان اچھے صفات سے متصف ہوجاتا ہے تو اس کا سب سے افضل اور نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور وہ کمال کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے ۔

آپ کی نصیحتیں

امام نے ابراہیم بن ابی محمود کو یوں وصیت فرمائی: ''مجھے میرے والد بزرگوار نے انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے اور انھوں نے رسول اسلام سے نقل کیا ہے :جس نے کسی کہنے والے کی بات کان لگا کر سنی اس نے اس کی عبادت کی،اگراس کہنے والے کی گفتگوخدا ئی ہے تو اُس نے خدا کی عبادت کی اور اگراس کی گفتگو شیطانی ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا :اے ابو محمود کے فرزند : میں نے جو کچھ تم کو بتایا ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ میں نے اپنی اس گفتگو میں دنیا و آخرت کی بھلا ئی بیان کر دی ہے[3]''۔اس وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل بیت کی اتباع اُن کے طریقۂ کار کی اقتدا اور ان کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنا واجب ہے ،بیشک اس میں نجات ہے اور ہلاکت سے محفوظ رہنا ہے اور اللہ کی راہ میں بڑی کا میابی ہے ۔

---

[1] تحف العقول ،صفحہ ۴۴۵۔
[2] تحف العقول ،صفحہ۴۴۵۔
[3] وسائل الشیعہ، جلد ۱۸صفحہ ۹۲۔

۲۔مالدار اور فقیر کے درمیان مساوات امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو سلام کے ذریعہ مالدار اور فقیر کے درمیان مساوات کرنے کی سفارش فرمائی ہے : ''جو شخص مسلمان فقیر سے ملاقات کرتے وقت اس کو دولت مند کو سلام کرنے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے سلام کرے تو خداوند عالم اس سے غضبناک ہونے کی صورت میں ملاقات کرے گا[1]'' ۔

۳۔مومن کے چہرے کا ہشاش بشاش ہونا امام رضاؑ نے اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی کہ مومن کا چہرہ ہشاش بشاش ہونا چاہئے اس کے بالمقابل اس کا چہرہ غیظ و غضب والا نہیں ہونا چاہئے امامؑ فرماتے ہیں '': جس نے اپنے مومن بھائی کو خوش کیا اللہ اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جس کے لئے اللہ نیکیاں لکھ دے اس پر عذاب نہیں کرے گا[2]''۔یہ وہ بلند اخلاق ہیں جن کی ائمہ اپنے اصحاب کو سفارش کیا کرتے تھے تاکہ وہ لوگوں کیلئے اسوۂ حسنہ قرار پائیں ۔

۴۔عام وصیت امامؑ نے اپنے اصحاب اور باقی تمام لوگوں کو یہ بیش قیمت وصیت فرمائی : ''لوگو !اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو ،خدا کی مخالفت کے ذریعہ خدا کی نعمتوں کو خود سے دور نہ کرو ،یاد رکھو کہ خدا و رسول پر ایمان اور آل رسول میں سے اولیائے الٰہی کے حقوق کے اعتراف کے بعد کسی ایسی چیز کے ذریعہ تم شکر الٰہی بجا نہیں لا سکتے جو اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اپنے مومن بھائیوں کی اُس دنیا کے سلسلہ میں مدد کرو جو اُن کے پروردگار کی جنت کی جانب تمہارے لئے گذر گاہ ہے جو ایسا کرے گا وہ خاصانِ خدا میں سے ہوگا[3]''۔اس وصیت میں تقوائے الٰہی ،بھائیوں کی مدد اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے کی سفارش کی گئی ہے ۔

[1] وسائل الشیعہ ،جلد ۸ صفحہ ۴۴۲۔
[2] وسائل الشیعہ ،جلد ۸ صفحہ۴۸۳۔
[3] در تنظیم ،صفحہ ۲۱۵۔

کلمات قصار

امام رضاؑ کے حکمت آمیز کلمات قصار چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح حکمتوں سے پُر ہیں: ۱۔امامؑ نے فرمایا ہے : ''اگر کوئی ظالم و جابر بادشاہ کے پاس جائے اور وہ بادشاہ ان کو اذیت و تکلیف دے تو اس کو اس کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی اس پر صبر کرنے سے اس کو رزق دیا جائے گا[1]''۔

۲۔امام رضاؑ کا فرمان ہے : ''لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے[2]''۔

۳۔امام رضاؑ فرماتے ہیں : ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عافیت کے دس جزء ہوں گے جس میں نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہوں گے اور ایک حصہ خاموشی میں ہوگا[3]''۔

۴۔امام رضاؑ فرماتے ہیں : ''بخیل کے لئے چین و سکون نہیں ہے اور نہ ہی حسود کے لئے لذت ہے،ملول رنجیدہ شخص کے لئے وفا نہیں ہے اور جھوٹے کے لئے مروّت نہیں ہے[4]''۔

۵۔امام رضاؑ فرماتے ہیں : ''جس نے مومن کو خوش کیا خدا قیامت کے دن اُس کو خوشحال کرے گا[5]''۔

۶۔امام رضاؑ فرماتے ہیں : ''مومن، مومن کا سگا بھائی ہے،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی پر الزام لگایاملعون ہے، ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا ، ملعون ہے،ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کی،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کے اسرار سے پردہ اٹھایا ،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے[6]''۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ،جلد ۳صفحہ ۱۸۱۔
[2] بحارالانوار ،جلد ۷۸ صفحہ ۳۳۵۔
[3] تحف العقول ،صفحہ ۴۴۶۔
[4] تحف العقول ،صفحہ ۴۴۶۔
[5] وسائل الشیعہ ،جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۷۔
[6] وسائل الشیعہ ،جلد ۸ صفحہ ۵۶۳۔

آپؑ کو تمام زبانوں کا علم

امامؑ تمام زبانیں جانتے تھے، ابو اسماعیل سندی سے روایت ہے: میں نے ہندوستان میں یہ سنا کہ عرب میں ایک اللہ کی حجت ہے، تو اُس کی تلاش میں نکلا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ وہ امام رضاؑ ہیں میں اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب آپ کی بارگاہ میں پہنچا تو میں نے آپؑ کو سندھی زبان میں سلام کیا امامؑ نے سندھی زبان میں ہی سلام کا جواب دیا ،میں نے آپؑ کی خدمت مبارک میں عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک اللہ کی حجت ہے اور اسی حجت کی تلاش میں آپؑ کے پاس آیا ہوں تو امامؑ نے فرمایا: ''میں ہی اللہ کی حجت ہوں ''،اس کے بعد فرمایا: ''جو کچھ تم سوال کرنا چاہتے ہو سوال کرو '' میں نے آپؑ سے متعدد مسائل دریافت کئے تو آپؑ نے میری زبان میں ہی اُن کا جواب بیان فرمایا[۱]۔

ابو صلت ہروی سے روایت ہے :امام رضاؑ لوگوں سے اُن ہی کی زبان میں کلام کیا کرتے تھے ۔ میں نے امامؑ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اے ابو صلت میں مخلوق پر اللہ کی حجت ہوں اور اللہ کسی قوم پر ایسی حجت نہیں بھیجتا جو اُن کی زبان سے آشنا نہ ہو،کیا تم نے امیر المومنین کا یہ کلام نہیں سُنا: ہم کو فصل خطاب عطا کیا گیا ہے؟کیا وہ زبانوں کی واقفیت کے علاوہ کچھ اور ہے[۲]؟'' ۔یاسر خادم سے روایت ہے :امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف میں صقالبہ اور روم کے افراد تھے،امام ابو الحسنؑ اُن سے بہت قریب تھے ،میں نے آپؑ کو اُن سے صقلبی اور رومی زبان میں گفتگو کرتے سنا ہے اور وہ اُس کو لکھ کر آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے[۳] ۔اسی چیز کو شیخ محمد بن الحسن حرّ نے اس شعر میں قلبند کیا ہے :وَعِلْمُہُ بِجُمْلَةِ اللُّغَاتِ مِن أوْضَحِ الاِعْجَازِ وَالآیَاتِ[۴] ''تمام زبانوں سے آپؑ کی آشنائی آپؑ کا واضح معجزہ اور نشانی ہے''۔

---

[۱] حیاۃالامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ، جلد ۱صفحہ ۳۸۔
[۲] مناقب ،جلد ۴صفحہ ۳۳۳۔
[۳] مناقب ،جلد ۴صفحہ ۳۳۳۔
[۴] نزھۃ الجلیس ،جلد ۲صفحہ ۱۰۷۔

واقعات و حادثات

امام رضاؑ متعدد واقعات کے رونما ہونے سے پہلے ہی اُن کی خبر دیدیا کرتے تھے،اس سے شیعوں کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو اسی علم سے نوازا ہے جس سے اپنے رسول اور انبیاءؑ کو نوازا ہے،اُن ہی میں سے امامؑ نے یہ خبر دی تھی :مامون اپنے بھائی امین بن زبیدہ کو قتل کرے گا ،جس کو اس شعر میں نظم کیا گیا ہے : فَاِنَ الضِغْنَ بَعْدَ الضِغْنِ یَفْشُوعَلَیْکَ وَیُخْرِجُ الدّاءالدَّ فِیْنَا[1] ''بیشک کینہ کے بعد کینہ مسلسل کینہ کرنے سے تمہارے اوپر راز فاش ہو جائے گااور دبے ہوئے کینے ابھر آئیں گے ''۔

ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ مامون نے آپؑ کے بھائی امین کو قتل کردیا ۔امامؑ نے ایک خبر یہ دی تھی کہ جب محمد بن امام صادقؑ نے مامون کے خلاف خروج کیا تو امام رضاؑ نے ان سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے فرمایا :اے چچا اپنے پدر بزرگوار اور اپنے بھائی (امام کاظم)کی تکذیب نہ کرو ،چونکہ یہ امر تمام ہونے والا نہیں ہے،تو اُس نے یہ بات قبول نہیں کی اور علی الاعلان مامون کے خلاف انقلاب برپا کر دیاکچھ دن نہیں گذرے تھے کہ مامون کا لشکر جلودی کی قیادت میں اس سے روبروہوا اُس نے امان مانگی تو جلودی نے اس کو امان دیدی،اور اس نے منبر پر جاکر خود کو اِس امر سے الگ کرتے ہوئے کہا :یہ امر مامون کے لئے ہے[2]۔ امام رضاؑ نے برامکہ کی مصیبت کی خبر دی تھی ،جب یحییٰ برمکی ان کے پاس سے گذرا تو وہ رومال سے اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا ۔امامؑ نے فرمایا :یہ بیچارے کیا جانیں کہ اس سال میں کیا رونما ہونے والا ہے ۔۔۔اس کے بعد امامؑ نے مزید فرمایا :مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں اور ہارون اس طرح ہیں ، یہ فرماکر آپؑ نے اپنے بیچ اور انگوٹھے کے پاس کی انگلی کو ایک دوسرے سے ملاکر اشارہ کیا[3]۔ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ جو کچھ امامؑ نے فرمایا تھا وہ واقع ہوا ،یہاں تک کہ رشید نے برامکہ پر

---

[1] جوہرۃ الکلام ،صفحہ ۱۴۶۔
[2] حیاۃالامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ، جلد ۱صفحہ ۳۹۔
[3] الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۵۹۔

دردناک عذاب اور مصیبتیں ڈھائیں ،رشید نے خراسان میں وفات پائی اور بعد میں امام رضاؑ کواسی کے پہلو میں دفن کیا گیا ۔

یہ وہ بعض واقعات ہیں جن کی امام رضاؑ نے خبر دی تھی اور ہم نے ایسے متعدد واقعات ''حیاۃ الامام رضاؑ ''میں ذکر کر دئے ہیں ۔

آپؑ کی جود و سخا

مو رخین نے آپؑ کی جود و سخا کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں جن میں سے کچھ یوں ہیں: ۱۔جب آپؑ خراسان میں تھے تو آپؑ اپنا سارا مال فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ،عرفہ کا دن تھا، اور آپؑ کے پاس کچھ نہیں تھا ،فضل بن سہل نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا :یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا : ''اس میں فائدہ ہے ،اس کو تم گھاٹا شمار نہ کرو جس میں فائدہ نہ ہو''۔اگر کوئی شخص اجر الٰہی کی امید میں فقیروں کے لئے انفاق کرتا ہے تو یہ گھاٹا نہیں ہے، بلکہ گھاٹا تو وہ ہے کہ بادشاہوں اور وزیروں کے لئے ان کے سیاسی اورذاتی کاموں میں خرچ کیا جائے ۔

۲۔آپؑ کا ایک مشہور و معروف واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آپؑ کی خدمت با برکت میں آکر عرض کیا :میں آپؑ اور آپؑ کے آباء و اجداد کا چاہنے والا ہوں ،میں حج کر کے واپس آرہا ہوں ،میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور جو کچھ ہے بھی اس سے کچھ کام حل ہونے والا نہیں ہے، اگر آپؑ چاہیں تو میں اپنے شہر واپس پلٹ جاؤں، جب میرے پاس رقم ہو جا ئے گی تو میں اُس کو آپؑ کی طرف سے صدقہ دیدوں گا ،امامؑ نے اُس کو بیٹھنے کا حکم دیا اور آپؑ لوگوں سے گفتگو کرنے میں مشغول ہو گئے جب وہ سب آپؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے اور آپؑ کے پاس صرف سلیمان جعفری اور خادم رہ گئے تو امام اُن سے اجازت لیکر اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے، اس کے بعد اوپر کے دروازے سے باہر آکر فرمایا : ''خراسانی کہاں ہے ؟''،جب وہ کھڑا ہوا تو امامؑ نے اُس کو دو سو دینار دئے اور کہا کہ یہ تمہارے راستے کا خرچ اور نفقہ ہے اور اِن کو میری طرف سے صدقہ نہ دینا وہ شخص امامؑ کی عطا کردہ نعمت سے مالا مال اور خوش ہو کر چلا گیا ۔ سلیمان نے امامؑ کی خدمت میںوں عرض کیا : میری جان

[1] حیاۃالامام محمد تقیؑ ،صفحہ ۴۰۔

آپؑ پر فدا ہو آپؑ نے احسان کیا اور صلۂ رحم کیا تو آپؑ نے اس سے اپنا رُخ انور کیوں چھپایا ۔امامؑ نے جواب میں فرمایا :''میں نے ایسا اس لئے کیا کہ میں سوال کرنے والے کے چہرہ میں ذلت کے آثار دیکھنا نہیں چا ہتا کہ میں اس کی حاجت روا ئی کر رہا ہوں ،کیا تم نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمان نہیں سُنا کہ :چھُپ کر کی جانے والی نیکی ستّر حج کے برابر اور علی الاعلان برائی انجام دینے والا متروک شمار ہوتا ہو۔کیا تم نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا : مَتیٰ آتِہِ یَوماً لِاَطْلُبَ حَاجَۃً رَجَعْتُ اِلیٰ أَھْلِيْ وَوَجْھِيْ بِمَاءِہِ [1] ''جب میں ایک دن کسی حاجت کے لئے اس کے پاس آؤں تو میں اپنے اہل و عیال کے پاس پلٹا تو میری عزت اُن کی عزت سے وابستہ تھی ''۔قارئین کرام کیاآپ نے امام رضاؑ کی اس طرح انجام دی جانے والی نیکی ملاحظہ فر ما ئی ؟یہ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے ۔

۳۔ایک فقیر نے آپ کے پاس آکر عرض کیا :مجھے اپنی حیثیت کے مطابق عطا کر دیجئے ۔''لایَسَعُنِيْ ذٰلِکَ ''۔''مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے ''۔بیشک امام کی حیثیت کی کو ئی انتہا نہیں ہے ،امام کے پاس مال و دولت ہے ہی نہیں جو کسی اندازہ کے مطابق عطا کیا جائے ،فقیر نے اپنی بات کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا :یعنی میری مروت کی مقدار کے مطابق ۔امامؑ نے مسکرا کر اس کی بات قبول کرتے ہوئے فرمایا :''ہاں اب ضرور عطا کیا جا ئے گا ۔''۔پھر اس کو دو سو دینار دینے کا حکم صادر فر مایا [2] ۔یہ آپؑ کی سخاوت کے کچھ نمونے تھے ،اور ہم نے اِن میں سے کچھ نمونے اپنی کتاب حیاۃ الامام رضاؑ میں بیان کر دئے ہیں ۔

عبادت

امام اللہ کی یاد میں منہمک رہتے اور خدا سے نزدیک کرنے والے ہر کام کو انجام دیتے تھے آپؑ کی حیات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گذرا جو نور، تقویٰ اور ورع کا نمونہ تھا،آپؑ کے بعض اصحاب کا کہنا ہے : میں نے جب بھی آپ کو دیکھا تو قرآن کی یہ آیت یاد

[1] حیاۃالامام علی بن مو سی الرضا ؑ ، جلد ۱صفحہ ۳۵۔
[2] مناقب ،جلد ۴، صفحہ ۳۶۱۔ ۲۔سورۂ ذاریات، آیت ۱۷ ۔

آگئی : (كَانُوا قَلِيلًا مِن اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ[1]) ۔ ''(یہ رات کے وقت بہت کم سوتے تھے ''۔ شبراوی نے آپ کی عبادت کے متعلق کہا ہے :آپ وضواور نماز والے تھے ،آپ ساری رات با وضو رہتے ،نماز پڑھتے اور شب بیداری کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ۔ اور ہم نے آپ کی عبادت اور قنوت و سجود میں دعا کے متعلق اپنی کتاب ''امام علی بن موسیٰ الرضاء کی سوانح حیات میں ''مفصل طور پر تذکرہ کر دیا ہے ۔

آپ کی ولی عہدی

عباسی دور میں سب سے اہم واقعہ یہ رو نما ہوا کہ مامون نے امام رضاء کو اپنا ولیعہد بنا دیا یعنی وہ عباسی خلافت جو علوی سادات سے دشمنی رکھتی تھی اس میں تبدیلی واقع ہو گئی اور اس بڑے واقعہ کا خاص و عام دونوں میں گفتگو چرچا ہوا اور سب مبہوت ہو کر رہ گئے، وہ سیاسی روش جس میں عباسیوں نے علویوں کا بالکل خاتمہ کر دیا تھا ،اُن کے جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا ،اُن کے بچوں کو دجلہ میں غرق اور شیعوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کر دیا تھا ۔ عباسیوں سے علویوں کی دشمنی بہت آشکار تھی ،یہ دشمنی محبت و مودت میں کیسے بدل گئی ،عباسی اُن کے حق کے معترف ہوگئے اور عباسی حکومت کا اہم مرکز اُن (علویوں) کو کیسے سونپ دیا ، اسی طرح کی تمام باتیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں ۔ یہ مطلب بھی بیان ہونا چاہئے کہ مامون نے یہ اقدام اس لئے نہیں کیا تھا کہ یہ علویوں کا حق ہے اور وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ،بلکہ اُس نے کچھ سیاسی اسباب کی بنا پر ولایت کا تاج امام رضاء کے سر پر رکھا ،جس کے کچھ اسباب مندرجہ ذیل تھے : ۱۔ مامون کا عباسیوں کے نزدیک اہم مقام نہیں تھا ،اور ایسا اس کی ماں مراجل کی وجہ سے تھا جو اس کے محل کے پڑوس اور اس کے نوکروں میں سے تھی ، لہٰذا وہ لوگ مامون کے ساتھ عام معاملہ کرتے تھے ، وہ اس کے بھائی امین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے ،کیونکہ اُن کی والدہ عباسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی ، لہٰذا مامون نے امام رضاء کو اپنی ولیعہدی سونپ کر اپنے خاندان کو نیچا دکھانے کی کوشش کی تھی ۔

---

[1] مناقب ،جلد ۴، صفحہ ۳۶۱۔ ۲۔سورۂ ذاریات، آیت ۱۷ ۔

۲۔مامون نے امامؑ کی گردن میں ولیعہدی کا قلادہ ڈال کر یہ آشکار کرنا چاہتا تھا کہ امامؑ دنیا کے زاہدوں میں سے نہیں ہیں،بلکہ وہ ملک و بادشاہت اور سلطنت کے خواستگار ہیں،اسی بنا پر انھوں نے ولیعہدی قبول کی ہے،امامؑ پر یہ سیاست مخفی نہیں تھی،لہٰذا آپؑ نے مامون سے یہ شرط کی تھی کہ نہ تو میں کسی کو کوئی منصب دوں گا ،نہ ہی کسی کو اس کے منصب سے معزول کریں گے،وہ ہر طرح کے حکم سے کنارہ کش رہوں گا امام کی اِن شرطوں کی وجہ سے آپؑ کا زاہد ہونا واضح گیا ۔

۳۔مامون کے لشکر کے بڑے بڑے سردار شیعہ تھے لہٰذا اس نے امامؑ کو اپنا ولیعہد بنا کر اُن سے اپنی محبت و مودت کا اظہار کیا

۴۔عباسی حکومت کے خلاف بڑی بڑی اسلامی حکومتوں میں انقلاب برپا ہو چکے تھے اور عنقریب اُس کا خاتمہ ہی ہونے والا تھا ،اور اُن کا نعرہ ''الدعوۃ الی الرضا من آل محمد ''تھا ،جب امام رضاؑ کی ولیعہدی کے لئے بیعت کی گئی تو انقلابیوں نے اس بیعت پر لبیک کہی اور مامون نے بھی اُن کی بیعت کی، لہٰذا اس طرح سے اُس کی حکومت کو درپیش خطرہ ٹل گیا ،یہ ڈپلومیسی کا پہلا طریقہ تھا اور اسی طرح مامون اپنی حکومت کے ذریعہ اُن رونما ہونے والے واقعات پر غالب آگیا ۔

اِن ہی بعض اغراض و مقاصد کی وجہ سے مامون نے امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا ۔فضل کا امام رضاؑ کو خط لکھنا مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل سے کہا کہ وہ امامؑ کو ایک خط تحریر کرے کہ میں نے آپؑ کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ہے ۔خط کا مضمون یہ تھا : علی بن موسیٰ الرضاؑ کے نام جو فرزند رسول خدا ﷺ ہیں رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہدایت کرتے ہیں ،رسول کے فعل کی اقتدا کرتے ہیں ،دین الٰہی کے محافظ ہیں ،وحی خدا کے ذمہ دار ہیں ،اُن کے دوست فضل بن سہل کی جانب سے جس نے اُن کے حق کو دلانے میں اپنا خون پسینہ ایک کیا اور دن رات اس راہ میں کوشش کی ،اے ہدایت کرنے والے امامؑ آپؑ پر صلوات و سلام اور رحمت الٰہی ہو ،میں آپؑ کی خدمت میں اس خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے بندے محمدؐ پر درود بھیجے ۔اما بعد : امید وار ہوں کہ خدا نے آپؑ کو آپؑ کا حق پہنچا دیا اور اُس شخص سے اپنا حق لینے میں مدد کی جس نے آپؑ کو حق سے محروم کر رکھا تھا، میں امید وار ہوں کہ خدا آپؑ پر مسلسل کرم فرمائی کرے ،آپؑ کو امام اور وارث قرار دے

،آپ کے دشمنوں اور آپ سے روگردانی کرنے والوں کو سختیوں میں مبتلا کرے ،میرا یہ خط امیر المومنین بندۂ خدا مامون کے حکم کی بنا پر پیش خدمت ہے میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں تاکہ آپ کا حق واپس کر سکوں ،آپ کے حقوق آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں ،میں چاہتا ہوں کہ اس طرح آپ مجھ کو تمام عالمین میں سعادتمندترین قرار دیں اور میں خدا کے نزدیک کامیاب ہو سکوں ،رسول خدا ﷺ کے حق کو ادا کر سکوں ،آپ کا معاون قرار پاؤں ،اور آپ کی حکومت میں ہر طرح کی نیکی سے مستفیض ہو سکوں ، میری جان آپ پر فدا ہو ،جب میرا خط آپ تک پہنچے اور آپ مکل طور پر حکومت پر قابض ہو جائیں یہاں تک کہ امیر المومنین مامون کی خدمت میں جا سکیں جو کہ آپ کو اپنی خلافت میں شریک سمجھتا ہے ،اپنے نسب میں شفیع سمجھتا ہے اور اس کو اپنے ماتحت پر مکل اختیار حاصل ہے تو آپ ایسی روش اختیار کریں جس کی وجہ سے خیر الٰہی سب کے شامل حال ہو جائے اور ملائکۂ الٰہی سب کی حفاظت کریں اور خدا اس بات کا ضامن ہے کہ آپ کے ذریعہ امت کی اصلاح کرے اور خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین ذمہ دار ہے اور آپ پر خدا کا سلام اور رحمت و برکتیں ہوں[1]۔

اس خط میں آپ کے کریم و نجیب القاب اوربلند و بالا صفات تحریر کئے گئے ہیں جس طرح کہ امام کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا ذکر کیا گیاہے ۔یہ سب مامون کی مہربانی اور اس کی مشقتوں سے بنے ،مامون یہ چاہتا تھا کہ امام بہت جلد خراسان آکر اپنی خلافت کی باگ ڈور سنبھال لیں ،امام نے اس خط کا کیا جواب دیا ہمیں اس کی کوئی اطلاع نہیں ہے جو عباسی حکومت کے ایک بڑے عہدے دار کے نام لکھا گیا ہواور اس سے بڑا گمان یہ کیا جا رہا ہے کہ امام نے اپنے علم و دانش کی بناپر اس لاف و گزاف (بے تکے)ادّعا اور عدم واقعیت کا جواب تحریر ہی نہ فرمایاہو ۔

[1] حیاۃالامام علی بن موسیٰ الرضا ؑ، جلد ۲صفحہ ۲۸۴۔

مامون کے ایلچیوں کا امامؑ کی خدمت میں پہنچنا

مامون نے امام رضاؑ کو یثرب سے خراسان لانے کیلئے ایک وفد بھیجا اور وفد کے رئیس سے امامؑ کو بصرہ اور اہواز کے راستے یا پھر فارس کے راستہ سے لانے کا عہد لیا اور ان سے کہا کہ امامؑ کو کوفہ اور قم[1] کے راستہ سے نہ لیکر آئیں جس طرح کہ امام کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا بھی ذکر ہے[2] ۔مامون کے اتنے بڑے اہتمام سے یہ بات واضح و آشکار تھی کہ امامؑ کو بصرہ کے راستہ سے کیوں لایا جائے اور کوفہ و قم کے راستہ سے کیوں نہ لایا جائے ؟چونکہ کوفہ اور قم دونوں شہر تشیع کے مرکز تھے ،اور مامون کو یہ خوف تھا کہ شیعوں کی امامؑ کی زیادہ تعظیم اور تکریم سے اُس کا مرکز اور بنی عباس کمزور نہ ہو جائیں ۔وفد بڑی جد و جہد کے ساتھ یثرب پہنچا اُس کے بعد امام کی خدمت میں پہنچ کر آپؑ کو مامون کا پیغام پہنچایا ،امام نے جواب دینا صحیح نہیں سمجھا ،آپؑ کو مکمل یقین تھا کہ مامون نے آپؑ کو خلافت اور ولی عہدی دینے کے لئے نہیں بُلایا ہے بلکہ یہ اُس کی سیاسی چال ہے اور اس کا مقصد آپؑ کا خاتمہ کرنا تھا ۔

امامؑ زندگی سے مایوس ہو کر بڑے ہی حزن و الم کے عالم میں اپنے جد رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف آخری وداع کیلئے پہنچے ،حالانکہ آپؑ کے رُخ انور پر گرم گرم آنسو بہہ رہے تھے ، مخول سجستانی امامؑ کی اپنے جد کی قبر سے آخری رخصت کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں :جب قاصد امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان لانے کیلئے پہنچا تو میں مدینہ میں تھا ،امام اپنے جد بزرگوار سے رخصت ہونے کیلئے مسجد رسول میں داخل ہوئے اور متعدد مرتبہ آپ کو وداع کیا ،آپؑ زار و قطار گریہ کر رہے تھے ،میں نے امامؑ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سلام عرض کیا ،آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور میں نے اُن کی خدمت میں تہنیت پیش کی تو امامؑ نے فرمایا :مجھے چھوڑ دو مجھے میرے جد کے جوار سے نکالا جا رہا ہے ،مجھے عالم غربت میں موت آئے گی ، اور ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا جائے گا ۔مخول کا کہنا ہے :میں امامؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ امامؑ نے طوس میں انتقال کیا اور ہارون کے پہلو میں دفن کر دئے گئے[3] ۔

---

[1] عیون اخبار الرضا ،جلد ۲صفحہ ۱۴۹۔حیاۃالامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ، جلد ۲صفحہ ۲۸۵۔
[2] حیاۃالامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ،جلد ۲،صفحہ ۲۸۵۔اعیان الشیعہ ،جلد ۲صفحہ۱۸ ۔
[3] اعیان الشیعہ ،جلد ۴،صفحہ ۱۲۲،دوسرا حصہ ۔

خانۂ خدا کی طرف

امام رضاؑ خراسان جانے سے پہلے عمرہ کرنے کے لئے خانۂ کعبہ کے لئے چلے ،حالانکہ آپؑ کے ساتھ آپ کے خاندان کی بزرگ ہستیاں تھیں جن میں آپؑ کے فرزند ارجمند امام جواد محمد تقیؑ بھی تھے ،جب آپ بیت اللہ الحرام پہنچے تو آپؑ نے طواف کیا ،مقام ابراہیم پر نماز ادا کی ،سعی کی اس کے بعد تقصیر کی ،امام محمد تقیؑ بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ عمرہ کے احکام بجا لا رہے تھے، جب آپ (امام محمد تقیؑ)عمرہ کے احکام بجا لاچکے تو بڑے ہی غم و رنجیدگی کے عالم میں حجر اسماعیل کے پاس بیٹھ گئے ،امام رضاؑ کے خادم نے آپؑ سے اٹھنے کے لئے کہا تو آپؑ نے انکار فرمادیا ،خادم نے جلدی سے جا کر امام رضاؑ کو آپؑ کے فرزند ارجمند کے حالات سے آگاہ کیا تو آپؑ خود (امام رضاؑ)امام محمد تقیؑ کے پاس تشریف لائے اور اُن سے چلنے کے لئے فرمایا ،تو امام محمد تقیؑ نے بڑے ہی حزن و الم میں یوں جواب دیا :میں کیسے اٹھوں ،جبکہ اے والد بزرگوار میں نے خانۂ خدا کو خدا حافظ کہدیا جس کے بعد میں کبھی یہاں واپسی نہیں ہوگی[۱] ''۔امام محمد تقیؑ اپنے والد بزرگوار کو دیکھ رہے تھے کہ آپؑ کتنے رنج و الم میں ڈوبے تھے ،جس سے آپؑ پر یہ بات ظاہر تھی کہ یہ میرے والد بزرگوار کی زندگی کے آخری ایام ہیں ۔

خراسان کی طرف

امام رضاؑ خانۂ خدا کو الوداع کہنے کے بعد خراسان کی طرف چلے ،جب آپؑ شہر بلد پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپؑ کا انتہا ئی احترام و اکرام کیا امامؑ کی ضیافت اور ان کی خدمات انجام دیں جس پر آپؑ نے شہر بلد والوں کا شکریہ ادا کیا ۔

امامؑ نیشاپور میں

امامؑ کا قافلہ کسی رکاوٹ کے بغیر نیشا پور پہنچا ،وہاں کے قبیلے والوں نے آپ کا بے نظیر استقبال کیا ، علماء اور فقہا آپؑ کے چاروں طرف جمع ہوگئے ،جن میں پیش پیش یحییٰ بن یحییٰ ،اسحاق بن راہویہ ، محمد بن رافع اور احمد بن حرب وغیرہ تھے ۔جب اس عظیم

[۱] حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا ؑ ، جلد ۲ ،صفحہ ۲۸۷۔

مجمع نے آپ کو دیکھا تو تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرنے لگے ، اور ایک کہرام برپا ہوگیا ، علماء اور حفاظ نے بلند آواز میں کہا :اے لوگو ! خاموش ہو جاؤ اور فرزند رسول کو تکلیف نہ پہنچا ؤ ۔جب لوگ خا موش ہو گئے تو علماء نے امام سے عرض کیا کہ آپ اپنے جد بزرگوار رسول اسلامؐ سے ایک حدیث بیان فر ما دیجئے تو امام نے فرمایا : ''میں نے مو سیٰ بن جعفر سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمد سے ،انھوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی سے ،انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسین سے ،انھوں نے اپنے والد بزرگوار حسین بن علی سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن ابی طالب سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ خدا وند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے'': لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ ،فَمَن قَالَھَا دَخَلَ حِصْنِیْ ،وَمَن دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِن عَذَابِیْ وَلٰکِن بِشُرُوْطِھَا وَأنَا مِن شُرُوْطِھَا[1]''۔ ''لا الٰہ الاّ اللّٰہ میرا قلعہ ہے ،جس نے لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا لیکن اس کی کچھ شرطیں ہیں اور اُن ہی شرطوں میں سے ایک شرط میں ہوں''۔

اس حدیث کو بیس ہزار[2] سے زیادہ افراد نے نقل کیا ،اس حدیث کو حدیث ذہبی کا نام دیا گیا چونکہ اس حدیث کو سنہری روشنا ئی (یعنی سونے کا پانی)سے لکھا گیا،سند کے لحاظ سے یہ حدیث دیگر تمام احادیث میں سے زیادہ صاحب عظمت ہے ۔احمد بن حنبل کا کہنا ہے :اگر اس حدیث کو کسی دیوانہ پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم ہو جا ئے گا[3] ۔ (اور بعض سامانی حکام نے یہ وصیت کی ہے کہ اس حدیث کو سونے کے پانی سے لکھ کر اُن کے ساتھ اُن کی قبروں میں دفن کر دیا جائے[4]''۔

[1] عیون اخبار الرضا، جلد ۲صفحہ ۱۵۳۔علماء کے نزدیک اس حدیث کی بڑی اہمیت ہے ،اور انھوں نے اس کو متواتر اخبار میں درج کیا ہے۔
[2] اخبار الدول، صفحہ ۱۱۵۔
[3] صواعق المحرقہ، صفحہ ۹۵۔
[4] اخبار الدول ،صفحہ ۱۱۵۔

مامون کا امامؑ کا استقبال کرنا

مامون نے امام رضاؑ کا رسمی طور پر استقبال کرنے کا حکم دیا ،اسلحوں سے لیس فوجی دستے اور تمام لوگ امام کے استقبال کیلئے نکلے ،سب سے آگے آگے مامون ،اس کے وزراء اور مشیر تھے ،اُس نے آگے بڑھ کر امامؑ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مرحبا کہا ،اسی طرح اس کے وزیروں نے بھی کیا اور مامون نے امامؑ کو ایک مخصوص گھر میں رکھا جو مختلف قسم کے فرش اور خدم و حشم سے آراستہ کیا گیا تھا ۔

مامون کی طرف سے امامؑ کو خلافت پیش کش

مامون نے امامؑ کے سامنے خلافت پیش کی ،اس نے رسمی طور پر یہ کام انجام دیا اور امامؑ کے سامنے یوں خلافت پیش کر دی :اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپؑ کے فضل ، علم ،زہد ،ورع اور عبادت کی معرفت ہوگئی ہے ، لہٰذا میں آپؑ کو اپنی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتا ہوں ۔امامؑ نے جواب میں فرمایا : ''میں دنیا کے زہد کے ذریعہ آخرت کے شر سے چھٹکارے کی امید کرتا ہوں اور حرام چیزوں سے پرہیز گاری کے ذریعہ اخروی مفادات کا امید وار ہوں ،اور دنیا میں تواضع کے ذریعہ اللہ سے رفعت و بلندی کی امید رکھتا ہوں ۔مامون نے جلدی سے کہا :میں خود کو خلافت سے معزول کر کے خلافت آپؑ کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں ۔امامؑ پر مامون کی باتیں مخفی نہیں تھیں ،اس نے امامؑ کو اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کی وجہ سے خلافت کی پیشکش کی تھی ،وہ کیسے امامؑ کے لئے خود کو خلافت سے معزول کر رہا تھا ،جبکہ اُس نے کچھ دنوں پہلے خلافت کے لئے اپنے بھائی امین کو قتل کیا تھا ؟ امامؑ نے مامون کو یوں قاطعانہ جواب دیا : ''اگر خلافت تیرے لئے ہے تو تیرے لئے اس لباس کو اُتار کر کسی دوسرے کو پہنانا جائز نہیں ہے جس لباس کو اللہ نے تجھے پہنایا ہے ،اور اگر خلافت تیرے لئے نہیں ہے تو تیرے لئے اس خلافت کو میرے لئے قرار دینا جائز نہیں ہے ''۔مامون برہم ہو گیا اور غصہ میں بھرگیا ،اور اس نے امامؑ کو اس طرح دھمکی دی :آپؑ کو خلافت ضرور قبول کرنا ہوگی ۔امامؑ نے جواب میں فرمایا : ''میں ایسا اپنی خوشی سے نہیں کروں گا ۔امامؑ کو یقین تھا کہ یہ اُس (مامون)کے دل

کی بات نہیں ہے ،اور نہ ہی اس میں وہ جدیت سے کام لے رہا ہے کیونکہ مامون عباسی خاندان سے تھا جو اہل بیت ؑسے بہت سخت کینہ رکھتے ،اور انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کا اس قدر خون بہا یا تھا کہ اتنا خون کسی نے بھی نہیں بہا یا تھا تو امام اُس پر کیسے اعتماد کرتے ؟

ولیعہدی کی پیشکش

جب مامون امام ؑسے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے دوبارہ امام ؑسے ولیعہدی کی پیشکش کی تو امام ؑنے سختی کے ساتھ ولیعہدی قبول نہ کرنے کا جواب دیا ،اس بات کو ہوئے تقریباً دو مہینے سے زیادہ گذر چکے تھے اور اس کا کوئی نتیجہ نظر نہیں آرہا تھا اور امام ؑحکومت کا کوئی بھی عہدہ و منصب قبول نہ کرنے پر مصر رہے ۔

امام ؑکو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کرنا

جب مامون کے تمام ڈپلومیسی حربے ختم ہو گئے جن سے وہ امام ؑکو ولیعہدی قبول کرنے کیلئے قانع کرنا چاہتا تھا تو اُس نے زبردستی کا طریقہ اختیار کیا ،اور اس نے امام ؑکو بلا بھیجا ،تو آپ ؑنے اُس سے فرمایا : ''خدا کی قسم جب سے پروردگار عالم نے مجھے خلق کیا میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔اور مجھے نہیں معلوم ،کہ تیرا کیا ارادہ ہے ؟'' ۔مامون نے جلدی سے کہا : میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔ ''میرے لئے امان ہے ؟'' ہاں آپ ؑکے لئے امان ہے ۔ ''تیرا ارادہ یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں : ''علی بن موسیٰ ؑنے دنیا میں زہد اختیار نہیں کیا ،بلکہ دنیا نے ان کے بارے میں زہد اختیار کیا ،کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ انھوں نے خلافت کی طمع میں کس طرح ولیعہدی قبول کر لی ؟'' ۔مامون غضبناک ہو گیا اور اُس نے امام ؑسے چیخ کر کہا :آپ ؑہمیشہ مجھ سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جسے میں ناپسند کرتا ہوں ،اور آپ ؑمیری سطوت جانتے ہیں ،خدا کی قسم یا تو ولیعہدی قبول کر لیجئے ورنہ میں زبردستی کروں گا ،قبول کر لیجئے ورنہ میں آپ ؑکی گردن مار دوں گا ۔امام ؑنے خدا کی بارگاہ میں تضرع کیا : ''خدایا تو نے مجھے خودکشی کرنے سے منع فرمایا ہے جبکہ

میں اس وقت مجبور و لا چار ہو چکا ہوں،کیونکہ عبداللہ مامون نے ولیعہدی قبول نہ کرنے کی صورت میں مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے،میں اس طرح مجبور ہو گیا ہوں جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال مجبور ہوئے تھے،کہ اُن کو اپنے زمانہ کے جابر حاکم کی ولایت عہدی قبول کرنی پڑی تھی ۔امامؑ نے نہایت مجبوری کی بنا پر ولی عہدی قبول کر لی حالانکہ آپؑ بڑے ہی مغموم و محزون تھے

امام کی شرطیں

امام نے مامون سے ایسی شرطیں کیں جن سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپؑ کو اس منصب کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے ۔وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں: ا۔آپؑ کسی کو ولی نہیں بنائیں گے ۔

۲۔کسی کو معزول نہیں کریں گے ۔

۳۔کسی رسم و رواج کو ختم نہیں کریں گے ۔

۴۔حکومتی امور میں مشورہ دینے سے دور رہیں گے ۔

مامون نے اِن شرطوں کے اپنے اغراض و مقاصد کے متصادم ہونے کی وجہ سے تسلیم کر لیا،ہم نے اس عہد نامہ کی نص و دلیل اور شرطوں کواپنی کتاب ''حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ'' میں نقل کیا ہے۔

امامؑ کی بیعت

مامون نے امام رضاؑ کو ولی عہد منتخب کرنے کے بعد اُن کی بیعت لینے کی غرض سے ایک سیمینار منعقد کیا جس میں وزراء،فوج کے کمانڈر،حکومت کے بڑے بڑے عہدیداراور عام لوگ شریک ہوئے،اور سب سے پہلے عباس بن مامون،اس کے بعد عباسیوں اور ان کے بعد علویوں نے امامؑ کی بیعت کی ۔لیکن بیعت کا طریقہ منفرد تھا جس سے عباسی بادشاہ مانوس نہیں تھے،امام نے اپنا دست

مبارک بلند کیا جس کی پشت امامؑ کے چہرۂ اقدس کی طرف تھی اور اس کا اندرونی حصہ لوگوں کے چہروں کی طرف تھا ،مامون یہ دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا ،اور امامؑ سے یوں گو یا ہوا :آپؑ بیعت کیلئے اپنا ہاتھ کھولئے ۔امامؑ نے فرمایا : ''رسول اللہ ﷺ اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے[1] '' ۔شاید آپؑ نے اپنے قول کو خدا کے اس قول سے نسبت دی ہو):یداللہِ فَوقَ اَیدِیْھِم [2])۔ ''اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے '' ۔لہٰذا بیعت کرنے والے کا ہاتھ نبی اور امامؑ کے ہاتھ سے اوپر ہونا صحیح نہیں ہے [3] ۔

اہم قوانین

ا ۔مامون نے امام رضاؑ کو ولی عہد منتخب کرتے وقت مندرجہ ذیل اہم قوانین معین کئے:

ا ۔ لشکر کو پورے سال تنخواہ دی جا ئے گی ۔

۲ ۔عباسیوں کو کالا لباس نہیں پہنا یا جا ئے گا بلکہ وہ ہرا لباس پہنیں گے ،چونکہ ہرا لباس اہل جنت کا لباس ہے اور خداوند عالم کا فرمان ہے :(وَیَلْبَسُونَ ثِیَاباً خُضْرًا مِن سُندُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ [4])۔ ''اور یہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز لباس میں ملبوس ہوں گے''

۳ ۔درہم و دینار پر امام رضاؑ کا اسم مبارک لکھا جا ئے گا ۔

مامون کا امام رضاؑ سے خوف

ابھی امام رضاؑ کو ولی عہد بنے ہوئے کچھ ہی مدت گذری تھی کہ مامون آپؑ کی ولیعہدی کو ناپسند کرنے لگا،چاروں طرف سے افراد آپؑ کے گرد اکٹھا ہونے لگے اور ہر جگہ آپؑ کے فضل و کرم کے چرچے ہونے لگے ہر جگہ آپؑ کی فضیلت اور بلند شخصیت کی باتیں ہونے لگیں اورلوگ کہنے لگے کہ یہ خلافت کے لئے زیادہ شایانِ شان ہیں ،بنی عباس چور اور مفسد فی الارض ہیں ،مامون کی ناک

---

[1] مقاتل الطالبین ،صفحہ ۴۵۵۔
[2] سورۂ فتح ،آیت ۱۰۔
[3] حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا ؑ ،جلد ۲،صفحہ ۳۰۳۔
[4] سورۂ کہف ،آیت ۳۱۔

بھویں چڑھ گئیں اس کو بہت زیادہ غصہ آگیا ،اور مندرجہ ذیل قانون نافذ کر دئے: ۱۔اُس نے امام کیلئے سخت پہرے دار معین کر دئے ،کچھ ایسے فوجی تعینات کئے جنھوں نے امامؑ کا جینا دو بھر کر دیا اور نگہبانوں کی قیادت ہشام بن ابراہیم راشدی کے سپرد کر دی وہ امامؑ کی ہر بات مامون تک پہنچاتا تھا ۔

۲۔اُس نے شیعوں کو امامؑ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپؑ کی گفتگو سننے سے منع کر دیا ،اس نے اِس کام کے لئے محمد بن عمر و طوسی کو معین کیا جو شیعوں کو بھگاتا اور ان کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتا تھا ۔

۳۔علماء کو امامؑ سے رابطہ رکھنے اور اُن کے علوم سے استفادہ کرنے سے منع کیا ۔

امامؑ کو قتل کرنا

مامون نے امامؑ کو قتل کرنے کی سازش کی ،اور اُس نے انگور یا اَنار میں زہر ملا کر دیا جب امامؑ نے اُس کو تناول فرمایا تو زہر آپؑ کے پورے بدن میں سرایت کر گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد آپؑ کی روح پرواز کر گئی جو ملائکہ کے حصار میں خدا تک پہنچی اور ریاض خلد میں انبیاءؑ کی ارواح نے آپؑ کا استقبال کیا ۔امامؑ اللہ کے بندوں تک رسالت الٰہی کا پیغام پہنچا کر دار فانی سے کوچ فرما گئے ،آپؑ مامون کی حکومت کے کسی کام میں بھی شریک نہیں ہوئے جبکہ مامون نے آپؑ کو ہر طرح سے ستایا تھا ۔[1]

امامؑ کی جس طرح تشیع جنازہ ہوئی اس کی خراسان کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی ،تمام حکومتی دفاتر ،اور تجارت گاہیں وغیرہ رسمی طور پر بند کر دی گئیں ،اور ہر طبقہ کے لوگ امام کے جسم مطہر کی تشیع جنازہ کے لئے نکل پڑے ۔آگے آگے مامون ،اُس کے وزیر ،حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اور لشکر کے کمانڈر تھے ،مامون ننگے سر اور ننگے پیر تھا وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا :مجھے نہیں معلوم کہ مجھ پر اِن دونوں مصیبتوں میں سے کونسی بڑی مصیبت ہے ؟آپؑ مجھ سے جدا ہوگئے یا لوگ مجھ پر یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ میں

[1] ہم نے امامؑ پر حملے کو مفصل طور پرحیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ، میں تحریر کر دیا ہے ۔

نے آپ کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا ہے ؟مامون نے خود کو امام کے قتل سے بری الذمہ ہونے کیلئے نالہ و فریاد اور حزن و الم کا اظہار کیا ؟ لیکن بہت جلد اس کی اس ریاکاری کا پردہ فاش ہو گیا اور سب پر واضح ہو گیا کہ وہ خود مجرم ہے ۔امامؑ کا جسم اطہر تکبیر و تعظیم کے سایہ میں لیجایا گیا اور مامون نے آپؑ کو ہارون کے نزدیک آپؑ کی ابدی آرامگاہ میں سپرد خاک کر دیا ،آپؑ کے دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئےباعث عزت صفاتِ حسنہ رخصت ہو گئے ۔

امامؑ کو اس مقدس و طاہر بقعہ میں دفن کر دیا گیا ،آپؑ کا مرقد مطہر خراسان میں انسانی کرامت کا مظہر بن گیا ،آپؑ کا مرقد مطہر اسلام میں بہت باعزت ہے ،لوگوں نے امام رضاؑ کے مرقد مطہر جیسا با حشمت ، عزت اور کرامت کا مرقد کسی اور ولی اللہ کا مرقد نہیں دیکھا ،مامون سے امام رضاؑ کو ہارون کے قریب دفن کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا :تاکہ خداوند عالم میرے والد کو امام رضاؑ کے جوار کی وجہ سے بخش دے ،شاعر مفکر اسلام دعبل خزاعی نے اس بات یوں شعر میں نظم کیا ہے:

قَبرَانِ فِي طُوس:خَيرُ النَّاسِ كُلِّهِمُ وَقَبرُ شَرِّهِمُ هٰذَا مِن العِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسَ مِن قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلاَ عَلىٰ الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِن ضَرَرِ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِيءٍ رَهْنٍ بِمَا كَسَبَتْ لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِءتَ أَوْ فَذَرِ

''طوس میں دو قبریں ہیں ایک بہترین مخلوق کی ایک بد ترین مخلوق کی یہ عبرت کا مقام ہے ۔ پاکیزہ شخص کی قربت،پلید گی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ ہی آلودگی سے نزدیک ہونے کی وجہ سے پاکیزہ شخص کو نقصان پہنچتا ہے ۔ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے تو جو چاہو لے لو ،جو چاہو چھوڑ دو ''۔بہر حال امام رضاؑ کے اس دنیا سے چلے جانے سے دنیائے اسلام میں ایمان و ہدایت کے چراغ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا اور مسلمان اپنے قائد اعظم اور امامؑ سے محروم ہو گئے ،انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام حضرت امام محمد تقیؑ دنیا کے تمام فضائل کے حامل تھے ،دنیا کے تمام لوگ اپنے مختلف ادیان ہونے کے باوجود آپؑ کی غیر معمولی صلاحیتوں سے حیرت زدہ تھے ،آپؑ سات سال اور کچھ مہینے کی عمر میں درجۂ امامت پر فائز ہوئے ،آپؑ نے ایسے علوم و معارف کے دریا بہائے جس سے تمام عقلیں مبہوت ہو کر رہ گئیں ،تمام زمانوں اور آبادیوں میں آپؑ کی ہیبت اور آپ کی عبقری (نفیس اور عمدہ)صفات کے سلسلہ میں گفتگو ہونے لگی۔ اس عمر میں بھی فقہا اور علماء آپؑ سے بہت ہی مشکل اور پیچیدہ مسائل پوچھتے تھے جن کا آپؑ ایک تجربہ کار فقیہ کے مانند جواب دیتے تھے ۔ راویوں کا کہنا ہے کہ آپؑ سے تین ہزار مختلف قسم کے مسائل پوچھے گئے جن کے جوابات آپؑ نے بیان فرمائے ہیں ۔ظاہری طور پر اس حقیقت کی اس کے علاوہ اور کوئی وجہ بیان نہیں کی جا سکتی ہے کہ شیعہ اثنا عشری مذہب کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے ائمہ اہل بیتؑ کو علم ،حکمت ،اور فصل الخطاب عطا کیا ہے اور وہ فضیلت عطا کی ہے جو کسی شخص کو نہیں دی ہے ہم ذیل میں مختصر طور پر اس امامؑ سے متعلق بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں:

آپؑ اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں

امامؑ نے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ اور آغوش پدری میں پرورش پائی اور تکریم و محبت کے سایہ میں پروان چڑھے، امام رضاؑ آپؑ کو آپؑ کے نام کے بجائے آپؑ کی کنیت ابو جعفر سے پکارتے تھے ، جب امام رضاؑ خراسان میں تھے تو امام محمد تقیؑ آپؑ کے پاس خطوط لکھا کرتے تھے جو انتہائی فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہوتے تھے ۔امام علی رضاؑ نے اپنی اولاد کو جو اعلیٰ تربیت دی ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ ان کو ہمیشہ نیکی، اچھائی اور فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے جیسا کہ آپؑ نے خراسان سے اُن کے نام ایک خط میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر فرمایا'': میری جان تم پر فدا ہو مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض غلام نے

تمہاری سواری کو باغ کے چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں یہ ان کی کنجوسی کی وجہ سے ہے تاکہ کوئی بھی تمھیں راستہ میں نہ ملنے پائے ،لہٰذا میرا تمہاری گردن پر جو حق ہے اس کی بنا پر میں یہ چا ہتا ہوں کہ تمہاری آمد و رفت صرف بڑے دروازے سے ہونی چا ہئے ،اور جب بھی تم سوار ہو کر نکلو تو تمہارے ساتھ سونے ،چاندی (درہم و دینار کے سکے)ضرور ہونا چا ہئیں ،تاکہ جو بھی تم سے مانگے اس کو فوراً عطا کر دو ،اور تمہارے چچاؤں میں سے جو کوئی تم سے نیکی کا مطالبہ کرے اس کو پچاس دینار سے کم نہ دینا اور تمھیں زیادہ دینے کا بھی اختیار ہے ،اور اپنی پھوپھیوں کو بھی پچاس دینار سے کم نہ دینا اور زیادہ دینے کا تمھیں اختیار ہے، خدا تمھیں بہترین توفیق عطا فرمائے لہٰذا انفاق کرتے رہو اور خدا کے سلسلہ میں کسی طرح کے بخل کا خیال مت کرو''۔

کیا آپ نے اس عظیم الشان تربیت کا اندازہ لگایا ہے جس میں شرافت و کرم بالکل نمایاں و آشکار ہے ؟امام رضا نے اپنے فرزند ارجمند کے دل کی گہرائیوں میں مکارم اخلاق اور اچھے اخلاق کو بھر دیا ہے تاکہ وہ اپنے جد کی امت کے لئے اسوۂ حسنہ یا نمونۂ عمل بن سکیں ۔

خاندان نبوت کا اعزاز و اکرام

خاندان نبوت و رسالت امام محمد تقی (جبکہ آپ بالکل نو عمر ہی تھے)کے ذریعہ عزت و شرافت و بزرگی میں اور چند قدم آگے نظر آتا ہے ،اور کمسنی کے باوجود ان کی امامت و فضائل کے معترف ہیں جیسا کہ محمد بن حسن عمارہ سے روایت ہے: میں مدینہ میں علی بن جعفر کے یہاں تھا اور دو سال سے آپ کے بھائی یعنی امام موسیٰ کاظم کے اقوال و احادیث لکھا کرتا تھا ،جب ابو جعفر محمد بن علی رضا مسجد النبی میں داخل ہوئے تو علی بن جعفر نعلین اور رداء کے بغیر آپ کے پاس پہنچے، آپ کے ہاتھوں کو چوما اور آپ کی تعظیم و تکریم کی اور امام محمد تقی نے اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے عرض کیا : ''اے چچا خدا آپ پر رحم فرمائے، تشریف رکھئے''۔ علی بن جعفر بڑے ہی ادب اور خضوع سے یہ کہتے ہوئے جھکے :اے میرے سردار !میں آپ کے کھڑے ہوتے ہوئے کیسے بیٹھ

سکتا ہوں ؟جب امام محمد تقی واپس چلے گئے تو علی بن جعفر اصحاب کے پاس آئے اصحاب نے اُن سے کہا : آپ ان کے باپ کے چچا ہیں پھر بھی اُن کی اتنی تعظیم کرتے ہیں!! علی بن جعفر نے جذبۂ ایمانی کے انداز میں ، جواب میں اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر جواب دیا ،خاموش رہو کیونکہ جب خدا نے میری اس بزرگی کو امامت کے لئے مناسب نہ سمجھا اور اسی جوان کو امام قرار دیا اور اُس کو اس کے مناسب مقام پر رکھا تو میں تمہاری بات سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں بلکہ میں تو اُن کا غلام ہوں ۔یہ حدیث علی بن جعفر کے عمیق ایمان پر دلالت کرتی ہے، آپ نے اپنے اصحاب پر یہ واضح کر دیا کہ بیشک امامت انسان کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تابع نہیں ہو سکتی ،امر امامت اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یہ ایسا امر ہے جس کو خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے چاہے وہ عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا ۔

آپ کا زہد

امام محمد تقی اپنی ساری زندگی میں متقی و پرہیزگار و زاہد رہے، آپ نے دنیا میں اپنے آباء و اجداد کی طرح زہد اختیار فرمایا ،ان ہی کی طرح زندگی بسر کی ،جنھوں نے دنیا سے بے رغبتی کی اور خدا سے لو لگا ئی۔ امام محمد تقی جوان تھے اور مامون اپنے پاس آنے والے حقوق شرعیہ جن کی مالی حیثیت بہت زیادہ ہوتی تھی سب کے سب آپ کے پاس بھیج دیتا تھا آپ ان میں سے اپنے مخصوص امور کے علاوہ کچھ بھی خرچ نہیں کرتے تھے، بقیہ سب کا سب فقرا اور محروموں پر خرچ فرمادیتے تھے، حسین مکاری سے روایت ہے کہ جب امام محمد تقی کی بغداد میں اتنی تعظیم وتکریم دیکھی تو میں نے خود سے کہا کہ اب میں اپنے وطن واپس نہیں پلٹوں گا اور عنقریب بغداد میں مقیم ہو کر نعمتوں سے مستفیض ہوں گا، امام اس کے دل کی بات سے آگا ہ ہوگئے اور اس سے فرمایا :اے حسین!مجھے میرے جد رسول اللہ کے حرم میں جو کی روٹی اور دلاہوا موٹا موٹا نمک اس سے زیادہ محبوب ہے جس کے بارے میں توسوچ رہا ہے[1] ۔'

[1] حیاۃالامام محمد تقی ،صفحہ ۷۵۔

امام ملک اور سلطنت کے خواہاں نہ تھے،آپ بالکل حکومت کی طرف سے کئے جانے والے مظاہر کی کوئی پروا نہیں کرتے آپ نے ہمیشہ زہد اختیار کیا اور دنیا سے رو گردان رہے ۔

آپؑ کی سخاوت

امام ابو جعفرؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وفیاض تھے،اکثر لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے اور آپؑ کا فقرا کے ساتھ نیکی کرنا مشہور تھا اور آپ کو آپ کے بہت زیادہ کرم اور سخاوت کی وجہ سے جواد کے لقب سے نواز ا گیا ہم ذیل میں آپ کی سخاوت کے کچھ واقعات نقل کررہے ہیں: ا۔مورخین نے روایت کی ہے کہ احمد بن حدید اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ حج کیلئے نکلے تو ان پر ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ان کا سارا مال ومتاع لوٹ لیا،مدینہ پہنچ کر احمد امام محمد تقی کے پاس گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے اُن کیلئے ایک تھیلی لانے کا حکم دیا اور اُن کو مال عطا کیا تا کہ پور ی جماعت میں تقسیم کردیں اس مال کی مقدار اتنی ہی تھی جتنا مال ان کا لوٹا گیا تھا[1]۔

۲۔عتبی سے روایت ہے کہ ایک علوی مدینہ میں ایک کنیز خرید نا چا ہتا تھا، لیکن اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا جس سے اس کو خرید ا جا سکے تو اس نے امام محمد تقی سے اس کی شکایت کی امام نے اس کے مالک سے سوال کیا تو اس نے آپ کو بتایا،امام نے اس کے مالک سے مزرعہ (کھیت) اور کنیز کو خرید لیا ،علوی نے کنیز کے پاس پہنچ کر اس سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کو خرید اجا چکا ہے لیکن نہیں معلوم اس کو مخفی طور پر کس نے خرید ا ہے علوی نے امام کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز میں عرض کیا ۔فلاں کنیز فروخت کردی گئی ہے ۔امامؑ نے مسکراتے ہوئے کہا : کیا تم کو معلوم ہے اس کو کس نے خرید ا ہے ؟اس نے جواب دیا :نہیں ۔امام اس کے ساتھ اس کھیت کی طرف گئے جس میں وہ کنیز تھی اور امام نے اس کو اس میں داخل نہ ہونے کا حکم دیا تو اس نے اس میں داخل ہونے سے منع کیا چونکہ وہ اس کے مالک کو نہیں پہچانتا تھا،جب امام نے اس سے اصرار کیا کہ تو اس نے

[1] وافی بالوفیات ،جلد ۴،صفحہ ۱۰۵۔

قبول کرلیا جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس میں کنیز کو دیکھا امام نے اس سے فرمایا کیا تم اس کو پہچانتے ہو ؟اس نے کہا : ہاں ۔علوی کو معلوم ہوگیا کہ امامؑ نے اس کو خرید لیا ہے۔امام نے اس سے فرمایا :یہ کنیز 'قصر 'مزرعہ غلہ اور جو کچھ اس قصر میں مال ودولت ہے سب تیرے لئے ہے، علوی خوش ہوگیا اور اس نے امام کا بڑی گرمجوشی سے شکریہ ادا کیا[1] ۔یہ امامؑ کی سخاوت و کرم کے بعض واقعات تھے ۔

آپؑ کے وسیع علوم

امام محمد تقیؑ بچپن میں ہی اپنے زمانہ کے تمام علماء میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے ،بڑے بڑے علماء آپؑ کے مناظروں، فلسفی ،کلامی اور فقہی بحثوں سے متأثر ہوکر آپؑ کی عظمت کا لوہا مانتے تھے ،اور منصر کے پاس جاکر آپؑ کے فضل و برتری کا اقرار کرتے تھے ،فقہا اور علماء سات سال کی عمر میں ہی آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور آپؑ کے علوم سے مستفیض ہوتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کی فضیلت شائع ہوگئی، مختلف بزموں اور نشستوں میں آپؑ کا چرچا ہونے لگا ،اپنے کمال و فضل کی بنا پر آپؑ دنیا والوں کے لئے حیرت و تعجب کا سبب قرار پائے ،جب مامون نے اپنی بیٹی کا امام سے عقد کرنے کا ارادہ کیا تو اُس نے عباسیوں کو بلایا تو اُنھوں نے مامون سے امام کے امتحان کا مطالبہ کیا تو مامون نے قبول کر لیا ۔

اس نے امام کے امتحان کے لئے بغداد کے قاضی القضات یحییٰ بن اکثم کو معین کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ امام کو ان کے امتحان میں ناکام کردے اور وہ جواب نہ دے سکیں تو اس کو بہت زیادہ مال و دولت دیا جائے گا، یحییٰ اس مجلس میں پہنچا جس میں وزراء اور حکّام موجود تھے سب کی نظریں امامؑ پر لگی ہوئی تھیں چنانچہ اس نے امامؑ سے عرض کیا :کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپؑ سے کچھ دریافت کروں ؟امامؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا : ''اے یحییٰ !جو تم چاہو پوچھو ''! یحییٰ نے امامؑ سے کہا :آپؑ فرمائیے حالت احرام میں شکار کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے ؟امامؑ نے اس مسئلہ کی تحلیل کرتے ہوئے اس طرح اس کی مختلف صورتیں بیان

[1] مرآۃ الزمان، جلد ۶صفحہ ۱۰۵ ۔

کیں اور یحییٰ سے سوال کیا کہ تم نے ان شقوں میں سے کونسی شق پوچھی ہے ؟ آپ نے فرمایا : ''اُس نے حدود حرم سے باہر شکار کیا تھا یا حرم میں،شکار کرنے والا مسئلہ سے آگاہ تھا یا نہیں،اس نے عمدا شکار کیا ہے یا غلطی سے ایسا ہو گیا ہے،شکار کرنے والا آزاد تھا یا غلام،وہ بالغ تھا یا نا بالغ،اُس نے پہلی مرتبہ شکار کیا تھا یا بار بار شکار کر چکا تھا،شکار پرندہ تھا یا کوئی اور جانور تھا،شکار چھوٹا تھا یا بڑا،شکاری شکار کرنے پر نادم تھا یا مُصر،شکار رات کے وقت کیا گیا ہے یا دن میں اور اس نے حج کیلئے احرام باندھا تھا یا عمرہ کیلئے ؟''۔ یحییٰ کے ہوش اڑ گئے وہ عاجز ہو گیا چونکہ اُس نے اپنے ذہن میں اتنی شقیں سوچی بھی نہیں تھیں، مجمع میں تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند ہونے لگیں،اور سب پر یہ آشکار ہو گیا کہ اللہ نے اہل بیت کو علم و حکمت اسی طرح عطا کیا ہے جس طرح اُس نے انبیاء اور رسول کو عطا کیا ہے ۔

امام محمد تقی نے اس مسئلہ کی متعدد شقیں بیان فرمائیں جبکہ ان میں سے بعض شقوں کا حکم ایک تھا جیسے شکار رات میں کیا جائے یا دن میں ان دونوں کا حکم ایک ہے لیکن امام نے اس کی دشمنی کو ظاہر کرنے اور اسے عاجز کرنے کے لئے ایسا کیا تھا چونکہ وہ آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آیا تھا ۔

مامون نے اپنے خاندان والوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا :ہم اس نعمت پر خدا کے شکر گذار ہیں،جو کچھ میں نے سوچا تھا وہی ہوا،کیا تمھیں اُن کی معرفت ہو گئی جن کا تم انکار کر رہے تھے !؟ ۔جب عباسی خاندان پر اس چھوٹے سے سن میں امام محمد تقی کا فضل و شرف اور اُن کا وسیع علم آشکار ہو گیا تو مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا آپ سے عقد کر دیا ۔[1]

حقیقی ایمان

اللہ پرایمان اس پر بھروسے اور توکل پر دلالت کرتا ہے ہم اُن میں سے ذیل میں چند نصیحتیں بیان کر رہے ہیں: ۱ ۔ اللہ پر اعتماد امام محمد تقی کا فرمان ہے :جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کو خوشی دکھلاتا ہے، جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے خدا اس کو

[1] الارشاد، صفحہ ۲۶۱۔وسائل ،جلد ۹،صفحہ ۱۸۷،وغیرہ ۔

مصیبتوں سے بچاتا ہے خدا پر بھروسہ ایسا قلعہ ہے جس میں مومن ہی جا سکتا ہے خدا پر توکل کرنا برائی سے بچانے کا ذریعہ اور ہر دشمن سے حفاظت کا وسیلہ ہے[1] ۔اِن سنہرے کلمات میں جس چیز کی تمام انسانوں کو اپنی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے وہ خالق کائنات اور زندگی دینے والے پر بھروسہ کرنا ہے جس نے اللہ پر بھروسہ کیا وہ خوشی دیکھے گا اور اللہ پر بھروسہ کرنا انسان کے امور کے لئے کافی ہے ۔

۲۔اللہ کے ذریعہ بے نیازی امام محمد تقیؑ نے اللہ کے ذریعہ بے نیازی اور اسی سے امید باندھنے کی دعا فرمائی :جو شخص خدا کے ذریعہ بے نیاز ہوگا لوگ اسی کے محتاج ہوں گے ،اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا لوگ اس سے محبت کریں گے[2] ''۔
۳۔اللہ سے لو لگانا امام محمد تقیؑ نے اللہ سے لو لگانے کی ترغیب دلائی چونکہ خدا کا فیض اور لطف و کرم کبھی ختم نہیں ہوتا : ''لیکن جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور سے لَو لگائی خدا اس شخص پر لو لگانے والے کو غالب کردیتا ہے[3] ''۔

مکارم اخلاق

امام محمد تقیؑ نے مکارم اخلاق اور محاسن صفات پر مشتمل دعا میں فرمایا ہے : ''انسان کے بہترین اخلاق کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا ،اس کے کرم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے محب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے ،اس کے صبر کا نمونہ یہ ہے کہ وہ شکایت نہیں کرتا ،اس کی خیر خواہی کی پہچان یہ ہے کہ وہ ناپسند باتوں سے روکتا ہے ،نرمی کی پہچان یہ ہے کہ انسان اپنے دینی بھائی کی ایسے مجمع میں سر زنش نہ کرے جہاں اُس کو بُرا لگتا ہے ،اس کی سچی صحبت کی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی پر بار نہیں بنتا ،اس کی محبوبیت کی پہچان یہ ہے کہ اس کے موافق زیادہ اور مخالف کم ہوتے ہیں[4] ''۔امام محمد تقیؑ نے ان بہترین کلمات کے ذریعہ حسن اخلاق اور مکارم اخلاق،سچائی قائم کرنے اور حقیقی فکر و محبت کرنے کی بنیاد ڈالی ۔

---

[1] فصول مہمہ ابن صباغ، صفحہ ۳۷۳۔
[2] جوہرۃ الکلام، صفحہ ۲۵۰۔
[3] حیاۃ الامام محمد تقی ؑ، صفحہ ۱۰۵۔
[4] در تنظیم صفحہ ۲۲۳۔الاتحاف بحب الاشراف ،صفحہ ۷۷۔

آداب سلوک

امام محمد تقیؑ نے لوگوں کے درمیان حسن سلوک اور اس کے آداب کا ایک بہت ہی بہترین نظام معین فرمایا ۔آپؑ اس سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں : ۱۔ ''تین عادتوں سے دل موہ لئے جاتے ہیں :معاشرے میں انصاف، مصیبت میں ہمدردی، پریشان حالی میں تسلّی[۱]''۔

۲۔ ''جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ شرمندہ نہیں ہوگا :جلد بازی سے کام نہ لینا ،مشورہ کرنا ،عزم کے وقت اللہ پر بھروسہ کرنا ،جو شخص اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا محسن ہے اور جو علانیہ طور پر اس کو نصیحت کرے گویا اُس نے اس کے ساتھ برائی کی ہے[۲]''۔

۳۔ ''مومن کے اعمال نامہ کی ابتدا میں اس کا حسن اخلاق تحریر ہوگا ،سعادتمند کے اعمال نامہ کے شروع میں اس کی مدح وثنا تحریر ہوگی ،روایت کی زینت شکر ،علم کی زینت انکساری ،عقل کی زینت حسن ادب ہے ،خوبصورتی کا پتہ کلام کے ذریعہ چلتا ہے اور کمال کا پتہ عقل کے ذریعہ چلتا ہے[۳]'' ۔امام کے یہ کلمات حکمت ،قواعد اخلاق اور آداب کے اصول پر مشتمل ہیں ،اگر کسی شخص کے پاس صرف یہی کلمات ہوں تو آپؑ کی امامت پر استدلال کرنے کیلئے کافی ہیں ،ایک کمسن اپنی عمر کے ابتدائی دور میں کیسے ایسی دائمی حکمتیں بیان کرنے پر قادر ہوگیا جن کا بڑے بڑے علماء مثل لانے سے عاجز ہیں ؟

آپؑ کے موعظے ہم ذیل میں آپؑ کے بعض موعظے بیان کر رہے ہیں: ۱۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں : ''توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ ہے ،اور توبہ کرنے میں بہت زیادہ دیر کرنا حیرت و سرگردانی کا سبب ہے ،خدا سے ٹال مٹول کرنا ہلاکت ہے اور

---

[۱] جوہرۃ الکلام ،صفحہ ۱۵۰۔
[۲] الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۷۸۔
[۳] ایضاً

بار بار گناہ کرنا تدبیر خدا سے ایمن ہونا ہے ،خداوند عالم کا فرمان ہے :(لایأمَن مَکرَ اللّٰہِ إلَّا القَوْمُ الخٰاسِرُونَ[1]) ''۔[2]''مکر خدا سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں''

۲۔ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا :مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے تو آپؑ نے اس کو یہ بیش بہا نصیحت فرمائی :''صبر کو تکیہ بناؤ ،غریبی کو گلے لگاؤ ،خواہشات کو چھوڑ دو ،ہویٰ و ہوس کی مخالفت کرو ،یاد رکھو تم خدا کی نگاہ سے نہیں بچ سکتے، لہٰذا غور کرو کس طرح زندگی بسر کرنا ہے[3]''۔

۳۔حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے بعض اولیا کو وعظ و نصیحت پر مشتمل یہ گرانبہا خط تحریر فرمایا : ''ہم اس دنیا سے چلو بھر پانی لیتے ہیں لیکن جس شخص کی خواہش اپنے دوست کی طرح ہو اور وہ اس کی روش کے مطابق چلتا ہو تو وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہوگا جبکہ آخرت چین و سکون کا گھر ہے[4]''۔آپؑ کے یہ وہ موعظے اور ارشادات ہیں جو انسان کو اس کے رب سے نزدیک کرتے ہیں اور اس کے عذاب و عقاب سے دور کرتے ہیں ،انسان کے نفس میں اُبھرنے والے برے صفات کا اتباع کرنے سے ڈراتے ہیں ،یہ برے صفات انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں ،انسان کو رذائل اور جرائم کے میدانوں میں گامزن کر دیتے ہیں ،امام محمد تقیؑ نے اپنے وعظ و ارشادات میں اپنے آباء و اجداد کا اتباع فرمایاہے ،یہ وہ تابناک نصائح ہیں جن کا ہم اُن کی سیرت و سوانح حیات میں مطالعہ کرتے ہیں ۔

مامون کا امامؑ سے مسئلہ کی وضاحت طلب کرنا

مامون نے امام محمد تقیؑ سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی جو آپؑ نے یحییٰ بن اکثم سے پوچھا تھا ،تو آپؑ نے یوں وضاحت فرمائی ''اگر حالتِ احرام میں حدود حرم سے باہر شکار کیا ہے اور شکار پرندہ ہے اور بڑا بھی ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے ،اگر یہی

[1] سورۂ اعراف، آیت ۹۹۔
[2] تحف العقول ،صفحہ ۴۵۶۔
[3] تحف العقول ،صفحہ ۴۵۶۔
[4] تحف العقول ،صفحہ ۴۵۶۔

شکار حدود حرم کے اندر ہوا ہے تو کفارہ دُوگنا (یعنی دو بکریاں)،اگر پرندہ چھوٹا تھا تو دنبہ کا وہ بچہ جو ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو،اگر یہ شکار حرم میں ہوا ہے تو اُس پرندہ کی قیمت اور ایک دنبہ ،اگر شکار وحشی گدھا ہے تو کفارہ ایک گائے اوراگر شکار شتر مُرغ ہے تو کفارہ ایک اونٹ ہے اگر شکاری کفارہ دینے پر قادر نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس پر بھی قادر نہیں ہے اٹھارہ دن روزے رکھے،

اگر اس نے گائے کا شکار کیا ہے تو اس کا کفارہ بھی ایک گائے ہے اگر اس کفارہ کو دینے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو نو دن کے روزے رکھے ،اگر شکار ہرن ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اگر وہ اس کفارہ کو دینے پر قادر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ دے سکے تو تین دن کے روزے رکھے یہ شکار اگر حدود حرم میں ہوا ہے تو کفارہ دوگُنا ہوگا :(هدیاً بالغ الکعبة)اگر احرام حج کا ہے تو قربانی منیٰ میں کرے گا جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں اور اگر احرام عمرہ کا ہے تو کفارات کو خانۂ کعبہ تک پہنچانا ہوگا اور قربانی مکہ میں ہوگی ،اور بکری کی قیمت کے مانند صدقہ دینا ہوگا ۔

اگر اس نے حرم کے کسی کبوتر کا شکار کیا ہے تو وہ ایک درہم صدقہ دے گا اور ایک درہم سے حرم کے کبوتروں کے لئے چارا خریدے گا ،بچہ کا شکار کرے تو آدھا درہم صدقہ دے گا اور اگر بیضہ توڑدے تو ایک چوتھائی درہم صدقہ دے گا ،محرم کو ہر حال میں کفارہ ادا کرنا ہوگا چاہے وہ جان بوجھ کر شکار کرے یا بھول کر شکار کرے ،چاہے وہ اس مسئلہ سے واقف ہو یا ناواقف ،غلام کا کفارہ مالک کو ادا کرنا ہوگا چونکہ غلام خود بھی مالک کی ایک ملکیت ہی شمار ہوتا ہے ،اگر حالت احرام میں شکار کا پیچھا کرے اور شکار مرجائے تو اس کو فدیہ دینا ہوگا ،اگر اپنے اس فعل پر اصرار کرے گا تو اُس پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور اگر اپنے اس فعل پر پشیمان و شرمندہ ہوگا تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا ،اگر وہ رات میں غلطی سے اس کا گھونسلا خراب کردے تو اُس کو کچھ نہیں دینا ہوگا جب تک کہ وہ شکار نہ کرے ،اگر وہ رات یا دن میں اس کا شکار کرلے تو فدیہ دینا ہوگا ،اوراگر احرام حج کا ہے تو فدیہ کو مکہ پہنچانا ہوگا ۔مامون نے اس مسئلہ کو لکھنے کا حکم دیا اس کے بعد عباسیوں سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوا :کیا تم میں کوئی اس مسئلہ کا

جواب دے سکتا ہے ؟نہیں ،خدا کی قسم قاضی بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا ۔اے امیر المو منین!آپ بہتر جانتے ہیں ۔ آگاہ ہوجاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ اہل بیتؑ عام مخلوق نہیں ہیں ؟رسولؐ اللہ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی بچپن میں ہی بیعت کی ہے اور ان دونوں بچوں کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کی ہے، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ حضرت علیؑ نو سال کے سن میں رسول اللہ پر ایمان لائے ،اور اللہ و رسولؐ نے ان کا ایمان قبول کیا اور ان کے علاوہ کسی اور بچہ کا ایمان قبول نہیں کیا ؟ نہ ہی رسولؐ اللہ نے آپؑ کے علاوہ کسی اور بچہ کو دعوت دی ،اور کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اس ذریت میں جو حکم پہلے پر نافذ ہوگا وہی حکم آخری پر نافذ ہو گا[1] ۔

مامون ایمان لے آیاکہ ائمہ اہل بیتؑ کا اسلام میں بہت ہی بلند وبالا مقام ہے اور اُن کے چھوٹے بڑے فضیلت میں برابر ہیں ۔ یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ جب امام محمد تقیؑ بغداد میں تھے تو علماء اور راوی آپ کے مختلف علوم فقہ، کلام ،فلسفہ ، قرآن کریم کی تفسیر اور علم اصول وغیرہ پر مشتمل دوروس تحریر کیا کر تے تھے[2] ۔اما م محمد تقی علیہ السلام کے پایۂ علمی ،مناظرہ اور دیگر علمی اور فکری کارنامے آپؑ کی نوجوانی کے ہیں شیعوں کا اس بات پر مطلق ایمان ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو اللہ نے علم و حکمت اور فصل خطاب عطا کیا ہے اور ان کو وہ فضیلت عطاکی ہے جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں عطا کی ہے ۔ہم نے امام محمد تقی کے علوم، حکمتیں اور آداب کی اپنی کتاب (حیاۃالامام محمد تقیؑ) میں مکمل طورپر تشریح کی ہے ۔

امام کا قتل

حضرت امام محمد تقی کی وفات فطری طورپر نہیں ہوئی بلکہ آپ کو اس معتصم عباسی نے زہر دغا سے شہید کیا ،جس کے دل میں امام محمد تقی سے بغض کینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔جب وہ مسلمانوں سے امام محمد تقی کے فضائل سنتا تھا تو اس کے تھنے پھول جاتے

[1] تحف العقول ،صفحہ ۴۵۲۔وسائل الشیعہ ،جلد ۹ صفحہ ۱۸۸۔یہ مکالمہ ارشاد، صفحہ ۳۱۲میں مختصر طور پر نقل ہوا ہے ۔
[2] اس سلسلہ میں رجوع کیجئے: عقیدۃ الشیعہ ،صفحہ ۲۰۰،حیاۃالامام محمد تقیؑ ، صفحہ ۲۵۷۔

تھے،اس نے اپنا حسد اس ظلم کے ارتکاب سے کیا،امام محمد تقیؑ کو شہید کرنے کا ایک دوسرا سبب ابو داؤد کی شکایت بتایا جاتا ہے،جب ایک فقہی مسئلہ میں معتصم نے امام محمد تقیؑ کا حکم تسلیم کیا اور بقیہ فقہاء کی رائے تسلیم نہیں کی اوروہ مسئلہ یہ تھا کہ ایک چور نے بذات خود اپنی چوری کا اقرار کیا ،معتصم نے اس پر حد جاری کرکے معاشرہ کو پاک کرنا چاہا،اس نے فقہا اور امام محمد تقیؑ کو اپنے دربار میں بلاکر ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو ابو داؤد سجستانی نے کہا :تیمم کے سلسلہ میں خدا کے اس فرمان : (فامسحوا بوجوھکم وَاَیدیکم[1]) کے مطابق اس کا گٹے سے ہاتھ کاٹ دیا جائے ۔ دوسرے فقہاء نے کہا چور کا کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے جس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان :(وایدیکم الی المرافق)ہے[2]۔

معتصم نے امام محمد تقی کی طر متوجہ ہو کر کہا :اے ابو جعفر آپ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے ؟ ''قوم کے علماء اس مسئلہ میں گفتگو کر چکے ہیں ''۔جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسکی وجہ سے مجھے میرے ہی حال پر رہنے دیجئے۔۔۔ معتصم نے امام محمد تقیؑ کو خدا کی قسم دے کر کہا آپ اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں بیان کیجئے ۔''جب تو نے مجھے خدا کی قسم دیدی ہے تو میں بھی تجھے بتاتا ہوں ان سب نے سنت میں غلطی کی ہے چور کے ہاتھ کی چاروں انگلیاں کاٹ دیجئے اور ہتھیلی کو چھوڑ دیجئے ''۔ معتصم نے کہا :کیوں ؟امامؑ نے فرمایا : کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اعضاء سجدہ سات ہیں،پیشانی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پیر اگر اس کا ہاتھ گٹے سے یا کہنی سے کاٹ دیا جائے گا تو اس کے سجدہ کرنے کیلئے ہاتھ ہی نہیں رہے گا اور خدا فرماتا ہے:(وَاَنَ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ[3]) یعنی یہی سات اعضاء جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اللہ کیلئے ہیں ۔اور جو چیز اللہ کیلئے ہوتی ہے اسے قطع نہیں کیا جاتا ہے۔امام محمد تقیؑ کے فتوے اور استدلال سے معتصم ہکا بکارہ گیا اس نے چور کی ہتھیلی کو چھوڑکر بقیہ انگلیاں کاٹنے کا حکم دیدیا اور بقیہ فقہاء کی رائے تسلیم نہیں کی ابو داؤد غیظ و غضب میں بھر گیا،اس نے تین دن کے بعد معتصم سے آکر کہا :مجھ پر امیر المومنین کو نصیحت کرنا واجب ہے اور میں ایسی بات کرتا ہوں جسکے ذریعہ مجھے معلوم ہے کہ جہنم میں جاؤنگا۔ معتصم نے

---

[1] سورۂ نساء ،آیت ۴۳۔
[2] سورۂ مائدہ ،آیت ۶۔
[3] سورۂ جن، آیت ۱۸۔

جلدی سے کہا :وہ کیا ہے ؟امیر المومنین نے ایک مجلس میں اپنی رعیت کے تمام فقہاء اور علماء کو جمع کیا اور ان سے دینی امر کے متعلق سوال کیا تو وہ اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ جانتے تھے انھوں نے اس کو بتایا ،اس مجلس میں اس کے اہل بیت وزیر وزرا اور نامہ نگار موجود تھے اور دروازہ کے پیچھے سے لوگ اس کی بات سن رہے تھے پھر اس نے ایک شخص کی وجہ سے تمام فقہا کی بات رد کرتے ہوئے اس کا قول قبول کر لیا جس کو اس امت کا امام بتایا جاتا ہے اور یہ ادعا کیا جاتا ہے کہ ان کا مقام و منصب سب سے اولیٰ ہے پھر امیر فقہاء کے حکم کو چھوڑتے ہوئے اسی امام کے حکم کو نافذ کرتا ہے ؟معتصم کا رنگ متغیر ہوگیا ،اس نے اس کی بات کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا :خدا تجھے اس نصیحت کے عوض خیر عطا کرے[1]۔

معتصم بادشاہوں کو نصیحت کرنے والے اسی نام نہاد فقیہ کو امامؑ کو قتل کرنے کیلئے بھیجا،وائے ہو اس پر جو عظیم گناہ کا مرتکب ہوا اوران ائمہ اہل بیتؑ میں سے ایک امام کو قتل کرنے میں شریک ہوا جن کی محبت کواللہ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب قرار دیاہے۔راویوں میں اس شخص کے بارے میں اختلاف پایا جاتاہے جس کو معتصم نے امامؑ کو قتل کرنے کیلئے بھیجا تھا ۔بعض راویوں نے نقل کیاہے کہ اس نے اپنے بعض زیروں کے بعض کاتبوں کو امامؑ کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا تھا ۔ایک کاتب نے امامؑ کی اپنے گھر میں زیارت کی غرض سے دعوت کی تو امامؑ نے انکار فرمادیا،لیکن جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیااور امامؑ کے پاس اس کی دعوت قبول کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا ۔امامؑ اس کے گھر تشریف لے گئے جب کھانا تناول کیاتو آپؑ نے زہر کا احساس کیا آپ اپنی سواری پر سوار ہوکراس کے گھر سے نکل آئے[2]،دوسرے راویوں نے یوں بیان کیاہے کہ معتصم نے امامؑ کی زوجہ اور اپنی بھتیجی ام الفضل کو بہکایاکہ اگر وہ امامؑ کوزہر دیدے گی تومیں اس کواتنا مال دونگا[3]۔بہر حال زہراپنا کام کرگیا ۔امام کو سخت تکلیف ہونے لگی،آنتیں کٹ گئیں،عباسی حکومت کے عہدیداروں نے صبح کے وقت بیماری کی وجہ معلوم کرنے

---

[1] تفسیر عیاشی ،جلد ۱،صفحہ ۳۱۹۔برہان جلد ۱،صفحہ ۴۷۱۔بحارالانوار ،جلد ۱۲، صفحہ ۹۹۔وسا ئل الشیعہ ،جلد ۱۸،صفحہ ۴۹۰۔حیاۃالامام محمد تقی ؑ ، صفحہ ۲۷۰۔
[2] تفسیر عیاشی، جلد ۱،صفحہ ۳۲۰۔بحارالانوار ،جلد ۱۲، صفحہ ۹۹۔برہان ،جلد ۱،صفحہ ۴۷۱۔
[3] نزہۃ الجلیس ،جلد ۲،صفحہ ۱۱۱۔مناقب، جلد ۴،صفحہ ۳۹۱۔

کی غرض سے احمد بن عیسیٰ کو بھیجا[1] موت امامؑ کے قریب ہورہی تھی حالانکہ ابھی آپ نے عنفوان شباب میں ہی قدم رکھا تھا۔ جب آپ کو بالکل موت کے قریب ہونے کا یقین ہوگیا توآپؑ نے قرآن کریم کے سوروں کی تلاوت کرنا شروع کردیا اور آخری دم تک تلاوت کرتے رہے،آپ کی موت سے دنیائے اسلام کے قائد وامام کا نور ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ امامؑ کی موت سے رسالت اسلامیہ کا وہ صفحہ بند ہوگیا جس نے فکر کو روشنی بخشی اور علم و فضل کی زمین کو بلندی عطا کرکے اسے منور کیا۔

آپ کی تجہیز وتکفین

امام محمد تقیؑ کو غسل وکفن دیا گیا اور یہ تمام امور امام علی نقی علیہ السلام نے انجام دئے نماز جنازہ پڑھائی[2] اس کے بعد آپ کے جنازہ کو بڑی ہی شان وشوکت سے قریش کے مقبرہ تک لایا گیا آپؑ کے جنازہ میں جم غفیر نے شرکت کی جس میں وزراء،کُتّاب اور عباسی وعلوی خاندان کے بڑے بڑے عہدیدار پیش پیش تھے ،وہ بڑے حزن والم سے کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام خسارہ میں ہے آپ کا جسد اطہر مقابر قریش تک پہنچا اور آپؑ کے جد بزرگوار امام موسیٰ بن جعفر کی قبر مطہر کے پہلو میں دفن کردیا گیا آپ کے ساتھ ہی انسانی اقدار کا قوام اور بلند وبالا اسوہ حسنہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔

امامؑ کی عمر

آپؑ کی عمر ۲۵ برس تھی،آپ سن کے اعتبار سے تمام ائمہ میں سب سے کم عمر تھے ،اور آپ نے اپنی یہ چھوٹی سی عمر لوگوں کے درمیان علم وفضل اور ایمان کو نشر کرنے میں صرف کردی۔

---

[1] ارشاد، صفحہ ۳۶۹۔

[2] نورالابصار، مؤلف مازندرانی صفحہ ۲۷۶۔منتہی الآمالِ قمی ،جلد ۲،صفحہ ۴۵۲۔مرآۃ الجنان، جلد ۲،صفحہ ۸۱میں آیا ہے کہ واثق ابن معتصم نے بھی نماز جنازہ ادا کی ۔اور نزہۃ المجلس ،جلد ۲،صفحہ ۱۱۱میں آیا ہے کہ واثق اور معتصم نے جلدی سے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھی ۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام امام علی نقی،ائمہ ہدیٰ کی دسویں کڑی ہیں آپ کنوز اسلام اور تقوی وایمان کے ستاروں میں سے ہیں ،آپ نے طاغوتی عباسی حکمرانوں کے سامنے حق کی آواز بلند کی،اورآپ نے اپنی زندگی کے ایک لمحہ میں بھی ایسی مادیت قبول نہیں کی جس کا حق سے اتصال نہ ہو،آپ نے ہرچیز میں اللہ کی اطاعت کی نشاندہی کرائی۔۔۔ہم ذیل میں آپ کے بارے میں مختصر طورپرکچھ بیان کر رہے ہیں:

ولادت باسعادت

اس مولود مبارک سے دنیاروشن ومنور ہوگئی،آپ مقام بصریا[1] میں پیدا ہوئے،امام محمد تقی،نے اس مولود مبارک کی ولادت با سعادت پرتمام شرعی رسومات انجام دلوائیں،داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ائمہ ہدیٰ کی اتباع کرتے ہوئے عقیقہ میں گوسفند ذبح کیا۔آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

اسم گرامی

حضرت امام محمد تقی،نے تبرکاً آپ کا اسم مبارک اپنے جدبزرگوارامیرالمومنین علی،کے نام پر علی رکھا،چونکہ آپ فصاحت وبلاغت،جہاداوراللہ کی راہ میں مصائب برداشت کرنے میں اُن (امام علی،)کے مشابہ تھے اورآپ کی کنیت ابوالحسن رکھی،جس طرح آپ کے کریم القاب مرتضیٰ،عالم اور فقیہ وغیرہ ہیں۔

[1] بصریاوہ دیہات ہے جس کو امام موسیٰ بن جعفر ؑ نے بسایا تھا جو مدینہ سے تین میل دور ہے ۔

آپ کی پرورش

امام علی نقی نے اس خاندان میں پرورش پائی جو لوگوں کے ما بین ممتاز حیثیت کا حامل تھا ان کا سلوک منور و روشن اور ان کے آداب بلند و بالا تھے، ان کا چھوٹا بڑے کی عزت اور بڑا چھوٹے کا احترام کرتا تھا، مورخین کے نقل کے مطابق اس خاندان کے آداب یہ ہیں: حضرت امام حسین اپنے بھائی امام حسن کی جلالت اور تعظیم کی خاطر ان کے سامنے کلام نہیں کرتے تھے، روایت کی گئی ہے کہ امام زین العابدین سید الساجدین اپنی تربیت کرنے والیوں کے ساتھ ان کے التماس کرنے کے باوجود کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور ان کو اس بات کے ڈر سے منع کر دیتے تھے کہ کہیں میری نظر اس کھانے پر نہ پڑ جائے جس پر مجھ سے پہلے ان کی نظر پڑ گئی ہو تو اس طرح اُن کے نا فرمان قرار پائیں گے دنیا میں وہ کونسا ادب ان آداب کے مشابہ ہو سکتا ہے جو انبیاء کے آداب ان کے بلند و بالا سلوک اور ان کے بلند اخلاق کی حکایت کر رہا ہے؟امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد تقیؑ کے زیر سایہ پرورش پائی جو فضائل و آداب کی کائنات تھے، آپ ہی نے اپنے فرزند پر اپنی روح اخلاق اور آداب کی شعاعیں ڈالیں ۔

بچپن میں علم لدنی کے مالک آپ کی غیر معمولی استعداد حضرت امام علی نقی علیہ السلام اپنے عہد طفولیت میں بڑے ذہین اور ایسے عظیم الشان تھے جس سے عقلیں حیران رہ جاتی ہیں یہ آپ کی ذکاوت کا ہی اثر تھا کہ معتصم عباسی نے امام محمد تقیؑ کو شہید کرنے کے بعد عمر بن فرج سے کہا کہ وہ امام علی نقیؑ جن کی عمر ابھی چھ سال اور کچھ مہینے کی تھی ان کے لئے ایک معلم کا انتظام کر کے یثرب بھیج دے اس کو حکم دیا کہ وہ معلم اہل بیتؑ سے نہایت درجہ کا دشمن ہو، اس کو یہ گمان تھا کہ وہ معلم امام علی نقیؑ کو اہل بیتؑ سے دشمنی کرنے کی تعلیم دے گا ،لیکن اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ائمہ طاہرین بندوں کے لئے خدا کا تحفہ ہیں جن کو اس نے ہر طرح کے رجس و پلیدی سے پاک قرار دیا ہے ۔جب عمر بن فرج یثرب پہنچا اس نے وہاں کے والی سے ملاقات کی اور اس کو اپنا مقصد بتایا تو اس نے اس کام کیلئے جنیدی کا تعارف کرایا چونکہ وہ علوی سادات سے بہت زیادہ بغض و کینہ اور عداوت رکھتا تھا

۔ اس کے پاس نمائندہ بھیجا گیا جس نے معتصم کا حکم پہنچا یا تو اس نے یہ بات قبول کر لی اور اس کے لئے حکومت کی طرف سے تنخواہ معین کر دی گئی اور جنیدی کو اس امر کی ہدایت دیدی گئی کہ ان کے پاس شیعہ نہ آنے پائیں اور ان سے کوئی رابطہ نہ کر پائیں، وہ امام علی نقیؑ کو تعلیم دینے کے لئے گیا لیکن امام کی ذکاوت سے وہ ہکا بکا رہ گیا ۔

محمد بن جعفر نے ایک مرتبہ جنیدی سے سوال کیا : اس بچہ (یعنی امام علی نقیؑ)کا کیا حال ہے جس کو تم ادب سکھا رہے ہو ؟جنیدی نے اس کا انکار کیااور امام کے اپنے سے بزرگ و برتر ہونے کے سلسلہ میں یوں گویا ہوا : کیا تم ان کو بچہ کہہ رہے ہو !!اور ان کو سردار نہیں سمجھ رہے ہو، خدا تمہاری ہدایت کرے کیا تم مدینہ میں کسی ایسے آدمی کو پہچانتے ہو جو مجھ سے زیادہ ادب و علم رکھتا ہو ؟ اس نے جواب دیا :نہیں سنو !خدا کی قسم جب میں اپنی پوری کوشش کے بعد ان کے سامنے ادب کا کوئی باب پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں جن سے میں مستفید ہوتا ہوں ۔ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں ان کو تعلیم دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں خود ان سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں ۔زمانہ گذرتا رہا،ایک روز محمد بن جعفر نے جنیدی سے ملاقات کی اور اس سے کہا :اس بچہ کا کیا حال ہے ؟ اس بات سے اس نے پھر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور امامؑ کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا :کیا تم اس کو بچہ کہتے ہو اور بزرگ نہیں کہتے جنیدی نے انھیں ایسا کہنے سے منع کرتے ہوئے اس سے کہا : ایسی بات نہ کہو خدا کی قسم وہ اہل زمین میں سب سے بہتر اور خدا کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں،میں نے بسا اوقات ان کے حجرے میں حاضر ہوکران کی خدمت میں عرض کیا :یہاں تک کہ میں ان کوایک سورہ پڑھاتا تو وہ مجھ سے فرماتے : ''تم مجھ سے کون سے سورہ کی تلاوت کرانا چاہتے ہو؟ ''،تومیں ان کے سامنے ان بڑے بڑے سوروں کاتذکرہ کرتا جن کوانھوں نے ابھی تک پڑھا بھی نہیں تھاتو آپؑ جلدی سے اس سورہ کی ایسی صحیح تلاوت کرتے جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا تھا،آپ داؤد کے لحن سے بھی زیادہ اچھی آواز میں اس کی تلاوت فرماتے ،آپ قرآن کریم کے آغاز سے لے کر انتہا تک کے حافظ تھے یاآپ کوسارا قرآن حفظ تھااورآپ اس کی تاویل اور تنزیل سے بھی واقف تھے ۔جنیدی نے مزیدیوں کہا :اس بچہ نے مدینہ میں کالی دیواروں کے مابین

پرورش پائی ہے اس علم کثیر کی ان کوکون تعلیم دے گا؟اے خدائے پاک وپاکیزہ ومنزہ!!جنیدی نے اہل بیت ؑکے متعلق اپنے دل سے بغض وکینہ وحسد وعدوات کونکال کر پھینک دیااوران کی محبت وولایت کا دم بھرنے لگا[1]۔اس چیز کی اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں بیان کی جاسکتی کہ مذہب تشیع کا کہنا ہے کہ خدا نے ائمہ طاہرین ؑکوعلم وحکمت سے آراستہ کیااوران کو وہ فضیلت وبزرگی عطاکی جودنیا میں کسی کونہیں دی ہے۔

علویوں کاآپ کی تعظیم کرنا

امام علی نقی ؑعلوی سادات کی تعظیم وتکریم کے احاطہ میں رہے ،انھوں نے ہی آپ کے بلند مرتبہ کو پہچانا،آپ کوواجب الطاعۃامام تسلیم کیاہے (یعنی جن کی اطاعت کرناواجب قراردیاگیاہے) راویوں نے امام موسیٰ بن جعفر ؑکے فرزند زیدسے روایت کی ہے، آپ چھوٹے سے سن میں ہی بہت بڑے تیرانداز تھے، زید امام ؑکے نگہبان عمربن فرج سے اجازت لے کرامام ؑسے ملاقات کرنے کیلئے جاتے ،وہ ان کو اجازت دیتا تو داخل ہوتے اورامام ؑکے سامنے بڑی ہی تعظیم وتکریم کے ساتھ ادب سے بیٹھتے ،ایک مرتبہ جب آپ امام سے ملاقات کیلئے گئے تو امام ؑتشریف نہیں رکھتے تھے توآپ (زید) خود مجلس کی صدارت کرنے لگے،جب امام علی نقی ؑتشریف لائے توزیداپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اوران کواپنی جگہ بٹھایااورامام علی نقی ؑکا چھوٹا سن ہونے کے باوجودآپ ان کے سامنے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گئے ،گویاکہ آپ (زید)امام ؑکی عظمت اور امام ؑکے واجب الطاعۃہونے کے معترف تھے[2]۔ حضرت امام علی نقی ؑکی تعظیم صرف علوی سادات ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ہرطبقہ کا شخص آپ ؑکی تعظیم وتکریم کرتا تھا ،محمد بن حسن اشترسے روایت ہے:میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ لوگوں کے مجمع میں متوکل کے دروازے پر تھا حالانکہ مجمع میں طالبی،عباسی اورجعفری خاندان کے افراد تھے ،ہم لوگ کھڑے ہی تھے کہ اتنے میں ابوالحسن ؑتشریف لائے تو مجمع آپ کی عزت وجلالت کی وجہ سے ہٹ گیا ،یہاں تک کہ آپ ؑمحل میں داخل ہوگئے ۔بعض بغض وکینہ رکھنے والوں نے کہا :اس بچہ کو کیوں راستہ دے رہے ہو؟وہ

[1] حیاۃالامام علی نقی ؑ، صفحہ۲۴۔۲۶۔
[2] حیاۃ الامام علی نقی ؑ، صفحہ۲۶۔

ہم سے اشرف اور سن میں ہم سے بڑا نہیں ہے،خدا کی قسم جب یہ باہر نکلیں گے تو ہم ان کو راستہ نہیں دیں گے۔مومن ابوہاشم جعفری نے یوں جواب دیا :خدا کی قسم تم ان کے سامنے ذلت و حقارت سے پا برہنہ چلوگے ۔جب امامؑ محل سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کی تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند ہوئیں اور سب نے آپ کا احترام واکرام کیا،ابوہاشم نے مجمع کی طرف متوجہ ہوکر کہا :کیا تم یہ سوچتے ہوکہ ان کا کوئی احترام نہیں کرے گا ؟وہ امامؑ کی بناء پر اپنی حیرت وپسندیدگی کو قابو میں نہ رکھ سکے اور کہنے لگے :خدا کی قسم ہم بے قابو ہوکر پیادہ ہوگئے[1]۔

اسی طرح امامؑ کی شخصیت نے لوگوں کے قلوب کو تعظیم کے لئے بھر دیا تھا،آپ کی جلالت وبزرگی کا جھک کر استقبال کرتے تھے ،آپ کی یہ ہیبت کسی ملک و سلطنت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہ اللہ کی اطاعت اور دنیا میں اس کا زہد وتقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی،یہ آپ کی اس عظیم ہیبت کا ہی نتیجہ تھا کہ جب آپ سرکش وباغی متوکل کے محل میں داخل ہوتے تھے تو محل کا ہرآدمی آپ کی جلالت وبزرگی کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کی خدمت کرنے کے لئے کھڑا ہوجاتا وہ آپ کی خاطر پردے ہٹانے ،دروازے کھولنے اور اس طرح کے دوسرے محترمانہ امورانجام دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے[2]۔

آپ کا جودوکرم

حضرت امام محمد تقیؑ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اورسب سے نیکی و احسان کرنے والے تھے۔آپ کے جودوکرم کے بعض واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۱۔اسحاق جلّاب سے روایت ہے:میں نے یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ)امام علی نقیؑ کے لئے بہت زیادہ گوسفند خریدے جن کوآپ نے تمام دوستوں واحباب[3] میں تقسیم فرمادیا۔شیعوں کے بزرگ افراد کی جماعت کاایک وفدآپؑ کے پاس پہنچا جس میں ابوعمرو عثمان بن سعید،احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی تھے

---

[1] بحارالانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۳۱۔ اعیان الشیعہ ،جلد ۴ ،صفحہ ۲۷۵،دوسرا حصہ ۔
[2] بحارالانوار ،جلد ۱۳، صفحہ ۱۲۹۔
[3] حیاۃالامام علی نقیؑ ،صفحہ ۲۴۳۔

۱حمد بن اسحق نے آپ سے اپنے مقروض ہونے کے متعلق عرض کیا توآپؑنے اپنے وکیل عمروسے فرمایا: ''ان کواور علی بن جعفر کوتین تین ہزار دینار دیدو''،آپ کے وکیل نے یہ مبلغ ان دونوں کوعطا کردی۔

ابن شہرآشوب نے اس علوی کرامت بیان پر یہ حاشیہ لگایا:(یہ وہ معجزہ ہے جس پر بادشاہوں کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں ہوسکتا اور ہم نے اس طرح کی عطا و بخشش کے مثل کسی سے نہیں سنا ہے[1]۔امامؑنے ان بزرگ افراد پر اس طرح کی بہت زیادہ جودو بخشش کی اور انہیں عیش و عشرت میں رکھااور یہ فطری بات ہے کہ بہترین بخشش کسی نعمت کا باقی رکھنا ہے۔

۲۔ابوہاشم نے امامؑسے اپنی روزی کی تنگی کا شکوہ کیا اور امامؑنے آپ پر گذرنے والے فاقوں کا مشاہدہ فرمایاتوآپ نے اس کے رنج وغم کودورکرنے کیلئے اس سے فرمایا!''اے ابوہاشم!تم خودپر خدا کی کس نعمت کاشکریہ اداکرناچاہتے ہو؟اللہ نے تجھے ایمان کارزق دیااوراس کے ذریعہ تیرے بدن کوجہنم کی آگ پرحرام قراردیا،اس نے تجھے عافیت کارزق عطاکیاجس نے اللہ کی اطاعت کرنے پرتیری مددکی اور تجھے قناعت کارزق عطاکیاجس نے تجھے اصراف سے بچایا''۔

پھر آپؑنے اس کو سو درہم دینے کا حکم صادر فرمایا[2]۔امام علی نقیؑنے لوگوں کو جو نعمتیں دی ہیںیہ وہ بہت بڑی نعمتیں ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کوعطا کی ہیں ۔امامؑکا اپنے مزرعہ (زراعت کرنے کی جگہ)میں کام کرنا امامؑاپنے اہل و عیال کی معیشت کیلئے مزرعہ میں کام کرتے تھے،علی بن حمزہ سے روایت ہے : میں نے امام علی نقیؑکو مزرعہ میں کام کرتے دیکھا جبکہ آپؑکے قدموں پر پسینہ آرہا تھا ۔میں نے آپؑکی خدمت با برکت میں عرض کیا :میری جان آپؑپر فدا ہو!کام کرنے والے کہاں ہیں ؟امامؑنے بڑے ہی فخر سے اس کے اعتراض کی تنقید کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''زمین پربیلچہ سے کام ان لوگوں نے بھی کیا جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر تھے؟''۔وہ کون تھے؟''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،امیر المومنین اور میرے آباء سب نے اپنے ہاتھوں سے

[1] المناقب، جلد۴، ص۴۴۱۔
[2] امالی صدوق ،صفحہ ۴۹۸۔

کام کیا ،یہ انبیاء مرسلین ،اوصیاء اور صالحین کا عمل ہے[۱]"۔ہم نے یہ واقعہ اپنی کتاب "العمل و حقوق العامل فی الاسلام "میں ذکر کیا ہے ۔اسی طرح ہم نے کام کی اہمیت پر دلالت کرنے والے دوسرے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ انبیاء اور صالحین کی سیرت ہے ۔

آپؑ کا زہد

حضرت امام علی نقیؑ نے اپنی پوری زندگی میں زہد اختیار کیا ،اور دنیا کی کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں دی مگر یہ کہ اس چیز کا حق سے رابطہ ہو ،آپؑ نے ہر چیز پر اللہ کی اطاعت کو ترجیح دی ۔ راویوں کا کہنا ہے کہ مدینہ اور سامراء میں آپؑ کے مکان میں کوئی چیز نہیں تھی ،متوکل کی پولس نے آپؑ کے مکان پر چھاپا مارا اور بہت ہی دقیق طور پر تلاشی لی لیکن ان کو دنیا کی زندگی کی طرف مائل کرنے والی کوئی چیز نہیں ملی ،امامؑ ایک کھلے ہوئے گھر میں بالوں کی ایک ردا پہنے ہوئے تھے ،اور آپؑ زمین پر بغیر فرش کے ریت اور کنکریوں پر تشریف فرما تھے ۔سبط احمد جوزی کا کہنا ہے : بیشک امام علی نقیؑ دنیا کی کسی چیز سے بھی رغبت نہیں رکھتے تھے ، آپؑ مسجد سے اس طرح وابستہ تھے جیسے اس کالازمہ ہوں ،جب آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں مصاحف ، دعاؤں اور علمی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا ۔ حضرت امام علی نقیؑ اپنے جد امیرالمومنینؑ کی طرح زندگی بسر کرتے تھے جو دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے ،انھوں نے دنیا کو تین مرتبہ طلاق دی تھی جس کے بعد رجوع نہیں کیا جاتا ہے ،اپنی خلافت کے دوران انھوں نے مال غنیمت میں سے کبھی اپنے حصہ سے زیادہ نہیں لیا ،آپؑ کبھی کبھی بھوک کی وجہ سے اپنے شکم پر پتھر باندھتے تھے،وہ اپنے ہاتھ سے لیف خرما کی بنائی ہوئی نعلین پہنتے تھے،اسی طرح آپؑ کا حزام "تسمہ" بھی لیف خرما کا تھا ،اسی طریقہ پر امام علی نقیؑ اور دوسرے ائمہ علیہم السلام گامزن رہے انھوں نے غریبوں کے ساتھ زندگی کی سختی اور سخت لباس پہننے میں مواسات فرمائی ۔

[۱] حیاۃالامام علی نقیؑ ، صفحہ ۴۶۔

آپ کا علم

حضرت امام علی نقیؑ علمی میدان میں دنیا کے تمام علماء سے زیادہ علم رکھتے تھے ،آپؑ تمام قسم کے علوم و معارف سے آگاہ تھے ،آپؑ نے حقائق کے اسرار اور مخفی امور کو واضح کیا ،تمام علماء و فقہاء شریعت اسلامیہ کے پیچیدہ اور پوشیدہ مسائل میں آپؑ ہی کے روشن و منور نظریے کی طرف رجوع کرتے تھے ،آپؑ اور آپؑ کے آباء و اجداد کا سخت دشمن متوکل بھی جس مسئلہ میں فقہا میں اختلاف پاتا تھا اس میں آپؑ ہی کی طرف رجوع کرتا تھا اور سب کے نظریات پر آپؑ کے نظریہ کو مقدم رکھتا تھا ہم ذیل میں وہ مسائل پیش کررہے ہیں جن میں متوکل نے امامؑ کی طرف رجوع کیا ہے: ا۔ متوکل کا ایک نصرانی کاتب تھا جس کی بات کو وہ بہت زیادہ مانتا تھا ،اس سے خالص محبت کرتا تھا ،اس کا نام لیکر نہیں پکارتا تھا بلکہ اس کو ابو نوح کی کنیت سے آواز دیا کرتا تھا، فقہاء کی ایک جماعت نے اس کو ابو نوح کی کنیت دینے سے منع کرتے ہوئے کہا :کسی کافر کو مسلمان کی کنیت دینا جائز نہیں ہے، دوسرے ایک گروہ نے اس کو کنیت دینا جائز قرار دیدیا،تو اس سلسلہ میں متوکل نے امامؑ سے استفتا کیا ۔

امامؑ نے اس کے جواب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ آیت تحریر فرمائی :(تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ[1])، ''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے امام علی نقیؑ نے آیت کے ذریعہ کافر کی کنیت کے جواز پر دلیل پیش فرمائی اور متوکل نے امامؑ کی رائے تسلیم کر لی[2] ۔

۲۔ متوکل نے بیماری کی حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے نذر کی کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو درہم کثیر صدقہ دونگا ،جب وہ اچھا ہو گیا تو اُس نے فقہاء کو جمع کر کے اُن سے صدقہ کی مقدار کے سلسلہ میں سوال کیا فقہاء میں صدقہ دینے کی مقدار کے متعلق اختلاف ہو گیا ،متوکل نے اس سلسلہ میں امامؑ سے فتویٰ طلب کیا تو امامؑ نے جواب میں ۸۳ دینار صدقہ دینے کے لئے فرمایا ،فقہاء نے اس فتوے سے

---

[1] سورۂ مسد، آیت ۱۔
[2] حیاۃ الامام علی نقی ؑ ، صفحہ ۲۳۹۔

تعجب کا اظہار کیا ،انھوں نے متوکل سے کہا کہ وہ امام ؑسے اس فتوے کا مدرک معلوم کرے تو امام ؑنے اُن کے جواب میں فرمایا : خداوند عالم فرماتا ہے : (لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِی مَوَاطِنَ کَثِیرَۃٍ [1])، ''بیشک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے ''اور ہمارے سب راویوں نے روایت کی ہے کہ سرایا کی تعداد ۸۳ تھی [2] ۔امام ؑنے جواب کے آخر میں مزید فرمایا : ''جب کبھی امیر المومنین ؑاچھے نیک کام میں اضافہ فرماتے تھے تو وہ اُن سب کے لئے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ منفعت آور ہوتا تھا [3] ''۔

۳۔اور جن مسائل میں متوکل نے امام ؑکی طرف رجوع کیا اُن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ متوکل کے پاس ایک ایسے نصرانی شخص کو لایا گیا جس نے مسلمان عورت سے زنا کیا تھا ،جب متوکل نے اُس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو وہ مسلمان ہو گیا ،یحییٰ بن اکثم نے کہا :اس کے ایمان کے ذریعہ اُ س کا شرک اور فعل نابود ہو گیا ،بعض فقہا ء نے اُس پر تین طرح کی حد جاری کرنے کا فتویٰ دیا ،بعض فقہا ء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ،تو متوکل نے یہ مسئلہ امام علی نقی ؑکی خدمت میں پیش کیا ،آپ ؑنے جواب میں فرمایا کہ اس کو اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے ،یحییٰ اور بقیہ فقہاء نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا :ایسا کتاب و سنت میں نہیں آیا ہے ۔ متوکل نے ایک خط امام ؑکی خدمت میں تحریر کیا جس میں لکھا : مسلمان فقہا اس کا انکار کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ کتاب خدا اور سنتِ رسول میں نہیں آیا ہے ۔ لہٰذا آپ ؑہمارے لئے یہ بیان فرما دیجئے کہ آپ ؑنے یہ فتویٰ کیوں دیا ہے کہ اس کو اتنا مارا جائے جس سے وہ مرجائے ؟امام ؑنے جواب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ آیت تحریر فرمائی: (فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ [4])۔'' پھر جب اُن کے پاس رسول معجزات لیکر آئے تو اپنے علم پر ناز کرنے لگے ،اور نتیجہ میں جس بات کا مذاق اڑارہے تھے اسی نے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے

[1] سورۂ توبہ، آیت ۲۵۔
[2] تاریخ اسلام ذہبی ،چھبیسویں طبقہ کے رجال ،تذکرۃ الخواص ،صفحہ ۳۶۰۔
[3] المنتظم، جلد ۱۲، صفحہ ۲۶۔
[4] سورۂ غافر، آیت ۸۳۔۸۴۔

۔پھر جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کیا کرتے تھے سب کا انکار کررہے ہیں ''۔اور متوکل نے امامؑ کا نظریہ تسلیم کر لیا[1]۔

آپؑ کے اقوال زرّیں

امام علی نقیؑ نے کچھ نورانی کلمات کا مجموعہ بیان فرمایا ہے جس میں مختلف تربیتی اور فطری اسباب بیان فرمائے ہیں جو عالم اسلام میں تفکر کی سب سے بہترین دولت شمار کئے جاتے ہیں: ۱۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''خیر (اچھا ئی)سے بہتر خود اس کا انجام دینے والا ہے، جمیل سے صاحب جمال خود اس کا کہنے والا ہے،اور علم عمل کرنے والے ترجیح رکھتا ہے ''۔امامؑ نے اِن کلمات کے ذریعہ اُن اشخاص کی توصیف کی ہے جو اِن صفات سے آراستہ ہیں: الف:نیک کام کرنے والا اخلاقی ارزشوں کے لحاظ سے اچھائی سے بہتر ہے ۔

ب۔اچھی بات کہنے والا ،چونکہ یہ شخص لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے ۔

ج۔اپنے علم پر عمل کرنے والا ،علم پر ترجیح رکھتا ہے بیشک علم عمل کے لئے وسیلہ اور تہذیب چاہتا ہے ،جب علم پر عمل ہوتا ہے تو اس کی رسالت کا حق ادا ہوجاتا ہے، علم محفوظ ہوجاتا ہے ،اس کی شان و منزلت بڑھ جاتی ہے اور یہ علم سے بہتر ہے ۔

۲۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے:کرامت سے نا آشنا شخص کی بہتری اس میں ہے کہ وہ ذلیل ہوجائے ''۔یہ کلمہ کتنا زیبا ہے کیونکہ جو شخص کرامت انسانی سے نا آشنا ہے اور انسانی اقدار کی خبر نہیں رکھتا اس کی بہتری اسی میں ہے کہ اس سے روگردانی کی جائے ۔

۳۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''سب سے بڑا شر بری عادت ہے ''۔بیشک سب سے بڑی مصیبت بری عادت ہے،اس سے انسان عظیم شرّ میں مبتلا ہوجاتا ہے جس سے متعدد مصیبتیں اور مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔

---

[1] شرح شافیہ مؤلف ابو فراس ،جلد ۲،صفحہ ۱۶۷۔

۴۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''جہالت اور بخل سب سے بری عادتیں ہیں''۔اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جہالت اور بخل بری عادتیں ہیں ،یہ دونوں انسان کو اس کے پروردگار سے دور کردیتی ہیں اوروہ اُن دونوں کے ساتھ حیوان سائم کی طرح زندگی بسر کرتا ہے ۔

۵۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''نعمتوں کا انکار سستی کی علامت ہے اور ردّو بدل کا سبب ہوتا ہے''۔بیشک جس نے کفرانِ نعمت کیا اور نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ کاہل ہے،منعم کے دائرۂ اطاعت سے خارج ہے ۔جیسا کہ نعمتوں پراکڑنا نعمتوں کے زوال کا کا سبب ہوتا ہے ۔

۶۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''لڑائی جھگڑا پرانی صداقت ''بھائی چارگی''کو ختم کر دیتا ہے مورد اعتماد معاملات کو منحل کر دیتا ہے،جھگڑے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ ایک دوسرے پر برتری طلب کی جائے،جبکہ برتری طلبی جدائی کے اسباب کی بنیاد ہے[1]۔ مراء مجادلہ کو کہتے ہیں جو صداقت کی ریسمان کو توڑ دیتا ہے،محبت و مودّت کو منحل کر دیتا ہےاور دونوں کے درمیان بغض و عداوت کورائج کر دیتا ہے ۔

امامؑ کے امتحان کے لئے متوکل کا ابن سکیت کو بلانا

متوکل نے ایک بہت بڑے عالم دین یعقوب بن اسحاق جو ابن سکیت کے نام سے مشہور تھے کو امام علی نقیؑ سے ایسے مشکل مسائل پوچھنے کی غرض سے بلایا جن کو امامؑ حل نہ کر سکیں اور اُن کے ذریعہ سے امامؑ کی تشہیر کی جا سکے ۔ابن سکیت امام علی نقیؑ کا امتحان لینے کیلئے مشکل سے مشکل مسائل تلاش کرنے لگا کچھ مدت کے بعد وہ امامؑ سے سوالات کرنے کیلئے تیار ہو گیا تو متوکل نے اپنے قصر (محل)میں ایک اجلاس بلایاتو ابن سکیت نے امام علی نقیؑ سے یوں سوال کیا : اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضا دے کر کیوں مبعوث کیا ،حضرت عیسیٰ کو اندھوں ،برص کے مریض اور مردوں کو زندہ کرنے کے لئے کیوں مبعوث کیا،اور حضرت

[1] حیاۃ الامام علی نقیؑ ، صفحہ ۱۵۸۔۱۶۰۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن اور تلوار دے کر کیوں مبعوث کیا ؟حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے جواب میں یوں فرمایا : ''اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضا دے کر اس لئے بھیجا کہ ان کے زمانہ میں جادو گروں کا بہت زیادہ غلبہ تھا ،جن کے ذریعہ ان کے جادو کو مغلوب کردے، وہ حیران رہ جائیں اور ان کے لئے حجت ثابت ہو جائے ،حضرت عیسیٰؑ کواندھوں اور مبروص کو صحیح کرنے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرنے کیلئے مبعوث کیا کیونکہ ان کے زمانہ میں طبابت اور حکمت کا زور تھا، خدا وند عالم نے آپؑ کو یہ چیزیں اس لئے عطا کیں تاکہ ان کے ذریعہ اُن کو مغلوب کردیں اور وہ حیران رہ جائیں ،اور حضرت محمدؐ کوقرآن اور تلوار دے کر اس لئے مبعوث کیا کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں تلوار اور شعر کا بہت زیادہ زور تھااور وہ نورانی قرآن کے ذریعہ ان کے اشعار پر غالب آگئے اور زبردست تلوار کے ذریعہ ان کی تلواروں کو چکا چوند کردیا اور ان پر حجت تمام فرما دی ''۔

امامؑ نے اپنے حکیمانہ جواب کے ذریعہ ان معجزوں کے ذریعہ انبیاء کی تائید فرمائی جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی مناسب تھے، اللہ نے اپنے رسول حضرت موسیٰؑ کی عصا دے کر تائید فرمائی جو ایک خطرناک اژدھا بن کر جادو گروں کی اژدھے کی شکل میں بنائی ہوئی رسیوں اور لکڑیوں کو نگل گیاتو وہ موسیٰؑ کی طرح کی طرح معجزہ لانے سے عاجز آگئے اور وہ علی الاعلان موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لے آئے ،اسی طرح اللہ نے آپؑ کو ید بیضاء عطا کیا تھا جونور اورروشنی میں سورج کے مثل تھااور یہ معجزہ آپؑ کی سچائی کی ایک نشانی تھا ۔لیکن پروردگار عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اندھوں کو بینائی ،مبروص کو شفااور مردوں کو زندہ کرنے کی تائید فرمائی کیونکہ آپؑ کے زمانہ میں طب کا زور اوج کمال پر تھالہٰذا اطباء آپؑ کا مثل لانے سے عاجز آگئے ۔پروردگار عالم نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قرآن کریم کے جاودانہ فصیح و بلیغ معجزہ کے ذریعہ تائید فرمائی جس میں انسان کی کرامت اور اس کی امن دار حیات کو منظم طریقہ سے بیان کیا گیا ہے ،یہاں تک کہ بلغائے عرب اس کے ہم بحث اور اس کا مثل نہ لا سکے ۔۔۔جیسا کہ اللہ نے امیر المومنین علیؑ کی کاٹنے والی تلواردے کر تائید فرمائی تھی جو عرب کے سرکشوں کے مشرکین کے سروں کو کاٹتی جاتی تھی ،اور بڑے بڑے بہادر اس کا مقابلہ کرنے سے ڈرتے ہوئے کہا کرتے تھے :علیؑ کی تلوار کے علاوہ جنگ سے فرار کرنا ننگ ہے وہ

اس کو ندتی ہوئی بجلی کے مانند تھی جو مشرکین اور ملحدین کے ستونوں کوتباہ و برباد کر دیتی تھی ۔بہر حال ابن سکیت نے امامؑ سے سوال کیا کہ حجت کسے کہتے ہیں ؟آپؑ نے فرمایا : ''العقل یُعرفُ بہ الکاذب علی اللّٰہ فیُکذِّبُ'' ۔ابن سکیت امامؑ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے عاجز رہ گیا یحییٰ بن اکثم نے اس کو پکارا تو اس نے جواب دیا :ابن سکیت اور اس کے مناظروں کو کیا ہو گیا ہے یہ صاحبِ نحو،شعر اور لغت تھا[1] ۔امامؑ اپنے زمانہ میں صرف شریعت کے احکام میں ہی اعلم نہیں تھے بلکہ آپؑ تمام علوم و معارف میں اعلم تھے اور ہم نے اُن بحثوں کو اپنی کتاب ''حیاۃ الامام علی نقیؑ''میں تحریر کیا ہے۔

عبادت

ائمہ ہدی علیہم السلام کی ایک صفت خدا وند عالم سے تو بہ کرنا ہے کیونکہ خدا سے محبت ان کے اعضا و جوارح میں مجذوب ہوگئی ہے ،وہ اکثر ایام میں روزہ رکھتے ہیں راتوں میں نمازیں پڑھتے ہیں،اللہ سے مناجات کرتے ہیں اور اس کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے ،شاعر ابوفراس حمدانی نے ائمہ ہدیٰ اور ان کے دشمن عباسیوں کے درمیان موازنہ کیا ہے ۔

تُمسی التِّلاوۃُ فی ابیاتھم أبداوفی بیوتکم الاوتارُوَا لنَّغَمُ '' ان کے گھروں میں ہمیشہ رات کو تلاوت کی جا تی ہے جبکہ تمہارے گھروں میں ساز و گانا بجایاجاتا ہے حضرت امام علی نقی کے مانند عبادت تقوی اور دین کے معاملہ میں اتنا پا بند انسان کوئی دکھا ئی نہیں دیتا، راویوں کا کہنا ہے :امامؑ نے کبھی بھی کوئی بھی نافلہ نماز ترک نہیں کی آپ مغرب کی نافلہ نماز کی تیسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ حدید اس آیت :(وعلیم بذات الصدور[2]) تک پڑھتے تھے اور چوتھی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ حجرات کی آخری آیات کی تلاوت کرتے تھے،امام سے دورکعت نماز نافلہ منسوب کی گئی ہے جس کی پہلی رکعت میں آپ سورۂ فاتحہ اور سورۂ یس کی تلاوت کرتے

---

[1] حیاۃالامام علی نقی ؑ، صفحہ ۲۴۲۔۲۴۳۔
[2] سورۂ حدید آیت ۶۔

تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ رحمن[1]پڑھتے تھے، ہم آپ کی قنوت اورنماز صبح اور نماز عصر کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کو (حیاۃالامام علی نقیؑ) میں بیان کرچکے ہیں ۔

متوکل کے ساتھ

متوکل خاندان نبوت کا سب سے زیادہ سخت دشمن تھا وہ ان سے بغض عداوت رکھنے میں مشہور تھا۔اس نے امام حسین سید الشہدا کی قبر مطہر کو منہدم کیا ۔امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنے سے منع کیا،زیارت کرنے والوں پر مصیبتیں ڈھائیں،مورخین کا کہنا ہے کہ اس نے علویوں پر سب سے زیادہ ظلم و ستم ڈھائے اور بنی امیہ اہل بیتؑ سے دشمنی وعداوت رکھنے میں مشہور تھے۔متوکل کے سینہ میں کینہ ودشمنی آگ اس وقت زیادہ بھڑکتی تھی جب وہ مسلمانوں سے امام کے بلند مرتبہ کے بارے میں سنتا تھا اور مسلمان اپنے دلوں میں ان کا مقام بنائے ہوئے تھے، تو اس کی ناک پھول جاتی تھی،اس کا جادو ٹوٹ جاتا تھا، ہم اس سرکش کے ساتھ میں امام کی زندگی سے متعلق بعض واقعات ذیل میں نقل کررہے ہیں ۔

امامؑ کی شکایت

ایک بے دین شخص نے عبد اللہ بن محمد جو مدینہ میں متوکل کا والی تھا اس سے امام کی شکایت کی جومندرجہ ذیل خطرناک امور پر مشتمل تھی ا۔عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے امامؑ کے پاس بہت زیادہ مال آتا ہے جس سے عباسی حکومت سے مقابلہ کرنے کے لئے اسلحہ خریدا جاتا ہے ۔

۲۔تمام اسلامی مقامات پر امامؑ کی بہت زیادہ محبت اور تعظیم کی جانے لگی ہے ۔

---

[1] وسائل الشیعہ ،جلد ۵ ،صفحہ ۲۹۸۔

۳۔امامؑ کی طرف سے قیام کا خطرہ ہے لہٰذا اسے اجازت دیدی جائے کہ وہ امام کو اسیر کرکے سخت قید خانوں میں ڈال دے۔

امامؑ کا شکایت کی تکذیب کرنا

جب امام کو اپنے خلاف اس کی چغلخوری کا علم ہوا۔تو آپ نے والی مدینہ کا منصوبہ باطل کرنے کے سلسلہ میں قدم اٹھایا اور متوکل کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس کے عامل کے بغض وکینہ ،اس کے برے معاملہ اور اس کی چغلخوری کی تکذیب کرتے ہوئے تشریح فرمائی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ وہ متوکل کے خلاف کوئی بُرا قصدوارادہ نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی حکومت کے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں جب امامؑ کا یہ خط متوکل کے پاس پہنچا تو وہ امام سے مطمئن ہوگیا اور جس چیز کی امامؑ کی طرف نسبت دی گئی تھی اس نے اس کی تکذیب کی۔م

توکل کا امامؑ کے پاس خط

متوکل نے امامؑ کے خط کے جواب میں ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنے والی کو اس کے منصب و عہدے سے معزول کردیا تھا اورآپؑ کو سامرا آکروہاں رہنے کی دعوت دی:اما بعد :اے حاکم آپ کی قدر کی معرفت رکھتا ہے،آپ کی قرابت کی رعایت کرتا ہے ،آپؑ کے حق کو واجب جانتا ہے ،آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ کے امور کے متعلق تقدیر میں وہی لکھا ہے جس کو اللہ صلاح سمجھتا ہے ،آپؑ کی عزت کو پائیدار رکھے ،جب تک آپ کے پروردگار کی رضا ہے آپؑ اور ان کو اپنے امن و امان میں رکھے اور جو آپ اور ان پر واجب فرمایا ہے اس کو ادا کریں۔

حاکم نے عبد اللہ بن محمد ،جس کو جنگ اور مدینۃ الرسولؐ میں نماز پڑھانے کا والی بنایا تھا،اس کے عہدے سے بر طرف کردیا جب اس نے آپ کے حق کے سلسلہ میں لا علمی کا اظہار کیا،آپ کی قدر کو ہلکا سمجھا،جب آپؑ نے اس کو لائق سمجھا اور اس کی طرف امر منسوب کیا اور بادشاہ کو آپؑ کے اس سے بریٔ الذمہ ہونے کا علم ہوا ،آپؑ اپنے کردار و اقوال میں صدق نیت کے مالک ہیں ،اور

آپؑ نے خود کو اس کا اہل نہیں بنایا جس کی آپؑ کو چاہت تھی ،بادشاہ نے محمد بن فضل کو والی بنادیا ہے اور اس کو آپؑ کی عزت و اکرام کرنے کا حکم دیدیا ہے ،آپؑ کے امر اور مشورہ کو ماننے کے لئے کہا ہے ،بہی اللہ اور بادشاہ کے نزدیک مقرب بھی ہے ،بادشاہ آپؑ کے دیدار کا مشتاق ہے ،اگر آپؑ اپنے اہل بیت اور چاہنے والوں کی زیارت و ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو جب بھی آپؑ چاہیں چلے جائیں ،جہاں چاہیں ٹھہر جائیں ،جس طرح چاہیں سیر کریں ،اور اگر آپؑ چاہیں بادشاہ کے والی یحییٰ بن ہرثمہ اور اس کے ساتھ لشکر کو اپنے ساتھ سیر کے لئے لے جا سکتے ہیں ،ہم نے اس کو آپؑ کی اطاعت کرنے کی اجازت دیدی ہے ،بادشاہ اپنی موت تک آپؑ کا اللہ سے خیر خواہ ہے ،اس کے بھائیوں ،اولاد ،اہل بیت اور اس کے خواص میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ اس کے مقام و منزلت سے زیادہ مہربانی کی جائے ،ان کی بات قابل تعریف نہیں ہے ،نہ ہی ان کا کوئی نظریہ ہے ،ان سے زیادہ کوئی مہربان نہیں ہے ،وہ سب سے زیادہ نیک ہیں اور ان کے مقابلہ میں تمہارے لئے قابل اطمینان ہیں ،والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔یہ خط ابراہیم بن عباس نے جمادی الثانی ۲۴۳ھ میں تحریر کیا[1] ۔

امام علی نقیؑ کا سامرا پہنچنا

متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کو امامؑ کو مدینہ لانے کیلئے بھیجا اور اس سے کہا کہ حکومت کے خلاف امامؑ کے قیام پر دقیق نظر رکھے ۔ یحییٰ کسی چیز کا قصد کئے بغیر مدینہ پہنچا ،امامؑ سے ملاقات کی اور آپؑ کی خدمت میں متوکل کا خط پیش کیا جب مدینہ والوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ امامؑ کے بارے میں متوکل سرکش کے خوف سے نالہ و فریاد کرنے لگے ،مدینہ والے امامؑ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے ،کیونکہ مدینہ کے علماء آپؑ کے علوم سے مستفیض ہوتے تھے ،امامؑ غریبوں پر احسان کرتے تھے ،اورآپؑ دنیا کی کسی چیز سے بھی رغبت نہیں رکھتے تھے[2] یحییٰ نے ان کو تسکین دلائی اور قسم کھائی کہ امامؑ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ امامؑ نے مدینہ میں اپنے اہل بیتؑ سے خدا حافظ کیا ،یحییٰ نے امامؑ کی خدمت کرنا شروع کیا تو وہ دنیا میں آپؑ کے تقویٰ ،عبادت ،اور زہد سے

---

[1] ارشاد ،صفحہ ۳۷۵۔۳۷۶۔
[2] مرآۃ الزمان ،جلد ۹صفحہ ۵۵۳۔

متعجب ہوا ،آپؑ کی سواری مقام بیداء پر پہنچی اور اس کے بعد آپؑ نے یاسریہ میں قیام کیا تو وہاں پر اسحاق بن ابراہیم نے آپؑ سے ملاقات کی اور جب امامؑ کے یاسریہ پہنچنے کی خبر شائع ہوئی تو یاسریہ کے رہنے والوں نے آپؑ کا زبردست استقبال کیا ،حالات کے ڈر کی وجہ سے امامؑ کو رات کے وقت بغداد میں داخل کیا گیا کہ کہیں امامؑ کے دیدار کے پیاسے شیعہ امامؑ کا زبردست طریقہ سے استقبال نہ کر لیں ۔یحییٰ بغداد کے حاکم اسحق بن ابراہیم ظاہری کے پاس آیا اور اس کو امامؑ کے مقام و منزلت کا تعارف کرایا ،اور جو کچھ اس نے آپ کا زہد ،تقویٰ اور عبادت دیکھی تھی سب کچھ اس کو بتایا ۔اسحاق نے اس سے کہا : بیشک یہ شخص (امام علی نقیؑ)فرزند رسول ہیں ،تونے متوکل کے منحرف ہونے کو پہچان لیا ہے ،اگر تو نے اُن کے متعلق کوئی بات اُس تک پہنچائی تو وہ انھیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن نبی کا غصہ تیرے سلسلہ میں زیادہ ہو جائے گا ۔

اسحاق نے اس کو امام کے حق میں کوئی بھی بُری بات متوکل تک نقل کرنے سے ڈرایاچونکہ متوکل اہلبیتؑ کا سخت اور بے شرم دشمن تھا ، یحییٰ نے جلدی سے جواب دیا :خدا کی قسم میں کسی چیز کو نہیں جانتا جس کا میں انکار کروں میں اُن سے بہترین امر کے علاوہ کسی اور چیز سے واقف نہیں ہوں ۔

پھر امام علی نقیؑ کی سواری بغداد سے سامراء کی طرف چلی جب امامؑ سامراپہنچے تو یحییٰ جلدی سے حکومت کی ایک بہت بڑی شخصیت تُرکی کے پاس پہنچا اور اُس کو امامؑ کے سامراء پہنچنے کی اطلاع دی تو ترکی نے یحییٰ کو امامؑ کے متعلق متوکل کو کوئی بھی بُری بات نقل کرنے سے ڈراتے ہوئے کہا :اے یحییٰ!خدا کی قسم ،اگر امامؑ کاایک بال بھی بیکا ہوگیا تو اس کا ذمہ دار توہوگا ۔یحییٰ بغداد کے والی اور ترکی غلام کی امامؑ کے سلسلہ میں موافقت سے متعجب ہوا اور اس نے امامؑ کی حفاظت کرنا واجب سمجھا[1] ۔

[1] مرآة الزمان، جلد ۹،صفحہ ۵۵۳.مروج الذہب ،جلد ۴،صفحہ ۱۱۴.تذکرة الخواص، صفحہ ۳۵۹۔

امامؑ خان صعالیک میں

متوکل نے عوام الناس کی نظر میں آپؑ کی شان و وقار و اہمیت کو کم کرنے کے لئے آپؑ کو ''خان صعالیک''، ''فقیروں کے ٹھہرنے کی جگہ''میں رکھا ،صالح بن سعید نے امامؑ سے ملاقات کی، وہاں کے حالات دیکھ کر بہت رنجیدہ و ملول ہوئے اور آپؑ سے یوں گویا ہوئے: میری جان آپؑ پر فدا ہو انھوں نے ہر طریقہ سے آپؑ کا نور بجھانے کا ارادہ کر رکھا ہے آپؑ کی شان میں ایسی کو تا ہی کی جا رہی ہے کہ آپؑ کو اس مقام پر ٹھہرا دیا ہے ۔امامؑ نے اس کی محبت اور اخلاق کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کا رنج و الم کم ہوا اور جب اُس نے امامؑ کے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا جو اللہ نے اپنے اولیا اور انبیاء کو عطا فرمایا ہے تو اس کو قدرے سکون ہوا اور اس کا حزن و غم دور ہو گیا[1] ۔

امامؑ کی متوکل سے ملاقات

یحییٰ نے جلد ہی متوکل کو امامؑ کی بہترین حیات و سیرت سے آگاہ کردیا اور یہ بتایا کہ میں نے امامؑ کے گھر کی تلاشی لی تو اُس میں مصاحف اور دعاؤں کی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا ،اُن پر جو جنگ کرنے کی تہمت لگا ئی ہے وہ با لکل غلط ہے ،متوکل باغی و سرکش کا غصہ کافور ہو گیا تو اُ س نے امامؑ کو اپنے پاس لانے کا حکم دیا،جب امامؑ اس کے پاس پہنچے تو اُس نے آپؑ کا بہت زیادہ احترام واکرام کیا[2] لیکن آپؑ کو سامرا میں رہنے پر مجبور کیا تاکہ وہ آپؑ کی حفاظت کر سکے ۔

متوکل کا اچھے شاعر کے متعلق سوال کرنا

متوکل نے علی بن جہم سے سب سے اچھے شاعر کے متعلق پوچھا تو اُ س نے متوکل کو بعض دورجاہلیت جاہلیت اور دور اسلام کے شعراء کے نام بتائے ،متوکل اُن سے قانع نہیں ہوا تو اُس نے اس سلسلہ میں امامؑ سے مخاطب ہو کر سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا: ''

---

[1] الارشاد، صفحہ ۳۷۶۔
[2] مرآة الزمان، جلد ۹صفحہ ۵۵۳۔

حمانی[1] ''جس نے یہ اشعار کہے ہیں :

لقد فاخرتنا في قريش عصابةٌ بمطّ خدودٍ وَامتداد أصابعِ

فلمّا تنازعنا المقالَ قضىٰ لَنَا عليهم بما نهوىٰ نداء الصّوامعِ

ترانا سكوتاً وَالشّهيدُ بفضلِنا عليهم جهيرُ الصّوتِ فِيكلّ جامعِ

فَاِن رَسُولَ اللّٰهِ احمدَ جدُّنا وَ نحنُ بنُوهُ كَالنّجُومُ الطّوالِعِ''

''قریش کے سلسلہ میں ایک جماعت نے تکبر کی بنا پر ہمارے ساتھ فخر و مباہات کیا جب ہم نے اُن سے مناظرہ کیا تو اس نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا تم ہم کو خاموش دیکھتے ہو جبکہ ہر سجدہ میں صدائے اذان کا بلند ہونا ہماری فضیلت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ رسول خدا ہمارے نانا ہیں اور ہم چمکتے ستاروں کی مانند اُن کی اولاد ہیں '' ۔متوکل نے امامؑ سے مخاطب ہو کر کہا :اے ابوالحسن گرجہ گھروں سے کیا آوازیں آتی ہیں ؟امامؑ نے جواب میں فرمایا :اشهد ان لااله الّاالله واشهد أن محمداًرسول الله وَ محمّد جَدِيْ أمْ جَدُّكَ ؟'' ۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں ''؟متوکل طاغوت غیظ و غضب میں بھر گیا اور اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا :وہ آپؑ کے جد تھے اسی لئے آپؑ سے دور ہو گئے[2] ۔متوکل امامؑ سے ناراض ہو گیا ،اس کے دل میں امامؑ کے خلاف بغض و عناد بھر گیا اور اس نے امام مخالفت میں مندرجہ ذیل امور انجام دئے: ا۔امامؑ کے گھر پر حملہ متوکل نے چند سپاہیوں کو رات میں امامؑ کے گھر پر حملہ اور

[1] حما نی سے مراد یحییٰ بن عبد الحمید کو فی ہے جو بغداد میں تھے ،ان کے سلسلہ میں متعدد افراد نے گفتگو کی ہے جیسے سفیان بن عیینہ ابو بکر بن عیاش ،اور وکیع ۔خطیب نے ان کا اپنی کتاب تاریخ بغداد میں تذکرہ کیا ہے اور ان کے بارے میں یحییٰ بن معین سے روایت نقل کی ہے ان کا کہنا ہے:یحییٰ بن عبد الحمید حما نی ثقہ ہیں اور حما نی سے مروی ہے :''معاویہ دین اسلام پر نہیں مرا '' سامراء میں ۲۲۸ ھ میں اُن کا انتقال ہوا ،وہ محدثین میں سے مرنے والے پہلے شخص تھے ،اس کے متعلق الکنی والالقاب، جلد ۲،صفحہ ۱۹۱ میں آیا ہے ۔

[2] حیاۃالامام علی نقیؑ ، صفحہ ۲۴۱۔

آپؑ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، سپاہی اچانک امامؑ کے گھر میں داخل ہوگئے اور انھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ امامؑ بالوں کا کُرتا پہنے اور اُون کی چادر اوڑھے ہوئے تنہا ریگ اور سنگریزوں[1] کے فرش پر رو بقبلہ بیٹھے ہوئے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرمارہے ہیں:

(أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ[2])۔ ''کیا برائی اختیار کر لینے والوں نے یہ اختیار کرلیا ہے کہ ہم انھیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے برابر قرار دیدیں گے کہ سب کی موت و حیات ایک جیسی ہو یہ اُن لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے''۔ سپاہیوں نے اسی انبیاء کے مانند روحانی حالت میں امامؑ کو متوکل کے سامنے پیش کیا متوکل اس وقت ہاتھ میں شراب کا جام لئے ہوئے دستر خوان پر بیٹھا شراب پی رہا تھا جیسے ہی اُس نے امامؑ کو دیکھا تو وہ امامؑ کی مذمت میں شراب کا جام امامؑ کو پیش کرنے لگا امامؑ نے اس کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ''خدا کی قسم میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا''۔

متوکل نے امامؑ سے کہا: میرے لئے اشعار پڑھ دیجئے؟امامؑ نے فرمایا: ''میں بہت کم اشعار پڑھتا ہوں''۔ متوکل نہ مانا اور اُس نے اصرار کرتے ہوئے کہا ضرور پڑھئے۔ امام علی نقیؑ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جن کو سُن کر حزن و غم طاری ہوگیا اور وہ گریہ کرنے لگا:

''باتُوا علیٰ قُلَلِ الأجْبالِ تَحْرُسُهُمْ   غُلْبُ الرِّجالِ فَأَغْنَتْهُمُ القُلَلُ

وَاسْتُنْزِلُوا بَعْدَ عِزٍ عَن مَرَاتِبِهِمْ   فَاُوْدِعُوا حُفَراً یابِءسَ مانَزَلُوا

ناداهُم صارِخٌ مِن بَعدِ ما قُبِرُوا   أَيْنَ الأَسِرَّةُ وَالتِّيجانُ وَالحُلَلُ؟

أَيْنَ الوُجُوهُ الَّتِيْ كانَتْ مُنَعَّمَةً   مِن دُونِها تُضْرَبُ الأَسْتارُ وَالكِلَلُ؟

[1] دائرة معارف بیسویں صدی ہجری، جلد ۶،صفحہ ۴۳۷۔

[2] سورۂ جا ثیہ، آیت ۲۱۔

فَأَفْصَحَ الْقَبْرُ عَنْهُمْ حِيْنَ سَأَلَهُمْ   تِلْکَ الْوُجُوْهُ عَلَيْهَا الدُّوْدُ يَقْتَتِلُ

قَدْ طَالَمَا أَكَلُوْا دَهْراً وَمَا شَرِبُوْا   فَأَصْبَحُوْا بَعْدَ طُوْلِ الْأَكْلِ قَدْ أُكِلُوْا ''

''زمانہ کے رؤساء و سلاطین جنھوں نے پہاڑوں کی بلندیوں پرپہروں کے اندر زندگی گزاری تھی ۔ایک دن وہ آگیا جب اپنے بلند ترین مراکز سے نکال کر قبر کے گڈھے میں گرا دئے گئے جو اُن کی بد ترین منزل ہے ۔اُن کے دفن کے بعد منادی غیب کی آواز آئی کہ وہ تخت و تاج و خلعت کہاں ہے اور وہ نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے سامنے بیش قیمت پردے ڈالے جاتے تھے ؟ تو بعد میں قبر نے زبانِ حال سے پکار کر کہا کہ آج اُن چہروں پر کیڑے رینگ رہے ہیں ۔ایک مدت تک مال دنیا کھاتے رہے اور اب انھیں کیڑے کھا رہے ہیں '' ۔متوکل جھومنے لگا ،اس کا نشہ اُتر گیا،اُس کی عقل نے کام کر نا چھوڑ دیا،وہ زار و قطار رونے لگا،اس نے اپنے پاس سے شراب اٹھوادی ،بہت ہی انکساری کے ساتھ امامؑ سے یوں گویا ہوا :اے ابوالحسن کیا آپؑ مقروض ہیں ؟امامؑ نے جواب میں فرمایا :''ہاں ،میں چار ہزار درہم کا مقروض ہوں'' ۔متوکل نے امامؑ کو چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور امامؑ آپؑ کے بیت الشرف پر پہنچا دیا[1] ۔

یہ واقعہ خدا وند عالم کے حرام کردہ تمام گناہوں کا ارتکاب کرنے والے سرکشوں سے امامؑ کے جہاد کرنے کی عکاسی کرتا ہے ،امامؑ نے اس کے ملک اور سلطنت کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے اس کو نصیحت فرمائی اللہ کے عذاب سے ڈرایا ،دنیا سے مفارقت کے بعد کے حالات کا تعارف کرایا،اس کا لشکر ،سلطنت اور تمام لذتیں قیامت کے دن اس سے اس کے افسوس کرنے کو دفع نہیں کر سکتیں ،اسی طرح آپ نے اس کو یہ بھی بتایا کہ انسان کے مرنے کے بعد اُس کے دقیق بدن کا کیا حال ہوگا ،یہ حشرات الارض کا لقمہ ہوجائے گا ۔متوکل نے کبھی اس طرح کا موعظہ سُنا ہی نہیں تھا بلکہ اُس کے کانوں میں تو گانے بجانے کی آوازیں گونجا کرتی

[1] مرآة الجنان ،جلد ۲،صفحہ ۱۶۰۔تذکرة الخواص، صفحہ ۳۶۱۔الاتحاف بحب الاشراف ،صفحہ ۶۷۔

تھیں ،اس کو اس حال میں موت آگئی کہ گانے بجانے والے اس کے ارد گرد جمع تھے ،اُس نے تو اپنی زندگی میں کبھی خدا سے کئے ہوئے عہد کو یاد کیا ہی نہیں تھا ۔

۲۔امامؑ پراقصادی پابندی:متوکل نے امامؑ پر بہت سخت اقصادی پابندی عائد کی ،شیعوں میں سے جو شخص بھی امامؑ کو حقوق شرعیہ یا دوسری رقومات ادا کرے گا اس کو بے انتہا سخت سزا دینا معین کر دیا ،امامؑ اور تمام علوی افراد متوکل کے دور میں اقصادی لحاظ سے تنگ رہے ،مومنین حکومت کے خوف سے آپؑ تک حقوق نہیں پہنچا پاتے تھے ،مومنین اپنے حقوق شرعیہ ایک روغن فروش کے پاس پہنچا دیتے تھے اور وہ اُن کو آپؑ کے لئے بھیج دیا کرتا تھا اور حکومت کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی ،اسی وجہ سے امامؑ کے بعض اصحاب کو دہانین (روغن فروش) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے[1]۔

۳۔ امامؑ کو نظر بند کرنا : متوکل نے امامؑ کو نظر بند کرنے اور قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دیدیا ،جب آپؑ کچھ مدت قید خانہ میں رہے تو صقر بن ابی دلف آپؑ سے ملاقات کیلئے قید خانہ میںآیا ،نگہبان نے اُس کا استقبال کیا اور تعظیم کی ،دربان جانتا تھا کہ یہ شیعہ ہے تو اُس نے کہا :آپؑ کا کیا حال ہے اور آپؑ یہاں کیوں آئے ہیں ؟خیر کی نیت سے آیا ہوں ۔شاید آپؑ اپنے مولا کی خبر گیری کے لئے آئے ہیں ؟

میرے مولا امیر المومنین یعنی متوکل ۔دربان نے مسکراتے ہوئے کہا :خاموش رہئے ،آپؑ کے حقیقی اور حق دار مولا (یعنی امام علی نقیؑ)،مت گھبراؤ میں بھی شیعہ ہی ہوں ۔الحمد للہ ۔کیا آپ امامؑ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں ؟ہاں ۔ڈاکیہ کے چلے جانے تک تشریف رکھئے ۔جب ڈاکیہ چلا گیا تو دربان نے اپنے غلام سے کہا :صقر کا ہاتھ پکڑ کر اُس کمرہ میں لے جاؤ جہاں پر علوی قید ہیں اور اِن دونوں کو تنہا چھوڑ دینا ،غلام اُن کا ہاتھ پکڑ کر امامؑ کے پاس لے گیا ،امامؑ ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہیں پر آپؑ کے پاس قبر کھدی ہوئی تھی متوکل نے اس سے امامؑ کو ڈرانے کا حکم دیا، امامؑ نے صقر سے فرمایا :اے صقر کیسے آنا ہوا ؟

[1] حیاۃ الامام علی نقی ؑ ، صفحہ ۲۶۲ ۔۲۶۴۔

صقر :میں آپ کی خبر گیری کے لئے آیا ہوں ۔ صقر امامؑ کے خوف سے گریہ کرنے لگے تو امامؑ نے ان سے فرمایا : ''اے صقر مت گھبراؤ وہ ہم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا ۔ صقر نے ہمت باندھی ،خدا کی حمد و ثنا کی ،اس کے بعد امامؑ سے کچھ شرعی مسائل دریافت کئے اور امامؑ نے ان کے جوابات بیان فرمائے اور صقر امامؑ کو خدا حافظ کر کے چلے آئے[1] ۔

امامؑ کا متوکل کے لئے بد دعا کرنا

امامؑ علی نقیؑ متوکل کی سختیوں سے تنگ آ گئے ،اُس نے اپنی سنگدلی کی بنا پر امامؑ پر ہر طرح سے سختیاں کیں اُس وقت امامؑ نے اللہ کی پناہ مانگی اور ائمہ اہل بیتؑ کی سب سے اجلّ و اشرف دعا کی جس کو مظلوم کی ظالم پر بد دعا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ دعاؤں کے خزانہ میں سے ہے ،اس دعا کو ہم اپنی کتاب حیاۃ الامام علی نقیؑ میں ذکر کر چکے ہیں ۔ائمہ طاہرین کی اس مختصر سوانح حیات میں اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

امامؑ کا متوکل کے ہلاک ہونے کی خبر دینا

متوکل نے مجمع عام میں امام علی نقیؑ کی شان و منزلت کم کرنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے ،اُس نے اپنی رعایا کے تمام افراد کو امامؑ کے پاس چلنے کا حکم دیا ،انھوں نے ایسا ہی کیا ،گرمی کا وقت تھا ،گرمی کی شدت کی وجہ سے امامؑ اُن کے سامنے پسینہ میں شرابور ہو گئے ،متوکل کے دربان نے جب امامؑ کو دیکھا تو فوراً آپؑ کو دہلیز میں لاکر بٹھایا رومال سے امامؑ کا پسینہ صاف کرنے لگا اور یہ کہہ کر حزن و غم دور کرنے لگا :ابن عمک لم یقصدک بھذا دون غیرک ۔تیرے چچا زاد بھائی کا اس سے تیرے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں ہے ۔امامؑ نے اس سے فرمایا : ''ایھا عنک ''،اُس کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی : (تَمَتَّعُوا فِی دَارِکُمْ ثَلَاثَۃَ أَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوبٍ[2]) ۔ ''اپنے گھروں میں تین دن تک اور آرام کرو کہ یہ وعدۂ الٰہی ہے جو غلط نہیں ہو سکتا ہے

---

[1] حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۶۳۔۲۶۴۔
[2] سورۂ ہود، آیت ۶۵۔

زراقہ کا کہنا ہے کہ میرا ایک شیعہ دوست تھا جس سے بہت زیادہ ہنسی مذاق کیا کرتا تھا، جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے اس کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو میں نے امامؑ سے سنی ہوئی خبر اس تک پہنچا ئی تو اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا :دیکھو جو کچھ تمہارا خزانہ ہے اس کو اپنے قبضہ میں لے لو ،چونکہ متوکل کو تین دن کے بعد موت آجا ئے گی یا وہ قتل ہو جا ئے گا ،اور امامؑ نے شہادت کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے، معلم کی بات زراقہ کی سمجھ میں آگئی اور اُس نے کہا : میرے لئے اس بات پر یقین کرنے میں کو ئی ضرر نہیں ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو میں نے یقین کر ہی لیا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے ۔میں متوکل کے گھر پہنچا ،اور وہاں سے اپنا سارا مال لے کر اپنے جاننے والے ایک شخص کے پاس رکھ دیا ،اور تین دن نہیں گذرے تھے کہ متوکل ہلاک ہوگیا ،یہ سبقت زراقہ کی راہنما ئی اور اسے امامت سے سخت لگاؤ کا سبب بن گئی[1] ۔

متوکل کی ہلاکت

امامؑ کے ذریعہ متوکل کی تین دن کے بعد ہلاکت کی خبر کے بعد متوکل ہلاک ہو گیا یہاں تک کہ اس کا بیٹا منتصر اس پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا ،۴ شوال ۲۴۷ھ[2] بدھ کی رات میں ترکیوں نے اُس پر دھا وا بول دیا جن کا سپہ سالار باغر ترکی تھا ،اُن کے پاس ننگی تلواریں تھیں ،حالانکہ متوکل نشہ میں پڑا ہوا تھا ،فتح بن خاقان نے اُن سے چیخ کر کہا :وائے ہو تم پر یہ امیر المومنین ہے ،انھوں نے اس کی کو ئی پروا نہیں کی ،اُس نے خود کو متوکل کے اوپر گرا دیا کہ شاید وہ اس کو چھوڑ دیں لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہ کیا اور دونوں کے جسموں کے اس طرح ٹکڑے کر دئے کہ دونوں میں سے کسی ایک کی لاش پہچا نی نہیں جا رہی تھی ،دونوں کے بعض گوشت کے ٹکڑوں سے شراب ٹپک رہی تھی ،دونوں کو ایک ساتھ دفن کر دیا گیا ،اس طرح اہل بیتؑ کے سب سے سخت دشمن متوکل کی زند گی کا خاتمہ ہوا ۔ ابراہیم بن احمد اسدی نے متوکل کے بارے میں پڑھے :

[1] حیاۃالامام علی نقیؑ ، صفحہ ۲۶۵۔
[2] تاریخ ابن کثیر،جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۹۔

هَكَذا فلتكُن منايا الكرامِ   بين نايٍ وَمزهَرٍ ومدامِ

بَين كاسَين أرُوتاهُ جميُعاً   كأُسٍ لِذاتهِ وكأُسِ الحِمام

يقُظ فى السُرُورِ حتىّٰ اتاهُ   قدّرَ اللّٰہ حتفُہ فى المنَامِ

وَالمنايا مَراتب يتفاضَلُن   وَبِالمُرهفاتِ مَوتُ الكرامِ

لمُ يدرِ نفُسہ رسُولُ المنَايا   بصُنُوفِ الأوجَاعِ وَالاسقَامِ

هَابه مُعلناً فدَبّتُ اليهِ   فى سُتُورِ الدّجى يدُا الحُسام[1]

بزرگوں کی موت اسی طرح بانسری ،باجے اور شراب کے درمیان ہونا چاہئے ۔ایسے دو پیالوں کے درمیان ہونا چاہئے جنھوں نے اُس کو سیراب کر دیا ہو ۔ایک پیالہ لذّتوں کا ہو اور ایک پیالہ موت کا ہو ۔وہ خوشی کے عالم میں بیدار تھے ،یہاں تک کہ خدا کی مقدر کردہ موت نے اس کو نیند کے عالم میں آلیا ۔درد اور بیماری کی وجہ سے قاصد موت کے آنے پر اس کو کچھ احساس تک نہیں ہوا اس کو علی الاعلان موت آگئی اور تاریکیوں کے پردے میں دست شمشیر اس کی طرف بڑھ گیا ''۔

شاعر نے اِن اشعار کے ساتھ اس کا مرثیہ پڑھا جو اُس کی خواہش نفس کی عکاسی کر رہے ہیں ،اُس کی موت شراب کے جام ،موسیقی کے آلات و ابزار طبل و ڈھول کے درمیان میں ہوئی ،اس کو بیماریوں اور دردوں نے ذلیل و مضطرب نہیں کیا بلکہ ترکیوں نے اپنی تلواروں سے اس کی روح کو اس کے بدن سے جدا کر دیا ،اُس نے درد و آلام کا چھوٹا سا گھونٹ پیا ،اس سے پہلے شعراء بادشاہوں کا مرثیہ پڑھا کرتے تھے جس کے فقدان سے امت اپنی معاشرتی اصلاحات اور عدل و انصاف کو کھو دیتی تھی ۔بہر حال علویوں اور شیعوں کو اس سخت بیماری سے نجات ملی ،اس کے بعد منتصر نے حکومت کی باگ ڈور سنبھا لی ،اس نے اپنے باپ کے بر عکس

---

[1] زہر الآداب، جلد ۱ ،صفحہ ۲۲۷۔

انقلاب کی قیادت کی ،اس نے حکومت قبول کی ،اُس کی حکومت کا خوشی سے استقبال کیا گیا ،حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد اُس نے علویوں پر احسان کرنا شروع کیا اُس نے علویوں کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں انجام دیں: ا۔دنیائے اسلام کے کریم رہبر و قائد امام حسین ؑکی زیارت میں ہونے والی رکاوٹوں کو دور کیا ،اس نیکی کیلئے لوگوں کو ترغیب دلائی ،جبکہ اس کے باپ نے زیارت پر پابندی لگا رکھی تھی اور زائرین کی مخالفت میں ہر طرح کے سخت قوانین نافذ کئے تھے ۔

٢۔علویوں کو فدک واپس کیا ۔

٣۔حکومت نے علویوں کے چھینے ہوئے اوقاف واپس کئے ۔

٤۔علویوں کی برائی کرنے والے مدینہ کے والی صالح بن علی کو معزول کیا ،اس کے مقام پر علی بن الحسن کو والی بنایا اور اس کو علویوں کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کی تاکید کی[1] ۔علوی خاندان پر ان تمام احسانات کو دیکھ کر شاعروں نے اُس کی تعریف اور شکریہ میں اشعار پڑھے،یزید بن محمد بن مہلبی کا کہنا ہے :

وَلَقَدْ بَرَزَتَ الطَّالِبِيَّۃَ بَعْدَ مَا ذَمُّوا زَمَاناً قَبْلَہَا وَ زَمَانَا

وَرَدَدْتَ اُلْفَۃَ ہاشِمٍ فَرَأَیْتَہُمْ بَعْدَ الْعَدَاوَۃِ بَیْنَہُمْ اِخْوَانَا

آنَسْتَ لَیْلَہُمْ وَجُدْتَ عَلَیْہِمْ حَتّیٰ نَسُوا الْأَحْقَادَ وَالْأَضْغَانَا

لَوْ یَعْلَمُ الْأَسْلَافُ کَیْفَ بَرَرْتَہُمْ لَرَأَوْکَ أَثْقَلَ مَنْ بِہَا مِیزَانَا[2]

---

[1] تاریخ ابن اثیر، جلد ٥،صفحہ ٣١١۔
[2] مروج الذهب، جلد ٤،صفحہ ٨٣۔

تم نے علویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جبکہ اس سے پہلے ان کی مذمت ہو چکی تھی ۔تم نے ہاشم کی محبت کو پلٹا دیا جس کی بنا پر دشمنی کے بعد تم نے ان کو دوست پایا ۔تم نے راتوں میں ان سے انس اختیار کیا اور اُن پر سخاوت کی یہاں تک کہ وہ کینوں اور دشمنی کو بھول گئے۔ اگر گذشتہ بزرگان کو تمہارے حسن سلوک کا علم ہوجائے تو وہ تم کو بہت آبرو مند سمجھیں گے ''۔منتصر نے نبیؐ کے خاندان کے اس سلسلہ کو جا ری رہنے دیا جس کو اس کے گذشتہ بزرگ عباسیوں نے ہر چند منقطع کرنے کی کو شش کی تھی،اُن سے ہر طرح کے ظلم و ستم اور کشت و خون کو دور کیا لیکن افسوس کہ اُس کا عمر نے ساتھ نہ دیا طبیب نے ترکوں کے دھوکہ میں آکر اس کو زہر دیدیا جس سے وہ فوراً مر گیا[1]،اُس کے مرنے کی وجہ سے لوگوں سے خیر کثیر ختم ہو گیا ،اس نے علویوں کو دینی آزا دی دی تھی اور اُن سے ظلم و ستم کو دور کیا تھا ۔

امام پر قاتلانہ حملہ

امامؑ،معتمد عباسی پر بہت گراں گذر رہے تھے ،امام اسلامی معاشرہ میں عظیم مرتبہ پر فائز تھے جب امامؑ کے فضا ئل شائع ہوئے تو اس کو امامؑ سے حسد ہو گیا اور جب مختلف مکاتب فکر کے افراد اُن کی علمی صلاحیتوں اور دین سے اُن کی والہانہ محبت کے سلسلہ میں گفتگو کرتے تووہ اور جلتا اُس نے امامؑ کو زہر ہلاہل دیدیا ،جب امامؑ نے زہر پیا تو آپؑ کا پورا بدن مسموم ہو گیا اور آپؑ کے لئے بستر پر لیٹنا لازم ہوگیا (یعنی آپؑ مریض ہو گئے)آپؑ کی عیادت کے لئے لوگوں کی بھیڑ اُمڈ پڑی ،منجملہ اُن میں سے ابوہاشم جعفری نے آپؑ کی عیادت کی جب اُنھوں نے امامؑ کو زہر کے درد میں مبتلا دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ،اور مندرجہ ذیل اشعار پر مشتمل قصیدہ نظم کیا :

مَا دتِ الدنیا فُؤادي العلیلِ وَاعْتَرَتْنِیْ مَوَارِدُ اللأواءِ

حین قِیْلَ الْاِمَامُ نِضْوٌ عَلِیْلٌ قُلْتُ نَفْسِیْ فَدَتْہُ کُلَّ الفِدَاءِ

[1] تاریخ خلفاء سیوطی، صفحہ ۳۵۷۔

مَرِضَ الدِّیْنُ لاَعْتِلاَلِکَ وَاعْتَلَّ وَغَارَتْ نُجُومُ السَّمَاءِ

عَجَباً اِن مُنِیْتَ بِالدَّاءِ وَالسُّقْمِ وَأَنْتَ الاِمَامُ حَسْمُ الدَّاءِ

أَنْتَ أَسیُ الأَدْوَاءِ فِي الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا مُحْيِي الأَمْوَاتِ وَالأَحْیَاءِ[1]

''دنیا نے میرے بیمار قلب کو ہلا کر رکھ دیا اور مجھے وا دی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ جب مجھ سے کہا گیا امامؑ کی حالت نہایت نازک ہے تو میں نے کہا میری جان اُن پر ہر طرح قربان ہے ۔آپؑ کے بیمار ہونے کی وجہ سے دین میں کمزوری پیدا ہو گئی اور ستارے ڈوب گئے۔ تعجب کی بات ہے کہ آپ بیمار پڑ گئے جبکہ آپؑ کے ذریعہ بیماریوں کا خاتمہ ہوتا ہے ۔آپؑ دین و دنیا میں بہترین دوا اور مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں ''۔آپ کی روح پاک ملائکۂ رحمن کے سایہ میں خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئی ،آپؑ کی آمد سے آخرت روشن و منور ہو گئی ،اور آپؑ کے فقدان سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا ،کمزوروں اور محروموں کے حقوق سے دفاع کرنے والے قائد ور ہبر نے انتقال کیا ۔

تجہیز و تکفین

آپؑ کے فرزند ارجمند کی امام حسن عسکریؑ نے آپؑ کی تجہیز و تکفین کی ،آپؑ کے جسد طاہر کو غسل دیا ،کفن پہنایا ،نماز میت ادا فر مائی ،جبکہ آپ کی نکھوں سے آنسو رواں تھے آپؑ کا جگر اپنے والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات پر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا ۔

تشییع جنازہ

سامرا ء میں ہر طبقہ کے افراد آپؑ کی تشییع جنازہ کیلئے دوڑ کر آئے ،آپ کی تشییع جنازہ میں آگے آگے وزراء ،علماء ،قضات اور سر براہان لشکر تھے ،وہ مصیبت کا احسا س کر رہے تھے اور وہ اس خسارہ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے جس سے عالم اسلام دو چار

[1] اعلام الوریٰ ،صفحہ ۳۴۸۔

ہوا اور اس کا کوئی بدلہ نہیں تھا ،سامراء میں ایسا اجتماع بے نظیر تھا ،یہ ایسا بے نظیر اجتماع تھا جس میں حکومتی پیمانہ پر ادارے اور تجارت گاہیں وغیرہ بند کر دی گئی تھیں ۔

ابدی آرام گاہ

امام علی نقیؑ کا جسم اقدس تکبیر اور تعظیم کے ساتھ آپؑ کی ابدی آرامگاہ تک لایا گیاآپؑ کوخود آپؑ کے گھر میں دفن کیا گیا جو آپؑ کے خاندان والوں کے لئے مقبرہ شمار کیا جاتا تھا ،انھوں نے انسانی اقدار اور مُثُل علیا کو زمین میں چھپا دیا ۔آپؑ کی عمر چالیس سال تھی آپؑ نے ۲۵ جما دی الثانی ۲۵۴ھ میں پیر کے دن وفات پا ئی[1] اسی پر ہمارے امام علی نقیؑ کے سلسلہ میں گفتگو کا اختتام ہوتا ہے ۔

[1] نورالابصار ،صفحہ ۱۵۰۔کشف الغمہ ،جلد ۳صفحہ ۱۷۴۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام حضرت امام ابو محمد حسن عسکری،ائمہ اہل بیت کی گیارہویں کڑی ہیں جنھوں نے رسالتِ اسلام اور اس کے اغراض و مقاصد اور ارزش و اہمیت کی بنیاد ڈالی ہے۔یہ امام عظیم،اللہ کے بندوں پر اس کی رحمت و بخشش ہیں،اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں آپؑ ہی نے منحرف عباسی حکومت کا مقابلہ کیا ،مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کر نے کے لئے جد و جہد کی،ہم اختصار کے طور پر آپؑ کی شان کے متعلق چند باتیں ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

آپؑ کا نسب

امامؑ کا نسب شریف خاندان نبوت ہے جس کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو عزت دی، جنھوں نے حق اور عدل کی بنیاد رکھی،اور حق و عدل کو زمین کے تمام شعبوں میں رائج کیا،ہمارے خیال میں کوئی بھی ایسا خاندان نہیں ہے جس نے خاندان نبوت کی طرح حق کی خدمت اور لوگوں کے درمیان فضیلت نشر کرنے پر عمل کیا ہو ۔بیشک امام حسن عسکریؑ کا شجرۂ نسب رسول اللہ ﷺ اور ان کے شہر علم کے دروازے حضرت امیر المومنینؑ سے ہے ۔شاعر کہتا ہے :

نسب کأن علیہ من شمس الضحیٰ نوراً ومن فلق الصّباح عَمُوداً

''آپؑ کا نسب اس طرح ہے گویا آپؑ پر وقت چاشت کی دھوپ پڑ رہی ہے اور سفیدیٔ صبح کا ستون قائم ہے ''۔

اور وتری کا کہنا ہے :

ما ذا یقول المادحون بوَصْفِھِمْ وَھُمُ السَّراۃُ خَلاۓِفُ المُخْتارِ؟

ضُرِبَتْ قُبَابُ فَخَارِھِمْ وَسُمُوِّھِمْ بَیْنَ البَتُوْلِ الطُّھْرِ وَالمُخْتَارِ

''مدح وثنا کرنے والے اہل بیت کی شان میں کیا کہنا چاہتے ہیں اہل بیت تو رسول کے جانشین ہیں اور ان کی رگوں میں فاطمہ اطہر اور علی مرتضیٰ کا خون دوڑ رہا ہے'' ۔بیشک آپ امام علی نقی بن امام محمد تقی بن علی بن موسیٰ الرضابن امام موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی بن الحسین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم کے فرزند ہیں ،وہ ائمۂ ہدیٰ ،مصابیح الدجیٰ اور اعلام التقیٰ ہیں جن سے اللہ نے ہر رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے اور نبی نے اُن کو نجات کی کشتی ،بندوں کی پناہ گاہ اور باب حطہ قرار دیا جو بھی اس میں داخل ہوا وہ آمنین میں قرار پائے گا ۔

ولادت

عالم اسلام سلیل نبوت (فرزند)اور بقیہ امامت کی ولادت سے روشن و منور ہو گیا ،راویوں میں آپ کی جائے ولادت کے سلسلہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے[۱] ، دوسرا قول یہ ہے کہ آپ سامراء[۲] میں پیدا ہوئے ،اور آپ کس زمانہ میں یا کس وقت پیدا ہوئے اس سلسلہ میں بھی راویوں میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بعض اقوال یہ ہیں: ۱۔آپ ربیع الاول سنہ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے[۳]

۲۔ سنہ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے[۴] ۔

۳۔ سنہ ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے[۵] ۔

۴۔ سنہ ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے[۶] ۔

---

[۱] اخبار الدول ،صفحہ ۱۱۷۔بحر الانساب ،صفحہ ۲۔
[۲] تذکرۃ الخواص ،صفحہ ۳۲۴۔
[۳] تاریخ ابو اا لفدا ،جلد ۲صفحہ ۴۸۔
[۴] نجوم الزاہرہ، جلد ۳،صفحہ ۳۲۔
[۵] بحر الانساب صفحہ ۲۔اخبار الدول صفحہ ۱۶۷۔الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۸۶۔
[۶] دائرۃ المعارف بستا نی جلد ۷صفحہ ۴۵۔

آپؑ کی ولادت پر شرعی رسومات

حضرت امام علی نقیؑ کو جیسے ہی امام حسن عسکریؑ کی ولادت با سعادت کی خبر دی گئی تو آپ نے شرعی رسومات انجام دینے میں بڑی سرعت سے کام لیا ،آپؑ نے بچہ کے دائیں کام میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی ،امامؑ نے اپنے فرزند کا خدا کے نور سے ایسے کلمات توحید کا اقتباس کرتے ہوئے استقبال کیا جن کو ہر زمانہ اور ہر جگہ پر مسلمان اپنی زبان پر جاری کرتے ہیں : ’’ اللہ اکبر لا الٰہ اِلاَّ اللہ ‘‘ ۔امام علی نقیؑ نے ولادت کے ساتویں دن امام حسن عسکریؑ کا سر منڈایا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی مسکینوں کو صدقہ دیااور اسی وقت اسلامی سنت پر عمل کرتے ہوئے عقیقہ کیا جس میں دو سال کا گوسفند ذبح کیا بچہ کا نام حسن رکھا جو آپ کے چچا حسنؑ جنت کے جوانوں کے سردار کا اسم مبارک ہے ۔آپ (امام حسن عسکریؑ) کی کنیت ابو محمد رکھی، یہ آپ کے فرزند امام المنتظر کا اسم گرامی ہے جو زمین میں محروموں اور مستضعفین کی آرزو ہیں[1] ۔

آپ کی پرورش

امام عسکریؑ نے اللہ کے نزدیک سب سے با عزت گھر میں پرورش پائی وہ بیت امامت جس کے اہل سے پروردگار عالم نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور ان کو اس طرح پاک وپاکیزہ رکھا جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے ۔اس بیت معظم کے متعلق شبراوی کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم یہ بیت شریف بے بہادُرّ ہے ،بہت ہی عظیم نسب ہے ،نورانی نسب قابل فخر اوربلند مرتبہ ہے ،یہ سب صاحب کرامت ہیں یہ شجرہ میں کنگھی کے دانوں کی طرح برابر طیب و طاہر ہیں، عظمت کے حصے اُن پر تقسیم کر دئے گئے ہیں اور اُن میں صفات کمال نہایت درجہ موجود ہیں[2] ۔

---

[1] حیاۃالامام حسن عسکریؑ ، صفحہ۱۹۔
[2] الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۸۶۔

اللہ سے امامؑ کا خوف

امام حسن عسکریؑ کمسنی میں اللہ سے خوف رکھتے تھے ،مورّخین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا امام حسن عسکریؑ کے پاس سے گذر ہوا جبکہ آپؑ بچوں کے ایک طرف کھڑے ہوئے رو رہے تھے،اس شخص نے کہا :اے نو نہال !مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لئے رو رہے ہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جو اِن بچوں کے پاس ہیں :سنو !میں ابھی آپؑ کیلئے وہ کھلونے خرید کر لاتا ہوں جن سے یہ بچے کھیل رہے ہیں ؟ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا : ''نہیں ،ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا ہوئے ''۔وہ شخص مبہوت ہوکر رہ گیا اور اس نے امامؑ سے کہا :ہم کس لئے پیدا کئے گئے ؟امامؑ نے فرمایا : ''ہم علم اور عبادت کے لئے خلق ہوئے ہیں ''۔ اس شخص نے سوال کیا :آپؑ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہماری غرض خلقت علم و عبادت ہے ؟

امامؑ نے خداوند عالم کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی : (أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً[1]) ''۔ ''کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمھیں بیکار پیدا کیا ہے ''۔وہ شخص ہکّا بکّا رہ گیا اور اس نے اسی حیرانی کے عالم میں امام سے سوال کیا !اے فرزند! تمھیں کیسے معلوم تم تو بہت کمسن ہو ؟امامؑ نے فرمایا : ''میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کو جلانے سے پہلے چھوٹی لکڑیاں جلاتی ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں چھوٹی لکڑیوں کی طرح جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں[2] ''۔کیا تم نے امامؑ سے کمسنی کے عالم میں اس ایمان کے منفعل ہونے کا مشاہدہ کیا یہ آپ کی ذات اور اقدار میں سے ہے ؟

آپؑ اپنے پدر بزگوار کے ساتھ امام حسن عسکری علیہ السلام زکی ابو محمد ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے ،اور سفر و حضر میں اُن سے بالکل جدا نہیں ہوئے ،اورامام علی نقیؑ اپنے فرزند ارجمند کے سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں '': ابو محمد ،آل محمد میں بہترین ہیں ،اُن کی حجت قابل وثوق ہے ،یہ میرے بڑے فرزند ہیں اور میرے جانشین ہیں امامت ان کی جانب منتقل ہوگی[3] ''۔یہ کلمات بہترین

---

[1] سورۂ مومنون ،آیت ۱۱۵۔
[2] دائرة المعارف بستانی، جلد ۷،صفحہ ۴۵۔جوہرة الکلام فی مد ح السادة الاعلام ،صفحہ ۱۵۵۔
[3] اعیان الشیعہ ،جلد ۴،صفحہ ۲۹۵،تیسرا حصہ ۔

صفات کے ترجمان ہیں چنانچہ آپؑ آل محمدؑ میں بہترین طبیعت کے مالک ہیں آپؑ کی حجت قابل وثوق ہے ۔آپؑ ہی پر خلافت اور امامت کی انتہا ہوئی،اور آپؑ میں یہ تمام فضائل و کمالات موجود تھے ۔

آپؑ کی عبادت

امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کیا کرتے تھے ،ان میں سب سے زیادہ توبہ اور اللہ کی اطاعت کرتے تھے ،آپؑ زیادہ تر روزہ رکھتے ،رات میں میں نمازیں پڑھتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور دعا پڑھتے ۔ محمد شاکری کا کہنا ہے :امام ابو محمد محراب میں سجدہ ریز تھے جبکہ میں خواب و بیداری کے عالم میں تھا[1] آپؑ کی روح خدا سے لو لگائے تھی ،آپؑ کو دنیا کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا ،آپؑ کی قنوت میں پڑھی جانے والی دعائیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امامؑ خدا کی بارگاہ میں توبہ کیا کرتے تھے ،اسی طرح نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں بھی آپؑ سے نقل ہوئی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام حسن عسکریؑ'' میں کیا ہے ۔

حلم

آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم اور غصہ پی جانے والے تھے ،عباسی حکومت نے آپؑ کو قید خانہ میں ڈال دیا آپؑ اتنے صابر تھے کہ ذرا سا بھی شکوہ زبان پر نہ لائے ،اور کسی ایک سے بھی قید خانہ کی سختیوں اور مشکلات کی شکایت نہیں فرمائی ۔کرم امام ابو محمد (حسن عسکریؑ)لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے ،آپؑ غریبوں پر بہت زیادہ احسان کیا کرتے تھے ،آپؑ کا اپنے معین کردہ حقوق شرعیہ وصول کرنے والوں سے فقیروں ،محروموں اصلاح ذات البین اور اُن کے علاوہ[2] لوگوں کو فائدہ پہنچانے والوں پر انفاق کا معاہدہ تھا ۔آپؑ کے فیض کرم کے متعلق مورخین نے محمد بن علی بن ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفر سے روایت کی

---

[1] حیاۃالامام حسن عسکریؑ ،صفحہ ۴۰۔
[2] حیاۃالامام حسن عسکریؑ ، صفحہ ۴۰۔

ہے کہ وہ کہتے ہیں : ہمارا زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا تو میرے والد نے کہا چلو ہم اس شخص ''یعنی ابو محمد '' کے پاس چلتے ہیں جن کی ہم نے بہت زیادہ تعریفیں سنی ہیں ،میں نے اُن سے عرض کیا :کیا آپؑ انھیں پہچانتے ہیں ؟میرے والد صاحب نے کہا : نہیں پہچانتا اور نہ ہی میں نے آج تک اُن کو دیکھا ہے اُن کا کہنا ہے:ہم چل پڑے ،راستہ میں میرے والد نے کہا :ہم کو پانچ سو درہم کی ضرورت ہے دوسو درہم لباس وغیرہ کیلئے ،دوسو درہم آٹا اور خورد و نوش کیلئے ،اور سو درہم اور دوسرے مخارج کیلئے ۔میں نے اپنے دل میں کہا :کاش امامؑ مجھے تین سو درہم عنایت فرما دیں ،میں سو درہم سے اپنی سواری خریدوں گا ،سو درہم خرچ کروں گا اور سو درہم سے لباس وغیرہ مہیا کروں گا ۔جب ہم پہاڑ سے گذر کر امامؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے ایک بچہ نے نکل کر کہا :علی بن ابراہیم اور اُن کے بیٹے کو اندر بلا لو جب ہم نے اندر جا کر سلام کیا تو اُس بچہ نے میرے والد سے کہا : ''اے علی!تم نے اتنی دیر کیوں لگا ئی ؟''اے میرے سید و آقا میں آپؑ سے ملاقات کرنے میں شرم محسوس کر رہا تھا ۔

امام میرے اور میرے بیٹے کے پاس کچھ دیر ٹھہرے اور پھر ہم دونوں کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے ،کچھ دیر کے بعد امامؑ کا غلام آیا اُس نے علی بن ابراہیم کو پانچ سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا :دو سو درہم لباس ،دو سو درہم آٹا وغیرہ اور سو درہم خرچ کے لئے ہیں ،اور مجھ کو تین سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا : سودرہم سواری ،سو درہم لباس اور سو درہم خرچ کے لئے ہیں ۔اور اب پہاڑ کی طرف سے نہ جانا ،محمد نے امامؑ کے حکم کے مطابق سوراء کی طرف سے راستہ طے کیا اور اس کے تمام امور اچھے طریقے سے انجام پائے ،اور اس کا دولت مندوں میں شمار ہونے لگا[۱] ۔مورخین نے مشکلات اور سختیوں میں زندگی گذارنے والے اور محرومین کے ساتھ آپؑ کی سخاوت اور احسانات کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں ۔

علم محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل تھے ،آپؑ صرف احکام شریعت اور احکام دین ہی میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل نہیں تھے بلکہ تمام علوم و معارف میں سب سے زیادہ افضل اور اعلم

---

[۱] کشف الغمہ ،جلد ۳،صفحہ ۳۰۰۔

تھے ۔عیسائی ڈاکٹر بختیشوع نے اپنے شاگرد سے امامؑ کے متعلق کہا ہے : وہ ہمارے درمیان آج سب سے زیادہ اعلم ہیں[1] ''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ اعلم ہیں ،آپؑ علوم پر اس طرح مسلّط ہیں جتنا کوئی اور نہیں ہو سکتا اور یہ شیعوں کا نظریہ ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو خداوند عالم نے علوم کی تمام اقسام کا علم عطا کیا ہے ۔

بلند اخلاق یا کریمانہ اخلاق

امام حسن عسکریؑ کے بلند و بالا اخلاق اور آداب ،اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے ،آپؑ دوست اور دشمن سے خوش روئی سے پیش آتے ،امام کے مکارم اخلاق آپؑ کے دشمن اور کینہ و حسد کرنے والوں پر ایسے اثر انداز ہوتے کہ ان کے بغض و دشمنی کو آپؑ سے محبت میں بدل دیتے ،آپؑ کے اخلاق سے علی بن اوتانش بہت متأثر ہوا حالانکہ وہ آل نبی کا سخت دشمن تھا مگر اب جب بھی وہ امامؑ سے ملتا تو اپنا منہ پھرا لیتا آپؑ کی جلالت و تعظیم و بزرگی کی وجہ سے وہ اپنی نظریں اوپر نہیں اٹھاتا تھا اور لوگوں کے درمیان امامؑ کے سلسلہ میں اچھی باتیں کیا کرتا تھا[2] ۔امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے بلند و بالا اخلاق میں رسالتِ اسلامیہ کی ایک خوشبو تھے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثمرات میں سے ایک میوہ تھے[3] ۔

آپؑ کے زرین اقوال

امام حسن عسکری علیہ السلام سے کچھ احادیث نقل ہوئی ہیں جو موعظہ ،ارشاد اور تہذیب نفس پر دلالت کرتی ہیں جیسے بلند ارزش وغیرہ ۔ہم ذیل میں امامؑ سے منقول بعض روایات نقل کر رہے ہیں: ۱۔امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے : ''بیشک تمہاری زندگی کم ہو رہی ہے ،تمہاری زندگی کے دن گِنے ہوئے ہیں ،اور تم کو اچانک موت آجائے گی ،جو نیکی کا بیج بوئے گا وہ اچھا کاٹے گا ،جو شر بوئے گا اس کو ندامت ہوگی ،ہر کاشت کرنے والا وہی کاٹے گا جو بوئے گا ،سستی کرنے والے کو کیا مل سکتا ہے ،جو حصہ حریص

[1] حیاۃالامام حسن عسکری ؑ ،صفحہ ۳۸۔
[2] کشف الغمہ ،جلد ۳،صفحہ ۲۔
[3] حیاۃالامام حسن عسکری ؑ ، صفحہ ۴۲۔

کی قسمت میں نہیں ہے وہ اس کو حاصل نہیں کر سکتا ،جس کو کوئی خیر ملے گویا اس کو خدا نے عطا کیا ہے اور جو کسی شر سے محفوظ ہو گیا اس کو خدا نے محفوظ رکھا ہے[۱] ''۔

۲۔ امام حسن عسکری کا فرمان ہے : '' محتاط ترین انسان وہ ہے جو مشتبہ مقامات پر رُک جائے ،بہترین عبادت گذار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے ،بہترین متقی و زاہد وہ ہے جو مطلقاً گناہ کرنا چھوڑ دے[۲] ''۔

۳۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے : ''اللہ تک رسائی کے سفر کو شب بیداری کئے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا[۳] ''۔

۴۔ ''ہمارے ساتھ رہ کر فقیر رہنا ہمارے دشمن کے ساتھ امیر رہنے سے بہتر ہے[۴] ''۔

۵۔ بچہ کا کمسنی میں اپنے باپ پر جرأت کرنا جوانی میں عاق ہونے کی دعوت دینا ہے[۵] ''۔

۶۔ ''بہت زیادہ روزے اور نماز ادا کرنا ہی عبادت نہیں ہے بلکہ اللہ کے امر کے بارے میں زیادہ غور و فکر کرنا بھی عبادت ہے[۶]

امامت کے دلائل

اللہ نے انبیاء اور اوصیاء کو معجزے عطا کئے ہیں جن کی مثال لانے سے انسان عاجز ہے تاکہ یہ معجزے انبیاء اور اوصیاء کے اللہ کی طرف سے ہدایت اور خیر لانے کی شہادت دیں ۔۔۔امت کی طرف آنے والے انبیاء اور اوصیاء لوگوں کے دلوں میں مخفی امور سے واقف ہوتے ہیں جیسا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے واقعات سے بھی آگاہ ہوتے تھے ،خداوند عالم نے ائمہ ہدیٰ کو یہ چیز عطا کی ہے ۔اُن میں سے ہر ایک کی زندگی میں یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ واقعات کے رونما ہونے سے پہلے اُن کی خبر دیدیا کر

[۱] تحف العقول ،صفحہ ۵۱۹۔
[۲] تحف العقول ،صفحہ ۵۱۹۔
[۳] حیاۃالامام حسن عسکری علیہ السلام ،صفحہ ۹۹۔
[۴] بحار الانوار ،جلد ۵،صفحہ ۲۹۹۔
[۵] حیاۃالامام حسن عسکری علیہ السلام ،صفحہ ۹۸۔
[۶] تحف العقول، صفحہ ۵۱۸۔

تے تھے ،ہم ان امور کے سلسلہ میں امام حسن عسکری ؑسے منقول واقعات نقل کر رہے ہیں جن کی آپ ؑنے خبر دی ہے:

۱۔اسماعیل بن محمد عباسی سے روایت ہے :میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے ایک ضرورت کی شکایت کی اور قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک بھی دینار نہیں ہے ،امام ؑنے مجھ سے فرمایا : تم خدا کی جھوٹی قسم کیوں کھا رہے ہو حالانکہ تمہارے گھر میں دوسو دینار مدفون ہیں ؟لیکن میرا یہ قول تجھ کو عطا کرنے سے نہیں روک سکتا ۔اے غلام تمہارے پاس کتنے دینار ہیں ؟پھر آپ ؑنے مجھے سو دینار عطا فرمائے ۔پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''تم نے وقتِ ضرورت استفادہ کے لئے دینار مخفی کئے تھے ''۔اُس نے کہا :میں نے پریشان ہو کر انھیں ڈھونڈھا تو وہ مجھے نہیں مل سکے چونکہ میرے ایک فرزند کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تھا لہٰذا وہ انھیں چوری کرکے فرار ہوگیا[1] ''۔

۲۔ابو ہاشم سے روایت ہے :میں قید خانہ میں تھا تو میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے قید خانہ کی سختیوں کی شکایت کی امام ؑنے تحریر فرمایا کہ تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر ادا کروگے ،چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں قید خانہ سے آزاد ہوا اور میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر ادا کی[2] ''۔

۳۔ابو ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکری ؑکو یہ فرماتے سنا ہے : ''بیشک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو معروف کہا جاتا ہے اور اس میں اہل معروف (نیکی کرنے والوں) کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا ، میں نے دل ہی دل میں خدا کی حمد وثنا کی اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں اُن پر خوش ہوا ۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ پر نظر ڈالی اور جو کچھ میرے دل میں تھا اُس کے متعلق فرمایا :تم نے یہ بات جان لی ہے کہ جو کچھ تم نے انجام دیا ہے ،بیشک اس دنیا میں اہل معروف ہی آخرت میں اہل معروف ہیں ،اے ابو ہاشم !خدا تم کو اُن ہی لوگوں میں سے قرار دے اور تجھ پر رحم کرے[3] ''۔

---

[1] نور الابصار ،صفحہ ۱۵۳۔
[2] اعلام الوریٰ، صفحہ ۳۷۲۔
[3] نورالابصار ،صفحہ ۲۵۲۔

۴۔ محمد بن حمزہ دوری سے روایت ہے کہ :میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت با برکت میں تحریر کیا کہ آپؑ خدا سے میرے مالدار ہونے کی دعا فر ما دیجئے ،تو امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا :میں تمھیں بشارت دیتا ہوں کہ خدا تمھیں مالدار بنا دے گا ،تمہارے چچا زاد بھا ئی یحییٰ بن حمزہ کا انتقال ہوگیا ہے اُس نے اپنے بعد ایک ہزار درہم چھوڑے ہیں اور تیرے علاوہ اور کو ئی وارث بھی نہیں ہے ، یہ عنقریب تمھیں مل جا ئیں گے لہٰذا تم خدا کا شکر ادا کرو میانہ روی سے کا م لینا اوراسراف نہ کر نا ۔ کچھ مدت گذر جانے کے بعد میرے پاس مال اور چچا زا د بھا ئی کے مرنے کی خبر پہنچی جس سے میرا فقر دور ہو گیا ،میں نے حق اللہ ادا کیا اور اسراف نہیں کیا[1] ۔

۵ ۔ محمد بن حسن بن میمون سے روایت ہے :میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں فقر و تنگدستی کی شکایت تحریر کی اس کے بعد اپنے دل میں کہا :کیا ابو عبداللہ نے نہیں فرمایا ہے کہ :ہمارے ساتھ فقر میں رہنا ہمارے دشمن کے ساتھ ثروت کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے '' ۔امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا : ''خدا وند عالم ہمارے دوستوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اسی طرح جس طرح تمہارا نفس بتا تا ہے ہمارے ساتھ رہ کر غریب رہنا دشمنوں کے ساتھ رہ کر امیر رہنے سے بہتر ہے، ہم اس کے لئے پناہ گاہ ہیں جو ہماری پناہ گاہ میں آنا چا ہتا ہے ،جو ہمارے لئے بصیرت حا صل کرنا چاہے اس کے لئے نور ہیں جو ہم کو دوست رکھتا ہے وہ آخرت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور جو ہم سے منحرف ہو جاتا ہے وہ جہنم میں جا ئے گا[2] '' ۔

٦ ۔ابو ہاشم سے روایت ہے : میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت با برکت میں آپؑ سے نگینہ کے بارے میں سوال کر نے کی غرض سے حاضر ہوا تا کہ اس کی انگوٹھی بنا کر پہن سکوں، میں آپؑ کے پاس بیٹھ گیا اور جس کام کے لئے آیا تھا وہ بھول گیا جب امامؑ سے رخصت ہو کر چلنے لگا تو آپؑ نے مجھے انگو ٹھی عطا کی اور مسکراتے ہوئے فرمایا : ''تو نے نگینہ چاہا تھا لیکن ہم نے تجھے انگو ٹھی دیدی ہے، میں نے اُن سے ایسے نگینہ کے بارے میں سوال کرنا چاہا جس سے برکت کیلئے انگو ٹھی بنانا چا ہا تھا ،خدا تجھے اس کے

[1] نور الابصار ،صفحہ ۱۵۲۔
[2] مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، صفحہ ۴۳۵۔

ذریعہ برکت دے''، مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے عرض کیا :اے میرے سید و سردار ایشک آپؑ اللہ کے ولی اور میرے امام ہیں جن کے ذریعہ میں خدا کا فضل و کرم حاصل کرتا ہوں،آپؑ نے فرمایا : ''اے ابو ہاشم !خدا تم کو معاف کرے[1] ''۔

یہ وہ چند واقعات تھے جن کی امام حسن عسکریؑ نے خبر دی تھی جو امامت کی دلیلیں ہیں ،یہ بات شایانِ ذکر ہے کہ تمام ائمہ اہل بیتؑ نفوس پر عارض ہونے والے اور دلوں میں پوشیدہ باتوں سے واقف ہوتے ہیں ،اس سلسلہ میں اخبار نقل کی گئی ہیں اللہ نے اِن کو ائمہ کی امامت کی دلیل قرار دیا ہے جس طرح اُس نے انبیاء اور رسولوں کو معجزے عطا کئے ہیں جن کا مثل لانے سے انسان عاجز ہیں ائمہؑ کے متعلق شیعوں کا یہی عقیدہ ہے اِس میں کوئی غلو نہیں ہے اور نہ ہی دائرۂ منطق سے باہر کوئی بات ہے ۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا علی بن الحسین فقیہ کے نام خط

امامؑ نے فقیہ ،عالم جلیل ابو الحسن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی شیعوں کے عظیم الشان عالم ، علم حدیث، علم فقہ اور دوسرے تمام اسلامی علوم میں متبحر کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر ہے : ''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے ،عاقبت متقین کیلئے ہے ،جنت موحدین کیلئے ہے، ظالمین کے علاوہ کوئی دشمن نہیں ہے ،احسن الخالقین اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ،اور درود وسلام ہو سب سے افضل مخلوق محمد اور آپؐ کی طیبہ و طاہرہ عترت پر ۔

اما بعد : میں تمہیں وصیت کرتا ہوں ۔اے میرے قابل احترام ،قابل اعتماد اور فقیہ ابو الحسن علی بن الحسین علی بن بابویہ قمی خدا تم کو اپنی مرضی کے مطابق کامیاب و کامران فرمائے ،اپنی رحمت اور تقویٰ کے ذریعہ تمہارے صلب میں نیک اولاد قرار دے ۔نماز قائم کرو ،زکات ادا کرو ،اپنے گناہوں سے استغفار کرو ،غصہ کو پی جاؤ ،صلۂ رحم کرو ،برادران کے ساتھ مواسات کرو اور ان کی پریشانیوں میں حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کرو ،ان کی جہالت و نادانی کے موقع پر بردبار بنو،دین میں تدبر کرو،اپنے امور میں ثابت قدم رہو ،قرآن کیلئے ان سے معاہدہ کرو ،حُسنِ خُلق سے پیش آؤ ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو ،اللہ عزّ و جلّ فرماتا ہے : (لَاخَیْرَ

[1] اعلام الوریٰ ،صفحہ ۳۷۵،مناقب جلد ۴، صفحہ ۴۳۷۔

فِی کَثِیرٍ مِن نَجْوَاہُمْ إِلاَّ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَۃٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاَحٍ بَیْنَ النَّاسِ[1])، ''ان لوگوں کی اکثر راز کی باتوں میں کوئی خیر نہیں ہے مگر وہ شخص جو کسی صدقہ، کار خیر یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے ''تمام برائیوں سے اجتناب کرو ،تم پر نماز شب پڑھنا واجب ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے :اے علیؑ تم پر نماز شب پڑھنا واجب ہے (اس جملہ کی آپؐ نے تین مرتبہ تکرار فرمائی)اور نماز شب کو سبک شمار کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے، میری وصیت پر عمل کرو، میرے شیعوں کو اس کا حکم دو یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کرنے لگیں ،تم پر صبر اور انتظار فرج کرنا واجب ہے ،کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : میری امت کا سب سے افضل عمل انتظار فرج ہے ،

شیعہ ہمیشہ حزن و الم میں رہیں گے یہاں تک کہ میرا وہ فرزند ظہور کرے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھردے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی ،اے میرے قابل احترام صبر کرو اور شیعوں کو صبر کرنے کا میرا حکم پہنچاؤ خداوند عالم کا فرمان ہے :(اِنَ الْأَرْضَ لِلّٰہِ یُورِثُہَا مَنْ یَشَاءُ مِنْ عِبَادِہِ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِینَ[2])، ''زمین خدا کے لئے ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے وارث بناتاہے اور انجام کار بہر حال صاحبانِ تقویٰ کے لئے ہے ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے وہ سب سے اچھا کار فرما ہے ،وہ سب سے اچھا مولیٰ اور سب سے اچھا مدد گار ہے[3] ''۔

اس خط سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں: ۱۔ امامؑ نے فقیہ معظم علی بن الحسین کے بلند مقام کی طرف اشارہ فرمایاکہ امام نے اُس کو اُن کریم صفات سے متصف فرمایا ہے جو امامؑ کے نزدیک ان کی عظیم شان و منزلت پر دلالت کرتی ہیں، علماء رجال اور مورخین سے روایت ہے کہ آپ بزرگ فقہاء میں سے تھے ،آل محمد ﷺ کی جانب رہنمائی کرنے والوں میں سے تھے ،امور دین کے سلسلہ میں بہت ہی غیور ،ملحدین کی بنیادوں کو نیست و نابود کردینے والے ،ارکانِ شریعت میں سے تھے ،آپؒ اتنے مؤثق اور

---

[1] سورۂ نساء ، آیت ۱۱۴۔
[2] سورۂ اعراف، آیت ۱۲۸۔
[3] روضات الجنات ،جلد ۴، صفحہ ۲۷۳۔۲۷۴۔

بلند مقام و منزلت کے حامل تھے کہ فقہائے امامیہ آپ سے فتاوے اخذ کرتے اور جب نصوص و روایات میں اختلاف ہوتا تھا اُن ہی پر اعتماد کرتے تھے جیسا کہ اسی مطلب کا شہید اول نے کتاب ''الذکریٰ ''میں اشارہ کیا ہے ۔

۲۔امامؑ نے اس خط میں علی بن بابویہ قمی کیلئے نیک و صالح اولاد کیلئے دعا فرمائی ہے خدا نے آپ کی دعا متجاب فرمائی اور آپ کو ابو جعفر محمد فرزند عطا کیا جس کا لقب صدوق رکھا گیا جو امت میں فضل کے اعتبار سے علماء مسلمین کی ایک عظیم میراث ہے،آپ نے شریعت کو زندہ کیا ،ائمہ طاہرین کے آثار مرقوم کئے تین سو سے زیادہ کتابیں تالیف کیں جن میں آپؒ کی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ ''سر فہرست ہے جو بہت ہی بڑی کتاب ہے اور امامیہ فقہاء کے نزدیک معتمد و معتبر کتاب ہے ۔

۳۔بیشک یہ خط امامؑ کی باارزش وصیتیں،مکارم اخلاق،محاسن صفات،صلۂ رحم ،برادران میں مواسات و برابری،لوگوں کی حاجت روائی،امور دین میں غور و فکر اور دیگر امور میں تلاش و جستجو کرنے کی رغبت دلاتا ہے ۔

۴۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے شیعوں کو فرج اور ظہور قائم آل محمد ﷺ کے انتظار کا حکم دیا ،جو مستضعفین اور محرومین کی آرزو ہیں ،جو دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے ،اپنی حکومت کے دوران کلمۃ اللہ کو بلند کریں گے اور اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ کی حکومت کو جا ری رکھیں گے ۔یہ خط مندرجہ بالا مطالب پر مشتمل ہے ،امامؑ نے اپنے معتمد شیعوں کے پاس متعدد خطوط تحریر کئے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام حسن عسکریؑ ''میں تحریر کیا ہے ۔

امامؑ حکّامِ عصر کے ساتھ

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی چھوٹی سی زند گی بڑے ہی اندوہ و غم کے ساتھ بسر کی ہے کچھ بادشاہ ہمیشہ اہل بیتؑ سے جنگ و جدل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے ،اور انھوں نے اہلبیتؑ کو طرح طرح کی سزا ئیں دیں،اُن میں سے کچھ بادشاہ مندرجہ ذیل ہیں:

[1] روضات الجنات، جلد ۴ ،صفحہ ۲۷۶۔

۱۔متوکل: متوکل بادشاہ نے ۲۳۲ھ میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی،اور اسی سال امام حسن عسکری کی ولادت با سعادت ہوئی،متوکل کے دل میں علویوں کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی،انھوں نے متوکل کے دور میں بڑے ہی ظلم و جور میں زندگی بسر کی اور اُن پر متوکل سے پہلے ایسا زمانہ کبھی نہیں آیا تھا ہم ذیل میں اختصار کے طور پر اس کے بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں:
متوکل کی عیش پرستی:متوکل نے بڑی بیہودہ اور عبث زندگی بسر کی جس میں ذرا بھی جد و جہد نہیں تھی،اس کی زندگی لہوولعب اور شوخیوں سے پُر تھی،مورخین کا کہنا ہے :متوکل سے پہلے بنی عباس کا کوئی بادشاہ ایسا نہیں گزرا جس کی مجلس میں متوکل کی مجلس کی طرح لہو و لعب،ہنسی مذاق اور شوخی کا اظہار ہوا ہو۔

اس کی حقیر اور پست زندگی کی عجیب و غریب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے ابوعنبس سے کہا :تم مجھے اپنے گدھے اور اس کے مرنے کے بارے میں بتاؤ اور وہ خواب بھی سناؤ جو تم نے اس کے سلسلہ میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا :ہاں اے بادشاہ !میں قاضیوں میں سب سے عقل مند تھا اس کا نہ کوئی گناہ تھا اور نہ لغزش،ایک مرتبہ اچانک مریض ہوا اور مر گیا ،میں نے اس میں سونے والے کے صفات دیکھے تو اس سے کہا : کیا میں تیرے لئے ٹھنڈا پانی اور جَو کی شراب لاؤں،اور دوسرے امور انجام دوں تم اچانک کیسے مر گئے ؟اور تمہارے پاس کیا کوئی خبر ہے ؟اس نے کہا : ہاں ۔میں ایک دن جب فلاں فارمیی کے پاس کھڑا تھا تو وہاں سے ایک خوبصورت گدھی گذری اس نے مجھ سے عاشقانہ باتیں کیں جس سے وہ میرے دل میں اُترتی گئی، میں اس پر عاشق ہوگیا، مجھ پر وجد طاری ہوگیااور مجھے اسی کے حزن و الم میں موت آئی ہے، میں نے اس سے کہا :اے میرے گدھے کیا تم نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں ؟ اس نے کہا :ہاں تو اس نے میرے لئے یہ اشعار پڑھے : هامَ قلبي بأتان عند باب الصيدلاني تيّمتني يومَ رُحنا بثناياها الحسانِ وبخدّينِ اسيلَين كلونِ الشّقراني فبها متُّ ولوْ عشتُ اذاً طالَ هَواني ''دواخانہ کے پاس میرا دل گدھی پر آگیاوہ میرے دل میں اُتر گئی ۔جس دن ہم اس کے اچھے دانتوں اور ان دو رخساروں کو لے گئے جو شنقرانی رنگ کے تھے۔اس کے اوپر میں اپنی جان دے بیٹھااگر میں جان نہ دیتا تو میرے عشق میں اضافہ ہی ہوتا ''میں نے کہا :شنقرانی کیا ہے ؟اس

نے کہا: یہ عجیب وغریب گدھی ہے ۔ متوکل خوشی سے جھوم اٹھا اس نے گانے والیوں کو گدھے کے اشعار گانے کا حکم دیا اور وہ اس دن اتنا زیادہ خوش ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا خوش نہیں ہوا تھا اور اس نے ابو عنبس کو اور زیادہ انعام دیا[1]۔ زمانے پر وائے ہو اکیا اس طرح کے حقیر اور پست انسان مسلمانوں کے والی اور حاکم ہو سکتے ہیں اور ابو محمد حسن عسکری کو حاکمیت سے دور کر دیا جائے ؟ متوکل لذتوں اور ہنسی مذاق میں منہمک تھا اس کے گانے بجانے والے دو ایسے غلام تھے جو کبھی بھی اس سے الگ نہیں ہوتے تھے ،ان میں سے ایک اس کے لئے سا رنگی بجاتا تھا اور دوسرا مزمار بانسوری بجاتا تھا اور وہ سا رنگی اور بانسری کو سننے کے بعد ہی شراب پیتا تھا ۔

متوکل کی پانچ ہزار کنیزیں تھیں ۔کہا جاتا ہے :اس نے سب کے ساتھ جماع کیا تھا ۔ متوکل کے بعض حوالی و موالیوں کا کہنا ہے :میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ متوکل کثرت جماع کی وجہ سے ہی قتل کیا گیا[3]۔ متوکل کے حوالی موالی خوبصورت کنیزوں اور شرابوں کو پیش کرکے اس سے قربت کرتے تھے فتح بن خاقان نے اس کو ایک خوبصورت کنیز ہدیہ میں دی ،اور دو سونے کے جام پیش کئے ،اور ایک صراحی بھی دی جس میں ایسی شراب تھی جو اُس سے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں گئی تھی ،اور یہ ہدیہ اس کو اس کے بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد دیا گیا اور اس ہدیہ کے ساتھ ایک ورقہ دیا گیا جس میں مندرجہ ذیل اشعار تحریر تھے:اِذَا خَرَجَ الاِمَامُ مِن الدّوَاءِ وَاُعقِبَ بالسّلامَةِ وَالشّفَاءِ فَلَیْسَ لَہُ دَوَاءٌ غَیرُ شُربٍ بِھٰذَا الجَامِ مِن ھٰذَا الطّلَاءِ وَفَضّ الخَاتَمِ المُھدیٰ اِلَیہِ فَھٰذَا صَالِحٌ بَعدَ الدّوَاءِ ''امام جب دواء سے خارج ہو جائے اور صحت یاب ہوجائے تو اس کی سونے کے جام میں شراب پینے کے علاوہ اور کوئی دواء نہیں ہے ،اور دوا کے بعد اس کو تحفہ میں انگوٹھی کے نگینے پیش کرنا بہت اچھا ہے ''۔ متوکل وجد میں آگیا اس نے اس کی بہت تعریف کی ،اس وقت متوکل کے پاس اُس کا خاص طبیب یوحنا بن ماسویہ حاضر تھا، تو اس نے اس سے کہا :خدا کی قسم یہ کا

[1] مروج الذہب ،جلد ۴،صفحہ ۴۳۔
[2] بین الخلفاء والخلعاء فی العصر العباسی، صفحہ ۱۱۵۔
[3] مرآۃ الزمان، جلد ۶،صفحہ ۶۹۔

میابی میری طبابت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جو اشارہ بتایا گیا ہے اس کی مخالفت نہ کرنا[۱]۔ہم نے متوکل کے شوخی اور دیوانگی کے متعلق بہت زیادہ واقعات اپنی کتاب ''حیاۃالامام حسن عسکری'' میں بیان کرچکے ہیں جو کوئی مطلع ہونا چاہتا ہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

کھلم کھلا گناہ کرنا: متوکل متجاہر بالفسق تھایعنی وہ علی الاعلان گناہ کرتا تھا ،لوگوں سے کچھ شرم و حیا نہیں کرتا تھا ،قاضی احمد بن داؤد نے اس سے داخل ہونے کی اجازت مانگی تو متوکل شطرنج کھیل رہا تھا ،احمد بن خاقان نے اس کو اٹھانے کا ارادہ کیا تو متوکل نے اس کو منع کرتے ہوئے کہا :ہم اللہ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکتے تو بندوں سے کیا چھپائیں[۲]۔اس پر خواہشات نفسانی اتنے غالب آگئے تھے کہ اس کے ندماء اس کے سامنے شطرنج [۳] کھیلتے رہتے تھے اور وہ اُن کو منع نہیں کرتا تھا ،ان ہی خواہشات نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے اس نے اپنی زوجہ ربطہ بنت الغیس سے کہا کہ وہ اپنا پردہ کھول دے اور غلمانوں کی طرح بال گوندھ لے اس نے انکار کیاتو متوکل نے فوراً اس کو طلاق دیدی[۴]۔وہ نہ اللہ سے وقار کی امید رکھتا تھااور نہ ہی شعائر اسلامی کا پاس و لحاظ رکھتا تھا ۔

علویوں کے ساتھ: متوکل ذاتی طور پر علوی سادات سے بہت زیادہ بغض وعناد رکھتا تھا،اس نے ان پر ظلم وستم اوران کا قتل وغارت کرنے میں کوئی کسرباقی نہیں رکھی،ان پراقتصادی پابندیاں لگادیں،ان کے ساتھ نیکی اوراحسان کرنے سے بالکل منع کردیا،اورجب کسی سے ان کے ساتھ احسان کرنے کوسن لیتا تھا تو اس کو سخت سزادیتااوربہت سخت زیادہ ٹیکس لگادیتا [۵] مسلمین اس سرکش کی سزا کے خوف سے علویوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے سے منع کردیتے تھے ۔اس نے علویوں پر دنیااتنی تنگ کردی تھی کہ وہ فقروفاقہ میں زندگی بسر کرنے لگے تھے اور اتنی غربت آگئی تھی کہ ان کے پاس ایک قمیص ہوتی تھی وہ یکے بعد دیگرے اسی

[۱] دائرۂ معارف بیسویں صدی ہجری ،جلد ۱۰،صفحہ ۹۶۴۔
[۲] زہر الآداب، جلد ۴، صفحہ ۳۔
[۳] بین الخلفاء والخلعاء ،صفحہ ۱۰۸۔
[۴] مرآۃ الزمان، جلد ۶صفحہ ۱۶۹۔
[۵] مقاتل الطالبین، صفحہ ۵۷۹۔

قمیص کو پہن کر نماز پڑھتے تھے اس پرپیوند لگاتے اور پھر اسی کمی کی حالت میں برہنہ بیٹھے رہتے ،حالانکہ متوکل سرکش اپنی سرخ راتوں میں سونے کے لاکھوں دینار خرچ کردیتا تھا،وہ گانا بجانے والوں، مخنثوں اور ہنسی مذاق کرنے والوں پر بے حساب مال ودولت خرچ کرتا تھااور خاندان رسول ﷺ کوایک لقمہ روٹی سے محروم کر رکھا تھا ۔

متوکل کی امام امیرالمومنینؑ سے عداوت

متوکل ،دنیائے اسلام میں حق وعدالت کا پرچم بلند کرنے والے حضرت علیؑ سے سخت بغض وعداوت رکھتا تھا،یہ فاسق وفاجر طاغوت امامؑ کا منکر تھا،اس نے اپنی خاطر نا چنے کیلئے اپنے بندروں اور حوالی موالیوں میں سے ایک مخنث کا انتخاب کرر کھا تھا،جو خود کو رسولؐ اللہ کے نفس اور آپؐ کے شہر علم کے دروازے امیر المومنینؑ سے تشبیہ دیتا تھااوراس اداکواس کے بیٹے منتصرنے ہی متوکل کو قتل کیااوراس کی تجہیز وتکفین کی۔

متوکل کے ذریعہ امام حسینؑ کے مرقد مطہر کاانہدام

متوکل کاسب سے بڑا جرم جوانان جنت کے سردار امام حسینؑ کے مرقد مطہر کا منہدم کرنا تھا ،حالانکہ یہ (اس عظیم مرقد کاتمام مسلمان احترام کرتے ہیں)عظیم مرقد تمام مسلمانوں کے نزدیک محترم ہے ۔ امامؑ کے مرقد مطہرپر مختلف ممالک کے زائرین کااژدھام رہتاہے،جبکہ بنی عباس کے بادشاہوں کی قبریں زمین پرکوڑے کرکٹ کاڈھیر ہیں وہ کتے اور جنگلی جانوروں کی پناہ گاہ ہیں،جوان کے ظلم وجورکی عکاسی کررہی ہیں۔جب مسلمانوں نے امام حسینؑ کے مرقد مطہر کومنہدم کرنے سے انکارکردیاتواس نے نجس یہودیوں کواس کومنہدم کرنے کیلئے بھیجا،اس نے سارامرقد منہدم کرکے اس پرپانی جاری کردیالیکن پانی مرقدکے اوپر نہیں گیااورچاروں طرف دائرہ کی شکل میں جمع ہوگیا،اسی وجہ سے اس کوحائر حسینی کہا جاتا ہے،ضریح مبارک سے اچھی خوشبوآنے لگی جس کے مانند لوگوں نے اس سے پہلے خوشبونہیں سونگھی تھی،بیشکیہ رسالت اسلامیہ اور شرف وکرامت کی نسیم تھی ۔جواہری کا کہنا ہے : شممتُ ثراکَ

[1] مقاتل الطالبین ،صفحہ ۵۹۹۔

فهبَّ النسیم نسیمُ الکرامۃِ من بلقع ''میں نے آپ کی تربت کو سونگھا تو نسیم معطر چلنے لگی یعنی صحرا و بیابان سے آپ کی کرامت کی معطر ہوا چلنے لگی ''۔ مسلمانوں نے متوکل کی سخت مذمت کی، مجلسوں اور جلسوں میں اس پر سب وشتم کیا،نماز کے بعداس پر بددعا کی،مکانوں کی دیواروں پر اس کیلئے لعنت لکھی اوراس سلسلہ میں یہ اشعار شائع ہوگئے :تاللہِ ان کانتْ اُمیۃُ قد اَتتْ قتْلَ ابْنِ بنْتِ نبیّھا مظْلوماً فلقد اَتاہ بنُوْ اَبیہِ بمثْلِھا ھٰذا لعمْرکَ قبْرُہُ مھْدُوماً اَسفُوا علیٰ اَن لاْ یکُوْنُوا شارکُوا فیْ قتلِہِ فتتبّعوہُ رمیْما'' خدا کی قسم بنی امیہ نے اگر اپنے نبی کے نواسہ کو مظلوم حالت میں شہید کرنے کا اقدام کیا ہے۔تو اس کے خاندان کے دوسرے افراد نے اس سے پہلے اس جیسے کام کئے ہیں اور ان کی قبر آپ کے سامنے منہدم نظر آرہی ہے ۔اُن کو افسوس ہوا کہ وہ نبی کے نواسہ کو شہید کرنے میں شریک نہ ہو سکے لہٰذا انھوں نے اُن کی اس وقت جستجو کی کہ جب اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں ''۔زمانہ گذرتا گیا،حکومتیں فنا ہوگئیں لیکن سید الشہداء کی قبر آج بھی شان وشوکت کے ساتھ باقی ہے اور امت اسلامیہ کے،فخر اورعزت کی نشانی کے طورپر باقی رہے گی،جو مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کئے ہوئے ہے اورآپ کی قبر کے زائرین کی تعداد بیت اللہ الحرام کاحج کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے ۔

امام علی نقی کے ساتھ

ہم گذشتہ بحث میں امام علی نقی کے قید خانہ میں نظربند کئے جانے کے متعلق اور شیعوں کومالی حقوق نہ دئے جانے کے سلسلہ میں بیان کرچکے ہیں،اس وقت امام حسن عسکری کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا،آپ نے وہ تمام آلام و مصائب برداشت کئے۔جن کو متوکل نے امام اوران کے شیعوں کی مخالفت میں جاری کیا تھا،یہاں تک کہ خدانے اس سرکش کے شر سے بندوں کو نجات دی اور حکومت منتصر عباسی تک پہنچی،ہم عنقریب اس سلسلہ میں بیان کریں گے۔

[1] حیاۃالامام حسن عسکری ،صفحہ ۲۰۲۔

۲۔ منتصر کی حکومت منتصر نے اپنے والد کی مخالفت میں انقلاب برپا ہوجانے کے بعد خود حکومت کی باگ ڈور سنبھالی جس سے عام طورپر شیعوں کو سکون ملااوروہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے،ان سے سید الشھدا کی زیارت کے سلسلہ میں ہونے والی رکاوٹیں ختم کردیں، منتصر نے علویوں کوفدک واپس کیا،اس کے علاوہ ان کے شایان شان امورانجام دئے ۔لیکن افسوس شریف ونیک محسن کی طولانی زندگی نہ ہوسکی،اکثر مصادرومنابع میںآیاہے کہ اس کوترکیوں نے زہردے کرمارڈالااس طرح اس صفحہ ہستی سے اس روشن ومنور شخصیت کابھی خاتمہ ہوگیا ۔

۳۔ مستعین کی حکومت: مستعین نے ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ ھ میں اتوار کے دن حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ،مورخین نے اس کی تعریف میں لکھاہے کہ وہ فضول خرچ،مال ضائع و برباد کرنے والا اورحق کا مخالف تھا،وہ اپنے گذشتہ بزرگوں کی طرح ائمہ ہدیٰ سے بغض وعناد رکھتا تھا ،وہ امام حسن عسکری،سے شدید بغض رکھتا تھا چونکہ وہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنا مقام بلند کرنا چاہتا تھا،اس سرکش نے امامؑ کو قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دیاتوامامؑ کواوتامش کے قید خانہ میں بند کردیاگیاوہ ناصبی تھااور اہل بیتؑ سے علی الاعلان بغض وکینہ رکھتا تھاقید خانہ میں امام کے ہمراہ عیسیٰ بن فتح بھی تھا امامؑ نے اس سے فرمایا ''اے عیسیٰ!تیری عمرساٹھ سال ایک مہینہ اوردودن ہوگئی ''،عیسیٰ نے مبہوت وحیران ہوکر جب اپنی تاریخ پیدائش لکھی ہوئی کاپی میں دیکھاتوامام کی خبر کے مطابق پایا ۔

اسکے بعدامامؑ نے اس سے فرمایا: ''کیاتمہارے کوئی فرزند ہے ؟''۔عیسیٰ :نہیں۔امامؑ نے اس کے لئے یوں دعافرمائی :''خدایااس کوایک فرزند عطاکر جو اس کاپشت پناہ ہواور پشت پناہ فرزند کتنا اچھا ہے ''،اس کے بعد یہ شعر پڑھا :من کان ذا عضد یدرک ظلامتہ ان الذلیل الذی لیست لہ عضد ''جو طاقتور ہوگا وہ بدلہ لے سکے گا کیونکہ جو طاقتور نہیں ہوتا وہ رسوا ہو جاتا ہے ''۔عیسیٰ نے عرض کیا :اے میرے مولاوآقاکیاآپ کے کوئی فرزند ہے ؟''خداکی قسم عنقریب خدامجھے ایسا فرزند عطاکرے گاجوزمین کوعدل وانصاف سے بھردے گا لیکن ابھی کوئی فرزند نہیں[1] ۔امامؑ کے نظربند ہوجانے سے شیعوں میںآہ و فریاد کے نعرے بلند ہونے لگے

[1] جوہرۃالکلام، صفحہ۱۵۵۔

اوریہ آہ و نالہ اس وقت عروج پر پہنچا جب ان کویہ خبر ملی کہ معتین امامؑ کوقتل کرنے کا عزم رکھتاہے ،امامؑ نے ان سے خوف دورکرتے ہوئے ان کوبشارت دی کہ وہ عنقریب تسلیم ہوجائے گا اور ان کے لئیم وباغی دشمن کا تین دن کے بعد خاتمہ ہوجائے گا،امامؑ کی یہ خبر صحیح واقع ہوئی ابھی تین دن تمام نہیں ہوئے تھے کہ اس کو ترکیوں نے مارڈالا[2]۔

۴۔ معتز کی حکومت: معتز،زبیربن جعفرمتوکل تھا جب اس نے اپنی عیش وآرام کی زندگی میں حکومت کی بھاگ ڈور سنبھالی تواس کو کوئی تجربہ نہیں تھا،نہ اس نے گردش ایام سے کوئی تہذیب سیکھی تھی اورنہ ہی اس کوسیاست اور حکومت کے نظم ونسق کی کوئی خبر تھی،وہ ترکیوں کے ہاتھ کا کھلونا تھاوہ جدھر چاہتے تھے اس کو موڑ لیتے تھے ۔ معتز امام سے بہت زیادہ بغض وعنادرکھتا تھا ،اس نے امام کو زنزانات کے قید خانہ میں نظر بند کردیا،امامؑ اس کے ظلم وستم سے تنگ آگئے کیونکہ اس نے امام پر بہت زیادہ ظلم وستم کئے ،آپ نے اس کے لئے بددعا کی تو خدا نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی اور اس سے بہت سخت انتقام لیا،ہوا یہ کہ ترکوں کے لیڈرنے اس سے مال ودولت مانگااور اس وقت بیت المال میں کچھ نہیں تھا تو وہ اپنی ماں کے پاس گیا جس کے پاس بہت زیادہ مال ودولت تھا اس نے اپنی والدہ سے مال ودولت مانگی تو اس نے انکارکردیااوراس نے جوکچھ اس کے پاس تھا وہ سب چھپادیا۔ترکوں نے اس پر دھاوابول دیااور اس کے پیر کوپکڑکر گھسیٹا ،اس کو آہنی گرز سے مارا،گرمی کے موسم میں اس کو ایک دن سخت دھوپ میں کھڑارکھااوروہ اس سے کہتے جارہے تھے :حکومت چھوڑ دو ،پھر بغداد کے قاضی اور ایک گروہ کو بلایا اور اس کو حکومت سے معزول کردیا حکومت سے معزول کرنے کے پانچ دن بعد اس کو حمام میں نہانے کیلئے بھیجا جب اس نے غسل کیا تو اس کوپیاس لگی اور انھوں نے اس کو پانی دینے سے منع کردیاپھر اس کو برف کے ٹھنڈے پانی سے سیراب کیا اور وہیں پر مرگیا[3] یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ اس انقلاب کی بنیاد صالح بن وصیف نے ڈالی تھی اس نے معتز کی ماں پر زبردست حملہ کرکے اس کا سارا مال لوٹ لیا اس کے پاس پانچ سو دینار تھے،اسی طرح اس نے زمین میں بہت زیادہ خزانہ دفن کر رکھا تھا ،زمین کے اندر اس کا

---

[1] مہج الدعوات ،صفحہ ۲۷۳۔
[2] غیبت مؤلف شیخ طوسی ،صفحہ۶۳۲۔
[3] تاریخ خلفاء ،صفحہ ۳۶۔

ایک مکان تھا جس میں ایک ملین اور تین لاکھ دینار تھے عطر دان میں ایک ہا نڈی ملی جس میں زمرد بھرے ہوئے تھے جس کے مانند کسی نے پہلے نہیں دیکھے تھے،اسی طرح ان کو ایک اور عطر دان ملا جو بڑے بڑے لؤلؤ سے بھرا ہوا تھا انھیں غلہ کے پیمانہ کے مانند ایک عطر دان ملا جو سرخ یاقوت سے پُر تھا جسکے مثل اس وقت موجود نہیں تھے،وہ سارا مال لاد کر صالح کے پاس لایا اور اس سے کہا :میں نے قتل کرنے کیلئے پچاس ہزار دینار کی پیشکش کی تھی اور اس کے پاس اتنا مال موجود تھا ۔ اس برے فعل اور لوٹ مار کے بعد وہ صالح کی دعوت پر مکہ چلا گیا ۔ظالمین کا انجام یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

۵ ۔مہتدی کی حکومت: مہتدی نے ستائیس سال کی عمر میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی،وہ اہل بیتؑ کا سخت دشمن تھا ،اس کو یہ ورثہ اس کے آباء و اجداد سے ملا تھا ،جنھوں نے اس کو غصہ و غیظ و غضب کا جام پلایااور ان کو رنج و غم میں مبتلا کیا ۔اس سرکش و باغی نے امامؑ کو گرفتار کرنے کیلئے ایک دستہ روانہ کیا اور اس نے امامؑ کو گرفتار کرکے قید خانہ میں ڈال دیا ،آپؑ نے قید خانہ میں بڑے سخت دن گذارے ،قید خانہ میں امامؑ کے ساتھ شیعوں کے ایک بہت بڑے مؤثق عالم دین زکی ابو ہاشم تھے،امامؑ نے اُن سے فرمایا :''اے ابو ہاشم !یہ باغی آج کی رات میرے قتل کا ارادہ کئے ہوئے ہے حالانکہ خدا نے اس کی عمر کاٹ لی ہے یعنی وہ ختم ہونے والی ہے ''[1] ۔بعض شیعوں نے امامؑ کی خدمت میں خطوط ارسال کئے جن میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ مہتدی نے آپؑ کے شیعوں کو دھمکی دی ہے اور یہ کہا ہے کہ :میں ان کو جلا وطن کروں گا ۔

امامؑ نے ان کے خطوط پر توقیع فرمائی کہ اس کی عمر ختم ہوگئی ہے اور آج سے پانچ دن کے بعد چھٹے دن اس کو بڑی ذلت و خواری کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا ۔امامؑ کی دی ہوئی خبر صحیح واقع ہوئی اور ترکوں نے اس کو خنجروں سے کاٹ ڈالا۔ ترکی لیڈر کا کہنا

[1] مہج الدعوات ،صفحہ ۲۷۴۔

ہے کہ اس کے زخم سے شراب نکل رہی تھی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا :میں نے مہتدی کا خون ایسا دیکھا جیسے میں آج شراب[1] دیکھ رہا ہواس طرح امامؑ سے دشمنی کرنے والے مہتدی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔

۶۔ معتمد کی حکومت :معتمد پچیس سال[2] کی عمر میں خلیفہ بناوہ اپنے ماں باپ کا نافرمان بیٹا اور لہو لعب میں مشغول رہتا تھا ۔اس نے رعایا کے امور انجام دینے سے چشم پوشی کر لی تھی اسی وجہ سے قبیلے اس کو بری نظر سے دیکھنے لگے تھے[3] ۔اس کے عہد حکومت میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو بہت ہی زحمت و مشقت اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا،اُس نے امام کو نظر بند کرنے کا حکم دیدیا اور داروغۂ زندان سے کہا کہ وہ امام کے متعلق تمام اخبار و واقعاتواقعات اور ان کی گفتگو کی خبریں اُن تک پہنچایا کرے ، داروغۂ زندان نے معتمد کو خبر دی کہ امامؑ نے عباسی سیاست کے خلاف کوئی بھی عمل انجام نہیں دیا ،انھوں نے تو دنیا کو خیر باد کہہ دیا ہے وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات عبادت میں بسر کرتے ہیں ،اُس (معتمد) نے دوسری مرتبہ پھر داروغۂ زندان سے امامؑ کے سلسلہ میں معلومات حاصل کیں تو اُس نے پہلے کی طرح خبر دی تو معتمد نے امامؑ کو قید سے آزاد کرنے اور اُن سے عذر خواہی کا حکم دیا ،داروغۂ زندان نے امام کو قید سے آزاد ہونے کی خبر دینے میں جلدی سے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپؑ وہاں سے نکلنے کے لئے اپنا لباس اور نعلین وغیرہ پہن کر آمادہ ہو گئے ہیں ،داروغہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے امام کی خدمت میں معتمد کا خط پیش کیا، قید خانہ میں آپؑ کے ہمراہ آپؑ کا جعفر نام کا بھائی تھا امامؑ اس وقت تک قید خانہ سے باہر نہیں آئے جب تک آپؑ نے اپنے بھائی جعفر کو قید خانہ سے آزاد نہیں کرالیا[4] ۔

بہر حال امامؑ نے اس سرکش کے دور میں بہت سخت حالات کا سامنا کیا آپ کو بہت سی فوجیں گھیرے رہتی تھیں جس میں آپ کو سانس لینا دو بھر ہو گیا تھا اور آپ کے شیعہ آپ کی ملاقات سے دور ہوتے گئے۔

---

[1] مروج الذہب، جلد ۴،صفحہ ۱۲۷۔
[2] مروج الذہب ،جلد ۴،صفحہ ۱۳۸۔
[3] تاریخ خلفاء ،صفحہ ۳۶۳۔
[4] مہج الدعوات، صفحہ ۲۷۴۔

امام پر قاتلانہ حملہ

عباسی سرکش پر امام بہت گراں گذرنے لگے حالانکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ تقدس عظمت اور ترجیح میں تمام علویوں اور عباسیوں سے افضل تھے اور سب کے نظریہ کے مطابق اس نے امام کی اہانت کی اور ان پر قاتلانہ حملہ کیا آپؑ کو زہر ہلاہل دیا گیا[1] جب آپؑ نے تناول کیا تو آپ کا سارا بدن شریف مسموم ہوگیا اور آپ بستر مرگ پر لیٹ گئے اور زہر کی شدت سے مضطرب ہوگئے، آپ صابر تھے لہذا آپ نے اپنے عام امور اللہ کی پناہ میں دیدئے ۔ معتمد نے اپنے پانچ معتبر اور مؤثق نوکروں کو امام کے بیت الشرف سے خبریں لانے کے لئے معین کر دیا اسی طرح اس نے صبح و شام امام کی دیکھ بھال کرنے کے لئے حکیموں کی ایک جماعت معین کی اوران سے یہ عہد لیا کہ وہ بالکل امام کے بیت الشرف سے جدا نہیں ہوں گے[2] اور یہ سب امام کے مصلح اعظم فرزند کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے تھا جس کی نبیؐ نے بشارت دی تھی ۔

جنتالماویٰ کی طرف

امام کی حالت بگڑتی گئی اور حکیموں نے جواب دیدیا، موت آپ کے نزدیک آتی گئی، امام اللہ کا ذکراور قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی عظیم روح خدا کی بارگاہ کی طرف پرواز کرگئی، جس کوملائکہ رحمن نے اپنے احاطہ میں لے لیااوراللہ کے انبیاءؑ اور رسولوں نے اس کا استقبال کیا ۔آپؑ کی وفات اس دور کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مصیبت تھی، وہ اپنی مصلحتوں کی رعایت کرنے والے اپنے قائد، مربی اور مصلح سے محروم ہوگئی ۔

---

[1] الارشاد ،صفحہ ۳۸۳۔
[2] ارشاد ،صفحہ۳۸۳۔

تجہیز و تکفین

امامؑ کے جسد مبارک کو غسل دیا گیا،حنوط کیا گیا اور کفن پہنایا گیا،نماز جنازہ پڑھی گئی،آپ کی نماز جنازہ آپؑ کے فرزند ارجمند زمین پر اللہ کی حجت امام منتظر نے ادا فرمائی،ابو عیسیٰ بن متوکل نے امام حسن عسکریؑ کے چہرے سے رداہٹائی اوراس کو علویوں میں سے بنی ہاشم،عباسیوں، لشکر کے سپہ سالار،حکومت کے نامہ نگار اداروں کے رئیس اور قاضیوں وغیرہ کو دکھا کر کہا :یہ حسن بن محمد بن رضاؑ ہیں جنھوں نے اپنے گھر میں وفات پائی،وہاں پر امیر المومنینؑ کے فلاں فلاں خدام،فلاں فلاں حکیم اور فلاں فلاں قاضی موجود تھے،اس کے بعد آپؑ کا چہرۂ مبارک ڈھک دیا گیا[1]۔امام حسن عسکریؑ کو معتمد کے ذریعہ شہید کئے جانے کی جو خبر جو چاروں طرف پھیل گئی تھی یہ سارا پروپگنڈہ اس کا انکار کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

تشییع جنازہ

سامراء کے ہر طبقہ کے لوگوں نے امام حسن عسکریؑ کے جنازہ میں شرکت کی حکومتی ادارے،تجارت گاہیں اور تمام بازار بند کرئے گئے،سامرا میں قیامت کا منظر دکھائی دے رہا تھا[2]۔ اس وقت تک کسی کی ایسی تشیع جنازہ نہیں ہوئی تھی،وہ سب امامؑ کے فضائل بیان کر رہے تھے اور کچھ افراد امامؑ کے انتقال پر ملال پر مسلمانوں کیلئے عظیم خسارہ پر حزن وغم کا اظہار کر رہے تھے۔

آخری قیام گاہ

امامؑ کا جسم اطہر تکبیر اور تعظیم کے سایہ میںآخری قیام گاہ تک لایا گیا اورآپ ہی کے بیت الشرف میں آپ کے پدر بزرگوار کی قبر کے پہلو میںآپ کو دفن کر دیا گیاآپ کے ساتھ حلم،علم اورتقویٰ اور جگر گوشۂ رسول اعظم ﷺ کو زمین میں چھپا دیا۔یہ حضرت امام حسن

---

[1] ارشاد ،صفحہ۳۸۳۔
[2] دائرۃالمعارف مولف بستانی، جلد۷،صفحہ۴۵،الارشاد،صفحہ۳۸۳۔

عسکریؑ کی زندگی کی مختصر تاریخ تھی اور جو شخص زیادہ اطلاع حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہماری کتاب ''حیاتا لامام حسن عسکریؑ'' میں مراجعہ کرے۔

حضرت امام مہدی (عج)

حضرت امام مہدی (عج) ہمارے ظلم و ستم میں مبتلا انسانیت میں ایسی امیدیں اور آرزوئیں ہیں جس کو جنگوں نے دکھ درد پہنچائے،اس پر استعمار قابض ہوگئے،اور ہم اس انصاف ورتلوار کے منتظر ہیں جو ظلم کونابود کردے گی، استعمار کو ہلاک کردے گی،ظلم وستم کا خاتمہ کردے گی،رحمت پھیلائے گی،لوگوں کے دلوں میں محبت اور مودت پیدا کرے گی، محروموں اور ناامید ہوجانے والوں کے دلوں کوامید ورحمت سے بھردے گی۔ ہم اس قائم آل محمد کے منتظر ہیں جن کواللہ نے دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کیاہے اور وہ دنیا کے ان فاسد راستوں کوبدلیں گے جنھوں نے انسانوں کوایسی پستی میں مبتلا کر دیا ہے جس کوکوئی قرار نہیں ہے،اور ہم اس ہستی کے حضور میں ہیں جن کواللہ نے منتخب فرمایا وہ دنیا عدل وانصاف سے اسی طرح بھردیں گے جس طرح ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ بیشک اللہ نے عام اصلاح کے لئے ایک عظیم ولی کومنتخب کیاجوبہادر تھا صاحب بصیرت تھا لذت سے دور تھا جن کی شان ومقام بلند ہے اوران اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کواللہ نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے،ان سے رجس کودوررکھااوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھا جس طرح پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے طورپران کے سلسلہ میں کچھ مطالب پیش کررہے ہیں:

عظیم مولودیاولادت باسعادت

دنیااس مصلح عظیم کے نور سے منور ہوئی جواسلام کوپھر شاداب کرے گا،لوگوں کوخدا کی نعمتوں سے مالامال کرے گا،ان کوظلمت،ظلم وستم اورطغیان سے نجات دلائے گا،یہ خدا کا عظیم لطف وکرم ہے کہ اس نے آپ کے حمل اورولادت کواپنے نبی موسی بن عمران کے مانند مخفی رکھا،مورخین نے آپ کی ولادت کی کیفیت کے متعلق روایات نقل کی ہیں وہ یوں رقمطراز ہیں کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنی پھوپھی سیدہ حکیمہ بنت امام محمد تقی کوطلب کیاجوعبادت،عفت اورطہارت میں اپنی جدہ محترمہ فاطمہ زہراءؑ کے مانند تھیں،جب وہ امام حسن عسکریؑ کے پاس آئیں توامام نے بڑی تعظیم وتکریم سے ان کااستقبال کیااوران سے فرمایا:

''اے پھوپھی جان آج رات آپ ہمارے گھر پر ہی رہیں، عنقریب خداوند عالم آپ کو اپنے ولی اپنی مخلوق پر اپنی حجت اور میرے بعد میرے خلیفہ سے مسرور کرے گا''۔ سیدہ حکیمہ خوشی سے جھوم اٹھیں اور یوں کہنے لگیں: اے میرے سید و آقا! میری جان آپ پر قربان ہو جائے بیٹا کس کے بطن سے پیدا ہوگا؟ ''سوسن کے بطن سے''۔ سیدہ حکیمہ نے سوسن پر نظر ڈالی اور جب ان میں حمل کے آثار نہ دیکھے تو امام سے عرض کیا: سوسن حاملہ نہیں ہے۔ امام نے مسکراتے ہوئے بڑے ہی لطیف انداز میں فرمایا: ''فجر کے وقت آپ اس حمل کو دیکھیں گی بیشک اس حمل کی مثال مادر موسیٰؑ کے حمل ظاہر نہ ہونے کے مثل ہے، اور ولادت کے وقت تک کسی کو اس کا علم نہ تھا چونکہ فرعون نے موسیٰؑ کی تلاش میں پہاڑوں کے پیٹ تک چاک کر ڈالے تھے اور یہ موسیٰؑ کے مثل ہے[1]''۔ سیدہ زکیہ حکیمہ اپنے بھتیجے کے پاس ٹھہر گئیں، نماز مغرب کے وقت آپ نے نماز ادا کی اور امام المنتظرؑ کی والدہ نے سوسن کے ساتھ افطار کیا پھر اپنے بستر پر چلی گئیں، رات کے آخری حصہ میں نماز شب ادا کی، آپ نماز شب کی آخری رکعت نماز وتر پڑھ رہی تھیں کہ سیدہ سوسن مضطرب ہو گئیں آپ نے نماز شب ادا کرنے کے بعد کچھ سکون محسوس کیا اس کے بعد سیدہ حکیمہ ان کے پاس دوڑ کر گئیں اور ان سے کہا: تم کیا محسوس کر رہی ہو؟ انھوں نے پریشانی و اضطراب کی حالت میں جواب دیا: میں سخت مشکل میں مبتلا ہوں۔

سیدہ حکیمہ نے ان سے بڑے اطمینان کے ساتھ بڑی نرمی و ملاطفت سے کہا: آپ نہ گھبرائیں انشاء اللہ۔ ابھی کچھ دیر ہی گذری تھی کہ سیدہ سوسن کے بطن سے ایک ایسے عظیم فرزند کی ولادت ہوئی جو عنقریب زمین کو طاغوتوں کی گندگی اور ظلم و جور سے پاک کرے گا اور زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرے گا۔ جب امام حسن عسکریؑ کو اس مولود مبارک کی خبر دی گئی تو آپ بہت ہی خوش و مسرور ہوئے، آپؑ نے اپنے اس قول کے ذریعہ بنی عباس کے اُن ظالم حکّام کے قول کی تکذیب فرما دی جو یہ گمان کر رہے تھے کہ ان کو قتل کر

[1] بحارالانوار، جلد۳، صفحہ۱۰۔

کے ان کی نسل منقطع کر دی جائے: ''ظالموں نے یہ گمان کیا کہ مجھے قتل کر کے میری نسل منقطع کر دیں کیا انھوں نے قدرت خدا کا مشاہدہ کیا[۱]؟''۔

ولادت کے رسم ورواج

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند ارجمند کا خوشی کے استقبال کیا اور ولادت کے وقت کے شرعی رسومات ادا کئے، دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور نومولود نے ''اللہ اکبر'' اور ''لاالہ الااللہ'' کی آواز سنی۔ امام حسن عسکریؑ کے ان کلمات کے ذریعہ غذادی وجود کا راز اور انبیاء و مرسلین کی اہم پیغام ہیں اور نومولود نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی: (وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ[۲])۔ ''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انھیں کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ ڈر رہے ہیں''۔ اس عباسی حکومت کے خوف وڈر کی وجہ سے امام مہدی (عج) اس طرح مخفیانہ طور پر پیدا ہوئے جو یہ خیال کرتی تھی کہ آپ ان کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں گے۔

بہر حال سیدہ حکیمہ نے اس مولود کی اپنی آغوش میں لیا اور اس کے بوسہ لیتے ہوئے کہا: میں اس سے ایسی اچھی خوشبو کا استشمام کر رہی ہوں جو میں نے آج تک کبھی نہیں سونگھی، امام حسن عسکریؑ نے بچہ کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے فرمایا: ''استودعک الذی استودع ام موسیٰ کن فی دعۃ اللہ وسترہ وکنفہ وجوارہ''۔ پھر امامؑ نے اپنی پھوپھی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اس مولود کی خبر کو مخفی رکھنا کسی کو اس کی خبر نہ دینا جب تک کہ اس کا معین وقت آجائے[۳]''۔

---

[۱] حیاۃالامام محمد مہدیؑ، جلد ۱ صفحہ ۲۴۔
[۲] سورۂ قصص، آیت ۵۔۶۔
[۳] حیاۃالامام محمد مہدیؑ، صفحہ ۲۴۔

عام دعوت

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند ارجمند کی ولادت کے بعد سامراء کے فقیروں پر تقسیم کرنے کے لئے بہت زیادہ گوشت اور روٹیاں خریدنے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ آپؑ نے ستر گوسفند خریدے اور چار ذبح کرنے والوں کو بھیجا جن میں ایک علی بن ابراہیم تھے جن کو امامؑ نے بسم اللہ۔ کے بعد تحریر فرمایا تھا : ''یہ میرے فرزند محمد مہدی کے متعلق ہیں اِن میں سے خود بھی کھاؤ اور جو بھی ہمارا شیعہ ملے اس کو کھلاؤ[۲]''۔

شیعوں کو آپؑ کی ولادت کی خوشخبری

تمام شیعہ امام مہدی کی ولادت با سعادت سے بہت زیادہ خوش و مسرور ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کو آپؑ کے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت پر مبارک باد کیلئے آئے ،اُن ہی میں سے حسن بن حسن علوی کا کہنا ہے :میں نے ابو محمد حسن بن علی کو اُن کے پاس سُرَّ من رایٰ میں جاکر آپؑ کے فرزند قائم کی ولادت کی مبارکباد دی[۳]۔اور حمزہ بن ابوالفتح سے کہا گیا ہے : خوشخبری ہے کہ محمد کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی ۔ انھوں نے کہا :اس مولود کا کیا نام ہے ؟تو اُن کو جواب دیا گیا : محمد اور اُن کی کنیت ابو جعفر ہے[۴]۔

اسم مبارک

اِس عظیم امامؑ کا اسم مبارک اُن کے جدامجد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر محمد رکھا گیا جن کے ذریعہ زمین پر عدل و علم کے چشمے جاری ہوئے ،راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ کا یہ اسم مبارک آپؑ کے جد رسول اسلام کے نام پر محمد رکھا گیا[۵] آپؑ کو مہدی کا لقب دیا گیا کیونکہ آپؑ دینِ حق کی طرف ہدایت فرمائیں گے[۶] آپؑ کے القاب میں سے یہ لقب لوگوں کے درمیان زیادہ

[۱] بحارالانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۳۔
[۲] بحارالانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۔
[۳] غیبت طوسی ،صفحہ ۳۸۔
[۴] حیاۃالامام المہدیؑ ، صفحہ ۲۶۔
[۵] عقدالدرر ،صفحہ ۵۳۔
[۶] بحارالانوار ،جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۔

شائع و مشہور ہے۔آپؑ کے وجود سے شیعوں کو آگاہ کرنا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کو اپنے مخلص اور نیک شیعوں کے سامنے پیش کیا تا کہ کوئی انکار نہ کر سکے اور نہ ہی آپؑ کے وجود مبارک کے سلسلہ میں کوئی شک و شبہ باقی رہے،اور اُن شیعوں کی تعداد چالیس افراد تھی جن میں محمد بن ایوب ،محمد بن عثمان اور معاویہ بن حکیم تھے اور اُن سے امامؑ نے فرمایا: ''میرے بعد یہ تمہارے مولا اور خلیفہ ہیں اُن کی اطاعت کرو اور میرے بعد تم اپنے دین کے سلسلہ میں متفرق نہ ہوجانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگاہ ہوجاؤ تم اُن کو آج کے بعد دیکھ نہیں پاؤ گے''[1] ۔حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے لئے حجت قائم کی اور اُن کو اُن کے امام کا تعارف کرایا تاکہ وہ ایسے سچے گواہ ہوں جو امانت کو ادا کر سکیں ۔

بُلند اخلاق

اس مصلح اعظم میں تمام صفات کمال موجود ہیں ،اللہ نے اُن کو نور سے خلق کیا،ہر نقص و عیب سے دور رکھا ،ہر رجس سے پاک و پاکیزہ رکھا اور آپ کو اپنی مخلوق کی اصلاح اور اپنے دین کو قائم کرنے کی وجہ سے محفوظ رکھا آپ کے کچھ صفات یہ ہیں:

۱۔آپ کے علوم کی وسعتیہ بات محقق ہے کہ امام مہدی مخلوق میں سب سے زیادہ وسیع اور تمام قدیم و جدید علوم و معارف کی تمام اقسام سے واقف ہیں،کائنات میں کوئی ایسا علم نہیں ہے جس کو آپؑ نہیں جانتے ہیں آپؑ کے آباء و اجداد اور ائمہ طا ہرین نے آپ کی علمی شان و منزلت کو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی بیان فرمادیا تھا ،آپ اُن کے حکیمانہ اقوا ل ملاحظہ کیجئے:

۱۔امام امیر المو منینؑ نے آپؑ کے متعلق بیان فرمایا : ''هُوَاَوْ سَعُکُمْ کَهْفاً،وَاَکْثَرُکُمْ عِلْماً،وَاَوْ صَلُکُمْ رَحِماً''[2] ۔''اس کی پناہ گاہ بڑی ہے تمہارا علم بہت زیادہ ہے اور بہت زیادہ صلۂ رحم کرنے والے ہو''۔

[1] ینابیع المؤدۃ ،صفحہ ۴۶۰۔
[2] غیبۃ النعمانی، صفحہ ۲۱۴۔

۲۔ حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ الحسین بن علی سے عرض کیا : مہدی کا کس چیز کے ذریعہ تعارف ہو گا ؟تو آپ نے فرمایا : ''حلال و حرام کی معرفت کے ذریعہ اس کے علاوہ لوگوں کو اُن کی ضرورت ہوگی اور اُنھیں کسی کی ضرورت نہیں ہوگی[1] ''۔

۳۔ابو جعفر باقر سے روایت ہے : ''امامت ہم میں سے سب سے کم سن میں پائی جائے گی جس کا ذکر جمیل بکثرت ہوگا خدا اُس کو علم دے گا اور اس کے نفس پر واگذار نہیں کرے گا[2] ''۔آپ کے وسیع علوم کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ ظاہر ہوں گے تو یہودیوں کے سامنے توریت سے احتجاج (دلیل و برہان پیش کرنا)کریں گے جس کے ذریعہ اکثر یہودی مسلمان ہوجائیں گے[3]۔امام غیبت صغریٰ کے دور میں عالمِ اسلام کے لئے فقہ اور غیر فقہ میں مرجع اعلیٰ ہوں گے،آپ کے چاروں نائب مسلمانوں کے احکام کے متعلق درپیش مسائل آپ تک پہنچاتے تھے اور ان کے جوابات بیان فرماتے تھے،فقہ جعفری کے اکثر مسائل آپ ہی کے جوابات ہیں فقہا احکام میں جو فتوے دیتے ہیں سب اُن ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں،شیخ صدوق نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر آپ کے فتووں کا ایک بہت بڑا مجموعہ مرتب کیا ہے[4]۔

آپ کے ظہور کے وقت ایک یہ چیز محقق ہوگی کہ آپ سے دنیا کے تمام علماء،اطباء، فیزیک داں، مخترع و ایجاد کرنے والے وغیرہ ملاقات کریں گے اور آپ کا امتحان لیں گے اور آپ بڑے ہی اچھے طریقہ سے اُن کے جوابات دیں گے،وہ سب اسلام قبول کرلیں گے اور کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو آپ کی امامت کا اقرار نہ کرتا ہو۔

۲۔آپ کا زہد :ائمہ ہدیٰ کی سیرت تمام فکری اور علمی میدانوں میں مشابہ ہوتی ہے اُن میں سے ایک دنیا میں زہد اختیار کرنا اور دنیا کی تمام لذتوں اور خوشیوں سے کامل طور پر دور رہنا،ہر امام کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ واضح ہوجائیگا کہ انھوں نے دنیا میں

---

[1] عقد درر، صفحہ ۶۹۔
[2] عقد درر، صفحہ ۱۰۹۔
[3] حیاۃالامام محمد المہدی ، صفحہ ۳۹۔
[4] حیاۃالامام محمد المہدی ، صفحہ ۳۹۔

علی الاعلان زہد اختیار کیا ،اس سلسلہ میں انھوں نے ،سید عترت اطہار امام امیر المومنین کی اقتدا کی جنھوں نے دنیا کو تین مرتبہ طلاق دیدی تھی جس کے بعد رجوع نہیں کیا جا سکتا ،اسی منور و روشن راستہ پر آپ کے تمام فرزند اور ناتی پوتے گامزن رہے ،ائمۂ ہدیٰ سے امام منتظر کی ولادت سے پہلے ہی کچھ روایات آپ کے زہد کے متعلق نقل ہوئی ہیں جن میں سے کچھ روایات یہ ہیں: ا۔ معمّر بن خلّاد نے امام ابو الحسن الرضا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے : ''قائم آل محمد کا لباس سخت قسم کا ہوگا اور ان کی غذا معمولی قسم کی ہوگی ''[1]۔

۲۔ علی بن ابو حمزہ اور وہیب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

''تم قائم آل محمد کے خروج کے سلسلہ میں جلدی کیوں کرتے ہو ؟ خدا کی قسم اُن کا لباس سخت قسم کا ہوگا اور ان کی غذا بے مزہ ہوگی[2]''۔

۳۔ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے : ''آپ کا لباس سخت قسم کا ہوگا اور آپ کا کھانا بد مزہ ہوگا[3]''۔اگر دنیا میں اُن کی سیرت اس طرح کی نہ ہوتی تو خدا وند عالم آپ کو زمین پر اصلاحی دور کے لئے منتخب نہ فرماتا کہ آپ ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ظلم و جور کے نتیجہ میں سسکتی ہوئی انسانیت کو جابر و جائر اور متکبر حاکموں کےظلم و جور سے نجات دلائیں گے پریشان حال اور محرومین میں اللہ کی خیرات تقسیم کریں گے جس سے فقر اور محرومیت کا سایہ تک باقی نہیں رہے گا ۔

۳۔آپ کا صبر :امام منتظر کے چند صفات یہ ہیں :آپ مصیبت پر صبر کریں گے ،آپ محنت و مشقت تحمّل کرنے کے اعتبار سے ائمۂ میں سب سے عظیم ہیں ،اپنی طویل غیبت کے دور میں دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں میں عظیم حوادث کا مشاہدہ کریں گے

[1] بحارالانوار، جلد ۵۲،صفحہ ۳۵۹۔
[2] غیبۃ النعمانی ،صفحہ ۲۳۴۔
[3] غیبۃ نعمانی ،صفحہ ۲۳۳۔

اور اُن میں سب سے زیادہ دردناک یہ ہوگا کہ امت اسلامیہ اپنے تمام قوانین کے ساتھ کافر سامراجیوں کے ہاتھوں شکار ہوئی ،جنھوں نے اُن کے درمیان برائیاں رائج کیں ،اللہ کے احکام اور اُس کے حدود چھوڑدئے ،زورگوئی سے فیصلے کئے ،اور امام تمام مسلمانوں کے لئے اپنی روحانی ،زمانی ،اور ابوی قیادت کے حکم سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور ہمیشہ صبر کر تے رہے ہیں ،آپ نے اپنے تمام امور اس وقت تک اللہ کے سپرُد کر دئے ہیں جب تک خدا آپؑ کو میدان جہاد کے لئے قیام کرنے کا حکم اور اجازت مرحمت فرمائے ۔

۴۔شجاعت:امام مہدی دل کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع ،سب سے زیادہ حو صلہ مند ، ارادہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ،آپؑ جنگی قوت اور محکم ارادہ میں اپنے جد رسولؐ کے مانند ہیں جنھوں نے قریش کے اُن بھیڑیوں کے شرک اور کفر و الحاد کے سر براہوں کا مقابلہ کیا جنھوں نے پرچم اسلام کو لپیٹنے اور اللہ کے نور کو خاموش کرنے کی جد وجہد کی ،لیکن آپؑ نے اپنے محکم ارادہ سے اُن کے سروں کو کاٹ ڈالا ،اُن کے لشکروں کو تتر بتر کر دیا ،زمین پر کلمۃ اللہ کو بلند کیا ، بالکل اسی نورانی دور کے مانند آپؐ کے فرزند ارجمند اور آپؐ کے خلیفہ قیام کریں گے ،ظالمین اور جا برین کوان کے ظلم کا مزہ چکھا ئیں گے ،اسلام کی کرامت و بزرگی کو دوبارہ اسی طرح واپس پلٹا ئیں گے جس کے بعد اس میں کبھی سستی نہیں آئے گی ،دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی ،زمین کی تمام اقوام آپ کے حکم کو تسلیم کرلیں گی ،اورآپ دنیا کے تمام دارالسلطنتوں میں پرچم توحید بلند فرمائیں گے ۔

آپ کی سخاوت

امام منتظر لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور جواد ہیں ،آپؑ کے دور حکومت میں فقراء اور محرومیت کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا ہم آپ کے کرم کے سلسلہ میں آپ کے آباء و اجداد سے منقول بعض احادیث کا ذیل میں تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ابو سعید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے امام مہدی کی سخاوت کے متعلق یوں گفتگو فرمائی کہ ایک شخص اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کہے گا : ''اے مہدی مجھے کچھ دیجئے ،مجھے کچھ دیجئے،مجھے کچھ دیجئے تو وہ اسے اتنا عطا کریں گے جس کو وہ اٹھا سکتا ہو[1]''

۲۔جابر سے روایت ہے :ایک شخص نے امام ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حالانکہ میں وہیں پر موجود تھا :خدا آپؑ پر رحم کرے،آپؑ خمس کے یہ سو درہم لے لیجئے اور ان کو خمس رکھنے کی جگہ پر رکھ دیا اور کہا کہ یہ میرے اموال کی زکوٰۃ ہے،ابو جعفر نے ان سے فرمایا : ''تم خود اس کو لے لو اور اپنے پڑوس میں یتیموں ، مسکینوں اور اپنے مسلمان بھائیوں میں تقسیم کر دینا ،بیشک جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو وہ برابر ، برابر تقسیم کریں گے ،خدا کی مخلوق میں نیک و بد سب کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیں گے ،جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی ،جس نے اُن کی نا فرمانی کی اس نے اللہ کی نا فرمانی کی،ان کا اسم مبارک مہدی اس لئے رکھا گیا چونکہ آپؑ امر خفی کیلئے ہدایت کریں گے ،

توریت اور دوسری تمام کتابیں انطاکیہ شہر کے غار سے باہر نکالیں گے ،توریت والوں کا توریت کے ذریعہ فیصلہ کریں گے انجیل والوں کا انجیل سے ،اور زبور والوں کا زبور کے ذریعہ اور قرآن والوں کا قرآن کے ذریعہ فیصلہ کریں گے ،دنیا کے تمام مال و دولت چاہے وہ زمین کے اندر ہوں یا زمین کے باہر سب آپؑ کے پاس جمع ہوں گے ،آپؑ لوگوں سے فرمائیں گے :ان اموال کی جانب توجہ کرو جس کی خاطر تم نے قطع رحم کیا اور اس سلسلہ میں تم نے خون بہایا ،اور جس کی وجہ سے تم حرام الٰہی کے مرتکب ہوئے ،اس وقت امام زمانہ ایسی شئے عطا فرمائیں گے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دی ہو گی[2]''۔ان کے علاوہ متعدد روایات ہیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آپؑ کرم و جود و سخا کے دریا ہیں ،آپؑ پوری مخلوق پر احسان کریں گے ،اُن کو عُریانی اور گرسنگی سے نجات دلائیں گے۔

---

[1] منتخب کنزالعمال، جلد ۶،صفحہ ۲۹۔ینابیع المؤدۃ، صفحہ ۴۳۱۔مصابیح السنۃ ،جلد ۳،صفحہ ۴۹۳۔
[2] حیاۃالامام محمدالمہدی ؑ ، صفحہ ۴۵۔

٦۔ حق میں پائیداری :امام منتظر حق کا سب سے زیادہ سختی کے ساتھ دفاع کریں گے،جن پر ملامت کرنے والوں کی ملامت کوئی اثر نہیں کرے گی،آپؑ کی شان آپؑ کے اُن آباء و اجداد کی شان کے مانند ہوگی جنھوں نے حق کی مدد کی اور لوگوں میں عدل کو نشر کرنے میں اپنی جانوں کو قربان کرنے میں پیش قدم رہے ۔جب دنیا قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے منور ہو جائے گی تو آپ ہر طرح حق اور اپنے مقاصد قائم کریں گے،غبن (دھوکہ)اور ظلم کو نیست و نابود کردیں گے ۔

عبادت

امام منتظر کی عبادت خود ان کے اُن آباء و اجداد ائمۂ طاہرین کی عبادت کے مانند تھی، جنھوں نے اپنی زندگی اللہ کے لئے ہبہ کر دی تھی،انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ،صائم النہار اور قائم اللیل کی حالت میں خدا سے لو لگاتے تھے،ہمیشہ نماز ،دعا اور قرآن کی قرائت کیا کرتے تھے،اسی منور و روشن راستہ پر امام منتظر گامزن رہیں گے،راویوں نے آپؑ کی وہ دعائیں بھی نقل کی ہیں جو آپؑ نماز کے قنوت میں پڑھا کرتے تھے،یہ دعائیں خدا سے لو لگانے اور اس سے توبہ کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہیں، ہم نے اُن میں سے بعض دعائیں اپنی کتاب ''حیاۃ الامام مہدیؑ ''میں ذکر کی ہیں ۔

غیبتِ صغریٰ

امام منتظر پر یہ خدا وند عالم کا خاص لطف و کرم ہے کہ اُس نے آپ کو اُن ظالم بنی عباس سے محجوب کردیا جنھوں نے آپؑ کا خاتمہ کرنے کی کوششیں کی تھیں،آپؑ اُن کے درمیان سے رُوپوش ہوگئے اور اُن کو خبر تک نہ ہو سکی،جس طرح جب قریش آپؑ کے جد امجد کو قتل کرنا چاہتے تھے تو آنحضرتؐ اُن کے درمیان سے چلے گئے اور اُن کو خبر تک نہ ہوئی،اب ہم اپنی بحث میں امام زمانہ کی غیبت صغریٰ کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بیان کرتے ہیں:

غیبت کا زمانہ: غیبت صغریٰ کا آغاز ۲۶۰ھ امام حسن عسکریؑ کی[1] شہادت کے بعد ہوا آپؑ اسی وقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے مگر یہ کہ آپؑ نے کچھ مومنین اور صالحین سے ملاقات کا کچھ سلسلہ جاری رکھا ۔ جہاں آپؑ روپوش ہوئے امام سامرا میں واقع ایک گھر میں پوشیدہ ہوئے جس میں آپؑ کے جد اور والد بزرگوار کا مرقد مطہر ہے ۔ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ شیعوں سے بغض و کینہ رکھنے والے افراد نے یہ کہہ دیا کہ آپؑ سامراء یا کسی اور جگہ سرداب میں غائب ہوئے ،وہ ہر رات سامرا میں واقع سرداب کے دروازے پر کھڑے ہوکر امام کا نام لیکر آواز دیتے اور ان کو باہر آنے کی دعوت دیتے یہاں تک کہ ستارے چھُپ جاتے ،اس کے بعد وہ وہاں سے چلے جاتے ،اور اپنا امر آنے والی رات پر موقوف کر دیتے اور وہ ہمیشہ اسی عہد پر باقی رہتے[2] ۔ یہ ایسی خارق العادہ باتیں ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہے ۔

یہ باتیں اہل بیتؑ اور اُن کے شیعوں سے حقد و کینہ رکھنے پر دلالت کرتی ہیں لیکن سامرا میں جو سرداب موجود ہے اس میں تین اماموں نے نماز ادا کی ہے جو اس مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور علمائے شیعہ اور ان کے مورخوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ بیان نہیں کیا ہے کہ آپؑ اسی سرداب یا کسی دوسرے سرداب میں روپوش ہوئے جس کو دین سے کچھ سروکار نہ رکھنے والے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدیؑ'' میں بیان کیا ہے ۔

آپؑ کے عظیم و بزرگ سفیر

امام منتظر نے نیک علماء اور صالحین کو اپنا سفیر منتخب فرمایا جو آپؑ اور آپؑ کے شیعوں کے درمیان واسطہ ہوتے تھے ،اور اُن کا کام مسائل شرعیہ کو امام کی خدمت میں لیجانا اور ان کا جواب لانا ہوتا تھا ۔ آپؑ کے بزرگ وکیل یہ ہیں:

---

[1] مرآۃ الجنان، جلد ۲،صفحہ ۴۶۲۔تاریخ خمیس ،جلد ۲،صفحہ ۳۴۷۔تاریخ ابن وردی ،جلد ۱،صفحہ ۳۶۹۔
[2] مقدمہ ابن خلدون، صفحہ ۳۵۹۔

۱۔ عثمان بن سعید: یہ امامؑ کے پہلے وکیل تھے جو ثقہ، زکی اور امین تھے، آپؑ نے اس سرکش متوکل کے زمانہ میں ائمہؑ کی خدمت کی جب جب اس نے امام علی نقی علیہ السلام پر اقصادی پابندی لگا دی تھی، امام تک حقوق شرعیہ پہنچانے کو منع کر دیا تھا اس وقت عثمان بن سعید حقوق شرعیہ کو گھی کے برتنوں میں رکھ کر امام علی نقیؑ کی خدمت اقدس میں پہنچایا کرتے تھے، امام علی نقی علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند ارجمند امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں رہے، اور اُن سے اقصادی پابندی کو دور کردیا اور عثمان بن سعید اور آپؑ کے شیعوں کے درمیان رابطہ کا کام انجام دیتے تھے، آپؑ امام کی مطلق نیابت اور عام وکالت کے عام عہدہ پر فائز تھے آپؑ امامؑ کے پاس اُن کے حقوق اور رسائل پہنچاتے تھے۔

آپؑ کی وفات آپؑ نے حضیرۂ قدس میں انتقال کیا اور بغداد میں رصافہ کی طرف اپنی آخری آرامگاہ میں دفن ہوئے اور مومنین آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ امامؑ کی طرف سے ان کی تعزیت پیش کرنا امام منتظر نے اس عظیم شخصیت کے فقدان پر محمد بن عثمان کے پاس اس عالم جلیل کے تعزیت نامہ میں یہ کلمات بھیجے: ''انا للہ و اِنّا الیہ راجعون! ہم امر الٰہی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ تمہارے باپ نے نہایت ہی سعیدانہ زندگی گذاری ہے، اور ایک قابل تعریف موت پائی ہے، خدا اُن پر رحمت نازل کرے اور انھیں ان کے اولیاء اور آقاؤں سے ملحق کردے، انھوں نے امور ائمہ میں برابر قرب الٰہی کے لئے کوشش کی، خدا اُن کے چہرے کو خوش کرے، اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور تمہارے ثواب میں اضافہ کرے اور تمھیں صبر جمیل عطا فرمائے یہ مصیبت تمہارے لئے مصیبت ہے اور میرے لئے بھی مصیبت ہے، اس فراق سے تم مضطرب ہوگئے ہو اور میں بھی مضطرب ہوگیا ہوں، خدا انھیں آخرت میں خوش رکھے، ان کی سعادت و نیک بختی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اللہ نے انھیں تمہارا جیسا فرزند عطا کیا ہے جو اُن کا جانشین اور قائم مقام ہے اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرتا ہے، میں اس امر پر خدا کی حمد کرتا ہوں، پاکیزہ نفوس تم سے اور خدا نے تمھیں جو شرف دیا ہے اس سے خوش ہیں، خدا تمہاری نصرت

و مدد کرے، تمھیں طاقت و قوت عطا کرے اور توفیقات کرامت فرمائے ۔ وہی تمہارا سر پرست، محافظ اور نگراں رہے گا[۱]''۔ امام کے یہ کلمات اپنے نائب کے حزن و الم پر دلالت کرتے ہیں جو آپؑ کے نائب کے ایمان کی علامت ہے اور امامؑ نے اُن کے فرزند کو اپنا نائب معین فرمایا جو تمام صفات کمال کے حامل تھے۔

۲۔ عثمان بن سعید: محمد بن عثمان کو امام منتظر کی نیابت کا شرف حاصل ہوا جو ثقات شیعہ اور جید علماء میں سے تھے وہ ثقہٴجمیع میں اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام تھے، شیعوں کے تمام خطوط اور حقوق اُن تک پہنچتے، اور وہ اُن کو امام منتظر تک پہنچاتے تھے، توقیع کی صورت میں امام کا جواب اُن تک پہنچاتے تھے، امامؑ نے اُن کے بارے میں محمد بن ابراہیم اہوازی کو یوں تحریر فرمایا '': لم یزل (اے محمد)ثقتنا فی حیاۃ الاب رضی اللّٰہ عنہ وأرضاہ، ونَضَّرَ وَجْہَہُ یجْرِیْ عِنْدَنا مُجْرَاہُ ،وَیَسُدَّ مَسَدَّہ، وَعَنْ اَمْرِنَایَأْمُرُالْاِبْنُ وَبِہِ یَعْمَلُ، تَوَلَّاہُ اللّٰہُ فَانْتَہِ الیٰ قَوْلِہِ[۲]''۔ ''یہ فرزند اپنے باپ کے زمانہ سے ہی ہمارا معتمد تھا خدا اس سے خوش رہے اور اسے خوش رکھے اور اس کے چہرے کو روشن رکھے یہ اب ہمارے لئے اپنے باپ کا نائب اور جانشین ہے ۔ یہ ہمارے ہی حکم سے حکم دیتا ہے اور ہمارے ہی احکام پر عمل کرتا ہے، خدا اسے جملہ آفات سے محفوظ رکھے ۔!'' آپؑ نے حضیرۂ قدس میں آخری جمادی الاول ۵ ۳۰ ھ میں انتقال کیا[۳] ۔

۳۔ حسین بن روح: یہ امام منتظر کے تیسرے نائب ہیں آپ تقویٰ، صلاح وفور علم اور عقل میں بہت بڑی شخصیت تھے اور محمد بن عثمان کے انتقال کے بعد آپ کو نیابت کا شرف حاصل ہوا جس کی طرف آپ نے رہنمائی کی کہ جب شیعہ یہ سوال کریں کہ آپ کا قائم مقام کون ہے ؟تو یہ ابوالقاسم حسین بن روح بن ابی بحر نو بختی میرے قائم مقام ہیں ۔ تمہارے اور صاحب امر عجل اللّٰہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے مابین سفیر ہیں، آپ کے وکیل، ثقہ اور امین ہیں، تم اپنے امور میں ان کی طرف رجوع کرنا، اپنے تمام اہم کاموں میں اُن پر اعتماد کرنا اور اس کا میں نے حکم دیا اور اپنا پیغام پہنچا دیا[۴] ۔ آپ اور حق کے دشمنوں کے درمیان متعدد مناظرے ہوئے

---

[۱] بحارالانوار، جلد ۱۳،صفحہ ۹۶۔
[۲] حیاۃالامام محمد المہدی ،صفحہ ۱۲۴۔
[۳] حیاۃالامام محمدالمہدی ،صفحہ ۱۲۶۔
[۴] منتخب الاثر، صفحہ ۳۹۷۔

جن میں حسین بن روح نے اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کیا ،اس سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق کو بہت زیادہ تعجب ہوا تو اُس نے حسین بن روح سے کہا :آپ نے یہ سب مطالب اپنے پاس سے بیان کئے ہیں یا ائمۂ ہدیٰ سے اخذ کئے ہیں ؟ حسین بن روح نے جواب دیا :اے محمد بن ابراہیم !اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں یامجھے پرندہ اُچک لے یا ہوا کسی دور افتادہ جگہ لے جائے ،یہ مجھے اس بات کے مقابل میں زیادہ پسند ہے کہ دین خدا کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کروں بلکہ اصل یہی ہے اور امام زمانہ سے یہی سنا گیا ہے [1]۔آپ امامؑ کے ۲۱ یا ۲۲ سال تک نائب یا سفیر رہے ،آپ شیعوں کے مرجع ،امام اور شیعوں کے درمیان واسطہ تھے ،آپ کچھ دن مریض رہے یہاں تک کہ آپ ۳۲۶ھ [2] ،میں موت کی نیند سوگئے آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی اور ننگے پیروں تشییع جنازہ ہوئی ،آپ بغداد میں تجارت کے مرکز شورجہ بازار میں اپنی ابدی آرام گاہ میں دفن ہوئے ۔

۴۔ علی بن محمد سَمُری:امام کی نص و روایت کے ذریعہ آپ امامؑ کے عام نائب قرار پائے ،آپ امامؑ کے آخری نائب ہیں ، آپ نے صدق اور اخلاص کے ذریعہ نیابت کے فرائض انجام دئے ،راویوں کا کہنا ہے : انھوں نے اپنی وفات سے پہلے امام کا ایک خط شیعوں کے سامنے پیش کیا جس میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر تھا : ''اے علی بن محمد !اللہ تمہارے بارے میں بھائیوں اور دوستوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ،تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم کو چھ دن کے بعد موت آجائے گی ،تم اپنے تمام امور انجام دے لو ،اور آئندہ کیلئے اپنا کوئی قائم مقام اور جانشین تلاش و تجویز نہ کرو ،کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہوگئی ہے اور جب تک خدا حکم نہیں دے گا ظہور نہیں ہوگا ،یہ ظہور بہت طویل مدت کے بعد ہوگا جب قلوب سخت ہوجائیں گے ،زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی ، عنقریب لوگوں میں جو مجھ سے ملاقات کا ادعا کرے وہ جھوٹا ہوگا ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم [3] ۔اس خط میں غیبتِ کبریٰ میں امام سے ملاقات کا دعویٰ کرنے والے کی نفی کی گئی ہے اور اس کو جھوٹا اور تہمت لگانے والا کہا گیا ہے، یہ بات بالکل یقینی ہے کہ یہ امام کی خدمت میں مشرف ہوئے اور اس حدیث کو نیک مومنین کے کانوں تک پہنچایا اس حدیث کی متعدد تاویلیں کی گئی ہیں، شاید ان

[1] منتخب الاثر ،صفحہ ۳۹۷۔غیبۃ شیخ طوسی، صفحہ ۳۸۶۔
[2] منتخب الاثر ،صفحہ ۳۹۲۔
[3] معجم رجال حدیث، جلد ۱۳، صفحہ ۱۸۶ ۔

میں سب سے بہترین توجیہ یہ ہو کہ اِن نواب اربعہ کے بعد امام کی نیابت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے، شاید یہ توجیہ واقع اور حقیقت سے زیادہ نزدیک ہو ۔ علی بن محمد سَمَری کچھ دنوں تک مریض رہے تو بعض شیعوں نے اُن کے پاس جاکر سوال کیا :آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہے ؟انھوں نے جواب دیا :اللہ اپنے امر کو پہنچانے والا ہے ۔آپ ۱۵ ؍شعبان ۳۲۹ھ میں انتقال کرگئے [1] ۔

فقہاء کی ولایت

امام منتظر نے شیعوں میں سے فقہاء عظام کو اپنا ولی اور نائب قرار دیا ،شیعوں کو اُن سے رجوع کرنے اور اُن سے فیصلہ چاہنے کا حکم دیا اور شیخ مفید کی طرف آنے والے خط میں یوں آیا ہے : ''و اما الحوادث الواقعۃ فارجعوا الیٰ رواۃ حدیثنا فانّھم حجتی علیکم ،وانا حجۃ اللّٰہ علیکم '' پیش آنے والے واقعات میں تم ہماری احادیث بیان کرنے والوں کی طرف رجوع کرنا ،چونکہ یہ تم پر بہترین حجت ہیں اور میں تم پر اللہ کی حجت ہوں'' [2] ۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدی ''میں ذکر کرچکے ہیں ۔

غیبت کبریٰ

امام منتظر کی نیابت فقہائے عظام نے سنبھالی یہی علماء احکام کے سلسلہ میں جو فتویٰ دیتے ہیں،شیعہ اُن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ علماء اور متقین کے چند گروہ ،امام کی نظروں کے سامنے تھے ،اُن ہی میں سے عالم کبیر اور ثقہ و امین شیخ مفید تھے آپ کے پاس متعدد مراسلے (خطوط) تھے ،آپ کے پاس تین خطوط لکھے جن میں سے بعض کا ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدی ''میں تذکرہ کیا ہے ۔

[1] غیبۃ شیخ طوسی، صفحہ ۲۴۲۔
[2] وسائل الشیعہ کتاب القضا ،جلد ۱۸،صفحہ ۱۰۱۔

سوالات

امام منتظر کے واقعہ کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات پیش آتے ہیں:

ا۔آپؑ کی طولانی عمر امامؑ کی طولانی عمر کے سلسلہ میں بہت زیادہ سوال کئے جاتے ہیں کہ آپؑ ساڑھے گیارہ سو سال سے زیادہ کس طرح زندہ ہیں ؟اور آپ پر بوڑھاپے کے وہ آثار بھی طاری نہیں ہو رہے ہیں جو عام طور پر انسان پر عارض ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کا جسم اور اس کے خلیے کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں،اور جیسے جیسے انسان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی وجہ شاید ان میں میکروب ہوجانا یا ان کا کثیف غذا کھانا ہے جس سے انسان کا جسم مسموم ہوجاتا ہے اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے ۔

جواب :

ا۔انسان کی لمبی طولانی عمر ہونا عقلی طور پر ایک امر ممکن ہے،یہ خداوند عالم کے شریک یا کسی چیز کے ایک ہی وقت میں زوج یا فرد ہونے کی طرح محال نہیں ہے،یہ انسان کے چاند یا کسی دوسرے ستارے پر پہنچنے کے مانند ہے،بیشک یہ چیز عقلی طور پر ممکن ہے ،اگر انسان کو فطری اسباب مل جائیں تو اُن پر ہی انسان کی زندگی محقق ہوتی ہے،امامؑ کی طولانی عمر ایک علمی اور خارجی امر ہے، جو خالق عظیم کی مشیت پر موقوف ہے اور خداوند عالم اپنے ارادہ سے انسان کے جسم سے بوڑھا اور فنا کرنے والے خارجی اسباب ختم کرکے اس کی زندگی بڑھا دیتا ہے اللہ کے نبی حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک زندہ رہ کر کلمۂ توحید کی دعوت دی،یہ عمر قرآن کریم کے مطابق ہے ۔تو ہم حضرت نوح کی عمر پر تو ایمان رکھتے ہیں لیکن امامؑ منتظر کی طولانی عمر پر ایمان نہیں رکھتے ،حالانکہ دونوں معاشرہ کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں ۔

۲۔اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ انسان کا سو سال یا ہزار سال عمر پانا عقلی طور پر ممکن نہیں ہے چونکہ اُس سے اُن فطری قوانین کا معطل ہونا لازم آتا ہے جو انسان کو بوڑھا اور فنا کر دیتے ہیں یہ بات ہماری نسبت تو غیر ممکن ہے لیکن خدا کے لئے مشکل نہیں ہے چونکہ اسی نے امور کو وسعت دی ہے اور یہ سب اُس کے نزدیک آسان ہے ۔آگ کی علت تامہ جلانا ہے اور خدا نے اس کو شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم کیلئے ٹھنڈا قرار دیا ،اسی طرح اس نے اپنے نبی موسیٰ کے لئے اُن کی قوم کے ساتھ دریا میں شگاف ڈال دیا اُن کو غرق ہونے سے بچایا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا ۔

بیشک جب خدا کا ارادہ کسی چیز سے متعلق ہوجاتا ہے تو وہ اس چیز کو عدم سے وجود میں بدل دیتا ہے ،کیا پروردگار عالم نے اپنے عظیم نبی محمد ﷺ کو اُن قریش کے درمیان سے نہیں نکالا جب انھوں نے آنحضرتؐ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور وہ آپؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے ،جب آپ ان کے درمیان سے گذرے تو وہ آپؐ کو نہ دیکھ سکے ۔

۳۔اتنی طویل عمر کیوں دی گئی ؟اس موضوع سے متعلق دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ خداوند عالم نے امام منتظر کو اتنی طویل عمر کیوں عطا کی اور آپؑ کو آپؑ کے آباء و اجداد ائمہ طاہرینؑ کی طرح عمر کیوں نہیں عطا کی؟

جواب :

خداوند عالم نے امام منتظر کو پوری دنیا کی اصلاح کے لئے مخصوص قرار دیا ہے اور اُن کے حوالے انسانی معاشرہ کو اُن تاریک طوفانوں سے بچانا سپرد کر دیا ہے جو اُس معاشرہ کی زندگی کو جھنجھوڑتے ہیں اور اس کو اس ظاہری حیات سے بہت دور لیجاتے ہیں ۔چنانچہ امام زمانہ تمام قبائل اور روئے زمین پر تمام امتوں کے عام مصلح ہیں، لہٰذا آپ کو ان ہی تاریک ادوار کا سامنا کرنا ہوگا جن سے انسان رو برو ہوتا ہے اور اس کی فصول کا مشاہدہ کرتا ہے تاکہ وہ آخری نجات دہندہ ہوں جو نور کا اظہار کریں اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں ۔

۳۔امام منتظر ظاہر کیوں نہیں ہوتے ؟

امامؑ کی غیبت کے متعلق یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ امام کا ظہور کیوں نہیں ہوتا تاکہ وہ زمین پر اللہ کا حکم قائم کریں؟

جواب امامؑ کے ظہور کا حکم انسان کے ارادہ اور اس کی رغبت کے ماتحت نہیں ہے یہ امر تو خالق عظیم کے قبضۂ قدرت میں ہے ،اللہ نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ کو دور جاہلیت کی پانچ صدیاں گذر جانے کے بعد عالم میں مبعوث فرمایا اور اپنی رسالت کو ادا کرنے کا یہی بہترین اور مناسب وقت تھا ،اسی طرح امام مہدی اللہ کے چیلنج کے مطابق قیام کریں گے اس طرح کہ خدا اُن کے لئے پورے روئے زمین پر ظہور کرنے کا زمینہ فراہم کرے گا اور آپؑ کو بندوں کے درمیان خالص انصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمائے گا ۔

۴۔امام مہدی اپنے قیام کے ذریعہ کس طرح دنیائے عالم کی اصلاح فرمائیں گے ؟

امام منتظر کے متعلق ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آپؑ دنیا کی کیسے اصلاح فرمائیں گے اور عام طور پر ظلم و جور سے بھری زندگی کے طریقہ کو امن و امان اور سکون کے طریقہ سے کیسے بدلیں گے ؟اور آپؑ کے دور حکومت میں غبن (دھوکہ)،سرکشی،ظلم و استبداد کا کوئی سایہ نہ ہوگا اور نہ ہی اس میں کوئی بھوکا فقیر ہوگا اور نہ محروم ؟

جواب:

یہ بات ممکن ہے بیشک نظام عالم اور جسموں کا حدوث جو انسان کی زندگی کے طریقہ کو بدل دیتے ہیں اُن کو بشریت کے بزرگ افراد یا جماعت سے منسوب کیا جاتا ہے ،نبی اکرم محمد ﷺ نے اللہ کی رسالت اور پیغام کو بلند و بالا مقام پر پہنچایا آپؐ کے چچا اور ماموں نے نہیں ،آنحضرتؐ نے قریش کے قبیلوں ، ذؤبان عرب ،اور نافرمان اہل کتاب کا مقابلہ کیا اور آپؐ نے اپنے عزم و ارادہ سے اُن کے اردوں پر پانی پھیر کر پرچم توحید کو بلند کیا ،اسی طرح نبی اللہ موسیٰ نے فرعون کو نیست و نابود کیا اور زمین پر کلمۃ اللہ کو بلند و

بالا فرمایا،اسی طرح اللہ کے نبی عیسیٰ اور دوسرے انبیاء نے مستقل طور پر اپنے اصلاحی پیغام کو پہنچانے کے لئے قیام کیا اسی سے معاشرہ کی اصلاح کا انفرادی دور جُدا ہوجاتا ہے یہ مارکسیوں کے مذہب کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کچھ نہیں کر سکتا اور اس کا احداث و واقعات کو بدلنے میں کوئی کردار نہیں ہے بلکہ گروہ اور جماعت کا اثر ہوتا ہے ۔بہر حال امام منتظر رسول اعظم ﷺ اپنے جد امجد کے مانند ہیں وہ ظلم و عدالت پر قائم کئے گئے زندگی کے طریقوں کو بدلیں گے ،رنج و غم و مصیبت میں گھری ہوئی انسانیت کو نجات دیں گے اور لوگوں کے مابین امن ،ثبات قدمی،اور محبت اور نشر کریں گے ۔

ہم اس مقام پر سوالات کے متعلق بحث تمام کرتے ہیں اور ہم نے متعدد سوالات کے جوابات اپنی کتاب حیاۃ الامام محمد المہدی ،میں بیان کر دئے ہیں ۔

امام کے ظہور کی علامتیں

امام منتظر کے ظہور کی علامتوں کے متعلق روایات میں روشنی ڈالی گئی ہے ہم ذیل میں ظہور کی بعض نشانیاں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ظلم کا پھیلنا

امام کے ظہور کی ایک واضح نشانی ظلم کا پھیلنا ،ستم و جور کا رائج ہونا ،امن و امان کا ختم ہو جانا ،ضرورت و فقر و حاجت کا ظاہر ہونا ،زندگی کا جدید قسم کے معاملات و مسائل سے خلط ملط ہو جانا، انسان کا خوف و ڈر و قتل و غارت کی وجہ سے نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہوجانا جبکہ معاشرہ پر جاہلیت کے گناہوں کا خیمہ قائم ہو گا ،برائیوں کے متعلق لوگوں کا ایک دوسرے سے مسابقہ کرنا ،اسلام کا اپنی سابقہ حالت پر آجانا جبکہ اس کی طاقتیں جواب دے چکی ہوں گی اور اس کے اموال پر بڑی حکومتوں نے حملہ کر دیا ہوگا اس کے امکانات چھینے جا چکے ہوں گے ۔اس سلسلہ میں بعض احادیث ملاحظہ کیجئے:

۱۔ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : ''آخری زمانہ میں میری امت پر ان کے بادشاہوں کی طرف سے ایسی سخت مصیبت نازل ہوگی جس سے سخت مصیبت اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی ہوگی ،یہاں تک کہ اُن کیلئے وسیع زمین تنگ ہو جائے گی ،زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی، مومن کو ظلم سے بچنے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی،اس وقت اللہ عز وجلّ میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، اس سے زمین و آسمان کے رہنے والے راضی ہوں گے ،زمین سے وہی چیز اُگتی ہے جو اُس میں بوئی جاتی ہے اور خداوند عالم آسمان سے بارش کے علاوہ اور کچھ نہیں برساتا[1]'' ۔ یہ حدیث مسلمانوں پر ان مصائب و آلام کے پڑنے کی عکاسی کرتی ہے جو اُن کے حکّام و بادشاہوں نے اُن پر ظلم و جور کے ساتھ حکومت کی ،پھر اللہ اُن کو مہدیٔ آل محمد ﷺ کے ذریعہ نجات دے گا جو زمین کو رحمت اور خیر سے بھر دے گا اور تمام ظلم و جور کا خاتمہ کر دے گا ۔

۲۔ عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : ''اے عوف جب میری امت میں تہتّر فرقے ہو جائیں گے اس وقت تم کیا کروگے اور اُن فرقوں میں سے ایک فرقہ جنت میں جائیگا اور بقیہ تمام فرقے جہنمی ہو ں گے ؟''۔ عوف نے جلدی سے عرض کیا :کیا ہوگا ؟رسول اللہ ﷺ کی امت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اُن کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں جواب دیا : ''شرطیں بہت زیادہ ہوجائیں گی،کنیزیں مالک ہو جائیں گی ،جاہل لوگ منبروں پر بیٹھنے لگیں گے،گروہ حکومت کرنے لگے ،اللہ کے دین میں اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے فکر کی جانے لگے گی ،مرد اپنی عورت کا مطیع ہوجائے گا،اس کی ماں اسے عاق کردے گی،اُس کا باپ اس سے دور ہوجائے گا،اس امت کے آخری لوگ اس کی سابقہ نسل پر لعنت کرنے لگیں گے،قبیلہ کا فاسق شخص اس کا سردار بن جائے گا ،قوم کا سب سے زیادہ ذلیل شخص اس کا زعیم بن جائے ،جس کے شر سے لوگ ڈرتے ہوں اُس کا احترام کیا جانے لگے گا''۔

[1] عقد الدر، صفحہ ۱۱۳۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا : ''پھر ایک گہرا اور ڈراؤنا فتنہ چھا جائے ،اور بعض فتنے دوسرے بعض فتنوں کی اتباع کرنے لگیں ،یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص قیام کرے گا جس کو مہدی کہا جاتا ہے[۱]'' ۔اس روایت میں عالم اسلام کو پہنچنے والی تحلیل ،فساد ،مسلمانوں کا اپنے دین کے عظیم ارکان سے منحرف ہو جانا ،اُن میں ظلم و جور کا بول بالا ہونا ،غم انگیز معاملات کا منتشر ہونا ،پھر خداوند عالم کا اپنے ولی عظیم امام مہدیؑ کے ذریعہ اُن کو نجات دلانا بیان کیا گیا ہے جو دین کو زندہ کرے گا ،اور ارکانِ اسلام کو قائم کرے گا ۔

۳۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے : ''جب اس دنیا میں ہرج و مرج ہو جائیگا تو اس امت کا مہدی ہم میں سے ہوگا ،فتنے ظاہر ہوجائیں گے ،راستے منقطع ہو جائیں گے ،بعض دوسرے بعض افراد کو غارت کرنے لگیں گے ،بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کھائیں گے ،چھوٹے بڑوں کی عزت نہ کریں گے ،تو اس وقت اللہ ہمارے مہدی کو مبعوث کرے گا جو امام حسینؑ کی نسل سے نواں امام ہوگا ،گمراہی کے قلعوں پر فتح پائے گا ، آخری زمانہ میں دین اسی طرح قائم ہوگا جس طرح وہ اپنے آغاز میں قائم تھا وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی[۲]'' ۔اس حدیث میں ان فتنوں ،اضطراب اور قلق کو ظاہر کیا گیا ہے جس سے عام زندگی رو برو ہوتی ہے چنانچہ خدا اپنے عظیم ولی کے ذریعہ نجات دے گا اور خیر و سعادت کی زندگی تعمیر کرے گا ۔

۲۔دجال کا خروج:ظہور کی یقینی علامات میں سے ایک دجال کا خروج اور اس کا زندگی پر مؤثر واقع ہونا ہے ،وہ عام لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قیام کرے گا ،یہودی اس سے ملحق ہو جائیں گے ،وہ لوگوں کو مال و دولت کا لالچ دے گا ،اس کے سلسلہ میں کچھ احادیثِ نبوی ملاحظہ کیجئے: ۱۔ہشام بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے : ''آدم کی خلقت سے لیکر قیامِ

[۱] کنز العمال ،جلد ۶،صفحہ ۴۴۔اور تقریباً اسی طرح کی حدیث عرف وردی جلد ۲،صفحہ ۶۷میں نقل کی گئی ہے ۔
[۲] حیاۃالامام محمد المہدی ؑ ، صفحہ ۲۵۱۔

قیامت تک دجال کا امر سب سے بڑا ہوگا[1]''۔حدیث کا مطلب :دجال کا خروج دنیا کے اہم واقعات میں سے ہے وہ فتنے برپا کرے گا اور خون بہائے گا ۔

۲۔انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : ''ہر نبی کو کذاب اور کانے دجال سے ڈرایا گیا ہے، وہ کانا ہوگا اور بیشک تمہارا رب کانا نہیں ہے[2]''۔تمام انبیاء کو اس کانے دجال کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے جو لوگوں کو دھوکہ دے گا اُن کو حق سے روکے گا اور بہت بڑے شر میں ڈال دے گا ۔نبی اکرم ﷺ سے کانے دجال کے بارے میں یہ احا دیث نقل کی گئی ہیں جو تاریخ بشریت میں سب سے زیادہ شریر مفسد ہوگا ،اور ہم نے اس کے حالات اپنی کتاب ''حیاۃالامام محمد المہدی ؑ''میں بیان کردئے ہیں ۔

۳۔ سفیانی کا خروج:امام منتظر کے ظہور کی ایک علامت سفیانی کا خروج ہے وہ زمین پر ایک انوکھے ڈھنگ سے شر و فساد برپا کرے گا ،اس کے نسب کا اسلام کے دشمن ابو سفیان پر اختتام ہوگا ،امام امیرالمومنین ؑنے اس کے حالات ،فتنے ،اور ہلاکت کے متعلق ایک مفصل حدیث بیان فرمائی ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمدالمہدی ؑ''میں بیان کر دیا ہے ۔

۴۔ سیاہ جھنڈے امام کے ظہور کی حتمی و یقینی علامات میں سے ایک ایسے اسلامی لشکر کا تشکیل پانا ہے جو کالے جھنڈے بلند کرے گا،زیادہ تر احتمال یہ ہے کہ اُن کے پرچم امام حسین ؑکے غم میں سیاہ ہوں گے ۔اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن ہم ذیل میں چنداحادیث نقل کررہے ہیں:

۱۔حسن نے اپنی سند کے ذریعہ نقل کیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت پر پڑنے والی بلاو مصیبت کاتذکرہ کیایہاں تک کہ خداوند عام مشرق سے کالے جھنڈوں والوں کومبعوث فرمائے گا،جس نے ان کی مدد کی اس نے اللہ کی مدد کی،جس نے ان

---

[1] عقد الدرر ،صفحہ ۳۲۴۔
[2] عقد الدرر ،صفحہ ۳۲۳۔صحیح بخاری ،جلد ۳،صفحہ ۱۲۱۴۔

کورسوا کیا خدا اس کورسوا وذلیل کرے گا یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا وہ اس کو اپنا ولی امر بنائیں گے پس اللہ اس کی تائید اور مدد کرے گا[1]۔

۲۔ثوبان نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے ہے کہ:جب تم خراسان کی طرف سے کالے جھنڈے آتے دیکھو تو ان کے ساتھ ہوجاؤ،بیشک اس میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے[2]۔

۳۔جابر نے امام ابوجعفرسے نقل کیاہے : ''جب مہدی ظہور کریں گے تو خراسان سے کالے جھنڈے خروج کریں گے اور وہ مکہ میں (امام)کی بیعت کرنے کیلئے جائیں گے[3]''۔

۵۔آسمانی آوازامام کے ظہور کی علامات میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ایک فرشتہ آسمان سے آپ کے ظہور کی بشارت کی آواز لگائے گا، لوگوں کو مہدی کی بیعت کی دعوت دے گا اور ہر امت سے اس کی زبان میں خطاب کرے گا ،اس بارے میں متعدد احادیث ہیں جن میں سے ہم ذیل میں چند احادیث نقل کر رہے ہیں: ا۔عبداللہ بن عمران نے رسول اللہ سے روایت کی ہے : ''مہدی خروج کریں گے حالانکہ آپ کے سرپر عمامہ ہوگا ایک فرشتہ یہ ندا دے گا :یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو[4]''۔

۲۔امام رضاسے روایت ہے : ''جب امام منتظر کا ظہور ہوگا تو زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی،وہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کا ترازو معین کریں گے،ایک دوسرے پر کوئی ظلم نہیں کرے گا،ان کے لئے زمین کو سمیٹ دیا جائے گا،ان کا سایہ نہیں ہوگا،وہ ،وہ وہی ہیں جن کے لئے منادی دعا کرتے ہوئے آسمان سے ندا دے گا جس کو تمام اہل زمین سنیں گے :آگاہ ہوجاؤ اللہ کی حجت نے اللہ کے گھر کے پاس ظہور کیاہے اس کی اتباع کرو،بیشک وہ حق ہیں اوران کے ساتھ حق ہے،خداوند عالم کا فرمان ہے :

---

[1] حیاۃالامام محمدالمہدی ،صفحہ۲۷۶۔
[2] کنزالعمال ،جلد۷ صفحہ۱۸۲۔
[3] العرف الوردی، جلد ۲،صفحہ ۶۸۔
[4] عرف وردی جلد۲، صفحہ۱۱ ،نورالابصار ،صفحہ۱۵۵،ینابیع المودت ،صفحہ۴۴۷۔

(إِن نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ[1]) ۔ ''اگر ہم چاہتے تو آسمان سے ایسی آیت نازل کر دیتے کہ ان کی گردنیں خضوع کے ساتھ جھک جاتیں[2]''۔

۳۔امام امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے : ''جب منادی آسمان سے یہ ندا کرے کہ بیشک آل محمد حق میں تو اس وقت مہدی لوگوں کے لئے ظہور کریں گے،اور وہ خوش ہوں گے کہ ان کے پاس ان کے ذکر کے علاوہ اور کوئی تذکرہ نہ ہو[3]''۔ان مضامین کے متعلق نبی اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ سے متعدد نورانی اخبار نقل ہوئی ہیں جن میںیہ اعلان کیا گیا ہے کہ امام کے ظہور کی ایک علامت فرشتہ کا آسمان سے ندا دینا ہے اور احادیث میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ یہ آواز ہر امت اپنی زبان میں سنے گی۔

٦۔حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول: امامؑ کے ظہور کی ایک علامت عیسیٰ مسیحؑ کا آسمان سے زمین پر نازل ہونا ہے آپؑ امام کی بیعت کریں گے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے جب نصاریٰ اس منظر کا نظارہ کریں گے تو فوراً مسلمان ہو جائیں گے،اس بارے میں ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ا۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : ''بیشک میرے خلیفہ اور اوصیا بارہ ہیں ان میں سے پہلا میرا بھائی ہے اور آخری میرا فرزند ہے''۔

سوال کیا گیا :یارسول اللہ آپ کا بھائی کون ہے ؟

فرمایا :علی بن ابی طالبؑ۔

سوال کیا گیا :آپ کا فرزند کون ہے ؟

[1] سورۂ شعرا،آیت ۴۔
[2] فرائد السمطین، جلد۲ ،صفحہ۳۳۷۔
[3] ملاحم والفتن، صفحہ۳۶۔

فرمایا: ''مہدی جوزمین کوعدل وانصاف سے اسی طرح بھردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ یہ بشارت دیتے ہوئے مبعوث کیاکہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا توخداوندعالم اس دن کومیرے فرزندمہدی کے خروج کرنے تک طولانی کردے گا،عیسیٰ بن مریم زمین پراتریں گے اوران کے اقتدا میں نمازیں اداکریں گے۔زمین ان کے رب کے نور سے منور ہوجائے گی اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت ہوگی''[1]۔

۲۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''عیسیٰ بن مریم صبح کے وقت زمین پراتریں گے۔۔۔آپ کا رنگ سفید ہوگا سر رنگین ہوگا بال بکھرے ہوں گے گویا سر تیل سے بھرا ہوگا صلیب کوتوڑدیں گے سوروں کو قتل کردیں گے دجال کو مارڈالیں گے،امام کے اموال کو حاصل کریں گے آپ کے پیچھے اصحاب کہف چلیں گے،آپ امام زمانہ کے وزیر،نگہبان اورنائب ہوں گے اور مشرق ومغرب میں دین پھیلائیں گے''[2]۔متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے،امام کی بیعت کریں گے اور آپ ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے،آپ امام کی نصرت میں محکم اور مثبت طورپر قیام کریں گے ۔ ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃالامام المہدیؑ ''میں اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں۔حق اور انسانیت کیلئے عدالت کا دم بھرنے والے امام کے ظہورکی یہ بعض علامتیں تھیں اور دوسرے مصادرحدیث میں دوسری بعض ع لامات کا تذکرہ موجود ہے۔

ظہورکاوقت

امامؑ شنبہ (سنیچر)کے دن دس محرم کوظہورکریں گے یہ وہ دن ہے جس دن فرزند رسول ﷺ حضرت امام حسینؑ شہید کئے گئے جیسا کہ بعض احادیث میں آپ کے ظہورکے وقت کے متعلق اعلان کیاگیا ہے ذیل میں چند احادیث ملاحظہ کیجئے: ا۔ابوبصیر نے حضرت امام جعفرصادقؑ سے روایت کی ہے: ''قائم سنیچرکے دن دس محرم کو ظہورکریں گے جس دن امام حسینؑ شہید کئے گئے''[3]۔

---

[1] غایۃ المرام ،صفحہ۴۳،فرائد السمیطین ،جلد۲ ،صفحہ۳۱۲۔
[2] غایۃ المرام ،صفحہ ۶۹۷،تفسیر ثعلبی سے نقل کے مطابق۔
[3] کمال الدین، جلد۲،صفحہ۲۵۴۔

۲۔ علی بن مہزیار نے امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے : ''گویا حضرت قائم دس محرم شنبہ (سنیچر) کے دن ظہور کریں گے ،رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر جبرئیل یہ ندا دیں گے بیعت اللہ کیلئے ہے وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھردیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی[1] ''۔ان کے علاوہ متعدد احادیث ہیں جن میں امام زمانہ کے ظہور اور جگہ کے متعلق بیان ہوا ہے اور ہم نے امام کے ظہور سے متعلق متعدد احادیث اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدی ''میں نقل کی ہیں ۔یہاں ہماری ائمہ ہدیٰ مصابیح اسلام کے سلسلہ میں مختصر سوانح حیات کا اختتام ہوجاتا ہے ۔

[1] الغیبۃمؤلف شیخ طوسی، صفحہ۴۵۳۔